



وَقَدْ سَوَّلَ لَكُمْ فِي هَذِهِ السُّورَةِ مِنْ تَحْتِ يَدَيْهِ

رحمۃ اللعالمین

رحمۃ اللعالمین

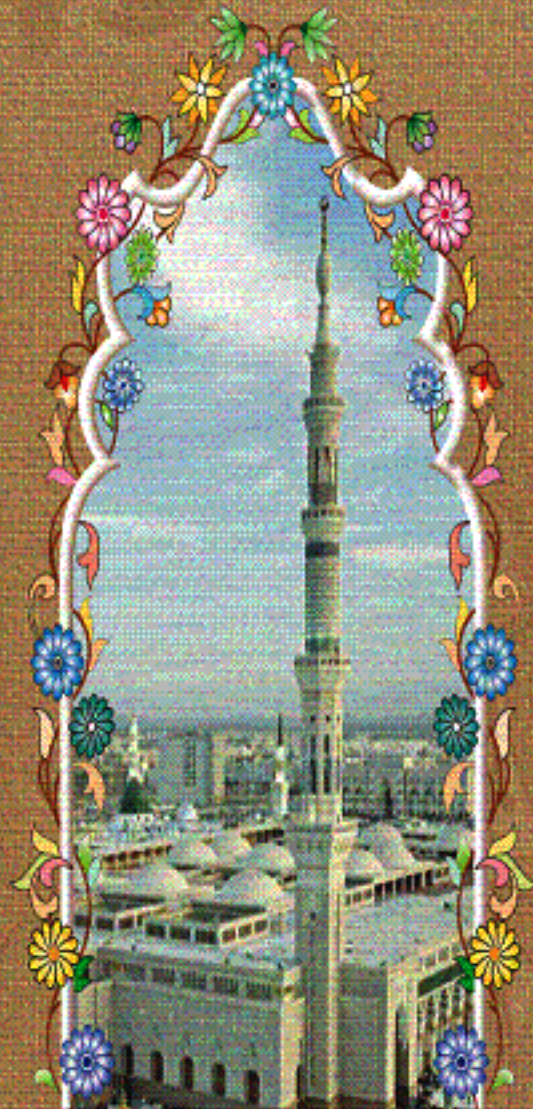
قاضی محمد سلیمان سلمان
منصور لوہاری مدظلہ العالی

مؤلف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور لوہاری مدظلہ العالی

ترجیح و تالیف

میان طاہر



مركز القرآن اسلامی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

*** توجہ فرمائیں! ***

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب.....

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ

لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔

متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی

نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

تنبیہ

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

حج و عمرہ کی فہرست

حج و عمرہ

مؤلف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور فوری رحمتی

تصحیح و ترمیم

میان طاہر

مرکز القرآن اسلامی



جلد دوم

فہرست آخر میں دیکھیں یا صفحہ نمبر 18 پر جائیں



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي أَرْسَلَهُ اللَّهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ وَجَعَلَهُ، خَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَ سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ اَللّٰهُمَّ اِنِّى
اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ يَا جَارَ الْمُسْتَجِرِيْنَ يَا اَمَانَ الْخَائِفِيْنَ يَا عَمَادَ مَنْ لَا عَمَادَ لَهُ، يَا سَنَدَ
مَنْ لَا سَنَدَ لَهُ، يَا ذُخْرَ مَنْ لَا ذُخْرَ لَهُ، يَا حِرْزَ الضَّعْفَاءِ يَا كَنْزَ الْفُقَرَاءِ يَا عَظِيْمَ الرَّجَاءِ يَا مُنْقِذَ الْهَلٰكِي
يَا مُنْجِيَّ الْغُرَفَى يَا مُحْسِنُ يَا مُجْمِلُ يَا مُنْعِمُ يَا مُفْضِلُ يَا جَبَّارُ يَا مُبِيْرُ اَنْتَ الَّذِي سَجَدَ لَكَ سَوَادُ
اللَّيْلِ وَضَوْءُ النَّهَارِ شِعَاعُ الشَّمْسِ وَ نُوْرُ الْقَمَرِ وَ حَقِيْقُ الشَّجَرِ وَ دَرِيْءُ الْمَاءِ يَا اَللّٰهُ اَنْتَ اَللّٰهُ لَا
شَرِيْكَ لَكَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ فِي الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَ فِي الْمَلَائِ
الْاَعْلٰى اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَ عَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهِ مِنَ النَّبِيِّينَ وَ عَلٰى اٰلِهِ وَ اَصْحَابِهِ وَ اَتْبَاعِهِ اَجْمَعِيْنَ اٰمِيْنَ۔

اما بعد، یہ کتاب "رحمۃ للعالمین" کی جلد دوم ہے۔ جلد اول کا پہلا ایڈیشن 1912ء میں شائع ہوا تھا۔ جلد دوم کے لیے جنگ
عظیم (اگست 14 تا نومبر 1918ء) کے شروع ہو جانے کی وجہ سے عمدہ کاغذ دستیاب نہ ہوا، اور یہ مسودہ پڑا ہی رہا۔ 1916ء میں جلد اول کا
دوسرا ایڈیشن ضرور نکلا تھا، لیکن اس کا شائع کرنا اضطراب ارا تھا کیوں کہ جلد اول کو کئی اسلامی مدارس اور اسلامیہ ہائی سکولوں نے داخل نصاب
کر لیا تھا اور طالبان علم کا حرج کسی طرح گوارا نہ ہو سکتا تھا۔ اس کے لیے بھی جو کاغذ لگایا گیا تھا اگرچہ پچھلے کاغذ سے اس کی قیمت ڈیوڑھی
تھی مگر پھر بھی وہ چکنائی اور سفیدی میں ویسا نہ تھا۔

جلد دوم کے لیے آج تک عمدہ کاغذ ہی کا انتظار ہوتا رہا اور اب آخر جیسا کاغذ مل سکا اسی پر کتاب کو شائع کیا جاتا ہے۔
اہل خبرت آگاہ ہیں کہ سیرت النبی ﷺ کا لکھنا کس قدر مشکل ہے، اگر ذرہ بے مقدار خورشید جہاں افروز کے نور گیتی آراء
کا مکیاں بن سکتا ہے تو مجھ سا بے بضاعت کثیر الاشغال بھی جس کا اس راہ میں کوئی یار و مددگار نہیں درست طور پر کچھ لکھ بھی سکتا ہے۔
لیکن ایک فرض کا احساس ہے جو سکوت پر غالب آ گیا ہے اور درود و محبت ہے جس نے بے حس قلب کو تڑپا دیا ہے۔ توفیق الہی ہے
جو برابر اس کام پر مجھے لگائے رکھتی ہے۔ جذبہ ربانی ہے جس کی کشش اس طریق حق پر لیے جاتی ہے۔ اِنْفِرُوا حِفْظًا وَ نِقَالًا کی صفیر
کان میں گونج رہی ہے اور یَاتُوْكَ رَجَالًا وَ عَلٰى كُلِّ صَامِرٍ كِي اذان ہادی راہ بن رہی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو نبی پاک ﷺ کا کلمہ خواں ہے، ضروری ہے کہ اپنے علم و فہم کے موافق حضور ﷺ کا ثنا
سمتر بھی ہو۔ تابش ذرہ اور ضوہ قمر میں اگر چہ زمین و آسمان کا فرق ہے مگر دونوں ایک ہی نور کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اگر ایک کی فلک
گیر، ٹھنڈی، صاف روشنی ابصار کو نمود یدار کرتی ہے تو دوسرے کی خاک نشین چمک بھی راہ گیروں کے قدم لیتی ہوئی ان کی نگاہ کرم کو کبھی کبھی
اپنی جانب کھینچ ہی لیتی ہے۔

لَا يُخَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وَ سَعَهَا كَا اعلان ہر بار ایمان کو حوصلہ افزا ہے اور الْمَسْرُوْةَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ كَا ارشاد ہر ایک صحیح
الوجدان کا خضر راہ۔ اگر میرے لیے یہ سب انسا دماغ نہ ہوتے تو کچھ شک نہیں کہ ایک حرف لکھنے کی بھی جرات نہ ہو سکتی۔

گل چیں سیرت مصطفوی ﷺ کے سامنے ایک گلشن خلد بہار ہوتا ہے، جس کے ہر ایک پھول کی رنگینی و شادابی دامن نگاہ کو بھر دینے والی ہوتی ہے۔ یہ گل چیں کا اپنا انتخاب اور مذاق ہے کہ کس پھول کو لیا اور کس کو چھوڑا، مگر حقیقت یہ ہے کہ جسے چھوڑا وہ اس سے کم نہ تھا، جسے چن لیا۔

جلد دوم میں ایسے ضروری مضامین ہیں جن میں سے بعض کو علماء سیرت آغاز کتاب میں جگہ دیا کرتے ہیں، مگر میں نے حصہ اول کو صرف ایسے مالا بد مند (ضروری) حالات مبارکہ پر اختصار کے ساتھ مکتوی رکھا تھا کہ اگر بقیہ جلد میں شائع بھی نہ ہو سکیں، تب بھی وہ نقش ناقص کی صورت میں غیر مکمل نظر نہ آئے۔ الحمد للہ! کہ آج جلد دوم کو روانہ مطبع کرتا ہوں اور اللہ وہ دن بھی کرے کہ جلد سوم کو بھی اسی طرح روانہ کر سکوں اور اس وعدہ کے ایفا کے بعد پھر ایک مفصل و اجمل کتاب قلم بند کر سکوں۔

یارب این آرزوئے من چہ خوش است
تو بدیں آرزو مرا برساں

وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بَعِزٌ ۝

خاکسار

محمد سلیمان سلمان منصور پوری

(ریاست پٹیالہ پنجاب)



النسب فصل اول

شجرہ طیبہ

شجرہ مبارکہ کو تین (3) حصوں میں پیش کیا جاتا ہے:

حصہ اول

نبی کریم ﷺ سے عدنان تک ہے اور اس کی بابت حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ المعروف بابن عبد البر العمري القرظی رحمۃ اللہ علیہ (ولد سنة ثمان وستين و ثلاث مائة 368 ھ) نے کتاب الاستیعاب میں تحریر کیا ہے: ”هَذَا مَا لَمْ يَخْتَلِفْ فِيهِ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ“ (اس شجرے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں)۔

آباء الکرام کے ساتھ میں نے تلاش کی کہ امہات العظام کے مبارک نام بھی مل جائیں تو بہتر ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ حضرت عبد اللہ سے لے کر عدنان تک برابر سب کے نام بھی مل گئے اور مزید برآں یہ بھی ہوا کہ ان امہات کے آباء اور قبائل کا پتا بھی لگ گیا۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام ملا تو سیدہ آمنہ کے والد کا نام بھی مع ان کے سلسلہ نسب کے اور ان کی والدہ کا نام مع ان کے سلسلہ نسب کے مل گیا۔ اس تمام سلسلے پر نظر ڈالو۔ شاید ہی دنیا میں کسی بڑے سے بڑے شہنشاہ کا بھی سلسلہ خاندانی اس وضاحت کے ساتھ اور اوراق تاریخ میں دستیاب ہو سکے گا۔ پھر ہر ایک سلسلہ میں نسب کی رفعت شان پر نظر ڈالو کہ دوھیال اور نضیال در نضیال کی دوھیال میں بھی کسی ایک جگہ وہن یا خمود نہ ملے گا۔ یہ شرف اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جسے ازل الازل میں قدرت ربانیہ نے عالمین پر ممتاز فرمایا اور آدم علیہ السلام سے لے کر ذات گرامی تک ہر ایک نسل کی حفاظت خود فرمائی ہو۔

امہات العظام اور ان کے دوھیال کے اسماء میں میرا ماخذ تاریخ کبیر طبری اور طبقات الکبیر ابن سعد اور کسی قدر تاریخ الکامل ابن اشیر ہیں۔

حصہ دوم

نسب نامہ گرامی کا حصہ دوم وہ ہے جو معد بن عدنان سے اوپر آتا ہے۔ محدثین رحمۃ اللہ علیہم اس حصہ کا اندراج اس تفصیل کے ساتھ جیسا کہ تحت میں تحریر کریں گے، اپنی کتابوں میں نہیں کرتے کیوں کہ اس اصول کے مطابق جو صحیح روایات کے متعلق انھوں نے اختیار فرمائے ہیں اس حصہ کا روایت کرنا دشوار ہے۔

ان بزرگوں کا یہ نہایت ورع و تقویٰ ہے۔ بایں ہمہ جملہ محدثین اس سلسلہ کے خاص خاص مشاہیر کے آٹھ نو نام لے کر اس

طرح بیان کرتے ہیں کہ نسب گرامی حضرت اسماعیل علیہ السلام تک متنبی ہو جاتا ہے۔ یہ طریق کہ سلسلہ نسب میں خاص خاص مشاہیر کا نام لے کر اختصار سے کام لیا جائے، بنی اسرائیل میں بھی مروج تھا۔ انجیل متی کو دیکھو، وہ لکھتے ہیں: یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہام کا نسب نامہ یہ ظاہر ہے کہ متی نے مسیح علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے درمیان چھبیس (26) پشتیں اور داؤد علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام میں بارہ (12) پشتیں دانستہ اختصار کے لیے چھوڑ دی ہیں۔

حصہ دوم کے شامل کتاب کرنے کی جرات مجھے اس لیے ہوئی کہ مَذَّابِ النَّسَابُونَ مَا فَوْقَ الْعَدْنَانَ کا قطعی صحت تک پہنچ جانا مجھ پر مخفی رہا اور میں نے دیکھا کہ اکثر علماء نے جو تاریخ اور حدیث میں امام تسلیم ہوئے ہیں، اس حصہ کو بیان کیا ہے۔ سَبَّاسَانُكَ الذَّهَبُ لِلْسُوَيْدِي ص 19 ہے:

فَقَدْ اُخْتَلِفَ فِي كَرَاهَةِ رَفْعِ النَّسَبِ مِنْ عَدْنَانَ اِلَى اَدَمَ فَذَهَبَ ابْنِ اسْلِحَاقَ وَ ابْنِ جَرِيرٍ وَ غَيْرُهُ اِلَى جَوَازِهِ وَ عَلَيْهِ الْبُخَارِيُّ وَ غَيْرُهُ مِنَ الْعُلَمَاءِ۔

”عدنان سے اوپر آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق اور ابن جریر کے نزدیک جائز ہے اور بخاری وغیرہ کا مذہب بھی یہی ہے۔“

کتاب ”رحلۃ الشافعی“ مصنفہ جلال الدین السیوطی میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ہارون الرشید کے ذکر میں ہے:

فَقَالَ لِي بَيِّنْ لِي عَنْ نَفْسِكَ قَالَ الشَّافِعِيُّ فَلَقِيتُ حَتَّى الْحَقَّتْ اَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالطَّيْنِ۔

ہارون الرشید نے کہا تم اپنی بات بتاؤ، میں نے نسب بیان کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آدم علیہ السلام کو منی میں جا ملایا۔

ان حوالہ جات کے بعد میں نے اس حصہ کا لکھنا ترک کر دینے سے بہتر سمجھا۔

میں نے اول اول یہ حصہ ڈاکٹر سر سید احمد خاں غفرلہ کی کتاب ”خطبات احمدیہ“ میں دیکھا تھا۔ سر سید نے اس جگہ کسی کا پتا نہیں لکھا، انھوں نے ارمیا کا تب برخیا علیہ السلام اور الجیرا کے نسب نامہ کا ذکر فرمایا تھا۔ میں نہ سمجھ سکا کہ سر سید یہ سب باتیں کہاں سے لکھ رہے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد مجھے تاریخ ابوالفداء میں ارمیا اور الجیرا کا مذکور ملا اور پھر امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں ایک روایت کلیبی کی ملی جس کی بابت امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ یہ روایت ارمیا کے نسب نامہ سے موافق ہے۔ صرف کہیں کہیں اختلاف السنہ کی وجہ سے اختلاف لہجہ کا فرق پڑ گیا ہے۔ دوسری روایت خود امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جسے انھوں نے ایک عرب نسب دان سے لیا ہے۔

پھر مجھے امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب طبقات الکبیر میں بھی یہی حصہ مل گیا۔ مجھے ان کتابوں سے مطابقت کرنے کے بعد سر سید کے نسب نامے میں لکھے ہوئے چند نام عدنان دوم۔ ادودوم۔ المسح۔ ہمسع دوم۔ سلامان دوم۔ ثابت۔ حمل۔ معد اول نہیں ملے۔ معلوم نہیں سر سید نے ان کا کس کتاب کے حوالہ سے اضافہ فرمایا ہے۔ میں نے وہی نام لکھے ہیں جو بالاتفاق متعدد روایات میں بیان ہوئے ہیں۔

حصہ سوم

① نسب نامہ گرامی کا حصہ سوم جو اسماعیل علیہ السلام سے شروع اور ابوالبشر آدم علیہ السلام تک متنبی ہوتا ہے، تو رات موجودہ سے لیا گیا ہے۔ اسماء کے اعراب عربی زبان کی تو رات متشکل سے لیے گئے ہیں۔

② ہر ایک نام کے سامنے سنین عمر درج ہیں۔ یہ بھی توراہ سے لیے گئے ہیں جو غالباً صحیح ہیں۔ لیکن توراہ میں یہ بھی ہے کہ فلاں عمر میں فلاں شخص کے پسر پیدا ہوا۔ اس میں کئی اشکال ہیں۔ مثلاً غور کر و مند رچہ ذیل بیان توراہ پر:

①	آدم 130 برس کا تھا جب اس کے شیث پیدا ہوا	5/3 پیدائش
②	شیث 150 برس کا تھا جب اس سے انوس پیدا ہوا	// 5/6
③	انوس 90 برس کا تھا جب اس سے قینان پیدا ہوا	// 5/9
④	قینان 70 برس کا تھا جب اس سے محلل ایل پیدا ہوا	// 5/12
⑤	محلل ایل 65 برس کا تھا جب اس سے یارو پیدا ہوا	// 5/15
⑥	یارو 162 برس کا تھا جب اس سے حنوک پیدا ہوا	// 5/18
⑦	حنوک 65 برس کا تھا جب اس سے متوسلخ پیدا ہوا	// 5/21
⑧	متوسلخ 187 برس کا تھا جب اس سے لمک پیدا ہوا	// 5/21
⑨	لمک 502 برس کا تھا جب اس سے نوح پیدا ہوا	// 5/28

⑩ نوح 502 برس کا تھا جب اس سے سم پیدا ہوا ⑩

⑪ سم 100 برس کا تھا کہ اس سے طوفان کے 2 برس بعد ارفکسد پیدا ہوا۔

⑫ ارفکسد 35 برس کا تھا کہ اس سے عمر پیدا ہوا۔

⑬ عمر 34 برس کا تھا کہ اس سے فلج پیدا ہوا۔

⑭ فلج 30 برس کا تھا کہ اس سے رعو پیدا ہوا۔

⑮ رعو 32 برس کا تھا کہ اس سے سروج پیدا ہوا۔

⑯ سروج 30 برس کا تھا کہ اس سے نخور پیدا ہوا۔

⑰ نخور 29 برس کا تھا کہ اس سے تارا پیدا ہوا۔

⑱ تارا 70 برس کا تھا کہ اس سے ابرام پیدا ہوا۔

اگر ہم اس حساب کو صحیح قرار دیں تو لازم آتا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر حضرت نوح علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے 88 سال کی ہو گئی ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر دو سال کی ہو۔ حساب کرو کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے بعد ساڑھے تین سو (350) برس تک زندہ رہے۔ (9/28 پیدائش) اور طوفان سے ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ $262 + 86 = 348$ برس کا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے باپ کی 86 سال کی عمر میں پیدا ہوئے تھے۔

حالانکہ ان امور کا کوئی عالم اہل کتاب قائل نہیں۔ اس لیے مجھے اس حساب کی صحت میں شک رہا۔ بعد ازاں مجھے کتاب ”تاریخ ابوالفداء“ میں سے اسی مقام کے پڑھنے کا اتفاق ہوا مجھے تعجب آمیز مسرت ہوئی کہ یہ فاضل مؤرخ بھی اس خیال میں میرے

⑩ یہ عبارت کہ نوح 502 سال کا تھا اس سے سم پیدا ہوا کتاب پیدائش میں نہیں ہے مگر کتاب پیدائش میں یہ ہے کہ نوح 600 سال کا تھا جب طوفان آیا۔ نیز یہ فقرہ ہے کہ سم طوفان کے 2 سال بعد 100 برس کا تھا جب ارفکسد پیدا ہوا۔ نتیجہ یہ ہے کہ نوح 502 سال کا تھا جب سم پیدا ہوا۔

ساتھ متفق ہے۔ مزید اطمینان کا موجب یہ ہوا کہ امام ابو محمد علی ابن احمد بن حزم الظاہری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 456ھ) نے بھی کتاب ”الفصل“ میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔

الغرض حصہ سوم کے نام تو صحیح ہیں، البتہ دیگر معلومات بعض جگہ مشکوک ہیں۔ چونکہ نسب نامہ میں صحت اسماء ہی زیادہ تر درکار ہوتی ہے۔ اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ نسب نامہ گرامی کا یہ حصہ بھی بالکل صحیح ہے۔ ان ضروری تمہیدات کے بعد شجرہ مبارکہ درج کیا جاتا ہے۔

شَجَرَةُ طَيْبَةً أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَقَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ لِسَيِّدِنَا وَمَوْلَا نَا مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ صلی اللہ علیہ وسلم

حصہ اول

نمبر شمار	آباؤ الکرام	امہات العظام	امہات کے دو خیال
1	عبداللہ	آمنہ	اب: وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب دیکھو سلسلہ نمبر 6 آباء نبوی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> ۔ ام: مرہ بنت عبدالعزی بن عبدالدار بن قصی دیکھو سلسلہ نمبر 5 آباء نبوی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> ۔
2	عبدالطلب	فاطمہ	اب: عمرو بن عائد بن عمران بن مخزوم بن یثظ بن مرہ (سلسلہ نمبر 6 آباء نبوی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>) ام: محزرہ بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یثظ بن مرہ (سلسلہ نمبر 6 آباء نبوی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>)
3	ہاشم	سلمیٰ	اب: عمرو بن زید بن لہید بن خدش بن عامر بن ظنم بن عدی بن النجار (تیم اللہ بن اعلیٰ بن خزرجی) ام: عمیرہ بنت محزر بن حبیب ابن الحارث بن اعلیٰ بن مازن بن النجار (ساکن مدینہ)
4	عبد مناف	عاتکہ	اب: مرہ بن ہلال بن قحج بن ذکوان بن اعلیٰ بن بیض بن سلیم بن منصور (از سلسلہ نمبر 17 آباء نبوی) ام: ماویہ بنت حوزہ بن عمرو بن حصصہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن (از سلسلہ 17 آباء نبوی)۔
5	قصی	حبی	اب: ظلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ (دھوا الخزاعی) ام: ہند بنت عامر بن الضمر بن عمرو بن عامر (من الخزاعہ)
6	کلاب	فاطمہ	اب: سعد بن سہل (خیر) بن حمالہ بن عوف بن عامر الجادری (کان اول من بنی جدار الکعبہ فقیل له جادار) از دشنویہ۔ ام: ظریفہ بنت قیس بن امیہ ذی الراسین بن شمیم بن کنانہ بن عمرو القین بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیطان بن الیاس (سلسلہ نمبر 17 آباء نبوی)

① محزرہ کی ماں کا نام محزرہ بنت عبد بن قیس نانی کا نام سلمیٰ بنت عامرہ بنت عمیرہ بنت ذبیحہ بنت الحارث بن فہرہ نانی کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن وائلہ بن ثعلبہ تھا۔

② عمیرہ کی ماں کا نام سلمیٰ بنت عبدالاشہل اور نانی کا نام لہیدہ بنت زعمور تھا۔ ③ ماویہ کی ماں کا نام رقاش بنت الاحم اور نانی کا کعبہ بنت الرافعی تھا۔

④ ہند کی ماں کا نام سلمیٰ بنت مازن (من الخزاعہ) تھا۔ ⑤ ظریفہ کی ماں کا نام محزرہ بنت عامر تھا۔

نمبر شمار	آباؤ اکرام	امہات العظام	امہات کے دوھیال
7	مرہ	ہند	اب: سرید بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک (سلسلہ نمبر 12 آباؤ نبوی) ام: امامہ ^[3] بنت عبدمنافہ بن کنانہ (سلسلہ نمبر 14 آباؤ نبوی)
8	کعب	مخشیہ	اب: شیبان بن محارب بن فہر دیکھو (سلسلہ نمبر 11 آباؤ نبوی ^[4]) ام: وحشیہ ^[2] بنت وائل بن قاسط بن ہبب بن اقصیٰ بن دغی بن جدیلہ
9	لوی	ماویہ	اب: کعب بن القین (ہو النعمان) بن جسر بن شیخ اللہ بن اسد بن وبرہ تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاء ام: عاتکہ بنت کابل بن عذرہ
10	قالب	عاتکہ	اب: یحقلد بن النضر بن کنانہ (سلسلہ نمبر 13 آباؤ نبوی) ام: ایسہ ^[3] بنت شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعہب بن علی بن بکر بن وائل
11	فہر الملقب پقریش	لیلیٰ	اب: حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ (سلسلہ نمبر 16 آباؤ نبوی) ام: سلمیٰ ^[4] بنت طانجہ بن الیاس (سلسلہ نمبر 17 شجرہ ہذا)
12	مالک	جندلہ	اب: عامر بن الحارث بن مضاض بن زید بن مالک جرہمی ام: ہند بنت الظلم بن مالک بن الحارث (جرہمی)
13	نضر	نکرشہ	اب: عدوان (حارث) بن عمرو بن قیس بن عیمان بن مضر (سلسلہ نمبر 17 آباؤ نبوی)
14	کنانہ	برہ	اب: مر بن اڈ بن طانجہ (اخت تمیم بن مر) (طانجہ برادر مدرکہ) نمبر 16 ام:
15	خزیمہ	عوانہ، ہند	اب: سعد بن قیس بن عیمان بن الیاس دیکھو سلسلہ (17 آباؤ نبوی ^[4]) ام: وعدہ بنت الیاس (سلسلہ نمبر 17 آباؤ نبوی ^[4])
16	مدرکہ	سلمیٰ	اب: اسلم بن الحاف بن قضاء ام:
17	الیاس	لیلیٰ (خندوف)	اب: حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاء ام: نضریہ بنت ربیعہ بن نزار (سلسلہ نمبر 19 آباؤ نبوی)
18	مضر	ریاب	اب: حیدرہ بن معد (سلسلہ نمبر 20 آباؤ نبوی) ام:

[3] امامہ کی ماں کا نام ہند بنت عدوان بن اسد خزیمہ ہے۔
[4] وحشیہ کی ماں کا نام ماویہ بنت صعہب بن زید بن مالک جرہمی ہے۔
[2] سلمیٰ کی ماں کا نام عاتکہ بنت الاسد اور ثانی کا نام نذیب بنت ربیعہ ہے۔

نمبر شمار	آبائے اکرام	امہات العظام	امہات کے دوھیال اور نھیال
19	نزار	سودہ	اب: عک بن الریث بن عدنان (سلسلہ نمبر 21) ام:
20	معد	معانہ	اب: جوشم بن جلیہ بن عمر بن بروہ بن جرہم ام: سلمیٰ بنت الحارث بن مالک بن غنم (من جرہم)
21	عدنان	مہدو	اب: لہم بن حلب بن جدیس بن جاشر بن ارم ام:

حصہ دوم

نسب نامہ تا حضرت اسماعیل علیہ السلام

نمبر شمار	بروایت کلبی	بروایت ابن سعد	توضیحات جو امام طبری نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں۔
	مندرجہ طبری [1]	مندرجہ طبقات الکبیر	
			واخبرنی بعض انساب انه وجد طائفة من العلماء العرب قد حفظت لمعد اربعین اباً بالعربية الی اسماعیل و اجتحت لقولهم ذلك باسعار العرب و انه قابل بما قالوا من ذلك اهل الكتب فوجد العدد متفقاً واللفظ مختلفاً و املى ذلك علی فکتبه عند (جلد ثانی ص 193)
22	اود	اود	
23	ہمیسع	ہمیسع	
24	سلامان	سلامان	ہمیدع اور شاحب بھی اسی کو کہتے ہیں۔
25	عوص	عوص	منجر اور عیت بھی اسی کو کہتے ہیں۔
26	بوز	بوز	اس کو شلبہ بھی کہتے ہیں اور قبیلہ ثعلبہ اسی سے منسوب ہے۔
27	قموال	قموال	اسی کو یوز اور عشر القناب بھی کہتے ہیں۔ رسم عشرہ عرب میں اسی نے نکالی تھی۔
28	أبی	أبی	اس کو سعد رجب بھی کہتے ہیں۔ عرب میں ”رسم رجبیہ“ اسی نے نکالی۔

[1] حدثنی الحارث قال حدثنا محمد بن سعد قال حدثنا هشام بن محمد قال وكان رجل من اهل تدمر یکنی ابایعقوب من مسلمة بنی اسرائیل قد قرأ من کتبهم و علم علماء قد کران بروخا بن تاریا کاتب از میاء البت نسب معد بن عدنان عنده و وصفه فی کتبه و انه معروف عند احبار اهل الكتب مثبت فی اسفارهم وهو مقارب لهذا الاسماء ما روی عن الکلبی محمد بن السائب اذ کره من بعده و لعل خلاف ما بینهم من قبل الالسنه لان هذا الاسماء مترجمة من العبرانية (طبری جلد دوم ص 193 مطبوعه حسینیہ المصر)

نمبر شمار	بروایت کلبی مندرجہ طہرات الکیبر	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر	توضیحات جو امام طہری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں۔
29	عوام	عوام	قموال اور بریح الناحب بھی اسی کو کہتے ہیں کمان فی زمن سلیمان علیہ السلام۔
30	ناشد	ناشد	معلم ذوالعین اسی کا لقب ہے
31	حزا	حزا	حوالعوام
32	بلداس	بلداس	اسے محمل بھی کہتے ہیں۔
33	یدلاف	تدلاف	رائد اسی کا لقب ہے۔
34	طانج	طانج	اسی کو طاہب بھی کہتے ہیں عیقان اسی کا لقب ہے۔
35	جام	جام	اسی کا لقب الشحد ود ہے۔
36	ناحش	ناحش	اسی کا لقب علہ ہے۔
37	مانی	مانی	اس کو اہل عرب "الظریب خالم النار" کہا کرتے تھے۔
38	عینی	عینی	اس کو عافی اور عبقر ابو الجن بھی کہتے ہیں۔ جنت عبقر اسی کی جانب منسوب ہے۔
39	عبقر	عبقر	اس کو ابراہیم جامع الشمل کہتے ہیں۔ جامع الشمل لقب اس لیے ہوا کہ اس کے عہد میں امن کامل تھا، راستے بے خطر جاری تھے۔
40	عبید	عبید	اسی کو اسماعیل ذوالمطانج کہتے ہیں۔ ذوالمطانج اس لیے کہتے ہیں کہ مسافروں کے لیے سارے ملک میں ضیافت خانے مقرر کیے گئے۔
41	الدعا	الدعا	اس کو تیرت الطعان کہتے ہیں۔ پہلا شخص ہے جس نے نیزہ کا جنگ میں استعمال کیا۔
42	حمدان	حمدان	اسی کو اسماعیل ذوالاعوج کہتے ہیں۔ اعوج اس کے گھوڑے کا نام تھا۔ اب اعوج نسل اسپاں اسی کی جانب منسوب ہے
43	سنبر	سنبر	اسے ہشمن اور مطعم فی لیل بھی کہتے ہیں۔ اس کے محل میں ہر شخص کے لیے کھانا تیار رہتا تھا۔
44	یثربی	یثربی	یثم اور یثرب بھی اسی کا لقب ہے
45	نحزن	نحزن	نحزن نام اور تسور لقب ہے۔
46	لیخن	لیخن	لیخن نام اور عنود لقب ہے۔
47	ارعوے	ارعوے	رعوبے نام اور ودرع لقب ہے۔
48	عیصی	عیصی	ماقر لقب ہے۔

نمبر شمار	بروایت کلی مندرجہ طبری	بروایت ابن سعد مندرجہ طبقات الکبیر	توضیحات جو امام طبری نے اپنے راوی سے یہ الفاظ لکھ کر روایت کی ہیں۔
49	دیشان	دیشان	لقب اس کا الزامیہ ہے۔
50	عمیر	عمیر	اسی کو عاصر اور نیدوان ذوالاندیہ کہتے ہیں۔ اسی کے عہد میں عیث اور جاوان فرزند قادر میں جنگ ہوئی۔
51	اقتاد	اقتاد	اقتاد نام۔ ایامہ لقب ہے۔
52	ایہام	ایہام	یہامی نام دوس القق اور اسمعیل الخلق لقب ہیں۔
53	مقصر	مقصر	مقصری نام حصن اور نزال لقب ہے۔
54	ناحث	ناحث	
55	زارح	زارح	قیر لقب ہے۔
56	سعی	سعی	سما نام الحمر لقب ہے۔
57	مزی	مزی	ہر مزی اسی کو کہتے ہیں۔
58	عوض	عوض	اس کا لقب ثمر اور صفی بھی ہے۔
59	عرام	عرام	
60	قیدار	قیدار	

حصہ سوم

نمبر شمار	نام	عمر
61	اسماعیل علیہ السلام	137 سال
62	ابراہیم علیہ السلام	175 سال
63	تارہ (آذر)	205 سال
64	ناحور	159 سال

[1] قیدار کی بیوی کا نام حاضر تھا جو قبیلہ جریم سے تھیں۔ [2] سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ کا بیان آگے ملے گا۔

65	سروج	232 سال
66	رعو	239 سال
67	قارح	239 سال
68	عابر	460 سال
69	ارکشاہ	438 سال
70	سام	602 سال
71	نوح علیہ السلام	950 سال
72	لاک	777 سال
73	متوشاخ	969 سال
74	اشنوخ اور یس علیہ السلام	365 سال
75	یارو	962 سال
76	ملہیل ایل	895 سال
77	قینان	910 سال
78	آنوش	905 سال
79	شیش علیہ السلام	912 سال
80	آدم علیہ السلام	930 سال

حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کا نسب نامہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ انجیل متی و لوقا میں جو نسب نامہ حضرت مسیح علیہ السلام کا درج کیا گیا ہے اسے بھی ناظرین کی وسعت معلومات کی غرض سے اس مقام پر تحریر کر دیں۔ آغاز نسب نامہ سے پیشتر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگرچہ عیسائی علماء حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب کو حضرت داؤد علیہ السلام تک پہنچاتے ہیں مگر انجیل یوحنا (8) باب (48) درس سے ثابت ہے کہ یہود ان ہم عصر حضرت مسیح علیہ السلام کے اس سلسلہ شرف کا بھی انکار کرتے ہیں اور آجنگاب کونسل سامری [1] سے بتایا کرتے تھے۔

اس نسب نامہ کو بھی ہم تین حصوں میں بیان کریں گے۔

[1] سامری بھی بنی اسرائیل ہی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کا نام نہیں آسکتا۔

حصہ اول

از یوسف (شوہر مریمؑ) تازہ زوہابیل

نمبر شمار	انجیل لوقا	نمبر شمار	انجیل متی	نمبر شمار	انجیل لوقا	نمبر شمار
1	یوسف	1	یوسف	12	نگہی	3
2	ہیلی	2	یعقوب	13	ماحہ	4
3	مستحات	3	مستحان	14	مستحاتیاس	5
4	لیوی	3	مستحان	15	سمعی	6
5	ملتی	3	مستحان	16	یوسف	7
6	نیا	3	مستحان	17	یورا	8
7	یوسف	3	مستحان	18	یوحنا	9
8	مستحاتیاس	3	مستحان	19	ایسا	10
9	آموس	3	مستحان	20	زروہابیل	11
10	ناؤم	3	مستحان			
11	اسلی	3	مستحان			
					میزان=20	میزان=11

- ① لوقا نے یوسف سے زروہابیل تک 20 نسلیں اور متی نے 11 نسلیں درج کی ہیں۔
- ② دونوں نسب نامے اتنے مختلف ہیں کہ لوقا اور متی کے بیان کردہ اسماہ (یوسف زروہابیل کے سوا) ذرہ بھر بھی مشابہت نہیں رکھتے۔
- ③ ہم کو بعض عیسائی عالموں نے بتایا کہ لوقا میں مریم کا نسب نامہ ہے اور متی میں یوسف کا، یا متی میں مریم کا نسب نامہ ہے اور لوقا میں یوسف کا۔ ہم خوش ہوتے اگر ایسا بھی ہوتا، لیکن زن و شوہر کے نسب ناموں میں امتداد زمانہ کا اس قدر تفاوت کہ ایک کے نسب نامہ میں 9 نسلیں کم ہوں اور ایک میں زیادہ بالضرور حیرت زا ہے۔
- ④ لوقا کا نسب نامہ ایسا بن زروہابیل پر اور متی کا نسب نامہ ایبود بن زروہابیل پر ختم ہوتا ہے اور ازراہ قیاس ممکن ہے کہ یوسف مریم زروہابیل کے دو فرزندوں میں سے ایسا اور ایبود نام کے فرزند تھے بھی۔ تو تاریخ باب 19، 20/3 میں ہم کو زروہابیل کے فرزندوں اور دختر کے نام تو ملے مگر افسوس ہے کہ ان میں ایسا اور ایبود کسی کا بھی نام نہیں۔
- ⑤ لوقا اور متی نے بالاتفاق زروہابیل کو سیلتی ایل کا بیٹا لکھا ہے مگر تواریخ (18، 19) 3 سے ثابت ہوتا ہے کہ زروہابیل تو خدا یاہ کا بیٹا اور سیلتی ایل کا برادر زادہ تھا۔

③ یہ انجیل کا لفظ ہے۔

حصہ دوم

سیاحتی ایل سے داؤد علیہ السلام تک ہے اور چوں کہ سیاحتی ایل کا نسب نامہ بائبل (توراة) میں بھی موجود ہے۔ اس لیے حصہ دوم میں بائبل کا ایک خانہ اور بڑھا دیا گیا ہے اور اس اضافے سے یہ فائدہ ہوگا کہ لوقا و انجیل کے علاوہ ایک تیسری الہامی کتاب (توراة) سے مطابقت کا حال بھی واضح ہو جائے گا۔

لوقا	متی	بائبل
1 سلاقی ایل	1 سلت ایل	1 سیاحتی ایل
2 نیری	2 یونیہ	2 یونیہ (مکیا)
3 مکی	3	3
4 اوی	4	3 یہوی قیم
5 قوسام	3 یوسیاہ	4 یوسیاہ (یوشیا)
6 المودام	4 آمون	5 آمون
7 عمر	5 منسی	6 منسی
8 یوسس	6 خرقیاہ	7 خرقیاہ (خرقیاہ)
9 العزر	7 آخز	8 آخز
10 یوریم	8 پوتام	8
11 متھتات	9 عزیاہ	10 عزریاہ (عزیا)
12 لیوی	عزیاہ	11 امصیاہ
13 سمعون	عزیاہ	12 یوآس
14 یہوداہ	عزیاہ	13 خزیاہ (آخزیا)
15 یوسف	10 یورام	14 یہورام
16 یونان	11 یہوسفط	15 یہوسفط (یہوشاہ فاط)
17 ایلیا قیم	12 آسا	16 آسا
18 ملیا	13 ایبیاہ	17 ایبیا (امیا)
19 منینان	13	17

توراج: 30- باب

20	ہتھنا	14 رجعام	18 رجعام
21	ناتن	15 سلیمان	19 سلیمان
22	داؤد	16 داؤد	20 داؤد
میزان	= 22	میزان = 16	میزان = 19

- ① از سلاقی ایل تا داؤد اور لوقا نے بائیس (22) ضلیں، متی نے سولہ (16) ضلیں اور بائبل نے انیس (19) ضلیں شمار کی ہیں۔
- ② لوقا تو سلاقی ایل کو ناتن بن داؤد کی نسل سے بتاتا ہے مگر متی اور بائبل سلاقی ایل کو سلیمان بن داؤد کی نسل سے بتاتے ہیں۔ مجھے ایک عیسائی نے بتایا تھا کہ سلیمان ہی کو ناتن کہتے ہیں، مگر التواریخ 3۔ باب کے پانچویں درس نے مجھے یہ جواب صحیح سمجھنے سے روک دیا، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ سمعا اور سو باب اور ناتن اور سلیمان یہ چارگی ایل کی بیٹی بنت سوع سے پیدا ہوئے۔
- ③ لوقا اور متی نے اس حصہ دوم میں بھی سلاقی ایل اور داؤد کے درمیان جتنے نام دیے ہیں وہ ایک دوسرے سے بالکل ہی مختلف ہیں۔ حصہ اول میں بھی ایسا ہی اختلاف تھا اور اس وقت یہ توجیہ گھڑی گئی تھی کہ ایک نسب نامہ کو مریم کا اور ایک کو یوسف شوہر مریم کا نسب نامہ سمجھ لینا چاہیے، لیکن وہ دونوں نسب نامے زرو بائبل میں آ کر جمع ہو گئے۔ اب سلاقی ایل شخص واحد کے نسب نامے کسی طرح بھی دو نہیں ہو سکتے۔ یہ نام ممکن ہے کہ سلاقی ایل کو ناتن بن داؤد کی نسل سے بھی ٹھہرایا جائے اور سلیمان بن داؤد کی نسل سے بھی۔ ہم اس فائدہ کو سمجھتے ہیں کہ اگر سلاقی ایل کا نسب نامہ ناتن بن داؤد سے درست ہو جائے تو مسیح علیہ السلام کے اجداد بیت المقدس کے امام سمجھے جا سکیں گے اور اگر سلاقی ایل کا نسب نامہ سلیمان بن داؤد سے درست ہو جائے تو مسیح علیہ السلام کے اجداد شاہان تخت نشین ثابت ہو جائیں گے، لیکن افسوس یہ ہے کہ دونوں نسب نامے تو کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتے۔
- ④ ہم اس جگہ متی کے نسب نامہ کو لوقا کے نسب نامہ پر ترجیح دیتے ہیں اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ متی کے نسب نامہ کی تصدیق بائبل کی کتاب اول تواریخ 3 باب سے ہوتی ہے، مگر لوقا کے نسب نامہ کی ذرا بھی تائید نہیں ہوتی۔ اگرچہ لوقا ہی نے تحریر کیا ہے کہ اس نے سب واقعات صحیح طور پر دریافت کر کے لکھے ہیں۔ (لوقا 1/3)
- ⑤ یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ متی اور بائبل کا اتفاق بہت سے ناموں کے بارہ میں پایا جاتا ہے، مگر افسوس ہے کہ ان دونوں کی مطابقت بھی پوری نہیں ہوتی۔
- ذرا نسب نامہ پر غور فرمائیے کہ متی نے یوسیاہ اور یکنوہا کے درمیان کوئی نام نہیں لکھا، لیکن بائبل کی دوم تواریخ 34/5 میں ایک نام موجود ہے اور اس باب کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یوسیاہ کے بعد الیاہ بن یوسیاہ تخت نشین ہوا تھا اور الیاہ بن یوسیاہ کا شاہی نام یہوئقیم تھا۔ اس کے بعد آپ کو اول تواریخ 3/16 سے پتا لگ جائے گا کہ یکنوہا یہوئقیم کا فرزند تھا، نہ کہ یوسیاہ کا، جیسا کہ متی نے ظاہر کیا ہے۔
- ⑥ متی (1) باب (9) درس میں ہے اور ”غریاہ“ سے ”یونام“ پیدا ہوا۔ ان الفاظ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یونام غریاہ کا صلیبی فرزند تھا جیسا کہ اس نسب نامے کے تمام نام اسی طرح بیان کیے گئے ہیں اور ان سب میں باپ بیٹے ہی کا رشتہ ہے، لیکن بائبل کے

⑦ اصل کتاب میں جو بیس لکھا گیا تھا وہ شمار کرنے میں غلطی گئی تھی، ماخذ بائبل میں بھی انیس (19) ہیں اور مصنف نے بھی انیس (19) ہی نقل کی ہیں۔

دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

- یورام یا یہورام سے خزیاء پیدا ہوا خزیاء سے یوآس پیدا ہوا
 یوآس سے امصیاء پیدا ہوا امصیاء سے خزیاء پیدا ہوا

بائبل کی اس صراحت نے یقین دلایا ہے کہ یہاں بھی سینٹ متی کے قلم سے تین نسلوں کے نام رہ گئے ہیں۔ بعض عیسائی عالم بیان کرتے ہیں کہ سینٹ متی نے دیدہ دانستہ خزیاء اور یوآس اور امصیاء کے نام ترک کر دیے تھے۔ کیوں کہ ہر سہ اشخاص کے افعال ایسے برے تھے کہ ان کو ایسے پاک نسب نامہ میں جگہ نہ دینی چاہیے۔ یہ عذر صحیح ہو سکتا ہے اور ہم نے کئی اور نسب ناموں میں بھی ایسا طریق دیکھا ہے، لیکن غور طلب یہ ہے کہ کیانی الواقع حضرت متی نے اسی اصول پر عمل کیا ہے تو تاریخ میں ہر ایک بادشاہ کی زندگی پر مختصر نوٹ موجود ہیں۔ مثلاً ان ہر سہ کے متعلق ذیل کی عبارات ہیں۔

”خزیاء: وہ بھی انہی اب کے گھرانوں کی راہوں (ناپسندیدہ) پر چلتا تھا۔“ (3- تواریخ 22/3)

”یوآس: خداوند اپنے خدا کے گھر چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرنے لگا۔“ (2- تواریخ 24/18)

”امصیاء: جو خدا کی نظر میں درست ہے سو اس نے کیا، پر تمام دل سے نہیں“ (2- تواریخ 25/2)

اگر ہم جرائم کے اعتبار سے ترتیب قائم کریں تو یوآس سخت مجرم ہے کہ بت پرستی کی۔ خزیاء اس سے کم کہ اس کے اعمال اچھے نہ تھے۔ امصیاء اس سے کم جس کے اعمال اچھے ہیں مگر خلوص نہیں ہے۔ اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ ان تینوں کے سوا کسی اور کی بابت ایسے ریمارکس (Remarks) یا اس سے سخت تر ریمارکس (Remarks) موجود ہیں؟ آخز کا نام متی کے نسب نامہ میں موجود ہے اور بائبل اس کی بابت بتاتی ہے: ”اس نے عظیم کے ڈھائے ہوئے بت بھی بنائے۔“ (2- تواریخ 28/2)

اُموں کی بابت ہے: ”جو خداوند کی نظر میں برا ہے سو اس نے کیا“ (2- تواریخ 33/22)

منسی کی بابت ہے:

”جو خداوند کی نظر میں برا ہے سو اس نے کیا۔ ان قوموں کے نظرتی کام کیے۔“ (2- تواریخ 33/20)

رجعام کی بابت ہے: ”اس نے اور اسکے ساتھ سارے بنی اسرائیل نے خداوند کی شریعت کو ترک کیا۔“

یہ تمام سندت بتاتی ہیں کہ ان تین اشخاص جیسے جرائم اوروں کے بھی ہیں جن کے نام حضرت متی نے لکھے ہیں اور اس سے ثابت ہے کہ انھوں نے اس اصول پر عمل نہیں کیا جو ہم کو آج ہمارے دوست بتاتے ہیں اور اس لیے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حصہ دوم میں متی کا نسب نامہ بھی بائبل سے مطابق نہیں ہے۔

حصہ سوم

حضرت داؤد علیہ السلام سے اور حضرت آدم علیہ السلام تک جو نسب نامہ ہے وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب نامہ کا حصہ سوم ہو سکتا ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ ابن داؤد کا نسب نامہ تو اسی قدر ہے جہاں تک داؤد علیہ السلام کے ساتھ آ کر سلسلہ مل جائے اور اس سے آگے جو سلسلہ ہوگا وہ داؤد علیہ السلام کا نسب نامہ ہوگا اور داؤد علیہ السلام کے نسب نامہ میں مندرجہ بائبل میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے

نسب نامہ کے حصہ سوم میں قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام سے لے کر آدم علیہ السلام تک اہل کتاب میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تاہم حضرت داؤد علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک نسب نامہ مزید تحمن و تمہک کے طور پر درج کیا جاتا ہے۔

نام	کیفیت
داؤد <small>علیہ السلام</small>	30 سال کی عمر میں سلطنت پائی۔ 40 سال سلطنت کے بعد تقریباً 1015 قبل مسیح <small>علیہ السلام</small> رہے۔ گمراہ عالم بنا ہوئے۔ اس حساب سے ان کی ولادت 945 سال قبل مسیح میں تھی۔
یسیٰ	
عموید	
یوز	ان کی زوجہ کا نام روت ہے جس کے نام کی کتاب روت بائبل میں شامل ہے
سلمون	ہمراہ بیان موسیٰ <small>علیہ السلام</small> میں سے حضرت یوشع <small>علیہ السلام</small> کے ساتھ یہی داخل ارض مقدس ہوئے۔ ان کی زوجہ کا نام راحب تھا۔
نحسون	نحسون بنی اسرائیل کے ان سرداروں میں سے ہے جو ہزاروں کے سردار تھے اسی نے حضرت موسیٰ <small>علیہ السلام</small> کے حکم سے بیابان سینا میں بنی یہودہ کی مردم شماری مصر سے نکلنے سے 14 ماہ بعد کی تھی۔ اس وقت اس فرقہ کے جنگ جو اشخاص کی تعداد جو چوبیس (24) سال سے اوپر تھے چوبتر ہزار چھ سو (74600) تھی۔ (کتاب گنتی باب 1 ورس 1 و 27) یہ واقعہ 1490 قبل مسیح تھا۔
عمیداب	عربی تلفظ (عمینیا داب) ہے۔
آرام	عربی تلفظ (ارام) ہے۔
حصروم	عربی تلفظ (حصرو و من) ہے۔
پھارس	عربی تلفظ (فارص) والد کا نام تہر ہے جس کا قصہ کتاب پیدائش میں موجود ہے
یہوداہ	عربی تلفظ (یہودا)
یعقوب <small>علیہ السلام</small>	
اسحق <small>علیہ السلام</small>	
ابراہیم <small>علیہ السلام</small>	ان کا ذکر مبارک نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کے شجرہ میں ہے۔



شجرہ عالیہ نبویہ ﷺ سے چند اشہر المشاہیر کے مختصر حالات ﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾

آدم علیہ السلام

نوع بشر کے والد بزرگوار اور پہلے انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خلافت الارض کے لیے پیدا کیا۔ انھوں نے 930 سال کی عمر پائی۔ شیث (سیت) علیہ السلام جب ان کے گھر پیدا ہوئے تب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر 130 سال کی تھی۔ ﴿﴾ قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدائش کے بعد جنت میں ٹھہرانے کا ذکر ہے۔ اس جنت کے تعین کرنے میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ و ابن قتیبہ و ابو مسلم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یہ زمین ہی پر ایک مقام تھا۔ دیگر مفسرین نے آسمان پر بتایا ہے۔ ان میں سے بعض کا قول ہے کہ جنت، جنت خلد سے الگ تھی۔ بعض نے اسے جنت خلد ہی بتایا ہے۔ ﴿﴾ اسلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی بابت جو حقائق عالیہ بیان کیے ہیں ان کا ذکر آپ کو اسی کتاب کے باب افضلیت سید المرسلین رحمۃ اللہ علیہم اور باب اساطیر الاولیاء میں ملے گا۔

نوح علیہ السلام

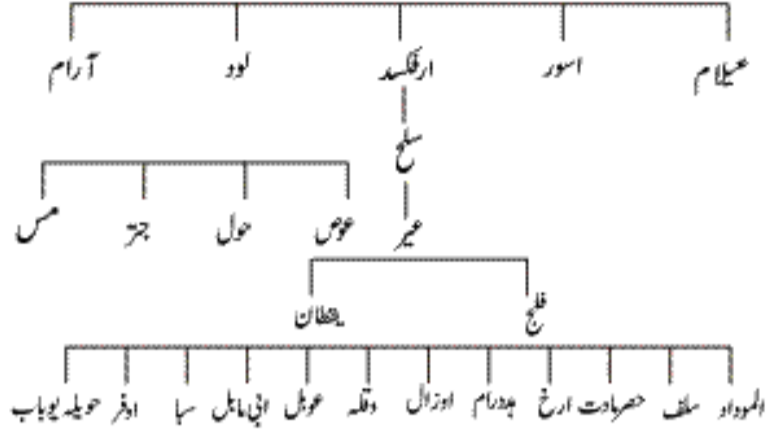
رب العالمین کے پہلے رسول ہیں۔ بائبل کا بیان ہے کہ حضرت نوح کی عمر 600 سال کی تھی جب طوفان آیا۔ یعنی عمر نوح سے 600 کے دوسرے مہینے کی 17 تاریخ کو طوفان شروع ہوا۔ چالیس دن (40) چالیس رات (40) تک برابر آسمان سے پانی برستا اور سمندر کے چشموں سے پانی اچھلتا رہا، جو کشتی حضرت نوح علیہ السلام نے بنائی تھی۔ اس کا طول 200 ہاتھ، عرض 50 ہاتھ، بلندی 30 ہاتھ تھی اور اس کے اندر تین (3) طبقے تھے۔ 500 دن کے بعد پانی زمین سے کم ہونا شروع ہوا اور 601 عمر نوحی سے دوسرے مہینے کی 27 تاریخ کو حضرت نوح علیہ السلام نے زمین پر قدم رکھا اور بعد طوفان 350 سال تک زندہ رہے۔ ﴿﴾

تاریخ اسلام میں حضرت نوح علیہ السلام کو ”آدم ثانی“ بھی کہتے ہیں۔ دیکھو قرآن مجید میں ہے:
﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ﴾ (الصافات: 77) ”ہم نے نوح ہی کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا۔“
حضرت نوح علیہ السلام کے تین (3) فرزند تھے جن کی نسل تمام معمورہ دنیا کی آبادی و رونق بن رہی ہے۔
حضرت نوح علیہ السلام کا چوتھا بیٹا یام تھا جو عمل غیر صالح ہونے کی وجہ سے غرق طوفان ہوا تھا۔

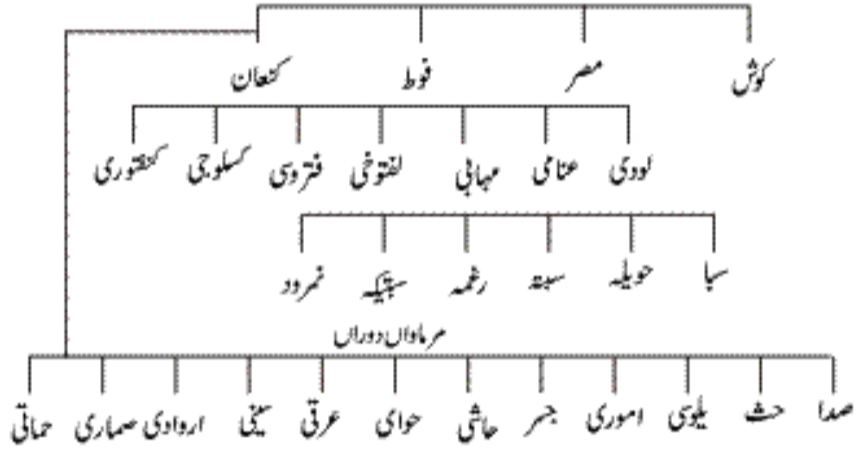


﴿﴾ پیدائش (5,4) 6 ﴿﴾ ملخصاً از ”پدایہ السائل“ نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ ﴿﴾ از کتاب پیدائش ملخصاً

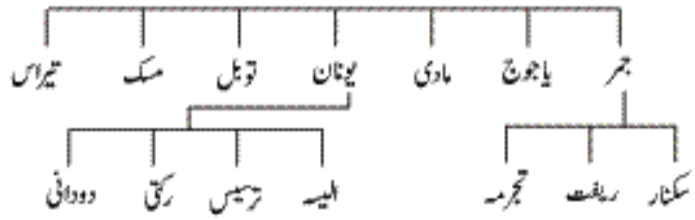
سام کی اولاد



حام کی اولاد



یافث کی اولاد



۱۔ سام، حام اور یافث کی اولاد کے جملہ نام کتاب پیدائش سے لیے گئے ہیں۔

سام کا حال

سام (سم) حضرت نوح علیہ السلام کے بڑے فرزند کا نام ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی 502 سال کی عمر تھی جب ان کے منگھوئے نبوت میں یہ اولین فرزند پیدا ہوئے۔

حضرت سام ان تمام اقوام کے پدراور جملہ السنہ کے معلم نخستین (اول) ہیں، جن کا نام یورپین مؤرخین نے یہی ٹیک رکھ دیا ہے۔ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ سامی زبان کا وجود ایشیا اور افریقہ کے اندر برابر پایا جاتا ہے۔ فونی شین، ارمیک، اسیرین، انتھی، اوپک زبانیں سامی ہی سے نکلی ہیں اور یہ تو مسلمات میں سے ہے کہ عبرانی اور عربی زبانیں جملہ سامی السنہ کے اندر زیادہ شاندار اور خزانہ علمی سے مالا مال ہیں۔

مشہور قدیم مؤرخ سپرنجر اور سکریدرا نے اپنے قدمائے اہل علم کے اتباع میں اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ سام کی اولاد کا اصلی وطن عرب ہے۔ قرآن مجید نے یہ آیت ﴿لَتَسْلُتَنَّهُمْ أُمَّ الْقُرْهُیْ وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ [الانعام: 92] میں مکہ کو ام القریٰ یعنی بستیوں کی ماں بتایا ہے اور یہ ارشاد ان مؤرخین کی اس محققانہ جدوجہد کی تصدیق فرماتا ہے۔

یہ بات تاریخ سے ثابت ہو گئی ہے کہ قدیم تر زمانہ میں کچھ قومیں ریگستان عرب سے نکل کر اس کے گرد و نواح کی قابل کاشت اراضی پر آباد ہوئی تھیں۔ اس کا ثبوت اس طرح حاصل ہوا ہے کہ عرب ہی وہ لوگ ہیں جن میں یہی ٹیک کیریٹر (سامی عادات و اطوار) اصلی حالت میں پایا جاتا ہے، کیوں کہ ان کی سادہ زندگی ہمیشہ یکساں طریق پر چلی آئی ہے۔

اہل عرب کی زبان ہی ہمیشہ سے محفوظ رہی ہے۔ عبرانی زبان بھی کسی قدیم زمانہ میں محفوظ تھی جس کی یادگار اس وقت اہل علم کے ہاتھ میں پیشا کے کتبے یا سلوآم کا کتبہ باقی رہ گیا ہے۔

سلطنت یہود کا زوال اور اشدودویوں کے ساتھ یہودیوں کی مناکحت، بنی اسرائیل کی اسیری، بیت المقدس کی بربادی، یہودیوں کا مختلف ممالک میں منتشر ہو جانا یہ ایسے قدرتی اسباب تھے کہ عبرانی زبان اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہی اور ان اسباب سے اس قدر انقلاب عظیم ہوا کہ آخر یہود کی اصلی زبان بجائے عبرانی کے آرمیک بن گئی۔ جب عبرانی کا یہ حال ہے تو دیگر سامی السنہ کا ذکر فضول ہے۔

فونی شین زبان کی واقعیت اہل علم کو صرف ان کتابت سے ہوئی جو چار صدی قبل از مسیح کے دستیاب ہوئے ہیں، لیکن یہ زبان اس قدر حجاب نسیان میں آ چکی ہے کہ ان کتابت کے پڑھنے والوں کو بھی خود وثوق نہیں کہ جو پڑھا وہی ٹھیک ہے۔

آرمیک زبان کبھی تمام کنعانیوں کی زبان تھی۔ جہاں جہاں کنعانی قومیں عمدہ عمدہ چراگا ہوں کی تلاش میں کنعان سے چینی ترکستان تک پہنچتی رہیں۔ یہ زبان بھی وہاں گئی۔ خیال ہے کہ لفظ ازم جو قرآن میں بکسر اول و فتح ثانی اور توراہ میں بفتح حسن مستعمل ہوا ہے اسی قوم کی یادگار ہے۔ اب یہ زبان بھی نقاب نیستی کے پردہ میں پنہاں ہے۔

سامریا کی زبان میں ایک کتاب پنڈلی لوک کا نشان دیا جاتا ہے۔ اس کی زبان پر غور کرنے والوں نے اعتراف کیا ہے کہ وہ عربی و عبرانی اور آرمیک زبانوں سے بنائی گئی ہے۔ اس لیے اول تو وہ پہلے ہی سے کوئی مستقل زبان نہ تھی۔ دوسرے اب اس زبان کا تلفظ

یا لغت بتانے سے کل دنیا گوئی ہے۔

سریک یا ڈیسن زبان ان عیسائی آرمینیا والوں کی زبان تھی جن کا دارالسلطنت پانچویں چھٹی صدی مسیحی میں اڈیہ تھا، مگر اس نوزائیدہ بچہ کو زیادہ عمر نصیب نہ ہوئی۔

المختصر

عربی ہی ایک ایسی واحد اور وحید زبان رہ جاتی ہے جو سام علیہ السلام کی تعلیم کردہ زبانوں میں سے زندہ و توانا موجود ہے شام اور عراق و مصر اور فلسطین اور مراکو اور تیونس اب تک اس کے زیر نگین ہیں اور آکسفورڈ سے برازیل تک اس کی سیر گا ہیں۔

سامی زبانیں

جو مماثلت اور مشابہت اور تعلق باہمی اپنے اندر رکھتی ہیں وہ یہ ہیں۔

① سحرئی مصادر کا پایا جانا۔

② اسم اور فعل کے قاعدوں میں مشابہت۔

③ اسما، ضمائر اور فعل کے درمیان باہمی تعلقات۔

④ تراکیب نحوی میں مشابہت۔

⑤ فعل لازم و متعدی کے طریقے۔

اب جو کوئی شخص عربیت میں مہارت رکھتا، صرف و نحو عربی کو بخوبی جانتا اور علم ادب کا دانا ہے، اسے بخوبی معلوم ہے کہ ان جملہ امور میں زبان عربی کیسی مکمل، مستقل اور ہمہ گیر ہے اور یہی صاف ظاہر کرتے ہیں کہ زبان عربی ہی ان تمام السنہ کی ماں ہے جو طوفان کے بعد کسی تمدن حصہ عالم پر بھی پائی گئی تھیں، جیسا کہ حضرت سام علیہ السلام ان ممالک کے جملہ باشندہ اقوام کے پدر بزرگوار ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام

75 سال کے تھے جب اللہ کے حکم سے اپنی زاد یوم اور باپ کے وطن سے نکلے اور کنعان بن حام کے علاقہ میں پہنچے۔ سیدہ سری زوجہ اور لوط علیہ السلام برادر زادہ ساتھ تھے۔ اللہ نے وعدہ کیا کہ یہی ملک ان کی اولاد کو دیا جائے گا۔ پھر وہ مصر گئے۔ فرعون نے سیدہ سری کو حسین سمجھ کر اپنے لیے لے لیا اور اللہ کا قہر اس پر ظاہر ہوا۔ فرعون نے سیدہ سری کو واپس کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر کنعان میں واپس آئے۔ تب لوط علیہ السلام ان سے جدا ہو کر دریائے یرون کی ترائی کی طرف چلے گئے۔ وہ شہر صدوم میں آباد ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد کدر لا عمر شاہ عیلام نے اپنے تین اتحادی بادشاہوں کے ساتھ بادشاہ صدوم اور اسکے چار اتحادی بادشاہوں سے جنگ کی اور جنگ میں فتیاب ہو کر لوط علیہ السلام کو بھی مع ان کے مال و متاع کے اسیر کر کے لے گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اطلاع ہوئی تو انھوں نے جو بہ تک جو دمشق کے بائیں ہاتھ ہے ان کا تعاقب کیا اور لوط علیہ السلام کو مع سب اسیروں کے چھڑا لیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔

ان کی واپسی پر صدوم کا بادشاہ اور سالم کا بادشاہ صدق (1) جو خدا کا کاہن تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غنیمت کا دسواں حصہ ملک صدق کو دیا اور باقی سب مال بادشاہ صدوم کو واپس کر دیا۔ خود مال غنیمت سے کچھ نہ لیا۔ البتہ

(1) ملک صدق کے متعلق عیسائیوں کا عجیب اعتقاد ہے۔ پلاؤس عبرانیوں کا خط باب 7 میں لکھتا ہے یہ بے باپ، بے ماں، بے نسب نامہ جس کے مذہبوں کا شروع نہ زندگی کا اخیر۔ بیشک کاہن ہی رہتا۔ عیسائی اسے ازلی ابدی اور بے نسب نامہ ہونے میں خدا کے مشابہتاتے ہیں۔

اقوام انیر واسکال اور ہمیری کے جو جنگ جو لوگ ساتھ تھے ان کو حصہ عطا کیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو ابراہیم علیہ السلام کی عمر 86 سال کی تھی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 99 سال کی ہوئی تب اللہ نے ان سے روایا میں فرمایا کہ وہ ہر ایک بچہ کا جب وہ 8 دن کا ہو ختنہ کیا کریں اور یہ ابدی نشان اللہ کے عہد کا اس کی نسل میں ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام 99 سال کے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام تیرہ 13 سال کے جب ان کا ختنہ ہوا۔ یہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام قادس اور سور میں ٹھہرے اور جرار میں قیام کیا۔ جرار کے بادشاہ ابی ملک نے حضرت سارہ کو اپنے قبضہ میں کیا، مگر خدائے عزوجل کی طرف سے آگاہ ہو کر اس نے سارہ کو پھیر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عزت کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک سو (100) سال کے تھے جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر ابی ملک شاہ جرار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے معاہدہ اتحاد کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دیر تک فلسطین کے ملک میں رہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی شادی ربقہ بنت متوایل بن نخور (برادر حقیقی حضرت ابراہیم علیہ السلام) سے کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے 175 سال کے بعد انتقال فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کنیت ”ابو محمد“ بھی ہے اور ابوالانبیاء بھی۔ کیوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد انہی کی نسل پاک سے نبی ہوتے رہے، ان کی ذریت سے باہر پھر کوئی نبی نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ﴾ [احکوت: 27]

”ہم نے نبوت اور کتاب کو ابراہیم (علیہ السلام) ہی کی ذریت میں کر دیا۔“

اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب عمود عالم ثالث بھی ہے۔ ان کا احوال مبارک آئندہ ابواب میں مذکور ہیں۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

ام المسلمین سیدہ ہاجرہ علیہا السلام

سیدہ ہاجرہ علیہا السلام بڑے درجے کی خاتون ہیں۔

- | | | |
|------------------------------------|--|------------------------------|
| ① کبیرہ مصر | ② زوجہ خلیل الرحمن ابراہیم صلوات اللہ علیہما والسلام | ③ محدث ملائک |
| ④ ام العرب المستعربہ | ⑤ والدہ اسماعیل علیہ السلام | ⑥ بانہ بلدۃ الامین مکہ معظمہ |
| ⑦ جدۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں | | |

① بخاری میں 80 سال ہے۔ 3356: ② پیدائش (15۲9) 17۔ ③ 13/8 س 25/8 وہ مکلیہ کے مغارہ میں جو عمرے کے آگے ہے دفن کیے گئے۔

④ سورہ حج میں ہے: ﴿مَلَأْنَا مِنْهُمْ بُرُوحًا هُوَ سَمُّكُمْ الْمُسْلِمُونَ﴾ [حج: 78] اس آیت سے ام المسلمین کا لقب حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے لیے استنباط کیا گیا ہے

⑤ محدث فتح وال اسے کہتے ہیں، جس سے فرشتے باتیں کریں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس ملائک کا آنا، باتیں کرنا، توراہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اس لیے ان کو ”محدث“ لکھا گیا ہے۔

ان کا نام عبرانی میں (ہاغار) ہے اور جب فرعون مصر نے سیدہ سارہ علیہا السلام کی کرامت کو دیکھ کر ہاجرہ علیہا السلام کو سارہ علیہا السلام کے ساتھ کر دیا تھا، تب ان کا نام آجر ٹھہرا۔ یعنی یہ اس مصیبت کا اجر ہیں جو سارہ علیہا السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ کے ظلم سے اٹھانی پڑی۔ پھر جب انھوں نے ہجرت الی اللہ کی اور آ کر مکہ میں اس لیے آباد ہوئیں کہ ان کی اولاد بیت اللہ الحرام کی آبادی اور توحید کی منادی کرے، تب ان کا نام ہاجرہ ٹھہرا۔ [1]

سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کو سیدہ سارہ علیہا السلام نے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجیت میں دیا تھا۔ [2] وہ نکاح سے پہلے ہی سال بارہر ہوئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 86 برس کی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے ان کو فرزند نرینہ کے دیدار سے سرور فرمایا۔ یہ مولود مسعود شکم مادر ہی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے سامنے آ کر سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کو بشارت دی کہ وہ بیٹا بنے گی اور اس کا نام اسماعیل رکھنا۔ نیز بتا دیا کہ ان کی اولاد کثرت سے گئی نہ جائے گی۔ [3]

رب العالمین کو منظور یہ تھا کہ بنو اسماعیل کو ایک مستقل شاندار قوم بنائے۔ اس کی تقریب یہ ہوگئی کہ ہاجرہ کے حاملہ ہوتے ہی سارہ کی محبت اس سے جاتی رہی اور یہ سمجھ کر کہ اب ہاجرہ اسے حقیر سمجھتی ہے خود اس سے حقیر کرنے لگی اور زور دیا کہ ہاجرہ کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو بنو اسماعیل سے اپنے گھر کی خدمت کا لینا منظور تھا، یہ مصلحت ابراہیم علیہ السلام کو وحی ربانی نے سمجھا دی اور انھوں نے خوشی خوشی پہلوئے بیٹے اور پیاری بیوی کو اس سنسان بیابان میں آباد کیا، جہاں اب مکہ ہے:

﴿ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ ﴾ [ابراہیم: 37]

”اے رب! میں نے اپنے کنبہ کا ایک حصہ اس وادی میں جہاں کوئی روئیدگی نہیں آباد کرتا ہوں کہ یہ تیرے حرمت والے گھر کے پاس رہیں اور دنیا کے لیے نماز کو قائم کریں۔“

صحیح البخاری میں ہے: لَيْسَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ أَحَدٌ وَيَلْسُ بِهَا مَاءً [4] (مکہ میں اس وقت نہ کوئی جاندار تھا اور نہ پانی تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو یہاں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو بیوی اور شوہر میں یوں باتیں ہوئیں: اَلَيْسَى مَنْ تَرَكْنَا - قَالَ اِلٰى اللّٰهِ - قَالَتْ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ [5]

ہاجرہ: ہم کو کس کے پاس چھوڑ چلے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام: ”اللہ کے پاس۔“ حضرت ہاجرہ علیہا السلام: ”میں اللہ پر راضی ہوں۔“ توراہ کی کتاب پیدائش میں ہے کہ جب ہاجرہ علیہا السلام کے پاس پانی ختم ہو گیا اور اسماعیل علیہ السلام پیاس سے مرنے کے قریب ہو گئے تب خدا کا فرشتہ پھر ہاجرہ علیہا السلام خاتون سے ہم کلام ہوا اور ان کو اسماعیل علیہ السلام کی نسل کثرت و عظمت کی بشارت سنائی اور ان کے لیے ایک کنواں بھی ظاہر ہو گیا۔ [6]

صحیح البخاری میں ہے:

﴿فَإِذَا هِيَ بِصَوْتٍ فَكَلَتْ اِغْثُ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ فَاِذَا جَبْرَيْلُ وَعَمَزَ عَقْبَهُ، عَلٰى الْاَرْضِ فَاَنْشَقَّ الْمَاءُ ﴾ [7]

ہاجرہ علیہا السلام نے ایک آواز سنی تو انھوں نے کہا کہ اگر تجھ سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو سامنے آؤ، جبریل علیہ السلام آگے انھوں

[1] بحیثیہ نبوی کی کتاب 54 باب کے درس اول میں حضرت ہاجرہ کی بابت یہ الفاظ ہیں: ”بے کس چھوڑی ہوئی کی اولاد مضمون والی کی اولاد سے زیادہ ہے۔“ الفاظ ”بے کس چھوڑی ہوئی“ ترجمہ ہے ہاجرہ کا اور اس درس میں ہاجرہ دوسراہ کا مذکور ہے۔ [2] بیروا 4/16 [3] بیروا 11-10-16 [4] بخاری: 3365, 3364

[5] بخاری: 3365, 3364 [6] باب 21 درس 15 بیروا 19 [7] بخاری: 2368, 3365

نے زمین پر ایزی کو مارا اور زمین سے پانی پھوٹ پڑا۔ صحیح البخاری اور توراہ کی ان روایات سے معلوم ہوا ہے کہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا درجہ اللہ کے ہاں کس قدر بلند تھا کہ کبھی فرشتہ سامنے آ کر ان سے بات کرتا ہے اور کبھی آسمان سے پکار کر ان کو خطاب کرتا۔ نیز ان کی کرامت کے لیے کنواں غیب سے ظاہر ہو گیا تھا۔ افسوس ہے کہ اہل کتاب ان فضائل سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے درجہ کو گھٹانے کے لیے کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ لونڈی تھیں۔

مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اس امر میں متفق ہیں کہ فرعون مصر نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لیے دیا تھا۔ صحیح البخاری میں ہے:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ہاجرۃ ابرہیم بسارۃ فاعطوها اجرۃ فرجعت فقال اشعرت ان اللہ عزوجل کتبت الکافر و اخدم ولیدۃ؟^[1]

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام و سارہ رضی اللہ عنہما ہجرت کر کے گئے تھے۔ وہاں سیدہ سارہ کو ہاجرہ رضی اللہ عنہا بہ میں ملی اور سارہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آ کر کہا، آپ کو خبر ہے کہ اللہ نے کافر کو ذلیل کیا اور ہم کو ایک لڑکی کی خدمت کے لیے دی۔“

و قال ابن مسیرین عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعدمہا ہاجرۃ^[2] ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ (شاہ مصر نے) ہاجرہ کو خدمت کے لیے دیا تھا۔^[3] مسلمانوں کی روایت یا بیان سے یہ سمجھنا کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا لونڈی تھیں بالکل ہی بعید ہے۔ اہل کتاب کے مزید اطمینان کے لیے ہم کچھ اور زیادہ تحریر کرتے ہیں۔

یہودیوں کے زبردست مفسر توراہ ربی شلومو اٹلی نے باب 16 کتاب پیدائش کی تفسیر میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی بابت مندرجہ الفاظ تحریر کیے ہیں: اہٹ برعہ ہایفا کشرا نسیم شنعشوا اسارہ امر مو طاب شتیہا ہتی شفعہ بیت زہ لو کبیرۃ بیبت اخیر^[4] وہ فرعون کی بیٹی تھی جب اس نے کرامات کو دیکھا جو ہاجرہ سارہ واقع ہوئی تھیں تو کہا کہ میری بیٹی کا اس کے گھر میں خادمہ ہو رہا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے۔

اس شہادت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ (1) ہاجرہ رضی اللہ عنہا شاہ مصر کی دختر تھیں۔ (2) شاہ مصر پر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عظمت اس قدر طاری ہو گئی تھی کہ اس نے اپنی بیٹی کو بطور خادمہ ان کے ساتھ کر دینا اپنے اور اپنے خاندان کے لیے فخر و عزت کا باعث سمجھا۔ مبارک ہے سارہ خاتون جس کی خدمت کو بادشاہ کی بیٹی نے اپنی عزت جانا، مبارک ہے ہاجرہ خاتون جس کی تربیت ابتدائے عمر ہی سے خلیل الرحمن رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہوئی۔

ربی شلومو مفسر توراہ کی مندرجہ بالا شہادت کے بعد کسی تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن اس شہادت کی توثیق میں ہم اس

[1] بخاری: 2635، 2217، تاریخ دمشق لابن عساکر: 2453، کنز العمال: 32302 [2] حدیث شریف کا لفظ فا خدمہا عبرانی لفظ فتح کا مترادف ہے۔ یہ لفظ ہاجرہ خاتون کے والد نے استعمال کیا تھا فتح کا ترجمہ خادمہ ہے۔ [3] بخاری: 2635، 2217 [4] براہین باہرہ فی حریم ہاجرہ۔ مولانا غلام رسول چچا کوٹلی

قدر رکھا ہر کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ عبرانی زبان میں لوٹڈی غلام کی مختلف حالتوں کے لیے مختلف الفاظ موجود ہیں۔

① وہ لوٹڈی غلام جو جنگ میں بطور غنیمت حاصل ہوتے ہیں، ان کو "شیبوت حرب" بولا جاتا ہے۔

② وہ لوٹڈی غلام جو روپیہ سے خرید کیے جاتے ہیں ان کو "مقتت کسف" بولا جاتا ہے۔

③ ایسے بچے جو لوٹڈی یا غلام سے پیدا ہوئے ہوں، ان کو "یلید بائٹ" بولا جاتا ہے۔

اب تمام توراہ کو دیکھ جاؤ کہ ہر سہ الفاظ بالا میں سے کوئی لفظ بھی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے متعلق ساری عبرانی کتاب میں مستعمل نہیں ہوا۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ توراہ میں حضرت ہاجرہ کو حضرت سارہ نے (آمیسسی) کہا ہے اور یہ عبرانی لفظ عربی لفظ "امنیہ" کا ہم معنی ہے، جس کا ترجمہ لوٹڈی بھی ہو سکتا ہے، لیکن یہ بالکل ہی کم فہمی ہوگی کہ ایک سوت نے اپنی سوت کو کچھ رنج اور غصہ میں کہہ دیا ہو اسے حقیقی معنی میں صحیح ہی تصور کر لیا جائے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ فرعون مصر نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو سارہ علیہا السلام کی خدمت کے لیے دیا تھا، ممکن ہے کہ ہمارے دوست اسی اقرار کو حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے لوٹڈی ہونے کی قطعی دلیل بتائیں، لہذا مناسب ہے کہ اول کتاب پیدائش کے 30 باب کو پڑھ جائیں۔

① حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی مساقہ لیاہ کی لوٹڈی کا نام زلفہ ہے اور مساقہ زلفہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند ان مسکی جد موسیٰ آشری والدہ ہے۔

② حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی مساقہ راحیل کی لوٹڈی کا نام ہابہہ ہے اور مساقہ ہابہہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند ان مسکی دان و مسکی انتالی کی والدہ ہے۔

یہ چاروں فرزند یعنی جدو آشردان و انتالی۔ اسرائیل کے ان بارہ (12) فرزندوں میں سے ہیں، جن کو یعقوب علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً برکتیں دی ہیں اور توراہ کی کسی ایک جگہ میں بھی ان چاروں کو باقی آٹھ کے مقابلہ میں کمتر نہیں بتایا گیا یا "لوٹڈی بچہ" نہیں کہا گیا۔

زلفہ اور ہابہہ کے ذکر کو جانے دو، خود لیاہ اور راحیل کی بابت غور کرو جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے ماموں کی لڑکیاں اور بقول توراہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی جو روکیں ہیں۔ یہ دونوں اپنے لوٹڈی ہونے کا اقرار اس طرح کرتی ہیں:

"راصل اور لیاہ نے جواب میں اسے کہا کہ ہنوز ہمارے باپ کے گھر میں کچھ ہمارا حصہ ہے یا میراث ہے کیا ہم اس کے آگے بیگانہ نہیں ٹھہریں کہ اس نے تو ہمیں بیچ ڈالا اور ہمارا مال بھی کھا بیٹھا۔" ③

راصل اور لیاہ وہی خواتین ہیں، جن کے فرزند موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور یہ دونوں خود اپنی زبان سے زرخیز ہونے کا اقرار کرتی ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی اہل کتاب کو کوئی حق حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی شان میں زبان کھولنے کا رہ جاتا ہے، حالانکہ ان کے متعلق ایسا کوئی لفظ توراہ میں موجود نہیں۔

اہل کتاب یہ بھی غور کریں کہ انھوں نے مصر کی شہزادی کو تو صرف اس لیے لوٹڈی بنایا کہ اس کے باپ نے اسے خاندان نبوت کی خدمت کے لیے چھوڑ دیا تھا، لیکن یوسف علیہ السلام کی بابت کیا کہیں گے جن کو مصر میں مدیانیوں نے فوطیہار کے ہاتھ بیچا تھا۔ ④ اس

کے بعد ہی کتاب پیدائش کے 39 باب کے 7 درس کو پڑھو، اس کے بعد یوں ہوا کہ اس کے آقا کی جو روکی آنکھ یوسف علیہ السلام پر لگی، پھر باب بالا کے 19/20 درس کو پڑھو، جب اس کے آقا نے ایسی باتیں جو اس کی جو روئے کہیں کہ تیرے غلام نے مجھ کو یوں کیا، سب تو اس کا غضب اس پر بھڑکا اور یوسف کے آقا نے اس کو پکڑا۔

ان برسہ حوالہ جات میں فوطیفار کو یوسف علیہ السلام کا آقا بتایا گیا ہے اور درس 19 میں ہے: ”فوطیفار کی عورت نے یوسف کو غلام کہا تھا“ کیا ان الفاظ کے استعمال سے فی الواقع یوسف علیہ السلام غلام ہی بن گئے تھے؟ اگر یہ صحیح ہے کہ فوطیفار کے خرید لینے سے حضرت یوسف علیہ السلام فی الواقع غلام نہیں ٹھہرے تو یہ بھی صحیح ہے کہ سارہ کے ساتھ آنے سے ہاجرہ فی الواقع لونڈی نہیں بن گئی تھیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ سارہ کے کہہ دینے سے بھی ہاجرہ فی الواقع لونڈی نہیں ٹھہری تھیں۔ والحمد لله على ذلك۔

جو لوگ عربی روایات کو پڑھتے ہیں، انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ عربی زبان میں ولید، جار، امہ کے الفاظ دختر کے لیے بھی مستعمل ہوتے ہیں اور لونڈی کے لیے بھی اور اس کی اصلیت یہ ہے کہ اسلام لونڈیوں کو انھیں الفاظ سے مخاطب کرتا ہے ہے جو لڑکیوں اور دختروں کے لیے اصل لغت میں وضع ہوئے ہیں۔ اسی لیے ایسے لفظ کو اگر ہاجرہ خاتون کے لیے مستعمل شدہ دیکھیں تو یہ نہیں خیال کر لینا چاہیے کہ اس سے حضرت ہاجرہ کافی واقع لونڈی ہونا ثابت ہوتا ہے، بلکہ ان کو صحیح بخاری کے الفاظ جو نبی علیہ السلام کی زبان مبارک کے الفاظ ہیں یاد رکھنے چاہئیں اور وہ الفاظ فاسخ مدہا میں خدمت کرنے سے کوئی کسی کا غلام نہیں ہو جاتا۔ حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے دس (10) سال تک نبی ﷺ کی خدمت کی تھی، لیکن کوئی شخص بھی ان کو غلام نہیں کہتا۔

یعقوب علیہ السلام نے تفضیل سے واپس آ کر جب اپنے بھائی عیسو کے لیے کچھ تھنے بیچے تھے، تو اپنے ملازمین کو سکھا دیا تھا کہ عیسو سے ان الفاظ میں گفتگو کریں۔ تیرے غلام یعقوب نے یہ تھنے بیچے ہیں۔ تیرا غلام یعقوب خود بھی پیچھے آ رہا ہے۔ غور کریں ان الفاظ کے بعد بھی کوئی عیسائی یعقوب علیہ السلام کو عیسو کا غلام دچا کر نہیں سمجھتا۔

دہلی کے شریف گھرانوں میں بیگی کو لونڈیا کہہ کر بلاتے ہیں، لیکن اس سے کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ وہ لڑکی بیٹی نہیں لونڈی ہے۔ ان اشارات کے بعد امید ہے کہ کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام

آپ خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام کے پہلے فرزند ہیں، جو ہاجرہ علیہا السلام خاتون کے طہن اطہر سے پیدا ہوئے۔ باپ نے ان کا نام اسماعیل علیہ السلام رکھا، جو صبح اللہ کا ہم معنی ہے۔ یہ معنی توراہ کی کتاب پیدائش میں بھی اسی طرح بیان کیے گئے ہیں۔ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے خدا نے سنی۔ ان کا ختنہ اسی روز کیا گیا جس روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ بھی کیا تھا، کیوں کہ اسی روز یہ حکم ہوا تھا کہ خدا نے ابراہام سے کہا کہ تو اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت میرے عہد کو نگاہ میں رکھیں اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے، جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔ اس اسماعیل علیہ السلام وہ فرزند ہیں جو عہد کا حکم نازل ہونے کے بعد پہلے ہی روز خدائے برتر کے عہد میں داخل ہوئے اور فرزند عہد ٹھہرے۔

انفسوس کہ عیسائی ایسے مبارک مولود کو عہد کا فرزند تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو

11 پیدائش باب 32 درس 18-20 12 پیدائش 15-16 13 پیدائش 17-21 14 پیدائش 17-18

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جگہ آباد کیا تھا، جہاں اب شہر مکہ بتا ہے۔ پھر حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے خانہ کعبہ کی عمارت تیار کی تھی۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَاذْبُرْغُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمَاعِیلَ﴾ [البقرة: 127]

”جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔“

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی قبیلہ بنی جرہم کے سردار مسمی مضاہ کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ بنو جرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا اور مضاہ اپنے علاقے کا واحد فرماں روا تھا۔ ایسے اعلیٰ خاندان کی بیٹی کا رشتہ مل جانے کی وجہ سے سیدہ باجرہ علیہا السلام کی ذاتی کرامت اور خاندانی فضیلت تھی جو عرب جیسی تجارت پیشہ قوم سے جو ہر سال موسم سرما میں مصر جایا کرتے تھے، مخفی نہ رہ سکتی تھی۔ [1] تو راقہ میں ہے کہ حضرت باجرہ علیہا السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی مصر میں کی تھی، ممکن ہے کہ کوئی مصری عورت بھی ہو، مگر یہ متحقق ہے کہ اولاد جرہمی عرب بیوی سے ہوئی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی وہ بزرگ ہیں جن کو ”ذبیح اللہ“ کا لقب حاصل ہوا۔ اہل کتاب کا دعویٰ ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور جمہور مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ مسلمانوں کا حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبیح ہونے سے انکار معاذ اللہ اس بنا پر نہیں جس بنیاد پر اہل کتاب کا ہے۔ اہل کتاب اسماعیل علیہ السلام کی ہر ایک فضیلت سے انکار کرنے کو لازمہ مذہب سمجھتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لیے حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق علیہما السلام دونوں برابر ہیں۔ بچا کو جس کو آبِ حدیث ہی میں فرمایا گیا ہے۔ اس سے بھی عام تریہ ہے کہ ہم ہر ایک نبی پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری سمجھتے ہیں جیسا کہ خود اپنے نبی ﷺ پر۔ اس لیے یہ کسی مسلمان سے کیوں کر ہو سکتا ہے کہ کسی نبی اللہ کی فضیلت کا انکار محض حسد و عناد سے کرے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

چنانچہ جن معدودے چند مسلمان عالموں کے نزدیک حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذبیح ہونا ثابت ہوتا تھا، انہوں نے آزادی سے اپنے مذہب کا اظہار کیا ہے اور متاخرین نے ان کے اقوال نقل کیے ہیں اور بائیں ہمہ ایسے علماء کی ذات پر کسی نے بھی کسی فرد ما یہ (غیر معیاری) لفظ کا استعمال نہیں کیا۔

بات یہ ہے کہ جمہور مسلمانوں کے نزدیک یہی امر زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ سچی شہادت قرآن مجید کی ہے:

﴿وَقَالَ اِنِّیْ ذٰهَبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۝ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعٰی قَالَ یٰنِسِیْ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اِنِّیْ اَذْبَحُکَ فَاَنْظُرْ مَا ذَا تَرٰی قَالَ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۝ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ ۝ وَنَادٰیْنٰہُ اَنْ یَّا اِبْرٰهٖمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّوْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَھُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِیْنِ ۝ وَقَدْ یٰنٰہُ بِذِبحِ عَظِیْمٍ ۝ وَتَرٰکُنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۝ سَلَامٌ عَلٰی اِبْرٰهٖمَ ۝ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَبَشَّرْنٰہُ بِاسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ [37: الممت: 99-112]

[3] بخاری: 3365 کے الفاظ ہیں۔ فَمَرَّتَا مِنْ جُرْہَمَ فَتَمَحَّحَ فِیْہِمَا امراء [2] حضرت یوسف علیہ السلام کو عرب ہی کا ایک قافلہ مصر لے گیا تھا۔

”ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں، وہی میری رہنمائی کرے گا۔ اے اللہ مجھے نیک بیٹا عطا کر، تب ہم نے اسے ایک برد بار لڑکے کی بشارت دی۔ پھر ایسا ہوا کہ ابراہیم اس لڑکے کو لے کر مقام سعی پر پہنچا اور اسے سنایا کہ بیٹا! میں نے خواب دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو غور کر تیری اس میں کیا رائے ہے۔ بیٹا بولا اے باپ کر گزر جو تجھے حکم ملا ہے ان شاء اللہ تو مجھے صابر پائے گا۔ جب دونوں نے حکم کے سامنے گردن جھکا لی اور بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا تو ہم نے کہہ دیا کہ اے ابراہیم تو نے اپنا خواب پورا کر دیا۔ ہم اس طرح احسانات والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ ایک کھلا کھلا امتحان تھا۔ پھر ہم نے بڑی قربانی کو اس کا فدیہ بنایا اور اس قربانی کو پچھلی نسلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام۔ ہم احسانات والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں اور ابراہیم ہمارے ان بندوں میں سے ہے جو کامل الاعتقاد ہیں اور ہم نے ابراہیم کو اس بشارت کی جو صالح نبیوں میں سے ہے۔

ان آیات سے وجہ استدلال یہ ہے:

﴿۱﴾ ان میں دو فرزندوں کی بشارتوں کا دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اول ایک برد بار لڑکے کی بشارت کا ذکر فرمایا اور اسی ذکر کے ساتھ قربانی کا تمام واقعہ بیان کر دیا۔ اس کے ختم ہو جانے کے بعد پھر اس بشارت کی بشارت کا ذکر فرمایا۔ اب اگر غلام حلیم وہی اسحق علیہ السلام ہیں تو بَشْرًا وَبِاسْمٰحِق [37: الصُّفَّت: 112] فرمانا اس سارے قصے کے بعد کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا اس کی تائید سورہ حجر اور سورہ ذاریات کی آیت سے بھی ہوتی ہے جن میں حضرت اسحق علیہ السلام کی صفت بِغُلَامٍ عَلِيمٍ [15: الذَّارِيَات: 28] فرمائی گئی ہے۔ گویا اسماعیل علیہ السلام غلام حلیم تھے اور اسحق علیہ السلام غلام حلیم تھے۔ اس استدلال کے خاتمہ سے پہلے یہ بھی کہہ دینا ضروری ہے کہ کتاب پیدائش میں جہاں قربانی فرزند کا حکم ہے وہاں یہ بھی ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر۔ یہ امر توراہ سے بھی ثابت ہے کہ حضرت اسحق کی پیدائش حضرت اسماعیل سے 13 سال بعد ہوئی تھی۔ اس لیے یہ ظاہر ہے کہ حضرت اسحق علیہ السلام کو اکلوتے نہیں کہہ سکتے۔ جب ان سے بڑا بھائی موجود تھا۔ (قرآن مجید میں واقعہ قربانی کے بعد الفاظ ﴿فَبَشِّرْنَاهُ بِاسْحٰقٍ﴾ وارد ہوئے ہیں۔ اور ان سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قربانی قبل از ولادت حضرت اسحق علیہ السلام وقوع میں آچکا تھا۔ چونکہ اس وقت اسماعیل علیہ السلام ہی واحد پسر اپنے باپ کے تھے اس لیے اکلوتے کی صفت ان پر ہی صادق آتی ہے۔

﴿۲﴾ دوسری وجہ استدلال یہ ہے کہ والصفات کی آیات بالانے ایک اندرونی شہادت کو بھی پیش کر دیا ہے۔ یعنی قربانی عظیم کو پچھلی نسلوں میں ہمیشہ جاری رکھا جانا ہے۔ فدیہ ذبح بنایا گیا تھا۔ اب بنو اسماعیل کی قوموں کے حالات اور بنو اسحق کی قوموں کے حالات دنیا کے سامنے موجود ہیں۔ ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ کس قوم میں اس یادگار کا کوئی نام و نشان بھی کبھی نہیں پایا گیا ہے۔ ہم اس کے ثبوت میں توراہ کا ایک مقام پیش کرتے ہیں۔ سعیاہ نبی کی کتاب میں ہے:

□ ”اونٹیاں کثرت سے تجھے آ کے چھپالیں گی۔ مدیان اور عمیقا کے اونٹ۔ وہ سب جو سہا کے ہیں آئیں گے، وہ

سوٹا اور لوبان لائیں گے اور خداوند کی بشارت سنائیں گے۔“

□ ”قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی۔ بنیت کے مینڈے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے، وہ تیری

منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جائیں گے اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔“ (60 باب 6-7 درس)

مدیان اور عیفا اور سبائی قطورہ ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام کے برادرزادے جو یمن میں آباد ہوئے (یہ سب بنو اسرائیل نہیں ہیں) قیدار اور جیت خاص اسماعیل علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ ان سب قوموں کا ایک ہی مذبح پر قربانیاں لانا، اس مذبح کو اللہ کا اپنے کلام میں اپنا مذبح کہنا اور اس جگہ ایک شوکت کے گھر کا جو لفظ بیت الحرام کا ترجمہ ہے، موجود ہونا ایک روشن دلیل اس امر کی ہے کہ یہ قربانی کا مقام خاص مکہ میں تھا، جو اسماعیل علیہ السلام کی جائے سکونت ہے اور جس کے گرد اگردان کی اولاد قیدار اور عیفا کی نسلیں آباد ہوئی ہیں۔ اس روشن دلیل کا انکار بدیہیات کا انکار ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عرب، حجاز یمن و حضرموت کے لیے نبی مبعوث فرمایا تھا اور ان کا وجود مسعود مختلف قوموں اور ملکوں کے اتحاد کا ذریعہ تھا۔ ذرا غور کرو وہ ابراہیم علیہ السلام کے پہلے فرزند ہیں جو عراق میں پیدا ہوئے اور شام میں سکونت فرمائی، وہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کے اکلوتے بیٹے ہیں جو مصر میں پیدا ہوئیں اور شہر کے ساتھ سالہا سال تک فلسطین اور شام میں رہ کر عرب میں آباد ہوئیں، وہ بنو جرہم کے داماد ہیں جو عرب کا حکمران قبیلہ تھا۔ اسماعیل علیہ السلام کا مسکن ایسی جگہ ہے جس کے ایک طرف مصر ہے، جہاں ان کے نھیال ہیں۔ ایک طرف عراق ہے، جہاں ان کے دھیال ہیں۔ ایک طرف شام ہے، جہاں ان کا بھائی اسحاق علیہ السلام رونق افروز ہے۔ ایک طرف یمن ہے جہاں ان کے بھائی ابنائے قطورہ پھیلے ہوئے ہیں۔ عیسو بن اسحاق علیہ السلام ان کا داماد ہے جو اٹلی کے کنارے تک اپنی کثیر اولاد کے ساتھ قابض ہے۔ اب یہ بھی غور کرو کہ اسماعیل علیہ السلام کی مادری زبان قبیلی ہے اور پدری زبان عبرانی ہے۔ ان کے سرانی خاص عربی زبان کے مالک ہیں۔ انہی سے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی میں کمال پیدا کر لیا تھا۔

ان سب ملکوں میں ان سب زبانوں کے اندر تبلیغ دین اور اشاعت توحید کے جو مواقع قدرت ربانیہ نے ان کو عطا کیے تھے، یہ بتا رہے ہیں کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کا نام برادر فرزند کل عالم کی ہدایت کے لیے چنا جائے اور اللہ کے کلام اور پھر انسان کی زبان سے اس کا لقب ”رحمۃ للعالمین“ مسلم ہوا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔
اہل کتاب عموماً حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صرف جسمانی بیٹا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تسلیم کرتے ہیں اور ان کے روحانی مدارج کا انکار کرتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ توراہ پر غور نہ کرنے سے یا توراہ کا فیصلہ نہ ماننے سے وہ اس حد کو پہنچ گئے ہیں۔
اب ہم اہل کتاب اور اہل ایمان کی واقفیت کے لیے توراہ سے اقتباس درج کرتے ہیں، جس سے معلوم ہو سکے گا کہ اسماعیل علیہ السلام ہر اس فضیلت کے مالک ہیں جو اسحاق علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں۔

- | | | |
|---|--|-------------------|
| ① | خدا نے درود غم کو سنا ہاجرہ علیہا السلام کے | 11-16 کتاب پیدائش |
| | خدا نے درود غم کو سنا سارہ علیہا السلام کے | 11-16 کتاب پیدائش |
| ② | خدا نے نام رکھا ہاجرہ علیہا السلام کے فرزند اسماعیل علیہ السلام کا | 11-16 کتاب پیدائش |

③ بخاری: 3364 میں ہے تَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ۔

11-16 کتاب پیدائش	خدا نے نام رکھا سارہ علیہا السلام کے فرزند اسحاق علیہ السلام کا	
20-17 کتاب پیدائش	خدا نے برکت دی ہاجرہ علیہا السلام کے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو	③
19-17 کتاب پیدائش	خدا نے برکت دی سارہ علیہا السلام کے فرزند اسحاق علیہ السلام کو	
20-21 کتاب پیدائش	خدا ساتھ تھا اسماعیل علیہ السلام کے	④
24-26 کتاب پیدائش	خدا ساتھ تھا اسحاق علیہ السلام کے	
16-25 کتاب پیدائش	قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسماعیل علیہ السلام	⑤
6-17 کتاب پیدائش	قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا اسحاق علیہ السلام	

وَ كَفَىٰ بِمَا شَهِدَ كِتَابُ اللَّهِ التَّوْرَةَ

تورات اور حدیث میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تیرا انداز تھے۔ [بخاری کی حدیث میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ بنانے کے ارادے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس مکہ میں پہنچے تو اس وقت تیر کی نبل یعنی اوہ کی کھیا بنا رہے تھے، [بخاری] جس سے ظاہر ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام صنعت حدادی کے بھی ماہر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی بہو زوجہ اسماعیل نے بتایا تھا: طَعَامَنَا اللَّحْمُ وَ شَرَبْنَا الْمَاءَ. جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام نے اپنی تمام زیت کو صرف گوشت اور پانی پر پورا کر دیا تھا۔

قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف اس طرح فرمائی گئی ہے:

﴿وَإِذْ كُنَّا فِي الْكَنْبِ اسْمَاعِيلَ إِذْ أَنَّهُ، كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ، بِالصَّلَاةِ

وَالزُّكُوفِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا﴾ [19: مریم: 54-55]

”ذکر کتاب میں اسماعیل کا، وہ وعدہ کا سچا تھا اور رسول و نبی تھا۔ وہ اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ (صدقہ یا پاکیزگی) کا حکم دیا کرتا تھا اور وہ اپنے رب کا پسندیدہ تھا۔“

آیت بالا میں اسماعیل علیہ السلام کو وعدہ کا سچا بنایا گیا ہے۔ ہم کو دوسری آیت سے اس وعدہ کا پتا لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعَهَدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَاسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ [2: البقرة: 125]

”ہم نے ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام سے عہد کر لیا ہے کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔“

پس دونوں آیتوں سے یہ حاصل ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عہد اسماعیل علیہ السلام سے لیا تھا اسے انھوں نے پورا کیا اور عبادت الہی کرنے والوں کو اعتقاد صحیح، اعمال صالح، ارکان محکم، شرع روشن اور ہدی واضح کی تعلیم فرمائی اور امثال و تنہیم و تبلیغ کے ایسے ایسے نمونے قائم کیے اور باقی چھوڑے جو انہی کے شان عالیہ کے شایان تھے۔

توراة کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو حضرت اسحاق علیہ السلام کی سکونت شام میں تھی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سکونت عرب میں تھی تاہم دونوں بھائی اکثر ایک ہی جگہ رہ کر شریک رنج و راحت یک و دیگر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کا جب انتقال ہوا تو

ان کو ان ہی دونوں بھائیوں نے دفن کیا تھا۔ ﴿۱﴾

حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد کے اندر ایک اور عجیب مماثلت پائی جاتی ہے۔ یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند دوم قیدار کی نسل میں نور نبوت کا ظہور ہوا۔ جیسا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بھی فرزند دوم یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل میں یہ سلسلہ پایا گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند اول عیث اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند اول عیسو اس شرف سے معزاً رہے۔

توراة میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے 137 سال ﴿۲﴾ کی عمر پائی اور تاریخ مکہ میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ کے پہلو میں مطاف کعبہ کے اندر مدفون ہوئے۔ اللہ اکبر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ [14/ابراہیم: 37]

”اے اللہ! میں نے اپنے کنبہ کو تیرے عزت والے گھر کے پاس بسایا ہے (کی تاثیر کہاں تک پہنچی ہے کہ مرکز بھی ان نفوس قدسیہ نے جو بیت اللہ یعنی مسائلی خانہ خدا کو ترک نہیں کیا۔“

توراة سے ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ (12) فرزند ہوئے جن کے نام یہ ہیں: ﴿۱﴾ عیث (1) عیث (2) قیدار (3) اوکیل (4) بسام (5) دومہ (6) سمعا (7) مشا (8) حدرا (9) تیمہ (10) وطور (11) نفیس (12) قدمہ ﴿۱﴾

توراة میں ہے کہ وہ اپنی اپنی امتوں کے بارہ (12) ربکس تھے۔ یہ بھی ہے کہ ان کی بستیوں اور قلعوں کے نام بھی ان ہی کے نام پر ہیں۔ ﴿۱﴾ ہم یقین کرتے ہیں کہ جب توراة میں یہ الفاظ لکھے گئے تھے اس وقت ابنا، اسماعیل علیہ السلام کی بستیاں اور قلعے ان ہی کے نام سے بہت زیادہ مشہور اور زبان زد تھے، مگر آج ان سب کا نشان صحیح طور پر نہیں ملتا۔ البتہ جن جن کا نشان ملتا ہے وہ سب عرب ہی کے اندر واقع ہیں اور اس طرح توراة کے اس فقرہ سے کہ اسماعیل فاران کے بیابان میں رہا۔ ﴿۱﴾ ان کے مقامات کی بھی صحت ہو جاتی ہے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ فاران عرب میں واقع ہے اور مکہ ہی کا نام فاران ہے۔

یثوع کے متصل ایک آبادی ملتی ہے جس کا نام عیث ہے۔ یقین ہے کہ عیث ہی کی آبادی ہے۔ اس آبادی سے تھوڑے ہی فاصلہ پر شہر ”الخصیر“ ہے، جس کا تلفظ وال کے مشابہ ہے، اس لیے باور کیا جاسکتا ہے کہ اس کا ابتدائی نام القید رہا۔

”مہام“ کے نشانات نجد میں سے ہیں۔

دومہ، شام اور مدینہ کے درمیان موجود ہے اور عرب کے اندر واقع ہے۔ نبی علیہ السلام کے عہد میں یہاں عیسائیوں کی ریاست تھی اور دومہ الجندل کے نام سے یہ شہر مشہور تھا۔

”مسا“ غالباً یمن میں گیا، وہاں موسیٰ نام کی بستیاں موجود ہیں۔

”حدرا“ کے نام پر شہر جدیدہ جنوبی عرب میں موجود ہے اور بنو حدریز قبیلہ ہے۔

”تیمہ“ اس نام کی بستی اب تک موجود ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں انھوں نے اہل فدک کے ساتھ اطاعت اسلام قبول کی تھی۔ یہ مقام فدک کے متصل ہے اور راہ خیبر کے قریب واقع ہے۔

قیدماہ، غالباً یمن میں تھا۔ مسعودی نے قوم قیدمان کا ذکر کر کے ان کو بنی اسماعیل بتایا ہے۔

باقی بستیوں کا صحیح پتا معلوم نہیں ہوا ① لیکن اس مضمون پر بحث کرنا ہمارے موضوع سے محض بعیدی تعلق رکھتا ہے اور جہاں تک اسماعیل علیہ السلام کی زندگی پاک کے مختصر حالات اندراج کے لیے ضروری تھے وہ درج ہو چکے ہیں۔ والحمد للہ۔

عدنان

یہ نبی ﷺ کے اجداد میں اکیسویں (21) پشت میں ہیں۔ ان کا منجانب اللہ محترم ہونا اس طرح ثابت ہے کہ بخت نصر نے جب عرب پر پہلا حملہ کیا تب آرمیا، برخیہ علیہ السلام نے بخت نصر کو بتا دیا تھا کہ وہ عدنان پر حملہ نہ کرے۔ دیگر قبائل پر حملہ کرنے کی اسے منجانب اللہ اجازت ہے۔ بخت نصر نے عدنان کو چھوڑ کر دیگر قبائل پر حملہ کیا۔ نیز ان کو اسیر کر کے لے گیا اور داوی فرات میں لے جا کر آباد کیا۔ انہی لوگوں نے عرب کی سلطنت قدیم انبار کی بنیاد قائم کی تھی۔ ②

عدنان کے دو بیٹے تھے:

① معد: جن کا نام عمود نسب نبوی ﷺ میں آتا ہے۔

② نعل: انھوں نے حجاز سے اٹھ کر یمن میں اپنی سلطنت قائم کر لی تھی۔

اس امر کا ثبوت ان کتابت سے ملا ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو 1824ء میں حصن الغراب سے ملے تھے۔ ③

معد

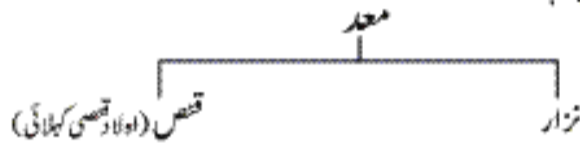
بخت نصر نے جب عرب پر حملہ دوم کیا تو ہنوعدان یمن چلے گئے تھے، مگر حضرت معد کو حضرت یرمیاہ اپنے ساتھ شام کو لے گئے تھے۔ جب عرب سے بخت نصر کا دباؤ اٹھ گیا تب معد بھی عرب میں واپس آ گئے۔ انھوں نے ہنوجرم کے خاندان کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ صرف جرم بن جلمہ باقی ہے تب انھوں نے اس کی دختر سے شادی کر لی، جس سے نزار پیدا ہوا۔

فاضل عیسائیوں کی تحقیقات میں حضرت یرمیاہ (ارمیاہ) علیہ السلام کا زمانہ 588 سال قبل مسیح ہے۔ چونکہ معد بن عدنان حضرت یرمیاہ کے معاصر دوست ہیں، اس لیے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اور عدنان کے درمیان 1158 سال کا زمانہ ہے۔

نبی ﷺ سے عدنان تک اکیس (21) پشتیں ہیں۔ پس ہر ایک پشت کا اوسط پچاسی (85) سال نکلا۔ چون کہ یہ شجرہ نہایت صحیح ہے اور حضرت ارمیاہ کے زمانہ کا تعین بھی صحیح ہے۔ اس لیے اس اوسط کی صحت میں شک نہیں۔

سر سید نے ”خطبات احمدیہ“ میں ہر جگہ ہر پشت کے لیے 22 سال کا اوسط لیا ہے اور اسی لیے وہ شجرہ کے حصہ دوم میں چند اسماء کے مکرر تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں، لیکن جو اوسط حصہ اول میں نکلتا ہے وہ اس شک کو مٹا دیتا ہے۔

معد کی اولاد کا شجرہ یہ ہے: ④

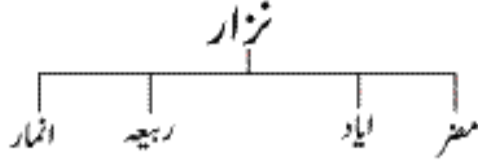


① ملخصاً خطبات احمدیہ ② عرب از پردہ فیروز سید 22۔ ③ خطبات احمدیہ از سر سید احمد خان مرحوم۔

④ ابن سعد نے معد کے فرزند یہ بھی بتائے ہیں: قاصد نام عرف، جوف، شک، حیدان، حیدو، عبیدار ماج، حنیہ، جناہ، ہم۔

نزار

ان کی کنیت ابویاد ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب ان سے ملتا ہے۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے۔



نزار نے اپنی وفات سے پیشتر مضر کو اونٹ اور سرخ خیمہ اور ربیعہ کو اسب و سلاح اور ایاد کو بھیڑ بکری اور انمار کو حمار تقسیم کر دیے تھے۔ مضر و ربیعہ کی نسل وسط عرب میں، انمار کی اولاد نجد اور اطراف حجاز میں اور ایاد کی اولاد مغرب و اطراف میں پائی جاتی ہے۔^[1]

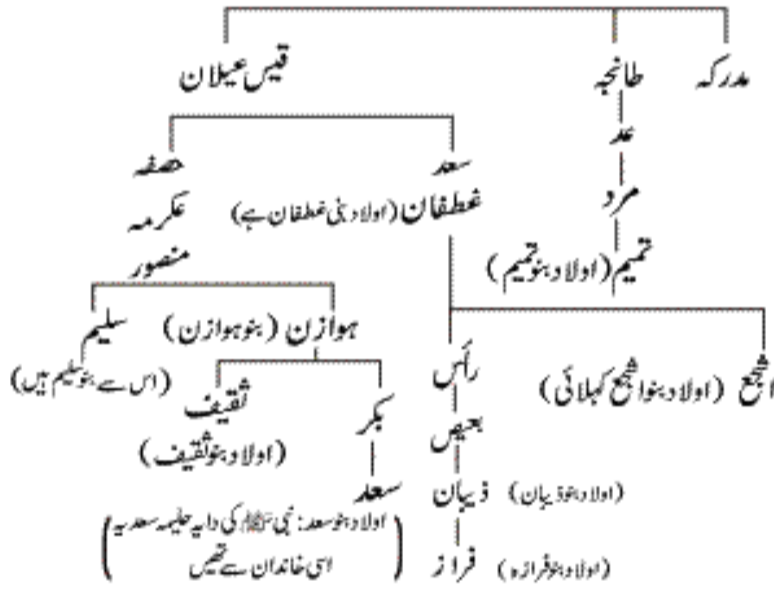
مضر

اونٹوں کے لیے حدی ان ہی کی ایجاد ہے۔ بنو عدنان میں سے حجاز میں یہی سب سے بڑھ کر صاحب دولت و ثروت تھے۔ چونکہ باپ نے تقسیم میں تمام سرخ رنگ کی چیزیں (سرخ خیمہ دینار وغیرہ) ان کی تقسیم میں دی تھیں۔ اس لیے تاریخ میں ان کا نام ”مضر الحمراء“ مشہور ہو گیا۔ مضر دین حنیف پر تھا۔

الیاس

ان کی کنیت ابو عمرو تھی۔ جب یہ مر گئے تو ان کی بیوی نے اتنا غم کیا کہ پھر مدت العمر سایے میں نہ بیٹھی۔ الیاس کو بہ کسر اول بھی پڑھا گیا ہے اور بہ فتح اول بھی۔ ان کا لقب کبیر قوم تھا۔ ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے۔

الیاس



[1] مضر اور ایاد کی والدہ سودہ بنت عکب ہے اور ربیعہ اور انمار کی والدہ خندالہ بنت عدنان جرہمی ہے۔ (کتاب بکر و ثقیف محمد بن اسحاق مطبوعہ نجف الاخیار ص 1305 ھ)

مدرکہ

مدرکہ کا نام عمرو تھا اور کنیت ابو ہذیل۔ یہ اور ان کے بھائی جنگل میں اونٹوں کی حفاظت پر تھے۔ اونٹ بھاگ گئے۔ عمرو تعاقب میں دوڑ تک گئے اور اونٹوں کو جالیا۔ چھوٹے بھائی نے اس کی واپسی تک کھانا تیار کر رکھا تھا۔ باپ نے ان کو "مدرکہ" اور چھوٹے کو "طانجہ" کا خطاب دیا۔ خطاب اصل نام پر غالب آ گیا اور اولاد کا شجرہ یہ ہے۔

مدرکہ

ہذیل (اولاد ہذیل کہلائی)

خزیمہ

عبداللہ بن مسعود (صاحب نعلین والوسادہ رضی اللہ عنہ) ہذیل ہیں
ان کا نسب نامہ گیارہ (۱۱) واسطے سے ہذیل تک پہنچ جاتا ہے

خزیمہ

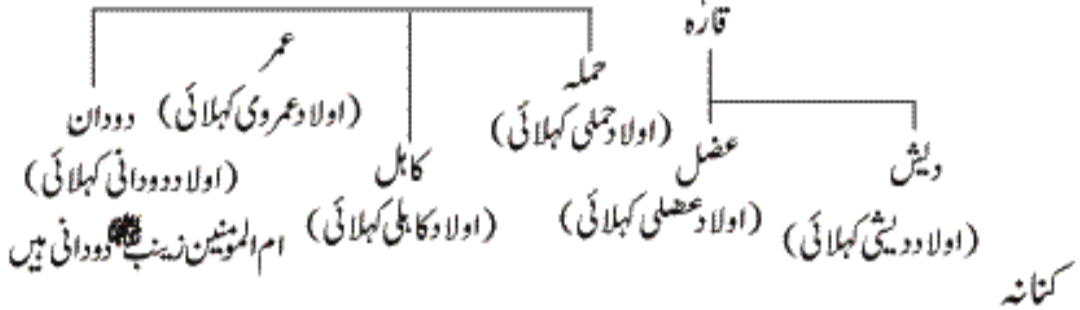
ان کی کنیت ابوالاسد تھی۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے:

خزیمہ

اسد (اولاد بنواسد کہلائی)

ہون (اولاد بنو ہون کہلائی)

کنانہ



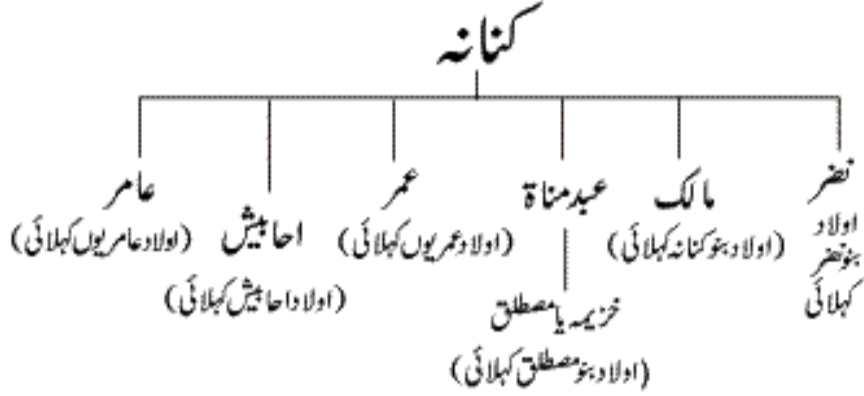
ان کی کنیت ابوالنصر تھی:

صحیح مسلم کی روایت واثلہ بن الاسقع میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَىٰ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ بَنِي كِنَانَةَ وَاصْطَفَىٰ مِنْ بَنِي

كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَاصْطَفَىٰ مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَىٰ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ -

”اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو برگزیدہ کیا۔ بنو کنانہ میں سے قریش کو برگزیدہ کیا۔ قریش میں سے بنو ہاشم کو برگزیدہ کیا۔ بنو ہاشم میں سے مجھے ممتاز فرمایا۔“ ﴿١﴾ شجرہ اولاد یہ ہے:



نضر کا نام تو قیس تھا، مگر خوبی حسن و جمال سے عرب ان کو ”نضر“ کہتے تھے۔ ان کی کنیت ابو خالد تھی۔

نضر

مالک

(اولاد بنو مالک کہلائے)

مالک بن نضر

ان کی کنیت ابو الحارث تھی۔ مالک کا سلسلہ نسب یہ ہے:

مالک



فہر

ان کے وقت میں حسان حاکم یمن ایک فوج لے کر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ خانہ کعبہ کو گرا کر اس کا ملبہ یمن لے جائے اور وہاں کعبہ تعمیر کرے۔ فہر نے مع برادران خود فوج سے مقابلہ کیا۔ حسان کو شکست ہوئی اور گرفتار کیا گیا۔ تین سال تک قید رہا، پھر فہر نے آزاد کر دیا۔ وہ یمن واپس چار ہا تھا کہ راستہ میں مر گیا۔ ﴿٢﴾ اس فتح سے فہر کی عظمت و شوکت کا سکہ عرب میں قائم ہو گیا تھا۔

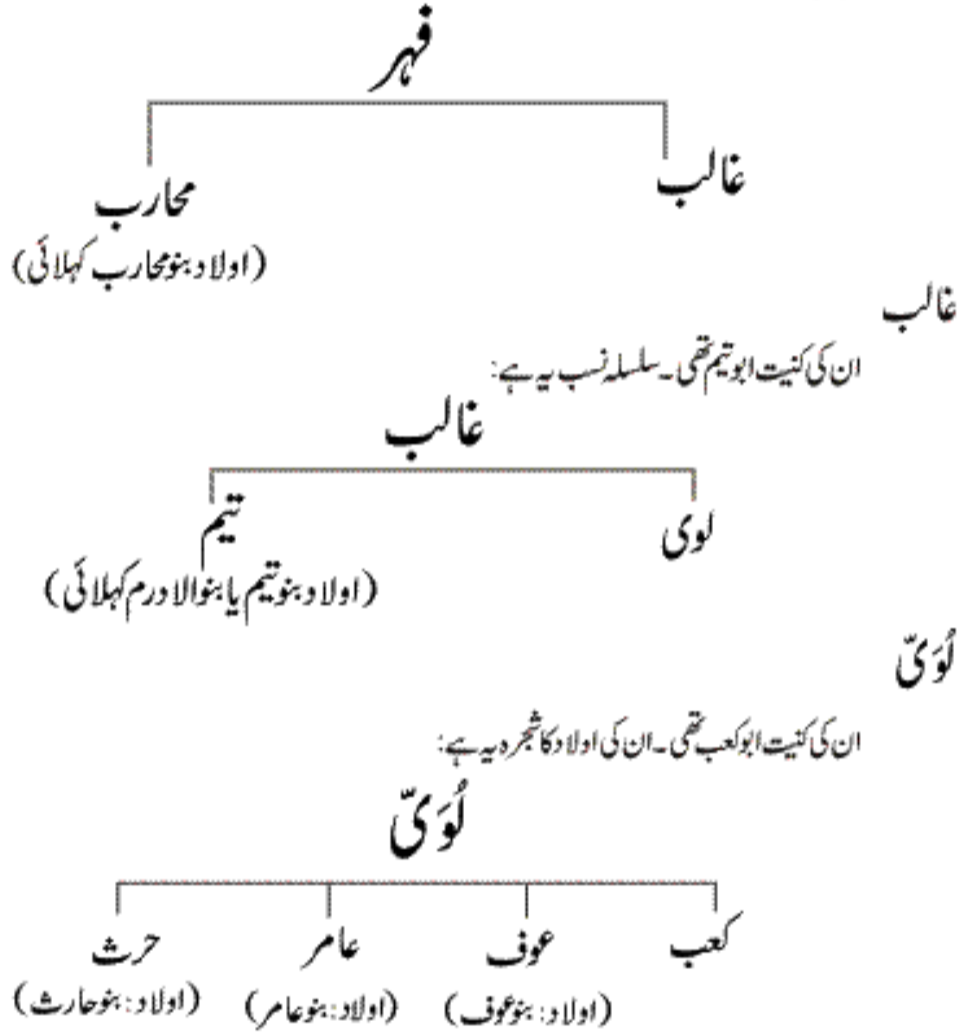
﴿١﴾ تاریخ کامل ابن اثیر

﴿٢﴾ مسلم: 5938، ترمذی: 3605، 3608

فہری کا لقب قریش ہے۔ قریش اہل حجاز میں ’’ہنبل مچلی‘‘ کو کہتے ہیں جو سمندر میں سب سے بڑا جانور ہے۔ فہر اور اولاد فہر کو اس لیے قریش کہنے لگے کہ وہ بھی عرب بھر میں جملہ قبائل سے طاقت و راہِ عظیم الشان تھے۔ اشعار ذیل ملاحظہ ہوں۔

و قریش النبی یسکن البحر بہا سمیت قریش قریشا
سلطت بالعلو فی لجة البحر علی ساکنی البحور جیوشا
یاکل العث والسمین لا یتروک فیہا الذی الجنا حین ریشا
ہکذا فی الانام حی قریش یاکلون الانام کشیشا ۛ

سلسلہ اولاد یہ ہے:

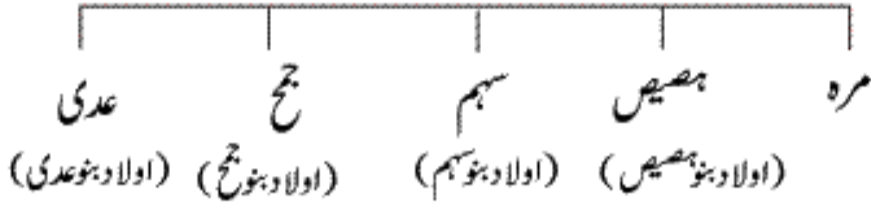


ۛ تاریخ الانساب

کعب

علوشان اور بلندی جاو کی وجہ سے "کعب" کا نام کعب رکھا گیا۔ عرب میں ان کی پیدائش سے سنہ کا شمار شروع ہوتا ہے۔ یہ سنہ واقعہ فیل تک (تقریباً چار صدیوں تک) جاری رہا۔ ان کی کنیت ابوہصیص تھی۔ اولاد کا شجرہ یہ ہے۔

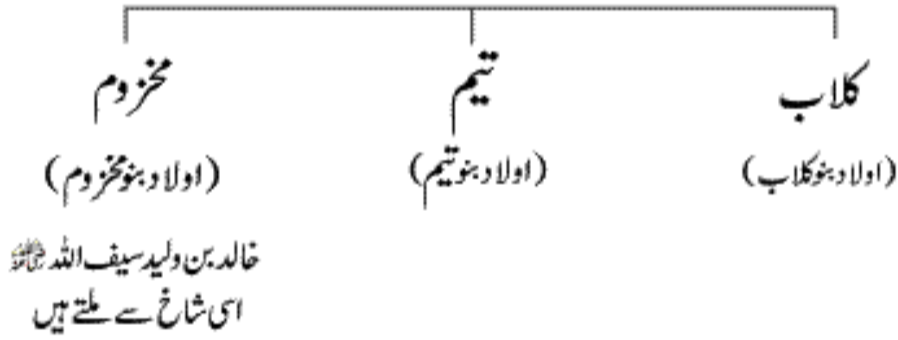
کعب



مرہ

ان کی کنیت ابوہصیص ہے۔ یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے چھٹی پشت میں دادا لگتے ہیں اولاد کا شجرہ یہ ہے

مرہ



کلاب

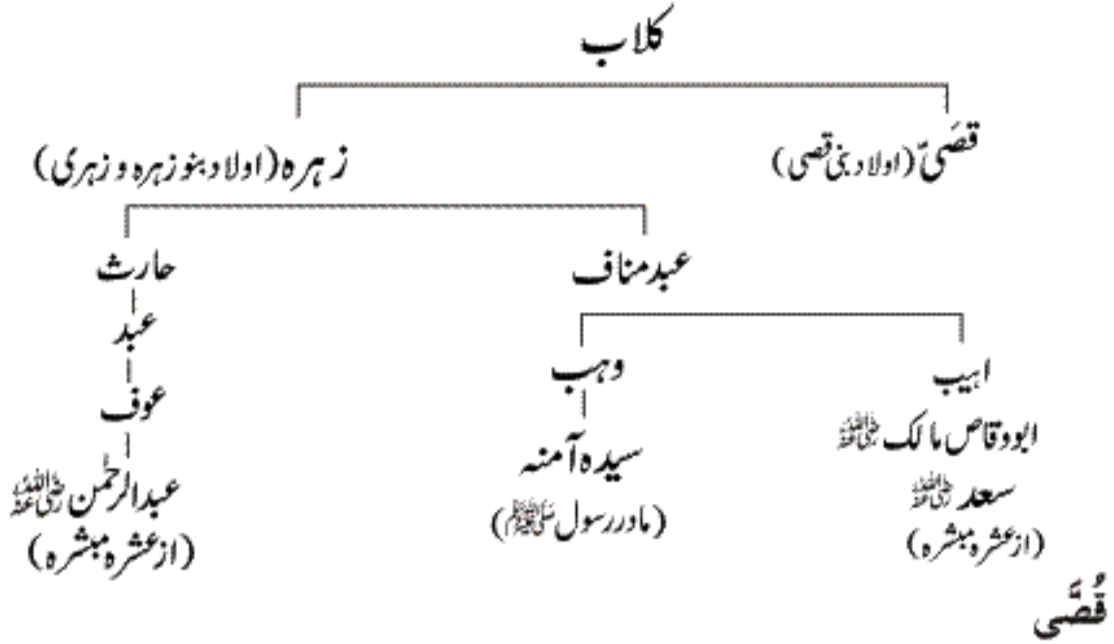
ان کا نام حکیم تھا اور کنیت ابو زہرہ۔ شکاری کتے بہت پال رکھے تھے، اس لیے کلاب لقب ہو گیا تھا۔ ایک شاعر ان کی مدح میں

کہتا ہے۔

بيدل النوال وكف الاذى
وجنبها طارقات الردى

حكيم ابن مره ساد الورى
اباح العشيـرة افضاله

اولاد کا شجرہ نسب یہ ہے:



ان کا اصلی نام زید ہے۔ یہ ابھی ماں کی گود میں تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا اور ماں نے دوسرا نکاح ربیعہ بن خرام الخدیری سے کر لیا۔ اس کا قبیلہ شام کی سرحد پر سکونت پذیر تھا۔ قصی نے ماں کے پاس وہیں پرورش پائی جب جوان ہوئے تو واپس مکہ آ گئے۔

زہرہ ان کے بڑے بھائی تھے، ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ قصی کی آواز کو باپ کی آواز سے مشابہت پا کر انہوں نے قصی کو اپنا بھائی تسلیم کر لیا اور جائداد تقسیم کر دی۔

ان دنوں مکہ پر بنو خزاعہ کی حکومت تھی۔ حلیل سردار مکہ نے اپنی بیٹی المسماة بختی، قصی سے بیاہ دی اور حمیز میں تولیت بیت اللہ کا حق بیٹی کو عطا کیا اور ابو غنہان کو بیٹی کا وکیل مقرر کر دیا۔ حلیل کے مر جانے کے بعد ابو غنہان نے حق وکالت قصی کے پاس شراب کے ایک مشکیزے کے بدلے فروخت کر دیا اور اس طرح قصی کا قبضہ بیت اللہ پر ہوا۔

بنو خزاعہ نے اس فروخت کو صحیح تسلیم نہ کیا اور قصی کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ دونوں جانب سے لوگ ضائع ہوئے۔ آخر بھیر بن عوف کو فریقین نے اپنا منصف مان لیا۔ بھیر نے فیصلہ کیا کہ:

① بنو خزاعہ کے جتنے آدمی مارے گئے ہیں، قصی ان سب کا خون بہا ادا کرے۔

② بنو خزاعہ شہر کی حکومت چھوڑ کر مکہ سے باہر چلے جائیں، آئندہ حکومت قصی کرے۔ اس فیصلہ پر عمل ہوا۔ ③ شہر پر حکومت ہو

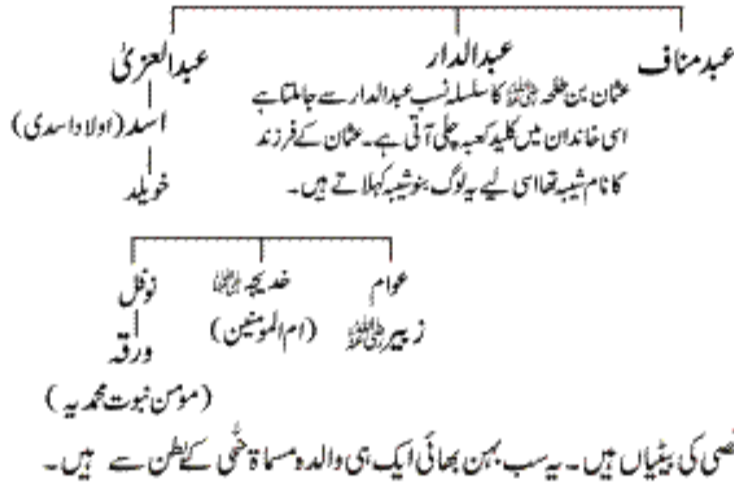
حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ کے بعد بیت اللہ پر بنو خزاعہ کا قبضہ ہو گیا تھا۔ بنو خزاعہ حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ کے سسرالی تھے۔ صدیوں تک انہی کی حکومت مکہ پر اور قبضہ بیت اللہ پر رہا۔ پھر مخالف قبضہ ہوا مگر بنو خزاعہ نے قبضہ لے لیا جب وہ ظلم کرنے لگے تو عمرو بن لئی خزاعی نے جو بنو خزاعہ کا ہمیشہ زور تھا ان کو مکہ سے نکال دیا۔ جراثیم کا ظلم تو جاتا رہا مگر انہی نے 207ء میں بت پرستی کو رواج دیا۔ اس نے مصر و شام میں مخالف حکومت پرستی کرتے دیکھا تھا اور سنا تھا کہ ان بتوں کی طفیل سے ان کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔

جانے کے بعد قصی نے اولاد فہر کو جا بجا طلب کیا اور مکہ میں آباد ہونے کی ترغیب دی۔ اس وقت اولاد فہر کی بارہ (12) شاخیں ہو گئی تھیں۔ قصی کی کوشش سے وہ سب مکہ میں آئے اور قریش (اولاد فہر) کی عزت سارے ملک میں مسلم ہو گئی۔ قصی کو قصی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ظفولیت میں اپنے وطن سے دور جا پڑے تھے۔ اس کو ”جمع“ اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے قبائل قریش کو پھر مکہ میں جمع اور فراہم کر لیا تھا۔ شاعر قدیم حذافہ بن غانم کا شعر ہے۔

بنو شیبۃ الحمد الذی کان وجہہ
بعضی ظلام اللیل کالقمر البدر
فُصِّیَ لعمری کان یدی مجمعاً
بہ جمَعَ اللهُ القَبَائِلَ من فہر

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غیر مسلم مؤرخ قصی کی کامیابی کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیا کرتے ہیں اور لکھا کرتے ہیں کہ اسی نے حکومت کو جمہوریت کے اصول پر قائم کیا تھا۔ ان کا مطلب درپردہ یہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی تعلیمات کو انہی کے اصول کی شرح ٹھہرائیں۔ لیکن جو شخص غور کرے گا کہ قصی نے تقسیم ترکہ کے متعلق اپنی اولاد میں کیسے غیر منصفانہ طریق کو اختیار کیا تھا اور اپنے ایک فرزند عبدالدار کو بڑھاتے ہوئے دوسرے فرزندوں کو اس کی غلامی کے لیے چھوڑ دیا تھا اور اسی وجہ سے اس کی اولاد کے اندر وہ مشہور خانہ لختیں ہوئی تھیں جو تاریخ میں مذکور ہیں تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ قصی ہنوز جمہوریت یا ایثار سے بہت دور تھا۔

قصی کی اولاد کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے:



عبدالدار

اس کا اصلی نام مغیرہ تھا۔ ماں نے پہلے پہل مناتہ بت پر (جسے مناف بھی کہتے ہیں) بھیجا تھا۔ اس لیے عرف عام میں عبدالدار مشہور ہو گئے۔ حسن و جمال میں ایسے فائق تھے کہ ان کا لقب ”قمر البلیحی“ پڑ گیا تھا۔ اپنی سرداری کے عہد میں قریش کو خدا ترسی و حق شناسی سے ہمراہی تھی، اس لیے وہاں سے ایک بت بھی اٹھایا گیا تھا۔ اس کا نام آبل تھا۔ اس بت کو خان کعبہ کے اوپر نصب کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسامیل پر نظر التفات فرمائی تو قصی کے وقت میں خان کعبہ کی تولیت قریباً 440 میں ان کو عطا فرمائی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک ترین عہد میں بیت اللہ کو قبلہ ہونے کا درجہ ملا اور سب بت توڑ پھوڑ کر پھینک دیے گئے۔ [1] ابن غانم نے یہ قصیدہ عبدالدار کے مدح میں لکھا تھا قصیدہ کی ابتدا اس شعر سے ہوئی ہے۔

ایک بار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کسی شاعر کے اشعار ذیل پڑھ کر سنائے تھے، ان کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبسم و مسرور ہوئے تھے۔

يا ايها الرجل المحول رحله الا نزلت سال عبدمنافا
هياتك امك لو نزلت برحلهم ممنعوك من علام و من اقراف
الخالطين غنيهم بغفيرهم حتى يعود فقيرهم كالكاف

اوغھڑی اٹھا کر جانے والے تو عبدمناف والوں کے ہاں کیوں نہ جا اترا، اگر وہاں چلا جاتا تو ناداری، تنگ دستی کو دور کر دیتے وہ تو امیر و غریب سے یکساں سلوک کرتے ہیں اور فقیر کو مستغنی بنا دیتے ہیں۔

عبدمناف کی اولاد کا شجرہ نسب

نام اہلیہ	پسران	دختران
عائشہ الکبریٰ بنت مرہ بن ہلال	مطلب، ہاشم، عبد الشمس	خافزہ، یزہ، حنہ، ہالہ، قلابہ
واقد بنت عامر بن عبد	نوفل، ابو عمرو، ابو عبیدہ	
مقیبہ		ریطہ

مطلب باپ کے پہلے بیٹے تھے، ان کی اولاد کو مطلبی کہا جاتا ہے۔ حارث بن مطلب کے تین بیٹے صحابی ہیں۔ عبیدہ ابو الحارث رضی اللہ عنہ جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ طفیل رضی اللہ عنہ اور حصین رضی اللہ عنہ ہر دو کی وفات 32ھ میں ہوئی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو یکے از ائمہ اربعہ ہیں، ان کا نسب نامہ مطلب سے ملتا ہے۔

ہاشم کا ذکر آگے آئے گا۔

عبد الشمس کا بیٹا امیہ ہے، جس کی اولاد بنو امیہ کہلائی۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اسی خاندان سے ہیں۔

نوفل، ان کی اولاد نوفلیوں کہلائی۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا نسب ان سے ملتا ہے۔ نوفل کے قومی احسانات میں سے یہ ہے کہ اس نے ملک عراق میں کھلی تجارت کا فرمان قیصر سے قوم کے لیے حاصل کیا تھا۔

ابو عمرو، ابو عبیدہ کے حالات سے تاریخ سکت ہے، حتیٰ کہ اکثر مؤرخین نے ان کا نام بھی بیان نہیں کیا۔ صحیح بخاری کی روایت عن جبیر بن مطعم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس خیبر کی تقسیم فرماتے وقت سہم ذی القرنی میں سے بنو ہاشم اور بنو مطلب ہی کو حصہ دیا تھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت بھی اسی کے ہم معنی ہیں۔^[۱]

ابوداؤد نسائی کی روایت میں ہے کہ بنی نوفل اور بنو امیہ نے بھی اس حصہ میں سے ملنے کی درخواست اس بنیاد پر کی کہ

جب بنو مطلب کو شامل کر لیا گیا ہے تو ہم بھی (ویسا ہی استحقاق رکھتے ہیں) شامل کیا جائے۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَ بَنُو الْمَطْلَبِ شِيءٌ وَاحِدٌ هُنَّكَ وَ شَبَكُ بَيْنَ الْأَصَابِعِ -

[۱] بخاری: 3140، کتاب الام جلد 4، ص 71 مطبوعہ مطبعہ الکبریٰ الامیر یہ یہ لاق مصر و اصول کافی مطبوعہ نول کشور 1303ھ میں عبدالمطلب کو ذوی القرنی تحریر کیا گیا۔

بنو ہاشم اور بنو مطلب تو ایک ہی چیز ہیں، پھر ایک بیچہ کی انگلیوں کو ایک دوسرے بیچہ میں ڈال کر فرمایا: اسی طرح۔
واضح ہو کہ امرت اسلام میں تین قسم کی آمدنی تھی۔ ①

اول زکوٰۃ

جن کی نسبت سورہ توبہ آیت 40 میں مدات ذیل کے آٹھ (8) مصارف بتائے گئے ہیں۔
﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ﴾ [9/التوبه: 60]

دوم: غنیمت

سورہ انفال آیت 41 میں اس کے مصارف ذیل بتائے گئے:
﴿ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ، وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ
وَابْنِ السَّبِيلِ ﴾ [8/الانفال: 41]

اس آیت میں چار (4) حصے غنیمت کو دے کر پانچویں حصہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت میں لے لیا۔ فرمایا: لِلَّهِ خُمُسُهُ، پھر
اپنی ملکیت میں ان پانچوں کو حق تصرف عطا فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ ذوی القربی، یتامی، مساکین، مسافر، ان پانچ میں ذوی القربی بھی
ایک ہیں اور اسی سے شمس الخمس (پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ) کا لفظ نکلا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ تقسیم شمس الخمس کا اہتمام نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا تھا۔ صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی یہ اہتمام
حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے سپرد رہا۔ کتاب الخراج امام ابو یوسف میں ہے:

حدثني محمد بن عبد الرحمن بن ابي ليلي عن ابيه قال سمعت عليا رضي الله عنه يقول قلت يا
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان رأيت أن توليتي حَقْنَا مِنَ الْخُمْسِ فَأَقْسِمُ فِي حَيَاتِكَ كَمَا لَا
يُنَاذِرُنَا أَحَدٌ بَعْدَكَ فَأَفْعَلُ فَعَمَلٌ قَالَ هُوَ لِأَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَسَمْتُهُ حَيَاتَهُ ثُمَّ وَلَا يَهُ
ابو بكر الصديق رضی اللہ عنہ فقسمة حياته ثم ولانيه عمر رضی اللہ عنہ فقسمة حياته۔ ②

”ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خود سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اگر حضور ﷺ کی
راے ہو تو شمس میں جو حصہ ہم ذوی القربی کا ہے حضور ﷺ اپنی زندگی میں مجھے اس کا متولی بنا دیجیے کہ میں تقسیم کرتا
رہوں تاکہ کوئی شخص حضور ﷺ کے بعد اس میں نزاع نہ کرے۔ آپ نے مان لیا۔ چنانچہ نبی ﷺ نے مجھے اس کا
متولی ٹھہرایا اور میں حضور ﷺ کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی مجھے ہی متولی ٹھہرایا اور میں

① بخاری: 3140، نسائی: 4142، مسند امام احمد: 16298، ابوداؤد: 2978، 2980۔ چونکہ حقوق ذوی القربی کے مستحق وغیر مستحق کی بحث اور تفریق
اولاد و عہد مناف سے پائی جاتی ہے اس لیے اس کی بحث اسی مقام پر موزوں ہے۔ محدثین نے ہنی کوئی بڑا معاملہ جس کے معنی مساوی ہونے کے ہیں۔ ہاشم اور عبدالمطلب میں
بھی جھگڑے ہوئے اور نفل اور عبدالمطلب میں بھی جھگڑے ہوئے مگر ہاشم اور عبدالمطلب میں کبھی کوئی جھگڑا نہ ہوا۔ مطلب سب سے بڑا تھا۔ ہاشم ان سے چھوٹا۔ عبدالمطلب
کی تربیت مطلب نے کی تھی۔ جب شعب ابی طالب میں نبی ﷺ حضور ہوئے تب بھی مطلبی ساتھ تھے۔ ② ابوداؤد: 2989، کتاب الخراج ص: 20

ان کے عہد میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے مجھے اس کا متولی بنایا اور میں ان کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔“
نبی ﷺ نے اپنا حصہ مجملہ غنیمت میں سے ایک سال کا کتبہ کا خرچ بہ قدر گزاران رکھ لیتے اور باقی مصالح المسلمین کے لیے عطا فرمایا کرتے تھے۔

ذی القربیٰ کا حصہ بوجہ قرابت (۱) تھا (نہ بوجہ غربت) اس لیے امیر و غریب سب کو یکساں تقسیم کیا جاتا تھا، باقی تین حصص یتامیٰ و مساکین، ابن السبیل کے تھے۔ یہ حصص جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمادے تھے، ان میں ایک کا حصہ دوسرے کو نہیں دیا جاتا۔

سوم: فے

فے کی تعریف قرآن مجید کی سورہ حشر میں آیت 6 میں ہے اور اسی سورہ کی آیت 7 میں اس کی تقسیم بھی بیان فرمادی گئی ہے۔
فے کی تعریف میں فرمایا:

﴿فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ﴾ [59: الحشر: 6]
”وہ علاقہ جس پر کوئی فوجی سوار یا شتر سوار نہ گیا ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو جس پر چاہا تسلط دے دیا ہو۔“

تقسیم فے

سورہ حشر آیت 7 میں فرمایا:

﴿مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَاللِّرْسُولِ وَلِلَّذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ
وَأَهْلِ السَّبِيلِ﴾ [59: الحشر: 7]

”جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان بستی والوں سے فے میں دیا۔ وہ اللہ کا اور رسول اللہ ﷺ کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔“

پھر اس تقسیم سے متعلق یہ اصول بیان فرمایا:

﴿سَخِي لَّا يَكُونُ دَوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ﴾ [59: الحشر: 7]
”کہ اغنیاء کے اندر متداول نہ ہوگا۔“

میں چاہتا ہوں کہ ہر سہ (3) آیات میں بیان شدہ حصص کو ایک نقشہ کی شکل میں ظاہر کر دیا جائے۔ یہ نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔



(۱) عام طور پر شریعت میں حق قرابت بعد وفات اس قرہی کے ملتا ہے، اس حق کا نام وراثت ہوتا ہے۔ یہ نبی ﷺ کا اختصاص خاص ہے کہ حضور ﷺ کے قرابت والوں کو حضور ﷺ کی حیات ہی میں ان کا حق دیا جاتا ہے۔

نقشہ احکام تقسیم صدقات و غنیمت و فی مع آیات قرآن مجید

ردیف	آیت متعلق صدقات سورہ توبہ آیت 60	آیت متعلق غنیمت سورہ انفال آیت 41	آیت متعلق فی سورہ حشر آیت 7
1	إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ		
2		وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ	مَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرْبَى
3		فَإِنَّ لِلَّهِ حُصَّةً	فِاللَّهِ
4		وَلِلرَّسُولِ	وَلِلرَّسُولِ
5		وَلِذِي الْقُرْبَى	وَلِذِي الْقُرْبَى
6		وَالْيَتَامَى	وَالْيَتَامَى
7	وَالْمَسَاكِينَ	وَالْمَسَاكِينَ	وَالْمَسَاكِينَ
8	وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا		
9	وَالْمَوْلَى قُلُوبِهِمْ		
10	وَفِي الرِّقَابِ		
11	وَالْعَارِمِينَ		
12	فِي سَبِيلِ اللَّهِ		
13	وَأَبْنِ السَّبِيلِ	وَأَبْنِ السَّبِيلِ	وَأَبْنِ السَّبِيلِ
14			لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ
15			وَالَّذِينَ تَبَوَّأُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ
16			وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ
ترجمہ آیات	صدقات فقیروں، مسکینوں، یتیموں، تالیف قلوب، آزادی غلامان، مقروضان فی سبیل اللہ اور مسافروں کے لیے ہیں	غنیمت 1/5 حصہ اللہ کا ہے اور رسول ﷺ کا اور قرابت والوں اور تائی اور مسکینوں، مسافروں کا ہے	فی اللہ اور رسول ﷺ اور قرابت والوں تائی مسکین، مسافروں، مہاجرین اور انصار کے فقراء اور ان سے بعد آنے والی مسلوں کے لیے ہے

اس نقشے کے ساتھ یہ حدیث بھی جو منقولہ
المصاحف کی کتاب لے میں ہے، پڑھ لینی
چاہیے۔ عن مالک بن اوس بن
الحدثنان قال قرأ عمر بن الخطاب
انما الصدقات للفقراء والمساكين
حتى بلغ عليم حكيم هذه لهؤلاء
ثم قرأ واعلموا انما غنمتم من
شيء حتى بلغ وابن السبيل ثم قال
لهؤلاء قرأ ما آفاء الله على رسوله
حتى بلغ للفقراء ثم قرأ والذين
جاءوا من بعدهم ثم قال هذه
استوعبت المسلمين "یعنی حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے انما الصدقات کی آیت
علیم حکیم تک پڑھی اور فرمایا یہ آیت
انہی لوگوں کے لیے ہے جن کے نام
آیت میں آگئے ہیں۔ پھر انہوں نے
آیت واعلموا انما غنمتم کو ابن
السبیل تک پڑھا۔ اور فرمایا یہ غنیمت
انہی لوگوں کے لیے ہے جن کے نام
آیت میں آگئے ہیں۔ پھر انہوں نے
آیت ما آفاء اللہ علی رسولہ
کو والذین جاءوا من بعدهم تک
پڑھا اور فرمایا اس کے اندر تو سب ہی
مسلمان آگئے۔

(مشکوٰۃ: 4061)

نقشہ پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ:

صدقات کو آٹھ (8) مساوی مدات پر تقسیم فرمایا گیا، ان آٹھ (8) میں دو (مساکین و ابن اسمیل) تو ایسے ہیں جو غنیمت اور فتنے میں بھی حصہ دار ہیں۔ باقی چھ (6) وہ ہیں، جن کا حصہ صدقات ہی میں ہے۔ غنیمت و فتنے میں نہیں۔ وہ چھ (6) یہ ہیں: فقراء، تحصیل داران صدقات، تالیف قلوب کے مستحقین، آزادی غلامان، ادائے قرض مدیونان، فی سبیل اللہ دیگر امور۔

غنیمت کو پہلی دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور لشکر کو 4/5 کل غنیمت کا دیا۔ دوسرا حصہ جو 1/5 تھا اسے اللہ تعالیٰ نے اول اپنی ملک بنایا اور پھر اس کو پانچ پر مساوی تقسیم فرمایا۔ ان پانچ میں مساکین و ابن اسمیل تو مشترک ہیں جو صدقات میں بھی تھے۔ باقی تین سہام یہ ہیں: رسول، اقرباء رسول، یتامی۔

فنے کو اول اللہ تعالیٰ نے اپنی ملکیت بنایا اور پھر اس کی تقسیم مدات مساوی پر فرمائی۔ ان میں پانچ (5) تو وہی ہیں جو آیات غنیمت میں 1/5 سہم کی تقسیم میں حصہ دار تھے۔ باقی تین جن کے سہام اس میں ہیں وہ یہ ہیں: فقراء۔ مہاجرین۔ فقراء انصار اور ان کے بعد آنے والی نسلیں۔

فنے میں بہ مقابلہ غنیمت یہ شرط بھی زیادہ ہے کہ وہ اغنیاء کو نہ ملے گی۔

﴿ كَمْ لِيَ لَوْ لَا يَكُونُ ذُو لَّةٍ بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ﴾ [الحشر: 7]

یاد رکھنا چاہیے:

کہ اسلامی فرقوں میں وراثت رسول کی بابت جو اختلافات ہیں وہ فنے ہی کے متعلق ہیں اللہ کرے کہ قرآن مجید کا تدریس اس باہمی اختلاف کے رفع کا سبب بن جائے۔

صحیح بخاری کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تقسیم فنے کا اہتمام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا تھا جیسا کہ شمس الثمس کی تقسیم کا اہتمام عہد نبوی و صدیقی و فاروقی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے متعلق رہا تھا۔ [۱]

ہاشم

ان کا نام عمرو ہے اور عمرو العلاء کے لقب سے مشہور تھے۔ مطلب اور نوفل اور عبد شمس ان کے بھائی تھے۔ اپنے باپ عبد مناف کے بعد ہاشم قوم کے سردار ہوئے۔ ان کے بھتیجے امیہ بن عبد شمس نے ان کی سرداری کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ عسقلان کا ایک کاہن منصف ٹھہرایا گیا۔ اس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دیا۔

ہاشم لقب پڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے ایک بار سنا کہ مکہ میں آنا کیا ہو رہا ہے۔ اس وقت یہ مال تجارت لے کر شام گئے ہوئے تھے۔ شام سے لوٹتے ہوئے سب اونٹوں پر روٹیاں اور آٹا لادلائے اور مکہ پہنچ کر دعوت عام کر دی۔ گوشت اور شوربے میں روٹیاں توڑ کر ڈال دی گئیں۔ ”ہاشم“ کھڑے کھڑے کرنے کو کہتے ہیں۔ اس سے ہاشم نام ہوا۔ اس وقت کے بعد ہر سال موسم حج میں وہ زوار کعبہ کو دعوت عام دیا کرتے تھے اور یہی کھانا جسے لغت عرب میں شہید بھی کہتے ہیں، کھلایا کرتے تھے۔ سردار ہاشم کی زیر کی و حزم کا اس واقعہ سے پتا لگتا ہے کہ انھوں نے قیصر سے یہ فرمان حاصل کر لیا تھا کہ قریش کا مال تجارت ملک شام میں بغیر کسی ٹیکس کے داخل ہوتا ہے۔ [۲]

[۱] بخاری: 3094، مسلم: 1757، 2963، [۲] طبقات ابن سعد، ص: 45/1

امیہ کو اپنے چچا ہاشم سے جو اختلاف شروع ہو گیا تھا وہ آئندہ نسلوں میں بھی منتقل ہوا۔ ہاشم اور مطلب کی اولاد ایک جانب اور نوفل اور عبد شمس کی اولاد ایک جانب رہا کرتی۔ بیسیوں واقعات ان ہردو کی منافرت اور عداوت کے مشہور ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے وجود ہا مسعود کی یہ برکت تھی کہ نسلوں کی عداوتیں جاتی رہی تھیں اور ﴿كُنْتُمْ بِبَيْنِعْتِمِ اِخْوَانًا﴾ کا مصداق سب پر صحیح عائد ہو گیا تھا۔ حضور ﷺ کے بعد 133ھ تک بنو امیہ اور بنو عباس میں محاربے ہوتے رہے۔ ہاشم کی اولاد کا نقشہ درج ذیل ہے:

ہاشم کی اولاد کا نقشہ

نام اہلیہ	پسران	دختران
سکلی بنت عمرو بن زید بخاری	شیبہ یعنی عبدالمطلب *	رقیہ، بچپن میں فوت ہوئی
ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجی	اباصحی (صفیاء)	//
قیلہ الملقب بہ جزور بنت عامر بن مالک بن جزمہ	اسد	//
امیہ بنت عدی بن عبد اللہ بن دینار (من قضاعہ)	نعلہ (نھلہ)	شفاء
واقدہ بنت ابی عدی (از بنو مازن)	//	ضعیفہ۔ خالدہ
عدی بنت حبیب (از بنو ثقیف)	//	حہ

تاریخ میں اباصحی، اسد اور نھلہ کے حالات کم ملتے ہیں۔ بنو خزاعہ کے معاہدہ یا عبدالمطلب کے تذکرہ میں اس قدر پایا جاتا ہے کہ نھلہ کا فرزند ارقم اور ابی صحی کے فرزند ان سخاک اور عمرو کے چچا کے ساتھ اس معاہدہ میں شریک تھے۔ رقیہ بنت ابی صحی بن ہاشم کے اشعار نبی ﷺ کی مدح میں ہیں۔

مَنَّا مِنَ اللَّهِ بِالْمِيمُونَ طَائِرَةٌ وَخَيْرٌ مِنْ بَشَرٍ بِهِ مُضَرٌّ
مبارک الامر يستسقى العمام به مَا فِي الْأَنْسَامِ لَهُ، عَذْلٌ وَلَا خَطَرٌ

عبدالمطلب

ان کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے۔ شیبہ کا ترجمہ زال یا بوڑھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لقب صرف تقاول (نیک گفتگو) کے لیے تھا کہ عمر دراز پائی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی چند یا میں چند بال سفید موجود تھے۔

جب ان کے والد "ہاشم" کا انتقال ہوا یہ اپنے نھیال (پیشب) میں تھے۔ ان کا چچا مطلب ان کو پیشب سے جا کر لے آیا اور بیٹوں سے بڑھ کر ان کی پرورش و تربیت کی۔ اس احسان مندی کی قبولیت و اظہار میں یہ بھی تمام عمر "عبدالمطلب" مطلب کا غلام کہلاتے رہے۔ اصلی نام اور لقب پر یہ آخری لقب اس قدر غالب آ گیا تھا کہ عبدالمطلب ہی اصل نام سمجھا جاتا ہے۔ ان کو "شیبہ الحمصد" اور

”فیاض“ اور ”معظم طیرا لسماء“ بھی کہا کرتے تھے۔ نیز سید قریش اور شریف قریش کے نام سے عام طور پر ملک میں نامزد تھے۔ قریش میں سے بھی کوئی شخص ان کے اس خطاب کا منکر نہ تھا۔ نبی ﷺ کا اسم مبارک ”محمد“ (ﷺ) ان ہی نے تجویز کیا تھا اور حضور ﷺ کی تربیت تابشت (8) سال کا شرف بھی ان ہی کو حاصل ہوا۔ ان ہی کی سرداری کے عہد میں واقعہ فیل کا ظہور ہوا تھا۔ [1]

عبدالطلب کی عام نصیحت یہ ہوتی تھی ”ظلم و بغاوت نہ کرو اور مکارم الاخلاق حاصل کرو“ عبدالطلب کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ چاہو زم زم جیسے عمرو بن حرث جزیہی نے بند کر دیا تھا اور امتداد زمانہ سے کسی کو یاد بھی نہ رہا تھا کہ یہ کنواں کہاں تھا، عبدالطلب ہی نے نکالا۔ کہتے ہیں کہ عبدالطلب تین (3) شب متواتر یہ خواب دیکھتے رہے کہ کنواں نکالو۔ پھر خواب ہی میں ان کو چاہو زم زم کی جگہ بھی دکھائی گئی۔ عبدالطلب اور ان کے فرزند اکبر ”حارث“ نے اس کی جگہ کو کھودا۔ تین (3) دن تک کھدائی کے بعد ان کو نبی جزیہم کی مدفونہ اشیاء ملنے لگیں۔ تلواریں، زرہیں، شاخہائے آہود وغیرہ۔ قریش کے لوگ اب تک تو عبدالطلب کے فعل کو لغو ہی سمجھتے تھے، لیکن مدفونہ اشیاء کی برآمدگی نے ان کو بھی یاد کرادیا اور تب وہ درخواست کرنے لگے کہ اس شرف میں ان کو بھی شامل کر لیا جائے، مگر عبدالطلب نے کسی کو اپنے ساتھ شامل کرنا پسند نہ کیا۔

یہ چشمہ جس سے اب لاکھوں زوار اور صادو وار دیراب ہو رہے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے لیے ظاہر فرمایا تھا عبدالطلب کی بھی یادگار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عبدالطلب کو کثیر الاولاد کیا تھا۔ ذیل میں ان کی اولاد کو ایک نقشے کے اندر تحریر کیا جاتا ہے۔

نقشہ اولاد عبدالطلب بن ہاشم

بیٹیاں	بیٹے	نام اہلیہ
	حارث	① صفیہ بنت جنید بن حجر بن زباب بن سواۃ بن عامر بن صعصعہ از نسل نضر دیکھو نمبر 13 شجرہ نسب نبوی ﷺ
ام حکیم، بیضاء امیہ، اروی، تہہ، حاتکہ	زبیر، ابوطالب عبدالکعب، عبداللہ	② فاطمہ بنت عمرو بن عایذ بن عمران بن محروم بن یثقبہ بن مرہ دیکھو نمبر 7 شجرہ نبوی ﷺ
	ابولہب (عبدالعزی)	③ لکنی بنت ہاجرہ (از بطن خزاعہ)
	مقوم۔ نخل۔ مغیرہ حمزہ	④ ہالہ بنت وہیب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب، دیکھو نمبر 6 شجرہ نسب [2]
	ضرار۔ قثم۔ عباس	⑤ تنیلہ بنت خباب بن کلیب (از نسل ربیعہ بن نزار) دیکھو نمبر 19 شجرہ نسب

[2] ہالہ کی ماں عیلہ بنت مطلب ہے۔

[3] رزمہ لکھائیں جلد اول۔

	غیداق - مصعب	معمت بنت عمرو بن مالک (از بطن خزاعہ)
دختر ان = 6	پسران = 15	میزان ازدواج = 6

مندرجہ بالا نقشے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمطلب 15 بیٹوں اور 6 بیٹیوں کا والد تھا مگر بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ غیداق وہی ہے جس کا نام نخل ہے اور عبدالکعبہ وہی ہے جس کا نام مقوم ہے۔ اور قحتم کوئی بھی نہ تھا۔ اندریں صورت عبدالمطلب کے نزدیک فرزندوں کی تعداد بارہ (12) ہوئی اور آنحضرت ﷺ کے چچا گیارہ (11) ہوئے۔ زیادہ صحیح یہی ہے کہ ابنائے عبدالمطلب 12 تھے۔ ان میں سے ہم کو دس (11) کے حالات ملے ہیں اور سات (7) کے حالات کا اسلامی تاریخ سے بھی تعلق ہے۔ آٹھویں ضرار، تھپان قریش میں سے تھے اور جود و جمال میں مشہور۔ آغاز بخت ہی میں انتقال کیا۔ اولاد نہ تھی۔

⑨ مقوم اولاد صلیبی تھی، مگر نسل جاری نہ ہوئی۔ ہند بنت المقوم کے پسر عبد الرحمن بن ابی عمر و کا ذکر علامہ ذہبیؒ نے کیا ہے۔

⑩ نخل کے فرزند قمرہ کے اشعار طبقات الکبیر میں موجود ہیں، جس میں اس نے اپنے دو ازادہ (12) اعمام (بچوں) کے نام شمار کیے ہیں۔ غیداق - قحتم - عبدالکعبہ کے حالات سے کتب تواریخ خاموش ہیں ممکن ہے کہ مقوم ہی کا نام عبدالکعبہ ہو۔ (واللہ اعلم)

عبدالمطلب نے 82 سال کی عمر پائی۔ ان کا سال ولادت 497ء اور سال وفات 579ء اندازہ کیا گیا ہے۔

چونکہ عبدالمطلب کی اولاد آنحضرت ﷺ کے اعمام و عمات ہیں، اس لیے ان کے مختصر حالات مع ان کی اولاد کے (جہاں تک کہ عبد نبوی ﷺ سے ان کا قرہبی تعلق ہے) تحریر کیے جاتے ہیں تاکہ قارئین اہل بیت نبوی ﷺ کے احوال سے بے خبر نہ رہیں۔

حارث عم النبی ﷺ

عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے ہیں، ان ہی کے نام پر عبدالمطلب کی کنیت ابوالمحارث تھی۔ یہ اپنے والد کی حیات ہی میں مر گئے تھے۔ مگر ان کے چار فرزند: نوفل و عبد اللہ - ربیعہ و ابوسفیان مغیرہ بنی کنانہ جو نبی ﷺ کے تالیازاد بھائی ہیں، مسلمان ہوئے۔ ہر ایک کا مختصر حال درج کیا جاتا ہے۔

① نوفل بن حارث بنی کنانہ

جنگ بدر میں کفار کی جانب تھے۔ پھر جنگ خندق یا فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ جنگ حنین میں تین ہزار (3000) نیزے نبی ﷺ کی خدمت میں اعانت لشکر اسلام کے لیے پیش کیے تھے۔ اس وقت یہ باٹھی مسلمانوں میں سب سے زیادہ عمر کے تھے۔ 25ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔

ان کے تینوں فرزند: مغیرہ - عبد اللہ - حارث بنی کنانہ بھی صحابی ہیں۔

مغیرہ بن نوفل حضرت عثمان بنی کنانہ کے عہد میں قاضی مدینہ تھے۔ ابن کثیر شقی نے جب سیدنا علی بنی کنانہ کو زخمی کیا تو خود بھاگ چلا تھا مغیرہ ہی نے اسے گرفتار کیا تھا اور سیدہ امامہ بنت زینب بنت رسول ﷺ کا نکاح بھی بعد انتقال حضرت علی بنی کنانہ ان ہی کے ساتھ حسب وصیت مرتضوی بنی کنانہ ہوا تھا، جن سے یحییٰ بن مغیرہ پیدا ہوئے تھے۔ عبد اللہ بن نوفل کو حضرت عمر بنی کنانہ نے حاکم کوفہ کیا تھا ان کا چہرہ کسی قدر

① تاریخ العرب فرنج پروفسر سیدو۔ ② طبقات ابن سعد۔ ③ الاستیعاب ص: 23۔

نبی ﷺ سے مشابہت رکھتا تھا۔

حارث بن نوفل رضی اللہ عنہما کو عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے حاکم مکہ پھر حاکم مصر کر دیا تھا۔ آخر میں یہ بصرہ جا رہے تھے۔ یزید کی وفات کے بعد اہل بصرہ ان کو امیر بنانا چاہتے تھے۔ 63ھ میں انتقال ہوا۔ ان کا فرزند عبد اللہ المعروف ”بہہ“ بھی صحابی ہے۔

② عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہما

حیات نبوی ﷺ میں انتقال فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو خطاب ”سعید“ سے مشرف فرمایا تھا۔

③ ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہما

ابو ادوی کنیت تھی۔ ان ہی کا نام نبی ﷺ نے فتح مکہ کے خطبہ میں لیا تھا اور فرمایا تھا: وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَحْسَعَهُ، دَمَ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِؓ پہلا مطالبہ خون کا جسے میں ملیا میٹ کرتا ہوں، وہ ربیعہ بن الحارث کا مطالبہ ہے۔ اس کی شرح یہ ہے کہ ربیعہ کا شیر خوار فرزند دشمنوں نے مار ڈالا تھا، نبی ﷺ نے پچھلے جھگڑوں کا خاتمہ کرنے کے لیے اس مطالبہ کو ملیا میٹ کر دیا اور اس کا خون بہانہ دلا یا۔ ان کا انتقال 33ھ میں ہوا۔

ان کے دو فرزند عبد المطلب اور مطلب رضی اللہ عنہما بھی صحابی ہیں۔

عبد المطلب نے دمشق میں بعہد حکومت یزید وفات پائی۔

مطلب حیات نبوی ﷺ میں بالغ نہ ہوئے تھے۔

④ ابوسفیان مغیرہ بن الحارث رضی اللہ عنہما

یہ آنحضرت ﷺ کے برادر رضاعی بھی ہیں کیوں کہ انھوں نے بھی حلیمہ السعدیہ کا دودھ پیا تھا۔ عرب کے مشہور شعراء صحابہ میں سے تھے۔

ابتداءً اسلام میں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے مخالف بنے رہے مگر فتح مکہ سے چند یوم پیشتر جذبہ توفیق ربانی سے خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔

جنگ حنین میں جو صحابہ ثابت قدم رہے تھے، ان میں ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو بھی امتیاز حاصل ہے۔ یہ تورکاب نبوی ﷺ سے علیحدہ ہی نہیں ہوئے تھے۔

قبولیت اسلام کے بعد جو اشعار انھوں نے تصنیف کیے وہ رحمۃ اللعالمین کی جلد اول میں درج کیے جا چکے ہیں۔

وفات حسرت آیات نبوی ﷺ کے بعد اشعار میں اکثر درودوں کا اظہار کیا کرتے تھے۔

أَرَقْتُ فَبَاتَ لَيْلِي لَا يَسْرُؤُنِي وَكَيْلَ أَحْسَى الْمُصِيبَةَ فِيهِ طُؤُنِي

”میں جا رہا ہوں اور رات ختم ہی ہونے میں نہیں آتی۔ ہاں مصیبت زدہ کی رات لمبی ہی ہوا کرتی ہے۔“

فَأَسْعُدُنِي الْبُكَاءِ وَذَلِكَ فِئْسِي مَا أَصِيبَ الْمُسْلِمُونَ بِهِ قَلِيلٌ

”میں بے اختیار رو رہا ہوں اور یہ تو مصیبت کے مقابلہ میں جو مسلمانوں پر آئی بہت ہی کم ہے۔“

لَقَدْ عَظَمْتُ مُصِيبَتَنَا وَجَلَّتْ عَشِيَّةٌ فَيَلَّ قَدْ قِضَ الرَّسُولُ

”اس روز ہماری مصیبتوں کی کچھ انتہا نہ رہ گئی جب لوگ یہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ بلائے گئے۔“

① مسلم: 2950، ابوداؤد: 1905، 1906، ابن ماجہ: 3074

وَضَعَتْ أَرْضَنَا مِثْلًا عَرَاهَا تَكَادُ بِنَا جَوَانِبَهَا تَمِيلُ
 ”معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر بھونچال آ گیا ہے اور زمین و ہنس جائے گی۔“

لَقَدْ نَا الْوَحْيَ وَالنُّزِيلَ فِينَا يَرْوَحُ بِهِ وَيَغْدُو جَبْرِيْلُ
 ”جس وحی کو لے کر صبح و شام جبریل علیہ السلام ہم میں آیا کرتے تھے آج ہم اس سے محروم ہو بیٹھے۔“

وَذَاكَ أَحَقُّ مَا سَأَلْتَ عَلَيْهِ نَفُوسُ النَّاسِ أَوْ كَادَتْ يَسِيلُ
 ”یہ وہ مصیبت ہے کہ لوگوں کا مر جانا یا قریب مرگ ہو جانا بالکل ٹھیک ہے۔“

نَبِيٌّ كَانَ يَجْلُوا الشُّكَّ عَنَّا بِمَا أَوْحَى عَلَيْهِ وَمَا يَقُولُ
 ”نبی ﷺ اس شان کے ساتھ تھے کہ دل سے شک کو صاف کر دیتے تھے بھی بذر لہجہ کلام وحی اور بھی بذر لہجہ ارشادات خود۔“

وَيَهْدِينَا فَلَا نَخْشَى ضَلَالًا عَلَيْنَا وَالرَّسُولُ لَنَا دَلِيلُ
 ”وہ ہماری رہنمائی فرمایا کرتے تھے اور ہم کو بھی بھٹک جانے کا ڈر نہ ہوتا۔ کیوں کہ ہم جانتے تھے کہ اللہ کا رسول ہمارا رہنما ہے۔“

أَقَاطِمَهُ إِنْ جَزَعَتْ فَذَاكَ عُدُوٌّ وَإِنْ لَمْ تَجْزِعْ عَىٰ ذَاكَ السَّيْلُ
 ”اے قاطمہ! اگر تو روئے گی تو ہم تجھے معذور سمجھیں گے اور اگر صبر کرے گی تو بہتر ہے کیوں کہ یہی بہتر طریق ہے۔“

فَقَبْرُ أَبِيكَ مَتَيْدُ كُنِّي قَبْرُ وَفِيهِ مَتَيْدُ النَّاسِ رَسُولُ
 ”تیرے باپ کی قبر ہر ایک قبر کی سید ہے اور اس قبر میں نوع انسان کا سردار اللہ کا رسول ﷺ آسودہ ہے۔“

نبی ﷺ کو بھی ان سے بہت محبت تھی۔ ایک حدیث میں ہے:

ابوسفیان بن الحارث من شباب اهل الجنة ”ابوسفیان بہشتی جوانوں میں سے ہے۔“

یا سید فتیان اهل الجنة ”یا بہادران بہشتی کا سردار ہے۔“⁽¹⁾

أَبُو سَفْيَانَ خَيْرٌ أَهْلِي بَا مِنْ خَيْرِ أَهْلِي ”ابوسفیان میرے اہل میں اچھا ہے یا میرے اچھے اہل میں سے ہے۔“⁽²⁾

علماء کا قول ہے کہ کُلُّ الصَّيْدِ فِي جَوْفِ الْفَرَاةِ کی مثل بھی نبی ﷺ نے ان کی شان میں فرمائی تھی۔⁽³⁾ 20ھ میں وفات پائی۔ ان کے فرزند عبد اللہ اور جعفر دونوں صحابی ہیں۔ جعفر بن ابوسفیان غزوہ حنین میں بھی شامل تھے اور عہد سلطنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔

ابوطالب عم النبی ﷺ

ان کا اصلی نام عبد مناف ہے، مگر کنیت نام پر غالب آ گئی تھی۔

ان کو نبی ﷺ کے ساتھ کمال محبت تھی اور نام زبیرت (10 نبوت) یہ آنحضرت ﷺ کے ناصر و فدائی رہے۔

ان کے چار (4) بیٹے اور دو (2) بیٹیاں ہیں اور ہاشمتیہ طالب صحابی ہیں۔ طالب باپ کے بعد اور قبل از ایمان مر گیا تھا۔ اس کی

جائے وفات کا بھی پتا نہیں لگا۔⁽⁴⁾

⁽¹⁾ سیر اعلام النبلاء، 3/88، کنز العمال، 6: 33346 ⁽²⁾ کنز العمال، 33347، 33655 ⁽³⁾ فراء کے اندر سب نکارا آجاتے ہیں اردو میں مثل مشہور ہے۔ ”پانچ

کے پاؤں میں سب کا پاؤں“ استغاب، ص: 709 ⁽⁴⁾ بخاری، 4283، زہری کی روایت ہے کہ ابوطالب کا ورثہ طالب اور عقیل نے سنبھالا۔

① عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

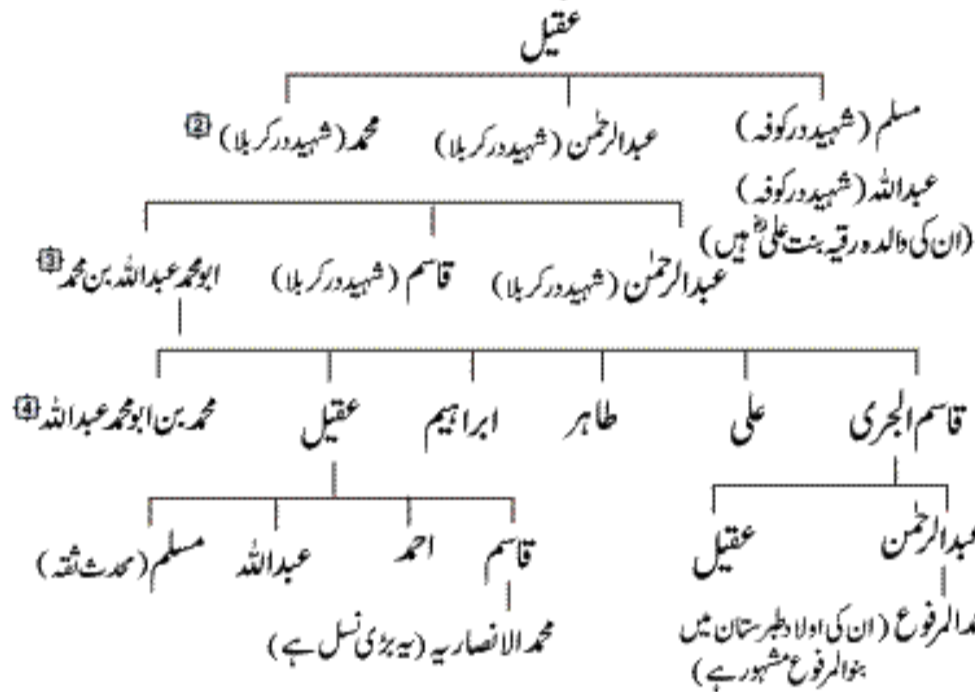
طالب سے دس (10) برس چھوٹے اور جعفر سے دس (10) برس بڑے تھے۔ جنگ بدر میں دشمنوں کی جانب تھے اور اسیر ہوئے تھے۔ صلح حدیبیہ سے پیشتر اسلام لائے اور غزوہ موتہ میں شریک ہوئے۔

عقیل واقعات اور انساب عرب کے بڑے واقف تھے۔ اس عمل میں ان کو امتیاز حاصل تھا۔ ابو یزید کنیت تھی۔ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا:

يَا ابَا يَزِيدٍ اِنِّي اُحِبُّكَ حُبِّيْنِ حُبًّا لِقَرَابَتِكَ وَ حُبًّا لِمَا كُنْتُ اَعْلَمُ مِنْ حُبِّ عَمِي اِبْنِ اَبِي النَّدْبِ ①

اے ابو یزید! میں تم سے دو گونہ محبت رکھتا ہوں: ایک تو محبت قرابت۔ دوم اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ میرے تایا کو تم سے محبت تھی۔ ان کا انتقال سلطنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہوا تھا۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جو امام حسین علیہ السلام کے نائب ہو کر کوفہ گئے تھے اور بروز شنبہ (جمعرات) 32 ذی الحجہ 59ھ کو شہید ہوئے۔ ان ہی کے فرزند ہیں۔ عقیل رضی اللہ عنہ کے دو فرزند محمد و عبدالرحمن ایک پوتا عبداللہ بن مسلم بھی کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

اولاد عقیل بن ابی طالب کا شجرہ نسب



② جعفر (طیار) رضی اللہ عنہ بن ابوطالب

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ان سے دس (10) سال بڑے قدیم الاسلام تھے۔ اول ہجرت حبشہ کی اور وہاں جملہ مہاجرین حبشہ کے سردار رہے۔ اس ملک میں ان کے ہاتھ پر خوب اشاعت اسلام ہوئی۔ اسلام پر جو تقریر انہوں نے بادشاہ حبشہ کے دربار میں فرمائی تھی وہ رحمت للعالمین جلد اول پر درج ہے۔ 7ھ میں حبشہ سے مدینہ تشریف لائے۔ نبی ﷺ نے غزوہ خیبر کو تشریف لے گئے تھے۔

① الطبقات الکبریٰ لابن سعد 4/30، اسد الغابہ 4/61۔ ② ان کے گھر میں نسیب الصغریٰ بنت علی مرتضیٰ تھیں۔ ③ امام ترمذی ان سے روایت کرتے ہیں۔ ابن حجر عسقلانی نے 140ھ میں ان کی ولادت تحریر کی ہے۔ ④ ان کی والدہ حمیدہ ہے جو مسلم بن عقیل کی بیٹی اور ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کے بھتیجی تھیں۔

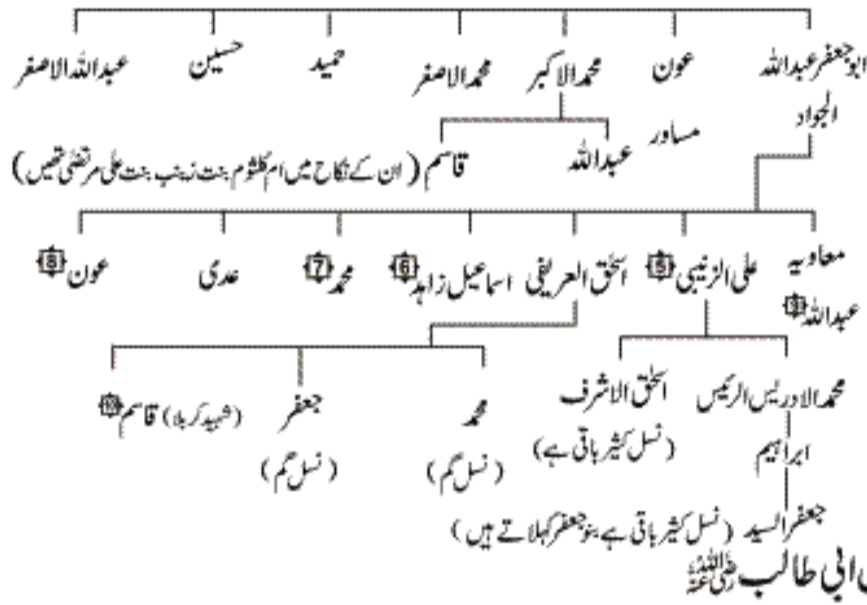
حضرت جعفرؓ بھی خیبر ہی جا ملے۔ نبی ﷺ نے فرمایا، میں نہیں کہہ سکتا کہ خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا قہوم جعفری۔^①
8ھ میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ کموار اور نیزے کے نوے (90) سے زیادہ زخم ان کے سامنے کی جانب موجود تھے۔
دونوں بازو جڑ سے کٹ گئے تھے۔^②

نبی ﷺ نے ان کی منقبت میں فرمایا: **أَشْبَهْتُ خَلْقِي وَ خَلْقِي**۔^③
جعفر تم صورت اور سیرت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔

عمر مبارک پہ وقت شہادت 41 سال تھی۔ ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ مسکین کے حق میں جعفر طیارؓ سب سے بہتر ہے اور
دو اہل صفہ کی خبر رکھا کرتے تھے اور انہیں کھلایا کرتے تھے جو کچھ بھی ان کے گھر میں ہوتا۔ کبھی کبھی وہ ہمارے پاس کپاسی لے آتے جس
میں اور کچھ نہ ہوتا۔ ہم اس میں سے علق کر جاتے۔^④ ان کے چار فرزند تھے:

(ا) عبد اللہ: یہ پہلے مولود ہیں جو مسلمانوں کے گھر جہش میں پیدا ہوئے۔ کثرت سخا و کرم سے ان کا لقب بحر الجود تھا۔ عبادت
گزار بھی حد درجہ کے تھے۔ 80ھ میں بہ عمر 90 سال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ علی مرتضیٰؓ کی دختر سیدہ زینب کبریٰؓ ان ہی
کے گھر میں تھیں۔ عدی بن عبد اللہ بن جعفر کربلا میں شہید ہوئے۔ ابن نضال بھی نے ان کو شہید کیا تھا۔
(ب) عون بن جعفر (ج) محمد بن جعفر۔ یہ دونوں لستر میں شہید ہوئے۔ اولاد جعفر کا شجرہ نسب یہ ہے:

اولاد جعفر (ع)!



⑤ سیدنا علی ابن ابی طالبؓ

اس امام ہادی اتام ابو الامیر العظام کے محاسن و فضائل کے لیے دفتر درکار ہیں۔ اگر حیات مستعار باقی ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان

① المعجم الکبیر للطبرانی: 110/2، کنز العمال: 33216، البیہقیہ والنہایہ: 72/3، مستدرک حاکم: 624/2، مجمع الزوائد: 271/9، نصب
الرایہ: 225/4، اسد الغابہ: 542/1، بخاری: 4264، 4261، 3709، برذی: 3765، مصنف عبد الرزاق: 20393، مشکئ: 8/8، اسد الغابہ: 542/1،
بخاری: 4261، بخاری: 5432، 3708، ان کی والدہ زینب دختر علی مرتضیٰ ہیں۔ ② التوئی: 145، حاکم بلجہ میں ان سے روایت ہے۔

کی سیرت پر ایک علیحدہ جلد لکھوں گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سلمان پاری رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے کہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے۔ اس وقت عمر مبارک 8 سال تھی۔ حضور ﷺ کے شاندار کارنامے شبِ ہجرت، بدر، احد، خندق، صلح حدیبیہ، خیبر و حنین کے واقعات میں نہایت مشہور ہیں۔ شجاعت اور فضلِ قضا میں بین الامم ممتاز تھے۔ سیدہ النساء، فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما کے زوج اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے والد بزرگوار تھے۔ ابوالحسن کنیت فرماتے تھے اور ابوتراب کنیت پر جو عطیہ نبی ﷺ ہے نہایت شادماں ہوتے تھے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ ماہِ ذی الحجہ 33 ھ خلیفہ ہوئے اور باندِ جمعہ 17 رمضان المبارک 40 ھ کو اشقی الناس ابنِ مہجم کے ہاتھ مسجد کوفہ میں زخمی ہو کر واصلِ بحق ہوئے۔

امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے علاوہ (دیگر ازواج سے) ان کے سولہ (16) فرزند تھے۔ زخم کہ جس پر شہادت ہوئی، کثیر بن عمر السکونی نے جو شاہانِ ایران کا طبیب خاص رہ چکا تھا بتایا کہ زخمِ دماغ تک پہنچ گیا ہے اور اب صحتِ محال ہے۔

بکر بن حماد القاہری نے ہائیکہ شہادت پر اشعار کہے ہیں:

قُلِّ لِبْنِ مَلْجَمٍ وَالْأَقْدَارِ غَابِئَةٍ هَدَمْتَ وَنَسَلْتَ لِإِسْلَامٍ أَرْكَانَا
 ”ابن مہجم سے کہنا (گو میں جانتا ہوں) کہ تقدیر سب پر غالب ہے کہ کم بخت تو نے اسلام کے ارکان کو ڈھلایا۔“
 قَسَلْتُ أَفْضَلَ مَنْ يَمْشِي عَلَى قَدَمٍ وَأَوَّلَ النَّاسِ إِسْلَامًا وَأَيْمَانًا
 ”وہ شخص جو زمین پر چلنے والوں میں سے سب سے افضل تھا اور اسلام اور ایمان میں سب سے اول۔“
 وَأَعْلَمَ النَّاسِ بِالنُّقُرِ أَنْ تُمْ بِمَا سَنَّ رَسُولُنَا شَرْعًا وَيَسَانَا
 ”اور قرآن و سنت کے جاننے میں سب سے اعلم تھا، تو نے اسے قتل کیا۔“
 صَهْرُ النَّبِيِّ وَمَوْلَاةٌ وَنَاصِرَةٌ أَصْحَبَتْ مَنَاقِبَهُ، نُورًا وَبُرْهَانًا
 ”وہ داماد نبی اور ان کا دوست و ناصر تھا جس کے مناقب کے نور اور برہان روشن ہیں۔“
 وَكَانَ مِنْهُ عَلَى رُغْمِ الْحُسُودِ لَهْ مَا كَانَتْ هَارُونَ مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ
 ”جو علی زعمِ حسود نبی ﷺ کے لیے ایسا تھا جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام۔“
 وَكَانَ فِي الْحَرْبِ سَيْفًا صَارَ مَا ذَكَرْنَا لَبًّا إِذَا لَقِيَ أَفْرَانًا
 ”جو لڑائی شمشیرِ براں اور دلیر شیر تھا جب خوب گھسان کارن پڑ جاتا ہوا۔“
 ذَكَرْتُ قَائِلَهُ وَالذَّمْعُ مُنْحَدِرًا فَقُلْتُ سُبْحَانَ رَبِّ النَّاسِ سُبْحَانَ
 ”میں اس کے قائل کا خیال کرتا ہوں اور روتا روتا کہتا ہوں اے اللہ! تو پاک ہے، تیری قدرت عجیب ہے۔“

شہید کربلا ہیں۔ ان کی والدہ جمانہ بنتِ مہتیب (ازنی فرارہ ہیں) ان کی والدہ بنتِ القاسم بن محمد بن ابوبکر ہیں۔ قاسم اور امام جعفر صادق خاندانِ زہد و عبادت ہیں۔ 125 ھ میں دعوتِ خلافت کیا گیا 129 ھ میں اسیر ہوئے۔ 133 ھ میں وفات پائی۔ نسل آئندہ نہ چلی۔

إِنِّي لَأَحْسِبُهُ مَا كَانَ مِنْ بَشَرٍ يَخْشَى الْمَعَادَ وَلَكِنْ كَانَ شَيْطَانًا

”میں تو اس کے قاتل کی بابت کہوں گا کہ وہ بشر نہیں جو قیامت سے ڈرتا ہو بلکہ وہ شیطان ہے۔“

أَشْفَى مُرَادًا إِذَا عُدْتُ قَبَائِلَهَا وَأَخْسَرَ النَّاسَ عِنْدَ اللَّهِ مُيزَانًا

”اپنے قبیلہ مراد میں سب سے زیادہ بد بخت اور میزان میں سب سے زیادہ زیاں کار۔“

كَعَاقِرِ النَّاقَةِ الْأُولَى الَّتِي جُبِلَتْ عَلَى تَمُودَ بِأَرْضِ الْحَجَرِ خُسْرَانًا

”وہ تو عاقرا ناقہ جیسا تھا جس نے صالح علیہ السلام کے ناقہ کو مارا اور قوم ثمود پر ملک حجر میں بتیسی لانے کا سبب ٹھہرا۔“

كَأَنَّهُ، لَمْ يَرَوْ قَضَاءَ بَطْرِيَّتِهِ إِلَّا لِيُضْلِيَ عَذَابَ الْخُلْدِ نِسْرَانًا

”معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وار کرنے سے اس کا مقصد یہی ہوگا کہ وہ خود جہنم کی آگ کا ایندھن بن سکے۔“

حضرات علی و جعفر و عقیل رضی اللہ عنہم کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا ہے جو اسلام لا کر ہجرت سے مشرف ہوئیں۔ مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کفن میں اپنا کرتا عطا فرمایا اور جب ان کو لحد میں اتارا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی لحد میں ان کے ساتھ لیٹ گئے فرمایا:

میں نے تمہیں اس لیے وی کہ اللہ تعالیٰ ان کو لحد جنت پہنائے اور ساتھ اس لیے لینا کہ قبر کی وحشت جاتی رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں فرمایا کرتے کہ ابوطالب کے بعد ان سے بڑھ کر میرے ساتھ چھا سلوک کرنے والا اور کوئی نہ تھا ① حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد کے متعلق مؤرخین نے چند اقوال نقل کیے ہیں:

① 18 بیٹے اور 18 بیٹیاں تھیں۔

② 19 بیٹے تھے جن میں سے 6 والد کے سامنے گزر گئے تھے۔ باقی 13 میں سے 6 کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ دنیا میں اس وقت

صرف 5 بیٹوں: امام حسن، امام حسین، محمد حنفیہ، عباس، عمر اطراف رضی اللہ عنہم کی نسل موجود ہے۔ ③

③ ذیل میں ایک نقشہ مع اسمائے زوجات درج کیا جاتا ہے۔

نمبر شمار	نام اہلیہ	بیٹے	بیٹیاں
1	سیدۃ النساء العالمین: فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا	حسن و حسین رضی اللہ عنہما ①	زینب۔ کلثوم
2	ام البنین بنت الحرام بن خالد (بنتی ہوازن)	عمر، عباس، جعفر عبید اللہ عثمان	--
3	سکلی بنت مسعود (از بنتی تمیم)	عبید اللہ۔ ابوبکر	--
4	اسماء بنت عمیس انشمیہ	عمون۔ یحییٰ	--

① اسد الغابہ 7/ 213 ② عمدة الطالب فی نسل ابی طالب ③ ایک تیسرے فرزند محمد بن کا نام کتب الاربعہ فی اسماء صحابہ میں سے ہے صرف ابوموسیٰ نے لکھا ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں، تفرد بذکرہ ابو اسحق عن ہانی بن ہانی عن علی۔

5	امامہ بنت ابوالعاص (ازبطن سیدہ زینب)	محمد - اوسط	--
6	خولہ بنت جعفر بن قیس	محمد بن حنفیہ یا محمد (اکبر)	--
7	ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی	--	ام الحسن، رملہ الکبریٰ
8	ام حبیبہ بنت ربیعہ الثعلبیہ	عمر	رقیہ
9	میثاقہ بنت امراء القیس الکلبی	--	حارثہ

دختران جواری

ام ہانی، میمونہ، زینب الصغریٰ، رملہ الصغریٰ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ ام الکرام، ام سلمہ، جمانہ، خضیہ، ام جعفر۔^①
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا ذکر اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا گیا ہے۔ اولاد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے۔

عباس بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

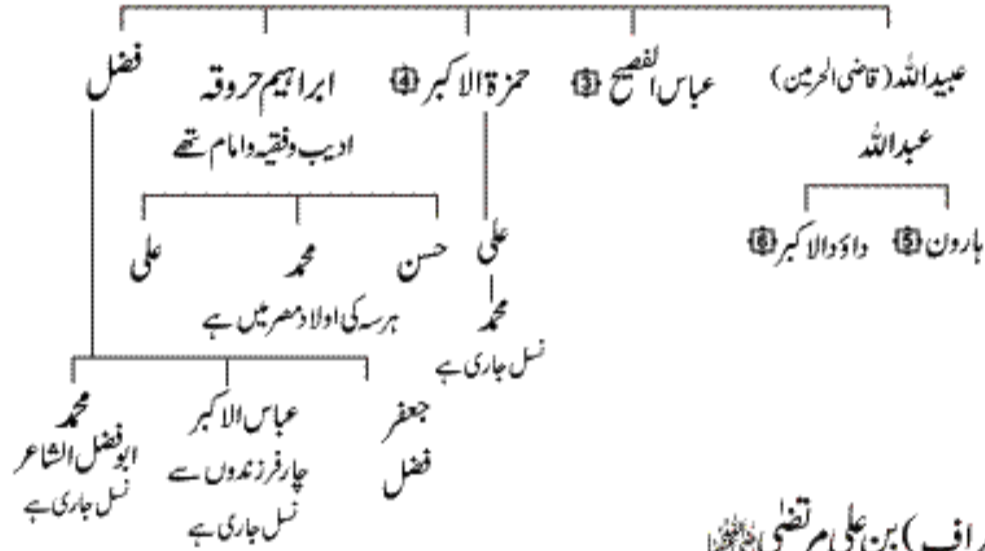
میدان کربلا میں علمبردار امام ہمام تھے۔ ان کا خطاب سقائے اہل بیت بھی ہے۔ 34 سال کی عمر میں شہید ہوئے تھے۔^②

اولاد یہ ہے:

عباس بن علی علمبردار رضی اللہ عنہ

عبداللہ

حسن



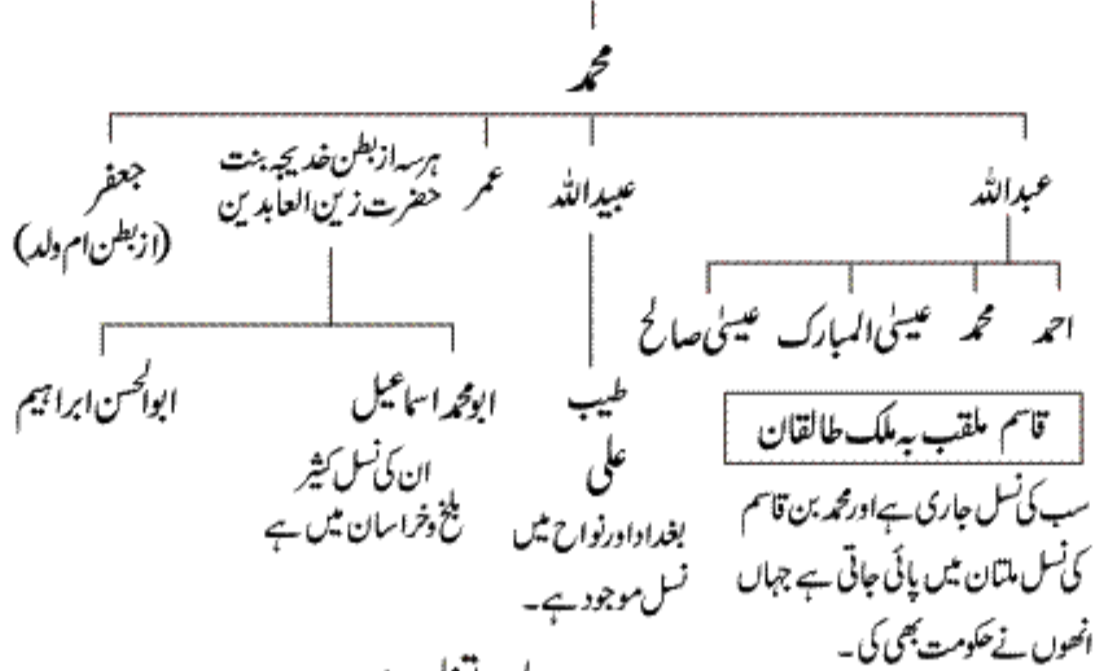
عمر (اطراف) بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

عباس علمبردار کے برادر حقیقی ہیں۔ اختلاف یہ ہے کہ ان میں سے بڑا کون تھا۔ 77 سال کی عمر میں وفات پائی۔ بعض کا بیان

① جزو اساس الکتاب الطبری و غیرہ، ص 89۔ ② قاتلون کے نام زید بن رقاد، اقیس اور حکیم بن العقیل سنہی ہیں۔

ہے کہ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مختار ثقفی کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کی نسل کا سلسلہ یہ ہے:
حضرت عباس علمبردار کے باقی تین بھائی جعفر، عبید اللہ، عثمان کربلا میں شہید ہوئے۔

عمر (اطراف)



ابو القاسم محمد بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما

ان کی والدہ خولہ ملقبہ حنفیہ قبیلہ حنفیہ بن نجیم سے ہیں۔ اس قبیلہ نے عہد صدیقی میں ارتداد کیا تھا۔ یہ جنگ میں اسیر ہو کر آئیں اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو ملیں۔ محمد بن علی 21ھ خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے اور یکم محرم 81ھ کو انتقال فرمایا۔ ان کے زہد و ریاضت اور زور و قوت کی حکایات بہت سی مشہور ہیں۔ لشکر مرتضیٰ کے علمبردار یہی ہوا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ تمہارے والد حسن و حسین کو جنگ میں نہیں بھیجے اور تم کو ہر ایک سخت کام پر مامور کرتے ہیں۔ فرمایا وہ علی رضی اللہ عنہما کی آنکھیں ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہما کا ہاتھ ہوں۔ شیعہ کے ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بعد امامت ان کو ملی۔ ایک شاخ کا اعتقاد ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہما کے بعد امامت ان کو ملی پھر ہردو کا اتفاق ہے کہ آئندہ امامت ان ہی کی نسل میں جاری ہوگی۔ مختار ثقفی جس نے قاتلان حسین سے سخت انتقام لیے، اپنے آپ کو انہی کا مختار بنایا کرتا تھا۔ ابن الحنفیہ کے غلام کا نام کیسان ہے، وہ بھی ایک فرقہ کا امام ہے کیسان یہی کا اعتقاد ہے کہ محمد بن علی

۱) شاعر اور ہارون الرشید کا مقرب تھا۔ چار بیٹوں سے نسل جاری ہے۔ بعض نام کہتے ہیں۔ صرف عبید اللہ ابن عباس الصبح کی نسل سرقد میں رہ گئی ہے۔

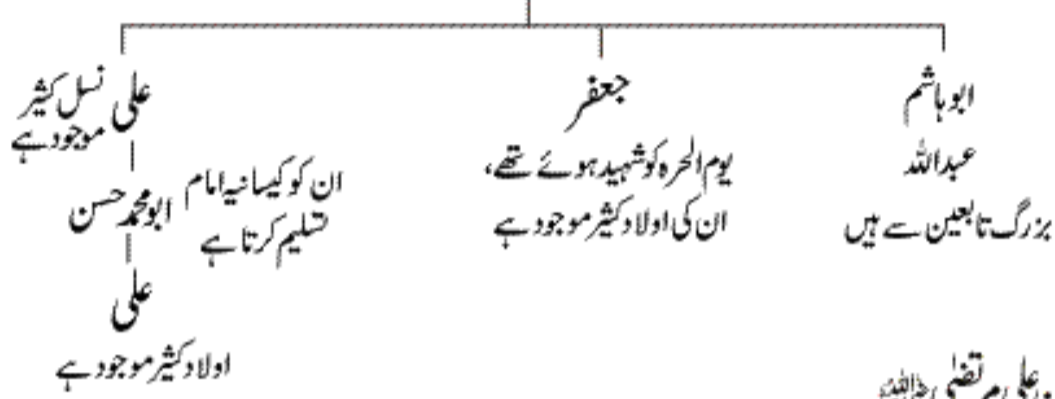
۲) ابو القاسم کہتے ہیں۔ اس کا چہرہ حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مشابہ تھا۔ ماسوں نے اسے ایک لاکھ روپیہ دیا۔

۳) اولاد وہو ہارون کے نام سے مشہور اور میاط میں پائی جاتی ہے۔ ان کی اولاد وہو ہد کے نام سے مشہور ہے اور یمن میں پائی جاتی ہے۔

مرتضیٰ کوہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ پر رہتے ہیں، شیر و پنگ انکے پہرہ دار ہیں۔ شہدا اور پانی کے چشمے ان کے متصل جوش زن ہیں۔ قرب قیامت میں مہدی کے لقب سے وہی ظہور پذیر ہوں گے۔

ابن الحنفیہ بن علی مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کی تعداد 24 ہے جن میں سے 14 نرینہ فرزند تھے۔ تین (3) سے نسل جاری ہے۔ اولاد کا شمار یہ ہے:

محمد بن علی مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ



محمد بن علی مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ

ان کی والدہ سیدہ امامہ بنت سیدہ زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کربلا میں ایک شخص قبیلہ بنی ابان بن دارم کے تیر سے شہید ہوئے۔ سلسلہ نسب گم ہے۔

ابوبکر بن علی مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ

ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ہیں۔ جنگ کربلا میں شہید ہوئے۔ بعض نے ان کی شہادت میں اختلاف بھی کیا ہے۔ سیدنا علی مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر فرزندوں عبداللہ و عمون و یحییٰ و عمر (فرزند حبیب) کے حالات نہیں ملے۔ حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو ”طلوی“ بھی کہتے ہیں۔

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا دختر ابی طالب

یہ حضرت علی مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقی بہن ہیں۔ ابو طالب کی سب اولاد طالب، عقیل، جعفر، علی، ہند، جمانہ ایک ہی والدہ فاطمہ اسدیہ سے ہیں۔

ام ہانی کا نام ہند تھا۔ بعض نے فاطمہ بھی لکھا ہے۔ ان کا نکاح ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم سے ہوا تھا۔ ام ہانی کے بطن سے ہانی، عمرو، یوسف اور جعدہ دختر پیدا ہوئے تھے۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا عام الفتح کو اسلام لائی تھیں۔ ہبیرہ نجران کو بھاگ گیا تھا۔ اس کی واپسی از نجران اور قبولیت اسلام کی کوئی روایت نہیں ملی۔

رحمۃ اللہ علیہ سعودی عرب کی مشہور بندرگاہ ”بجیع“ سے ”کوہ رضوی“ کی چوٹیاں نظر آتی ہیں۔

ہمیرہ نے اپنے فرار کے متعلق مندر یہ ذیل اشعار مکہ میں لکھ کر بھیجے تھے۔

لَعُمْرَكَ مَا وَكَيْتُ ظَهْرِي مُحَمَّدًا وَأَصْحَابَهُ جُنًّا وَلَا حَيْفَةَ الْقَتْلِ
وَلَكِنِّي قَلْبْتُ أَمْرِي فَلَمْ أَجِدْ سَيْفِي غِنَاءَ إِنْ ضَرَبْتُ وَلَا نَسْلِي
وَقَفْتُ فَلَمَّا خَفْتُ ضَيْعَةَ مَوْفِي رَجَعْتُ لِعُودِ كَالهَزْبِ إِلَى الشَّبْلِ

”کچھ بھوتوں میں نے محمد ﷺ اور اصحاب محمد ﷺ کے سامنے سے بوجہ نامردی یا خوف قتل پیٹھ نہیں دی، بلکہ میں نے دیکھا کہ میرا کام الٹ گیا اور میری تلوار، میرا نیزہ اب کچھ کام نہیں بنا سکتے۔ پہلے تو میں ٹھہرا، لیکن جب دیکھا کہ موقف بھی نکل رہا ہے تب اوٹ کر چلا آیا جیسا کہ شیر اپنے بچوں کی طرف واپس آیا کرتا ہے۔“

سیدہ جمانہ بنت ابی طالب

اولاد ابی طالب میں جمانہ بنت ابی طالب کا نام ملتا ہے، مگر ان کے حالات سے کوئی آگاہی نہیں ملتی۔ ابن اسحاق امام السیر نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے پیداوار خیر میں سے تین (3) وقت خرما جمانہ بنت ابی طالب بنت ابی طالب کے لیے مقرر فرمائے تھے۔ اس فقرہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خلعت اسلام سے مشرف تھیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ فتح خیبر تک وہ حیات تھیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ

امیر المؤمنین اور اسد اللہ ورسولہ ان کے خطابات ہیں۔ 6 نبوت میں اسلام لائے اور پھر ہمیشہ ناصر اسلام رہے۔ یہ نبی ﷺ کے برادر رضاعی بھی تھے۔ یعنی ہر دو نے ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ ابوعمارہ ابو بھلی کنیت فرمایا کرتے تھے۔ جنگ بدر میں نہایت شجاعت اور مردانگی کے کرشمے دکھائے اور جنگ احد میں دشمنوں کے بڑے بڑے بہادروں کو خاک میں ملا کر وحشی کے ہاتھ سے جس نے پتھر کے پیچھے چھپ کر بزدلانہ حملہ کیا تھا۔ شہید ہوئے۔ نبی ﷺ نے سید الشہداء کا خطاب عطا فرمایا۔ ان کی لاش پر کھڑے ہو کر نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔

رَحِمَكَ اللَّهُ أَيَّ عَمٍّ فَلَقَدْ كُنْتُ وَصُولًا لِلرَّحِمِ فَعُولًا لِلْخَيْرَاتِ۔ (1)

”چچا، اللہ تم پر رحم کرے، تم قرابت کا حق خوب ادا کرنے والے اور بکثرت نیکی کرنے والے تھے۔“

دشمنوں نے ان کا جگر نکالا، کان کاٹے، چہرہ بگاڑا، پیٹ چاک کر ڈالا تھا۔ نبی ﷺ لاش کی حالت دیکھ کر اس قدر غمزدہ اور اندوگین ہوئے تھے کہ اتنا رنج آپ ﷺ نے کبھی بھی نہ فرمایا تھا۔

کعب بن شرف یا عبداللہ بن رواحہ نے اس شہادت پر مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے:

بَكَتْ عَيْنِي وَحَقُّ بَهَا بَكَاءٌ وَمَا يَعْصِي الْبِكَاءَ وَلَا الْعَوِيلَ

”میری آنکھ روتی ہے، یہ رونا ٹھیک بھی ہے۔ گو رونے اور چلانے کا نتیجہ کچھ بھی نہیں۔“

عَلَى اسدِ الْإِلَهِ غُدَاةٌ قَالُوا لِحِمْزَةِ ذَاكُمِ الرَّجُلِ الْقَتِيلِ

”رونا اس شیر خدا پر ہے جب یہ آواز نکلی! کہ حمزہ مرے پڑے ہیں۔“

(1) ابوداؤد: 3136، ترمذی: 1016، احمد: 128/3، کنز العمال: 30034، تاجی: 10/4، مستدرک حاکم: 1/365، اسد الغابہ: 2/69

اصيب المسلمون به جميعا هناك وقد اصيب به الرسول

”سب ہی مسلمانوں نے ان کے واقعہ کو مصیبت سمجھا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی۔“

ابايعلى لك الاركان هدت وانت الماجد البر والوصول

”ابو یعلیٰ حمزہ کو مر گئے مگر شک نہیں بڑی ہی عزت والے اور لوگوں سے بھلائی کرنے والے اور قرابتیوں سے احسان کرنے والے تھے۔“

عَلَيْكَ سَلَامٌ رَبِّكَ فِي جَنَّاتٍ يَخَالطُهَا نَعِيمٌ لَا يَزُولُ

”حمزہ پر اللہ کی سلامتی ہو وہ ان بہشتوں میں ہیں جہاں نعمتوں کو زوال نہیں۔“

أَلَا يَا هَاسِئِمَ الْأَحْيَارِ صَبْرًا فَكُلُّ قَعَالِكُمْ حَسَنٌ جَمِيلٌ

”آل ہاشم کے سرداروں سے عرض ہے کہ صبر کریں ان کے کام تو سبھی اچھے ہوا کرتے ہیں۔“

رَسُولُ اللَّهِ مُصْطَفَى كَرِيمٌ بِأَمْرِ اللَّهِ يَنْطِقُ إِذْ يَقُولُ،

”برگزیدہ رسول اللہ، سراپا صبر ہیں۔ وہ جب بھی بولتے ہیں تو حکم ربانی سے بولتے ہیں۔“

أَلَا مَنْ مَبْلَغَ عَنِّي لَوْ بَا فَبَعْدَ الْيَوْمِ ذَائِمَةٌ تَدُولُ

”کوئی ہے جو قریش سے جا کر کہہ دے کہ آج سے تمہارا زمانہ ہمیشہ کے لیے گیا“

وَقَبْلَ الْيَوْمِ مَا عَرَفُوا ذَاقُوا وَقَسَائِعُنَا بِهَا يَشْقَى الْخَلِيلُ

”ہاں آج سے پہلے ہم نے تم کو وہ مزے چکھائے ہیں جن کو سن کر دوست کو اطمینان ہو جاتا ہے۔“

نَسِيْتُمْ حُرَّتَنَا بِقَلْبِ الْبُنْدِ غَدَاةَ آتَاكُمْ الْمَوْتُ الْعَجِيلُ

”وہ بدر کا کنواں، وہ مار، وہ ناگہانی موت، تم آج بھول گئے۔“

غَدَاةَ ثَوِي أَبُو جَهْلٍ صَرِيْعًا عَلَيْهِ الطَّيْرُ حَائِمَةٌ تَجُولُ

”جب ابو جہل چاروں شانے چت گر پڑا تھا۔ گدھ اس کی بوٹیاں نوچ رہے تھے۔“

وَعَتْبَةٌ وَابْنُهُ خَيْرًا جَمِيْعًا وَشِيْبَةٌ عَضُّهُ السِّيفُ الصَّقِيلُ،

”اسی طرح عتبہ بھی اس کا بیٹا بھی۔ اس طرح شیبہ بھی تلوار نے ان کی ٹکا بوٹی کر دی تھی۔“

ان کے دو فرزند تھے۔ عمارہ اور یعلیٰ۔ عمارہ کا فرزند حمزہ ہوا اور یعلیٰ کے پانچ فرزند ہوئے، مگر پھر ان کی نسل آگے نہ چلی۔ دو

لڑکیاں تھیں: ام الفضل اور امامہ۔ ام الفضل دختر حمزہ سے ایک حدیث عبد اللہ بن شداد نے روایت کی ہے، وہ فرماتی ہیں، ہمارا ایک آزاد کردہ غلام مر گیا تھا۔ اس کی ایک بیٹی، ایک بہن تھی۔ نبی ﷺ نے دونوں کو نصف نصف ورثہ دیا تھا۔

امامہ وہی ہے جن کے حق حصانت کی بابت حضرت زید بن علیؓ اور جعفر طیارؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ نے نبی ﷺ کے حضور میں اپنے اپنے دلائل پیش کیے تھے۔

حضرت زید بن علیؓ کہتے تھے، حمزہؓ مواخات میں میرے بھائی تھے۔ اس لیے لڑکی پر ورثہ کے لیے مجھے ملنی چاہیے۔ حضرت علی بن علیؓ کہتے تھے یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس نے مدینہ تک ہودج فاطمہؓ میں سفر کیا ہے۔ حضرت جعفر طیارؓ کہتے تھے، یہ

میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔

نبی ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ فرمایا تھا۔ [1] یہ واقعہ 6ھ کا ہے اور صحاح میں تفصیل سے مذکور ہے۔ امام ربیع رضی اللہ عنہ کا نکاح ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند سلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔

ابولہب بن عبدالمطلب

نبی ﷺ سے توحید کی وجہ سے عداوت رکھتا تھا۔ جب نبی ﷺ بازاروں میں وعظ فرمایا کرتے، تب ابولہب قریب ہی کھڑے ہو کر چلایا کرتا، لوگو! اس کی زندگی سنو، دیوانہ ہے۔

ابولہب جنگ بدر سے 8 دن بعد طاعون سے ہلاک ہوا۔ تین دن تک اس کا جشہ مڑتا رہا، لیکن جب سرائیڈھ سے سارا محلہ تکلیف پانے لگا تب اس کے اقارب نے اس کی لاش کو لمبی لمبی بیلیوں سے چار پائی سے نیچے گرا دیا اور دیوار کے اوپر چڑھ کر اتنے پتھر اس ناپاک جشہ پر پھینکے کہ وہ پتھروں کے ڈھیر میں چھپ گیا۔ اَلنَّاسُ وَالْحِجَارَةُ دونوں کا لقمہ ایک ہی وقت میں آگ کو مل گیا۔

اس کے چار بیٹے تھے، دو (2) بہ حالت کفر بری طرح تباہ ہوئے اور دو (2) عقبہ اور معقب رضی اللہ عنہما عام الفتح کو مسلمان ہو کر جنگ حنین میں ہمراہ نبوی ﷺ حاضر ہوئے۔ اس جنگ میں معقب رضی اللہ عنہ کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ دونوں بھائی مکہ ہی میں رہے۔

درہ رضی اللہ عنہ بنت ابی لہب بھی مسلمان ہوئی۔ یہ حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے نکاح میں آئی۔ عقبہ، ولید اور ابو مسلم درہ رضی اللہ عنہا ہی کے لطن سے ہیں۔ درہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث رسول ﷺ سے روایت کی ہے۔

إِنَّهُ، سُنِئِلَ آتَى النَّاسِ خَيْرًا فَقَالَ اتَّقَاهُمْ اللَّهُ وَآمِرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَأَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَوْصَلَهُمْ لِرَوْحِهِمْ۔ [2]

لوگوں میں بہتر کون ہے؟ نبی ﷺ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا جسے اللہ کا تقویٰ زیادہ ہو، جو لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کرتا اور برے کاموں سے روکتا اور قرابت مندوں سے سلوک کرتا ہو۔

یہ حدیث بھی درہ رضی اللہ عنہا بنت ابی لہب سے مروی ہے:

لَا يُؤْذِي حَتَّى بَمَيِّتٍ "کسی مردہ کے افعال کے بدلے کسی زندہ کو اذیت نہیں دی جاسکتی۔"

عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب عم النبی ﷺ

نبی ﷺ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ ان کی والدہ کا نام تیلہ بنت خیباب تھا۔ یہ پہلی عربی خاتون تھیں جنہوں نے "بیت الحرام" کو حریر اور دیباچ کا لباس پہنایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جاہلیت میں بھی رکیس قریش تھے۔ عمارۃ المسجد الحرام اور سقاہ ان ہی سے متعلق تھی۔ سقاہ کے معنی تو مشہور ہی ہیں (پیاؤ لگوانا) مگر عمارت سے مطلب یہ ہے کہ بیت الحرام کے اندر کسی شخص کو گالی گفتار نہ ہونے دیتے تھے اور کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر بیہودہ بات زبان پر نہیں لاسکتا تھا۔ [3]

جنگ بدر میں یہ قریش کی جانب تھے اور پکڑے گئے تھے، ان کی مشک بندی زور سے کس دی گئی تھی جس کی تکلیف کی وجہ سے وہ

[1] بخاری: 2699، مسلم: 1783، ترمذی: 1904، بیہقی: 8/5، اسد الغابہ: 19/7

[2] مسند احمد: 26887-26888، [3] الاستیعاب، اسد الغابہ: 163/3

ہائے کرتے تھے۔ یہ آواز نبی ﷺ کے صبح مبارک تک آتی تھی اور آپ ادھر سے ادھر کر وٹیں بدلتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے۔ فرمایا عباس کے کراہنے سے مجھے نیند نہیں آتی۔ تھوڑی دیر ہو چکی تو یہ آواز حضور ﷺ نے نہ سنی۔ فرمایا عباس کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے ان کی منگ بندی کھول دی ہے۔ فرمایا جاؤ سب اسیروں کے ساتھ بھی برتاؤ کرو۔^[۱]

تجارج بن علاط کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما قدیم الاسلام تھے، لیکن انھوں نے اپنا اسلام چھپا رکھا تھا اور حکم نبوی ﷺ سے مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اخبار کفار حضور ﷺ تک پہنچا کرتے اور غریب مسلمانان مکہ کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ اظہار اسلام کے بعد حنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں شامل ہوئے۔

اظہار اسلام سے پیشتر بیعت عقبہ ثانیہ میں نبی ﷺ کی معیت میں حاضر تھے۔ بدر میں عقیل اور نوفل برادرزادوں اور حارث برادر خورد کا فدیہ انھوں نے خود ادا کیا تھا۔ جنگ حنین میں حضرت عباس رضی اللہ عنہما برابر متزیم رکاب نبوی ﷺ رہے۔ اسلام کے بعد نبی ﷺ ان کی نہایت حرمت و عزت فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے: ہذا عمی و صوابی "یہ میرے تایا ہیں اور میرے باپ کے برابر ہیں۔"^[۲]

حضرت عباس رضی اللہ عنہما جو اود معطم، اہل قرابت سے سلوک کرنے والے، صاحب رائے و تدبیر اور صاحب دعائے مستجاب تھے۔ انھوں نے 12 رجب (یا رمضان) 22ھ میں ہجر 88 سال وفات پائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ ادا کی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

ان کے فرزند یہ ہیں:

فضل، عبداللہ، سعید اللہ، معبد، گم۔ عبدالرحمن (ام حبیب دختر) یہ سب تو ام الفضل کے لطن سے ہیں اور عون بن عباس ایک دوسری ماں سے اور تمام و کثیر ایک اور ماں سے ہیں اور حارث ایک اور ماں سے تھے۔

① فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سب سے بڑے ہیں۔ باپ کی کنیت ابو الفضل اور ان کی ماں (لبابہ الصغریٰ) کی کنیت ام الفضل انہی کے نام پر ہے۔ یہ غزوہ حنین میں شریک اور حجۃ الوداع میں حاضر ہوئے اور غسل نبوی ﷺ میں شامل تھے اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر پانی ڈالتے تھے۔ خلافت صدیقی 13ھ یا فاروقی 18ھ میں شہید ہوئے۔ ایک لڑکی ام کلثوم باقی چھوڑی۔ اس کا نکاح اول امام حسن رضی اللہ عنہما کے ساتھ پھر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہوا تھا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے ان سے روایت کی ہے۔

② عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے فرزندوں میں سے سب سے زیادہ مشہور، حرامت اور ربی امت کے لقب سے ملقب ہیں۔ 68ھ میں ستر (70) سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی۔

نبی ﷺ نے فرمایا تھا: اَللّٰهُمَّ عَلِّمَهُ الْحِكْمَةَ وَ تَاوِيلُ الْقُرْآنِ اِیْکَ حَدِیْثُ ③ میں الفاظ دعائے نبوی ﷺ یہ ہیں: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِ وَاَنْشُرْ مِنْهُ وَاَجْعَلْهُ مِنْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ۔

① اسدالغابہ: 3/164 ② بخاری: 1468، مسلم: 983، ابوداؤد: 1623، نسائی: 2465، ابن خزیمہ: 2329، ترمذی: 3770

③ بخاری: 756، ابن ماجہ: 166، ترمذی: 3833، نسائی: 8178

سروق ہونے کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر میں کہتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ حسین ہیں۔ گفتگو سن کر یقین ہوتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ فصیح ہیں اور ان کی روایات سن کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے بڑھ کر عالم ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو حاکم بصرہ مقرر کیا تھا۔ جنگ جمل و صفین و نہروان میں یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مع اپنے فرزندوں حسن و حسین اور محمد کے حاضر رہے تھے۔ آخر عمر میں ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ اس پر ان کے اشعار یہ ہیں:

أَنْ يَأْخُذَ اللَّهُ مِنْ عَيْنِي نُورَهُمَا
فَيْسِي لِسَانِي وَقَلْبِي مِنْهُمَا نُورٌ
فَلَيْسِي زَكَاةً وَعَفْلِي ذِي دَخِيلٍ
وَفِي فَمِي صَارِمٌ كَالسَيْفِ مَاتُورٌ

علوم و شعر و انساب اور ایام عرب اور وقائع عرب اور علم حدیث و فقہ و تفسیر میں امام تھے۔ خلفاء عباسیہ انہی کی اولاد ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ڈیڑھ ہزار (1500) سے کچھ زائد احادیث روایت کی ہے۔ خلفائے بغداد جن کی حکومت 122ھ سے 650ھ تک رہی، انہی کی نسل سے تھے۔

عالی جناب والا دو مان نواب صاحب بہاول پور اسی شاخ عالی سے ہیں۔

۱۳) عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ اپنے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ایک سال چھوٹے تھے۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکم سے امیر الحاج بھی بنے رہے۔ 58ھ میں وفات پائی۔ اجداد الناس مشہور تھے۔

۱۴) معبد، عبد نبوی رضی اللہ عنہما میں پیدا ہوئے اور 35ھ میں بعد خلافت عثمان غنی رضی اللہ عنہما ملک افریقہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان سے کوئی حدیث مروی نہیں۔

۱۵) حکم بن عباس عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں عبید اللہ اور حکم کھیل رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے۔ مجھے آگے اور حکم کو اپنے پیچھے سوار کر لیا اور ہمارے لیے دعا بھی فرمائی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے عہد خلافت میں حاکم مکہ کر دیا تھا اور شہادت مرتضوی رضی اللہ عنہما تک یہ اسی جگہ مامور رہے۔ حکم سعید بن عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے ساتھ سمرقند کے جہاد کو گئے تھے۔ وہیں شہید ہو گئے۔

ایک شاعر ان کی مدح میں لکھتا ہے:

كَمْ صَارِحٌ بِكَ مَكْرُوبٌ وَمَارِحَةٌ
يَدْعُوكَ بِأَقْنَمِ الْخَيْرَاتِ يَا قَنَمُ

ترجمہ: بہت سے مصیبت زدہ مرد اور عورتیں حکم بن علی کو پکارتے ہیں۔

سب سے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی الگ ہوئے تھے یعنی لحد مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لٹانے کے بعد سب سے آخر میں یہی باہر نکلے تھے۔

۱۶) کثیر، وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند ماہ پیشتر دس (10)ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ فقیہ ذکی و فاضل تھے، ان کی ماں رومیہ (پورچین) تھیں۔

۱۷) تمام، کثیر کے ماورزا و بھائی، اولاد عباس میں سب سے چھوٹے ہیں، بڑے بہادر حملہ آور تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے حاکم مدینہ بھی رہے، ان کی اولاد باقی ہے۔

عبدالرحمن، عہد نبوی ﷺ میں پیدا ہوئے اور اپنے بھائی معبد کے ساتھ افریقہ میں شہید ہوئے۔

۹) ام حبیب، دختر عباس رضی اللہ عنہما کا نکاح اسود بن سفیان عبدالاسد مخزومی سے ہوا تھا۔ سفیان ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا حقیقی برادر ہے۔

زبیر رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ

آن حضرت ﷺ 24 سال کے تھے، جب ان کا انتقال ہوا۔ ۱۰) حلف الفضول ۱۱) کے قیام میں انہوں نے بہت سعی کی تھی، اس سے ان کی نیکی اور رحم دلی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ زبیر رضی اللہ عنہ شاعر فصیح البیان تھے۔ اپنے والد کے وصی تھے۔ ۱۲) ان کا ایک فرزند عبداللہ اور دو لڑکیاں: صبا اور ام حکیم صحابی ہیں۔ ۱۳)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ

جنگ اجنادین ۱۴) میں جو بعد خلافت صدیق ہوئی، شہید ہوئے تھے۔ ان کی لاش کے گرد دشمنوں کی لاشوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا، جس سے واضح تھا کہ کسی شجاعت کے بعد انہوں نے جان بچاں آفریں کر دی تھی۔ نبی ﷺ ان کو (ابن عی وجی) ”میرے چچا کا بیٹا اور میرا پیارا فرمایا کرتے تھے۔“ ۱۵)

عمات النبی ﷺ

۱) ام حکیم بیضاء رضی اللہ عنہا عمتہ النبی ﷺ

حضرت عبداللہ والی طالب و زبیر کی حقیقی بہن ہیں۔

ان کا نکاح کزیر بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن مناف سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند کا نام عامر تھا جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ ان کا بیٹا عبداللہ بن عامر بھی صحابی ہے، جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے والی خراسان بنایا تھا۔ ام حکیم کی دختر اردی ہیں، جو عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ ۱۶)

۲) امیمہ رضی اللہ عنہا عمتہ النبی ﷺ

ان کا نکاح جمش بن رباب سے ہوا تھا۔ ام المؤمنین زینب اور ام حبیبہ اور حمزہ دختر ان اور عبداللہ بن جمش ان کے پسر ہیں۔ ام حبیبہ اہلیہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں۔

حمزہ کا پہلا نکاح مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے، دوسرا نکاح حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اس نکاح سے محمد اور عمران دو فرزند ہوئے، جو اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں۔

عبداللہ بن جمش یوم احد کو شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدفون ہوئے۔

۱) انسان اصیون جلد اول ص 135 ۲) حلف الفضول دیکھو کتاب رجزہ للعالمین جلد اول ۳) طبقات کبیر جلد اول ۴) الاستیعاب۔

۵) زرقانی والاستیعاب ۶) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ 3/241 ۷) زرقانی والاستیعاب

③ عائکہ رضی اللہ عنہا عمتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انہوں نے جنگ بدر سے چند یوم پہلے ایک خواب دیکھا تھا، کافروں نے یہ خواب سنا تو خوب ہنسی اڑائی کہ اب تو ہاشم کی لڑکیاں بھی نبوت کرنے لگیں، لیکن نتیجہ وہی نکلا جیسا کہ خواب میں ان کو دکھایا گیا تھا۔ خواب یہ تھا کہ ایک سوار ہے اس نے کوہ "ابونیس" سے ایک پتھر اٹھایا اور رکن کعبہ پر کھینچ مارا ہے۔ اس پتھر کے ذرہ ذرہ ریزے ہو گئے ہیں۔ ہر ایک ریزہ قریش کے ہر ایک گھر میں جا پہنچا ہے۔ البتہ ہوز ہرہ بچے رہے۔ ① عائکہ بمعنی طاہرہ ہے۔

④ صفیہ رضی اللہ عنہا عمتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ ان کا پہلا نکاح حارث بن حرب بن امیہ سے ہوا تھا۔ وہ مر گیا تو نکاح ثانی عوام بن خویلد بن اسد سے ہوا۔ عوام حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے برادر حقیقی تھے۔ اس نکاح سے حضرت زبیر پیدا ہوئے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ② یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپیرے بھائی ہیں۔

سائب بن العوام رضی اللہ عنہ بھی ان کے فرزند ہیں، جو غزوات بدر و خندق میں اپنی شجاعت دکھا چکے اور جنگ یمامہ میں شہداء نما ہوئے تھے۔ صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ انہوں نے جنگ خندق میں ایک یہودی کو قتل بھی کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا۔

انہوں نے اپنی قوت ایمانیہ کے کمال کا ثبوت جنگ احد میں دیا تھا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے بھائی کو خاک و خون میں دیکھا۔ ان کی لاش کو بے حرمت شدہ پایا۔ پھر بھی ندروئیں، نہ چلائیں، بلکہ دعا کر کے چلی آئیں۔

⑤ برہ رضی اللہ عنہا عمتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ان کا نکاح عبدالاسد بن بلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم القرشی سے ہوا تھا۔ ابوسلمہ عبداللہ ان ہی کے فرزند ہیں، جو ام المومنین سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اول ہیں۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا شمار اسلام میں داخل ہونے والوں میں گیارہواں (11) ہے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا حال ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے احوال میں ہے۔

⑥ ارویٰ رضی اللہ عنہا عمتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کی حقیقی بہن ہیں۔ امین سعد رضی اللہ عنہ اور امین القیم رضی اللہ عنہ نے ان کے اسلام کی تصدیق کی ہے اور واقدی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ جب ان کے فرزند طلیب نے ماں کو اپنے اسلام کی خبر سنائی تو اردوئی خاتون نے کہا:

إِنَّ أَحَقَّ مَنْ وَارَزَتْ وَ عَصَدَتْ ابْنَ خَالِكَ لَوْ كُنَّا نَقْدِرُ عَلَى مَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ الرَّجَالُ لَمَنْعَاهُ وَ ذَبْنَاهُ عَنْهُ ①

”تیرے لیے تیرے ماموں کا بیٹا سب سے بڑھ کر خدمت اور مدد کا حق دار ہے۔ اللہ کی قسم! اگر ہم عورتوں کو مردوں

① ۱۱ شیعاب ص: 723۔ ہوز ہرہ جنگ بدر میں شامل نہ ہوئے تھے۔ ② وہ دس (10) جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں خطیب رضی اللہ عنہم نے دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ ③ طبقات ابن سعد

جیسی طاقت ہوتی تو ہم اس کا بچاؤ کیا کرتیں اور اس کے دشمنوں کا جواب دیا کرتیں۔“

ارویٰ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی وفات پر مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے:

آلَا يَأْسُؤْنَ سَوْلَ اللَّهِ كُنْتَ رَجَائِنَا
وَكُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَكْ جَافِيَا
كَمَا نَعْلِي قَلْبِي لَذِكْرٍ مُحَمَّدٍ
وَمَا جَمَعْتَ مِنَ النَّبِيِّ الْمُحَاوِيَا ①

ارویٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح عمیر بن وہیب بن عبد بن قصی سے ہوا تھا۔ ان کے فرزند طلیب رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام تھے۔ ان کا شمار مہاجرین اول میں ہوتا ہے۔ انھوں نے ہجرت حبشہ کی اور پھر ہجرت مدینہ۔ بعض کے نزدیک طلیب رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنھوں نے راحق میں خون بہایا (بعض کے نزدیک سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں) جنگ بدر میں حاضر ہوئے۔ واقعہ اجنادین میں شہید ہوئے۔ اولاد نہیں چھوڑی۔

سردار عبد اللہ والد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

باپ کے لاڈلے فرزند تھے۔ عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے دس (10) فرزند عطا فرمائے گا تو وہ ایک کو تقرب الہی کے لیے ذبح کرے گا۔

جب عبدالمطلب کے گھر دس (10) فرزند پیدا ہو چکے، تب انھوں نے اپنی منت کو پورا کرنے کا ارادہ کیا۔ قرعہ ڈالا گیا تو عبد اللہ کے نام نکلا۔ عبد اللہ نے باپ کی خوشنودی اور مرضاۃ الہی کے لیے قربان ہونا قبول کر لیا، لیکن ابوطالب نے اپنے برادر شقیق کے لیے مزاحمت کی اور اشعار ذیل میں اپنا مدعا باپ سے بیان کیا:

كَلَّا وَرَبِّ الْبَيْتِ ذِي الْاَنْصَابِ
مَا ذَبَحَ عَبْدُ اللَّهِ بِالْاَنْصَابِ
يَا شَيْبَ اَنْ الرِّيحِ ذُو عَقَابِ
اَنْ لَنَا جِرَهٌ فِى الْخَطَابِ

احوال صدق کا سود الغاب ②

حضرت عبد اللہ کے نخیال بھی اس مزاحمت میں شریک ہو گئے۔ مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم نے کہا:

يَا عَجَبًا مِنْ فِعْلِ عَبْدِ الْمُطَلِّبِ
وَذُبْحِهِ اِنَّا كَجَمْعِ الْمَالِ الْذَّهَبِ
كَلَّا وَبَيْتُ اللَّهِ مَسْتُوْرُ الْحَجَبِ
مَا ذَبَحَ عَبْدُ اللَّهِ فِينَا بِاللَّيْبِ ③

آخر فیصلہ ہوا کہ ایک مشہور کاہنہ جو کچھ کہہ دے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ کاہنہ نے کہا کہ قرعہ اونٹوں پر ڈالنا چاہیے اور جب عبد اللہ کو چھوڑ کر اونٹوں کا قرعہ نکلے اسے اونٹ قربان کر دینے چاہئیں۔

قرعہ کا آغاز دس (10) اونٹوں سے کیا گیا۔ پھر بیس، چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر، اسی، نوے تک بڑھاتے گئے۔ ہر دفعہ عبد اللہ کا نام نکلا، لیکن جب اونٹوں کی تعداد ایک سو (100) کر دی گئی، تب قرعہ اونٹوں کا نکل آیا اور عبدالمطلب نے بیٹے کا فد یہ اپنی منت کے بدلے میں سو (100) اونٹ قربان کر دیے۔

اس میں شک نہیں کہ انسانی قربانی ایک وحشیانہ رسم ہے لیکن یہ رسم اس زمانہ تک ہر ایک ملک میں پائی جاتی تھی اور ہند، یونان، مصر و ایران چین و افریقہ کے ممالک میں برابر جاری تھی۔ ④

① سیرت، مولوی کرامت علی ② سیرت، مولوی کرامت علی ③ سیرت، مولوی کرامت علی ④ نیپال اور برہما کی وحشی اقوام میں اب تک جاری ہے۔ اندرون افریقہ میں بھی غالباً موجود ہے۔

عبدالطلب کے اس فعل میں اگر کوئی ندرت ہے تو یہ ہے کہ اس نے یہ منت خاص اللہ عزوجل کے لیے مانی تھی۔ کسی دیوتا یا بت کے لیے نہیں جیسا کہ اس رسم کے پابند لوگ کلیتاً غیر اللہ ہی کے لیے کیا کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ سردار عبدالطلب کے دل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اجراع کا شوق پیدا ہوا ہو اور اس شوق میں مامور و غیر مامور کے فرق کو نہ سمجھ کر انھوں نے یہ باور کر لیا ہو کہ ہر ایک باپ کو قربانی فرزند کا حق حاصل ہے۔

اللہ عزوجل نے احسان فرمایا کہ عبدالطلب کو بھی ایسے نذر سے سرفرو کیا اور عبداللہ کو بھی بچالیا۔ اس واقعہ سے پیشتر عرب میں انسانی دیت (خون بہا) کے لیے دس (10) اونٹ مقرر تھے، لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار عام طور پر سو (100) اونٹ ہو گئی، گویا عبدالطلب کے خلوص اور سردار عبداللہ کی اطاعت پوری کا یہ نتیجہ نکلا کہ سارے ملک میں انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی اور یہ ظاہر ہے کہ دیت کی مقدار میں وہ چند ترقی ہو جانے سے واردات قتل کے شمار میں ضرور نمایاں کمی ہو گئی اور اس طرح یہ واقعہ تمام ملک اور بنی نوع انسان کے لیے یمن و برکت کا موجب بن گیا۔

بے شک جس گرامی سردار کے فرزند کو رحمۃ اللعالمین بنا تھا، اس کے آباء کرام کا بھی بنو نوع انسان کے لیے ایسا ہی محسن ہونا ضروری تھا۔ سردار عبداللہ کی عفت نفس کا ایک واقعہ ابو نعیم و خرابلی و ابن عساکر رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ غاطمہ بنت مر العشعیمہ نے ان سے اظہار محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے سو (100) اونٹوں کا عطیہ بھی ان کو دینا چاہا، لیکن انھوں نے اس درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھ کر سنایا

أَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُونَهُ، وَالْحِلُّ لَأَحِلِّ فَاسْتَبِينَ،

فَكَيْفَ إِلَىٰ إِلَّا الْإِدْنَىٰ تَبْعِيْنَهُ، يَحْيَىٰ الْكُفْرِيْمُ عِرْضَهُ، وَدَيْتَهُ ۝۱۱

”فصل حرام کے ارتکاب کرنے سے تو مر جانا ہی اچھا ہے۔ حلال کو بے شک میں پسند کرتا ہوں مگر اس لیے اعلان

ضروری ہے کہ تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہو مگر شریف آدمی کو لازمی ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔“

سردار عبداللہ کا نکاح سیدہ آمنہ سے ہوا تھا۔ اس نکاح کے بعد وہ ملک شام کو تجارت کے لیے چلے گئے تھے اور واپسی کے وقت مدینے میں اس لیے ٹھہرے تھے کہ اپنے باپ کے حکم کے موافق وہاں سے کھجوروں کا سودا کریں، وہیں بیمار ہوئے اور عالم آخرت کو سدھار گئے۔

نبی ﷺ کے والدین کے اسماء پر نظر کرو، اس زمانہ کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے ہر ایک مؤرخ تعجب کرے گا کہ ایسے پاک نام کیوں کر رکھے گئے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بھی ارباب نبوت تھا جس بچے کو باپ کے خون سے عبودیت اٹھی اور ماں کے دودھ سے امن عامہ کی گھٹی ملی ہو کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے کہ وہ محمود ال افعال حمید الصفات ہو اور تمام دنیا کی زبان سے محمد کہلائے، ﷺ۔

سردار عبداللہ کا انتقال 25 سال کی عمر میں ہوا تھا۔ جب نبی ﷺ ہنوز شکم مادر ہی میں تھے۔

سیدہ آمنہ

نبی کریم ﷺ کی والدہ ہیں۔ ان کے والد بنو زہرہ کے سردار، قریش میں نہایت محترم تھے۔ سیدہ آمنہ نے اپنے چچا و بیب

کی حسانت میں پرورش پائی تھی۔ وہیب بھی اپنے بھائی کی قوم کا سید اور مطاع تھا۔

آبا نھا	امہاتھا	
وہب	زہ	اب: عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار بن قصی سلسلہ نمبر 5 آباء نبوی ﷺ ام: ام حبیب بنت اسد بن عبدالعزی بن قصی
عبدمناف	قیلہ	اب: وخیر بن غالب بن حارث (من خزاعہ) ام: سلمیٰ بنت لوی بن غالب سلسلہ نمبر 10 آباء نبوی ﷺ
زہرہ	جمل	اب: مالک بن قصیہ بن سعد بن طلح (من خزاعہ) ام:
کلاب	فاطمہ	اب: سعد بن سہیل (من الازد) ام: ظریفہ بنت قیس

اس سلسلہ سے واضح ہوگا کہ زہرہ اور قصی بن کلاب دونوں برادر شقیق تھے۔

سیدہ آمنہ نکاح کے پہلے ہی ہفتہ میں امانت واری نور نبوی (محمدی) بن گئی تھیں، ان کا بیان ہے کہ مجھے بوڑھی عورتوں نے کہا کہ حمل کے دنوں میں کچھ لوہا گردن میں لٹکا لو اور کچھ بازوؤں پر باندھ لو، میں نے ایسا ہی کر لیا مگر چند روز کے بعد دیکھا کہ وہ لوہے کی چیزیں کہیں گری پڑی تھیں، پھر میں نے کچھ بھی نہ باندھا۔^(۱)

سیدہ آمنہ کو خواب میں بتایا گیا تھا کہ پیٹ کے نیچے کا نام احمد رکھنا، چنانچہ ماں نے آں حضرت ﷺ کا نام احمد ﷺ رکھا اور دادا نے محمد ﷺ تجویز کیا۔ پس محمد و احمد^(۲) دونوں مبارک نام حضور ﷺ کے ذاتی نام ہیں۔

اس خواب کے بعد ہی سیدہ آمنہ کو یقین ہو گیا تھا کہ ان کا مولود نہایت مبارک و مسعود ہوگا۔ چنانچہ جب حلیمہ نے آں حضرت ﷺ کو گود میں لینے سے اس لیے تامل کیا کہ حضور ﷺ یتیم بچے ہیں، تو سیدہ آمنہ نے فرمایا:

يا ظہیرِ سُلَیْمٰی عَنِ اَبْنِكَ فَاِنَّهٗ، سَيَكُوْنُ لَكَ شَانٌ -

”اے دایہ اس بچے سے مطمئن رہو اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔“

حلیمہ بچے کو لے چلیں، تو سیدہ آمنہ نے یہ اشعار کہے:

اُعِيْذُ بِاللّٰهِ ذِي الْجَلَالِ مِنْ شَرِّ مَا مَرَّ عَلٰی الْجِبَالِ
حَتّٰی اَرَاهُ حَامِلُ الْحَلَالِ وَيَفْعَلُ الْعُرْفَ اِلَى الْمَوَالِیِ
وَ غَيْرَهُمْ مِنْ حَشْوَةِ الرَّجَالِ

(۱) ام حبیب کی ماں برہ بنت عوف نانی قلابہ بنت الحارث، برناتی امیرہ بنت مالک، برناتی، کی ماں زب بنت ثعلبہ برناتی کی نانی مائتکہ بنت ماضرہ برناتی کی برناتی یعنی بنت عوف بن قصی ہے۔ (ابن سعد) (۲) وخیر کی ماں سلامہ بنت واہب نانی امتیہ بنت قیس بن ربیعہ برناتی نجدہ بنت عبید ہے۔ (۳) سلمیٰ کی ماں ماویہ بنت کعب بن اقسین ہے۔ (۴) (ابن سعد) (۵) ابن سعد نے بروایت محمد بن علی یعنی ابن احنظلیہ روایت کی ہے کہ انھوں نے اپنے والد علی مرتضیٰ بن ابی طالب سے سنا کہ انھوں نے نبی ﷺ سے سنا کہ حضور ﷺ فرماتے تھے: ”سمعت احمد“ یہ روایت مرفوع ہے۔

”میں اپنے بچے کو خدا ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں اس شرسے جو پہاڑوں پر چلتا ہے، یہاں تک میں اپنے شتر پر سوار دیکھوں اور دیکھ لو کہ وہ غلاموں کے ساتھ اور در ماندہ لوگوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنے والا ہے۔“

دوسال کے بعد جب آنحضرت ﷺ کا دودھ چھڑایا گیا تو مائے حلیمہ حضور ﷺ کو مکہ میں لائیں اس وقت مکہ میں وبا کی بیماری تھی۔ دانش مند والدہ نے حضور ﷺ کو واپس بھیج دیا۔

پانچ سال کی عمر کے بعد مائے حلیمہ نبی ﷺ کو پھر واپس لائیں۔ اس وقت ماں نے اس آنکھوں کے نور کو جس نے تمام دنیا کے سامنے نور حقہ روشن فرمایا، اپنے پاس رکھ لیا اور پھر ان کو ساتھ لے کر یثرب گئیں۔ نھیال کے ملنے کا بہانہ تھا اور غالباً بے وطن متوفی شوہر کی مٹی دیکھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا تھا۔

وہاں ایک مہینہ تک دارالناہضہ میں قیام کیا۔ اس سفر میں دو اونٹ سواری کے لیے اور ام ایمن لوطی بھی ساتھ تھی۔ [۱] نبی ﷺ جب 47 سال کے بعد مدینہ میں ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو بچپن کی سب باتوں کو یاد کر کے ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک لڑکی ایسہ ہوتی تھی جو ہمارے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ اس قلعہ کے اوپر ایک پرندہ آ بیٹھا کرتا تھا۔ بچے اسے اڑایا کرتے تھے اور اس گھر میں میری ماں یہاں بیٹھا کرتی تھی اور اس گھر میں میرے والد کی قبر اس جگہ بنائی ہوئی تھی اور بنو عدی بن النجار کی باولی میں میں خوب تیرنا سیکھ گیا تھا۔

سیدہ آمنہ ایک ماہ قیام یثرب کے بعد مکہ کو واپس ہوئی تو مقام ”ابوا“ پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ [۲] غالباً پیارے شوہر کی مفارقت کا وہ اندوہ جو قبر کے دیکھنے سے بڑھ گیا اور قلب پر چھا گیا تھا اپنا کام کر گیا اور یہ پیکر محبت پھر زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکی اور اللہ تعالیٰ کی وہ حکمت کاملہ پوری ہوئی کہ نبی ﷺ اپنی تربیت میں پدر مادر (ہردو) کے بار منت سے سبکدوش رہے۔ سیدہ آمنہ کے اشعار اپنے شوہر کی وفات پر درج ذیل ہیں۔

عَفَا جَانِبَ الْبُطْحَاءِ مِنْ ابْنِ هَاشِمٍ وَجَاوَرِ الْخُدَا خَارِجًا فِي الْعَمَاسِمِ
ذَعْنَةُ الْمَنَابِإِ دَعْوَةً فَأَجَابَهَا وَمَا تَرَكَتُ فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمِ
عَشِيَّةً رَاحُوا يَحْمِلُونَ سَرِيرَهُ، تَعَاوَزَهُ أَصْحَابُهُ فِي السَّرَاحِمِ
فَإِنْ يَكُ عَائِلَةُ الْمَسَايَا وَرِيهَهَا فَقَدْ كَانَ مُعْطَاءً كَثِيرَ السَّرَاحِمِ [۳]

ترجمہ: ”ہاشم کا ایک فرزند بطحا کی جانب جا کر چھپ گیا۔ وہ لحد میں بہادروں کی بانگ و خروش کے ساتھ چاسویا۔ موت نے اسے پکارا اور وہ چلا گیا۔ آنسو موت نے اس کا نظیر بھی دنیا میں نہ چھوڑا۔ اسکے دوست شام کے وقت اس کی لاش اٹھالے چلے، اور ازراہ محبت وہ نوبت کا نہ تھا بدلتے اور اس کے اوصاف باری باری بیان کرتے تھے خواہ موت نے اسے ہم سے دور ہی کر دیا مگر اس میں شک نہیں کہ وہ بہت زیادہ سخی اور غریبوں کا بہت زیادہ ہمدرد تھا۔“

[۱] ام ایمن برکتہ بن ظہیر بن عمرو بن حصین بن مالک بن سلمہ بن عمر بن النعمان سردار عبداللہ کی لوطی خادمہ تھیں۔ نبی ﷺ کوورش میں لیں۔ نبی ﷺ ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اسی بعد اسی اور ان کے مکان پر جایا کرتے تھے۔ انکا پہلا نکاح عبیدہ بن مسعود سے ہوا تھا جس سے ایمن پیدا ہوئے۔ دوسرا نکاح زید بن حارثہ بن عبدالمطلب سے ہوا جس سے اسامہ بن عبدالمطلب پیدا ہوئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم اپنی خلافت کے ایام میں ام ایمن کی زیارت کے لیے ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ ایمن غزوہ جنین میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے اپنے قصیدہ میں ان کی اس روز کی ثبات جرات کی تعریف کی ہے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ بہت محبت کیا کرتے تھے انھوں نے 54ھ میں وفات پائی [۲] مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک بستی کا نام ”ابوا“ ہے [۳] طبقات ابن سعد جلد اول۔

آل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی ﷺ کے فرزند ان نرینہ تین (3) اور دختر ان طاہرہ چار (4) ہیں۔ ہر ایک کا جداگانہ مختصر حال تحریر کیا جاتا ہے:

(الف) ابناء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

① قاسم علیہ السلام

پہلے مولود ہیں جو نبی ﷺ کے گھر میں خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے کہ راہ گرائے عالم جاودانی ہوئے۔

نبی ﷺ کی کنیت ”ابوالقاسم“ ان ہی کے نام پر ہے۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ نبی ﷺ منع فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص حضور ﷺ کے نام اور کنیت کو اپنے لیے جمع کرے اور ابوالقاسم محمد کہلائے۔ ① بعض نے اس نبی کو زمان نبوی ﷺ سے مختص قرار دیا ہے۔

② عبد اللہ علیہ السلام

انہی کا لقب طیب و طاہر ② ہے۔ مکہ معظمہ میں بعثت نبویہ کے بعد پیدا ہوئے۔ مکہ معظمہ ہی میں وفات پائی۔ انہی کی وفات پر سورہ کوثر کا نزول ہوا تھا۔ کفار سمجھتے تھے کہ فرزند کے نہ بچنے سے اب کوئی محمد ﷺ کا نام لیوا نہیں رہا۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ زبور 45-17 حضور ﷺ ہی کی شان میں ہے: ”میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا۔ پس سارے لوگ ابدلاً باد تیری ستائش کریں گے“ (زبور 72-17) بھی حضور ﷺ کی شان میں ہے: ”اس کا نام ابد تک رہے گا۔ جب تک آفتاب رہے گا، اس کے نام کا رواج رہے گا۔ لوگ اس کے باعث اپنے تئیں مبارک کہیں گے، ساری قومیں اسے مبارک باد دیں گی۔“ زبور 72-15 بھی حضور ﷺ ہی کی شان میں ہے۔ اس کے حق میں سدا دعا ہوگی، ہر روز اس کی مبارک باد کہی جائے گی۔

انہی بشارات صحف سابقہ اور اعلان قرآن مجید کا اثر ہے کہ ان کافروں کا نام بھی آج کوئی نہیں لیتا، جن کو اپنی اولاد کا غرور تھا، بلکہ ان کی نسل کا کوئی بچہ بھی اپنی نسبت و ہاں تک نہیں پہنچاتا، لیکن حضور ﷺ کا ذکر خیر اور اسم ہمایوں اذان و گمبیر تشہد و صلوة، درود و کلمہ طیب میں زبانوں پر جاری اور دلوں پر حاوی ہے۔

③ ابراہیم علیہ السلام

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت کی اطلاع ابورافع ③ نے جو سلمیٰ ④ دایہ کا شوہر تھا نبی ﷺ کے حضور میں پہنچائی تھی۔ حضور ﷺ نے اسے ایک غلام عطا فرمایا اور بچہ کا نام اپنے جد بزرگوار خلیل الرحمن کے نام پر ”ابراہیم“ رکھا ہے۔ ام بردہ بنت المزدہرین

① کنز العمال، 45267، مستدرک ج 2/260 ② ہر ذاتی خیال ہے کہ اس مولود مسعود کا لقب ”طیب“ نبی ﷺ کی جانب سے تھا اور لقب ”طاہر“ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے۔ کیونکہ یہ بعثت نبویہ کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے انہیں طیب اور طاہر کہا جاتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کوئی اور بچہ نبوت کے بعد پیدا نہیں ہوا۔ (مصنف) ③ نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ④ سلمیٰ سیدہ مادر زبیر رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تمام بچوں کی قابلہ دایہ بھی یہی ہیں۔ سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کے غسل میں بھی مع اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی شامل تھی۔ غزوہ خیبر میں بھی شریک ہوئی۔

زید الانصاری نے جو براء بن اوس انصاری کی زوجہ ہیں۔ ان کو دودھ پلایا۔ نبی ﷺ نے ام بردہ کو ایک قطعہ نخلستان عطا فرمایا تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ابھی ایام رضاعت باقی تھے کہ حور یان فردوس کی چھاتیوں کا شیر پینے کے لیے غلد برین جاسد حارے۔ نبی ﷺ نے جب آخری وقت میں ان کو دیکھا تو وہ سانس چھوڑ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کو گود میں اٹھایا اور زبان سے فرمایا: **يَا اِبْرَاهِيمُ لَا تَغْنَى عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا** ﴿۱﴾ ابراہیم! حکم الہی کے سامنے ہم تیرے کس کام آسکتے ہیں۔“ پھر ارشاد فرمایا:

لَوْلَا اِنَّهَا اَمْرٌ حَقٌّ وَ وَعْدٌ صِدْقٍ وَاِنْ اٰخِرُنَا سَيَلْحَقُ اَوَّلُنَا لِحُزْنًا عَلَيكَ حُزْنًا هُوَ اَشَدُّ مِنْ هٰذَا وَاَنَا
بِكَ يَا اِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ تَبْكِي الْعَيْنُ يَحْزُنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُولُ مَا يَسْحَطُ الرَّبُّ۔ ﴿۲﴾
”ہم جانتے ہیں کہ موت تو امر حق اور وعدہ صدق ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے بھی پہلے جانے والوں
کے ساتھ جا ملیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تب ہم ابراہیم کا الم اس سے بھی زیادہ کرتے۔ آنکھ میں نم ہے۔ دل میں غم ہے مگر
ہم کوئی بات ایسی نہ کریں گے جو رب کو ناپسند ہو۔“

اتفاق یہ ہے کہ جس روز سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوا اسی روز سورج گرہن بھی ہوا۔ ﴿۱﴾ قدیم عرب کا اعتقاد تھا کہ خسوف و خسوف کسی بڑے آدمی کی موت سے ہوا کرتا ہے، اب اس واقعہ پر کچھ کچھ مسلمان بھی کہنے لگے کہ سورج ابراہیم کی موت سے گہنایا گیا۔ نبی ﷺ نے یہ سنا تو خطبہ دیا۔

اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَحْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَاَلَيْسَ اِيْتَانِ مِنَ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُهَا فَصَلُّوْا۔ ﴿۳﴾
”سورج، چاند کسی بھی انسان کی موت سے نہیں گہناتے، وہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب تم گہن دیکھو تو
نماز پڑھا کرو۔“

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

قَدْ كَانَ مَلَآءَ مَهْدَهُ، وَاَلَيْسَ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَاَلَيْسَ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَاَلَيْسَ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَاَلَيْسَ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَاَلَيْسَ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَاَلَيْسَ لِكُلِّ نَبِيٍّ
ابراہیم سے پگھوڑا بھرا بھرا نظر آتا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا مگر زندہ کیسے رہتا، ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے
آخری نبی ہیں۔ ﴿۴﴾

ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں:

مَاتَ وَهُوَ صَغِيرٌ وَاَلَيْسَ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَاَلَيْسَ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَاَلَيْسَ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَاَلَيْسَ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَاَلَيْسَ لِكُلِّ نَبِيٍّ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ﴿۵﴾
”وہ بچپن ہی میں مر گیا، اگر بتقدیر الہی میں یہ ہوتا کہ محمد ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی ہو تو وہ زندہ ضرور رہتا لیکن
حضور ﷺ کے بعد تو کوئی بھی نبی نہیں۔“

﴿۱﴾ ابن ابی حمزہ 3/393، مشکل الآثار لطلحای: 4/293، ابن سعد 88/1، 153/1، بخاری: 1303، مشرک حاکم 6825، ابن ماجہ: 1589

﴿۲﴾ بخاری: 1043، 1060، مسلم: 915، بخاری: 1043، 1060، مسلم: 915، سنن ابن ماجہ: 151، سنن ابن ماجہ: 1510

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماریہ خاتون ہیں جو قبطی نسل سے ہیں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر شاہ مصر نے ہاجرہ خاتون کو پیش کیا تھا۔ اسی طرح نبی ﷺ کے ہم عصر شاہ مصر نے ماریہ کو خدمت نبوی ﷺ میں بھیجا۔ اس مثال میں فرق ہے تو اس قدر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم عہد بت پرست و جبار تھا اور نبی ﷺ کا ہم عصر ایک پابند مذہب عیسائی باشندگان مصر بھی ان دنوں میں عیسائیت کی تحقیقات میں بہت منہمک تھے۔ اس واقعہ سے وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو داؤد علیہ السلام کی معرفت دی گئی تھی۔ ”بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں بلکہ ادھیر کی سونے سے آراستہ ہو کے تیرے داہنے ہاتھ کھڑی ہے۔“ ﴿زبور 945﴾ نیز یہ بشارت پوری ہوئی۔ ﴿ترتیس﴾ اور جزیروں کے سلاطین نذریں لائیں گے اور سب اور سبیا کے بادشاہ ہدیے گزاریں گے۔“ ﴿زبور 72-10﴾

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ولادت ابراہیم 8ھ اور وفات 10 رجب الاول 10ھ تحریر کی ہے، اس پر ان کا اتفاق بھی ہے کہ یوم وفات کو سورج گرہن تھا۔

ان روایات میں ولادت کا ماہ و سال اور علی ہذا وفات کی تاریخ اور مہینہ سب غلط ہیں۔ صحیح اس قدر ہے کہ 10ھ میں وفات پائی اور اس روز کو سو ف شمس تھا۔ مواہب لدنیہ میں 10ھ کے ساتھ تاریخ 28 یا 29 غالباً بتائی ہے مگر مہینہ کا تعین غلط کیا گیا۔ نبی ﷺ نے سو ف کو ایۃ من ایات اللہ فرمایا ہے۔ پس مؤرخ کے لیے بھی یہ واقعہ از برائے صحیح تاریخ ایک آیت ہے۔ حساب لگایا گیا تو 10ھ کا سورج گراہن 29 شوال بروز دوشنبہ مطابق 27/30 جنوری 632ء ثابت ہوا ہے۔ انڈین کروناج اور انڈین آئے راکٹکم اور انڈین کینڈر رابرٹ سیول نے بھی یہی تاریخ اس گرہن کی تسلیم کی ہے۔ ہندوستان میں اس روز 28 شوال تھی۔ عرب کے حساب سے 29 ہو سکتی ہے۔ اسی کو محمود پاشا فلکی نے اپنے رسالہ نتائج الافہام مطبوعہ مصر 1305ھ کے ص 10 پر اختیار کیا ہے۔

اب کہ تاریخ وفات 29 شوال 10ھ محقق ہو گئی تو امام بخاری کی روایت عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مسند امام احمد کی روایت عن جابر پر بھی غور کر لینا چاہیے۔ صحیح بخاری میں عمر 17 یا 18 ماہ اور مسند میں پورے 18 ماہ بیان کی گئی ہے۔ پس ان روایات صحیحہ سے زمانہ ولادت متعین کر لینا چاہیے۔ 18 ماہ پہلے شہور کو شمار کر جاؤ۔ جمادی الاول 9ھ آئے گی۔ یہی مہینہ ولادت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ہوا اس تحقیقات سے دیگر سب مختلف روایتوں کا ضعف نمایاں ہو جاتا ہے جو سیدنا ابراہیم کی عمر اور تاریخ وفات کے متعلق ہیں۔

صحیح مسلم کی حدیث عن انس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ سورہ کوثر کا نزول ان کے سامنے ہوا تھا۔ ﴿اس حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ سورہ کوثر کا نزول مکر مدینہ طیبہ میں بھی ہوا اور اس کا وقت غالباً وفات سیدنا ابراہیم کا زمانہ ہی ہو سکتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر منصب نبوت کی شان بھی دیکھو۔ سانس چھوڑتے وقت بچہ کو گود میں اٹھایا تو لا تُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا (اے ابراہیم ہم تیرے کچھ کام بھی نہیں آسکتے) کی کیسی زبردست تعلیم تو حید دی ہے۔

موت پر صبر کے لیے کیسے عجیب دلائل، امر صدق، وعدہ حق اور الحاق آخر بادل ظاہر فرمائی ہیں پھر دلی رنج اور رضائے الہی کا

﴿داہنے ہاتھ کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے۔ یہ ”ملک یحییٰ کا ترجمہ ہے“ سب مورخین ماریہ خاتون کو ملک یحییٰ بتاتے ہیں۔ پیشین گوئی ہالامس پہلے سے بتایا گیا ہے کہ وہ شہزادی ہوں گی اور ان کا آنا ملک یحییٰ کی شان میں ہوگا۔

﴿ترتیس سو پہلے کے قدیم شہر کا نام ہے۔ سہا سے ملک یحییٰ کی آہاد میں اور سہا سے ملک مصر کی آہاد میں مراد ہیں۔ غور کرو کہ ان سب کا اجتماع نبی ﷺ ہی پر ہوتا ہے۔ ﴿لہذا کوثر پر خیال کرو۔ وفات عید اللہ اور وفات ابراہیم کے درمیان زمانہ کو بھی دیکھو اور اندازہ کرو کہ اس زمانہ میں اسلام کو کس قدر وسعت ترقی، عربوں اور شاعت ہوئی یہ بھی غور کرو زمانہ مابعد میں بھی اس کا ظہور کیسا اتم و اکمل ہوا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عالم آخرت میں اس کی تکمیل اور بھی زیادہ ہوگی۔

ذکر فرمایا کہ انسان کی کمزوری اور ایمان کی طاقت و قوت کا بیان فرمایا ہے۔

ذرا غور کرو کہ اصلاح عقیدہ مرحوم کا فرض کس قدر جلد غم فرزند پر غالب آجاتا ہے اور نبی ﷺ کیسی سرعت و آمادگی سے وعظ و نصیحت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جب عام طور پر ایسی سوانح و مصائب میں لوگ اپنے آپ کو غم زدہ تصور کر کے بصورت ماتم بیٹھ جایا کرتے ہیں۔ (وَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ)

اس بیان کے خاتمہ پر ہم ایک جدول بھی شامل کرتے ہیں، جس سے 23 سالہ کسوف شمس کی تاریخیں معلوم ہو سکیں گی اور قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ عہد نبوت ﷺ میں کس کس تاریخ کو کسوف واقع ہوا۔ اس جدول سے علماء کو ان احادیث کے سمجھنے میں بھی مدد ملے گی۔ جس میں صلوات کسوف کی مختلف و متعدد ہیئت بیان کی گئی ہیں۔

جدول ۱۳ کسوف شمس بست و سہ سالہ عہد نبوت محمدیہ ﷺ

نمبر شمار	تاریخ	ماہ	سنہ ہیسوی	تاریخ	ماہ	سنہ اسلامی
1	9	4	609	28	4	40 میلاد نبوی ﷺ
2	23	7	613	29	9	44 میلاد نبوی ﷺ
3	21	5	616	28	8	47 میلاد نبوی ﷺ
4	14	11	616	28	2	48 میلاد نبوی ﷺ
5	4	11	617	28	2	49 میلاد نبوی ﷺ
6	31	3	618	28	7	49 میلاد نبوی ﷺ
7	24	10	618	28	2	50 میلاد نبوی ﷺ
8	9	3	620	28	7	51 میلاد نبوی ﷺ
9	2	9	620	28	1	52 میلاد نبوی ﷺ
10	27	12	623	28	6	2 راجہری
11	15	12	624	28	6	3ھ
12	26	10	626	29	5	5ھ
13	21	4	627	28	11	5ھ

۱۳۔ یہ جدول برادر بجان برادر قاضی عبدالرحمن سلمہ النان نے تیار کیا ہے۔ نقش جات واقعات عظیمہ (ابتدائے سنین و شہور جو آخر کتاب میں ہیں) کی تصحیح بھی انہوں نے کی ہے۔ جزاۃ اللہ فی الدارین خیر اور برادر موصوف قریباً 25 سال سے ہر سال نقش افکار و رسوم و اختتام عمری مرحب کر کے چھپوا کر مطب تقسیم کیا کرتے ہیں اور ہندوستان کے مشہور بلاد کے اوقات اس میں درج کرتے ہیں۔ یہ نقش سب سے زیادہ صحیح ہوتا ہے۔

نمبر شمار	تاریخ	ماہ	سنہ عیسوی	تاریخ	ماہ	سنہ اسلامی
14	15	10	627	28	5	۵6
15	9	4	628	28	11	۵6
16	3	10	628	28	5	۵7
17	13	8	630	28	4	۵9
18	7	2	631	29	10	۵9
19	27	1	632	28	10	۵10 یوم وقات ابراہیم

بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں چار (4) ہیں۔ چاروں خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن طاہرہ سے ہیں ﴿۱﴾ اور سب کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔

① سیدہ زینب رضی اللہ عنہا: جو قاسم سے چھوٹی اور دیگر اولاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی ہیں۔

② سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا: جو زینب رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔

③ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا: جو رقیہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔

④ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا: جو ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔

یہ امر قرآن مجید ہی سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں 3 یا تین سے زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [33: الاحزاب: 59]

آیت بالا نے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مومنات کو تین (3) اقسام پر منقسم فرمایا: ﴿۱﴾ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ﴿۲﴾ بنات

النبی صلی اللہ علیہ وسلم ﴿۳﴾ نساء المؤمنین۔ یہ مسلمہ ہے کہ لفظ بنات جمع بنت کی ہے اور عربی زبان میں صیغہ جمع دو سے اوپر کے لیے ہے۔

اب یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورہ احزاب میں پھر یہ بھی فرمایا ہے:

﴿أَدْعُوهُمْ لِأَنبَاءِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ﴾ [33: الاحزاب: 5]

”ان کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارا کرو۔ یہی بات اللہ کے نزدیک سچ اور انصاف کی ہے۔“

یہ حکم ایسے اشخاص کے متعلق ہے جن کو لوگ ان کے اصلی باپوں کے سوا کسی دیگر تربیت کنندہ کی اہلیت کی نسبت دے کر بلایا کرتے تھے۔

① 28 شوال 10ھ کے بعد کوئی سوف حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم واقع نہیں ہوا۔

② اسول کافی ص 278 چاپ نول کشور شیخ ابی جعفر محمد بن یعقوب الخلیفی الرازی المتوفی شعبان 329ھ

درحقیقت یہ امر سچ اور انصاف سے بعید ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے خود ہی تو احزاب آیت (5) میں یہ حکم دیا کہ ہر ایک کو اس کے اصلی باپ کے نام سے بلایا کرو اور پھر خود اللہ تعالیٰ ہی جو اصدق الصادقین ہے، اسی سورہ قرآنی کے آٹھویں رکوع میں ایسی لڑکیوں کو نبی ﷺ کی بیٹیاں بتاتا ہے جو دراصل حضور ﷺ کے خون سے نہ ہوتیں، حالانکہ قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کی دلیل و برہان یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا۔

اس کلام محکم پر یہ قیاس نہیں چل سکتا کہ شاید بیویوں کی بیٹیوں کو مجازاً بنات کہہ دیا گیا ہو کیوں کہ حقیقت کے سامنے مجاز کی کیا وقعت ہے اور منطوق الہی کے سامنے قیاس انسانی کی کیا منزلت؟

مع ہذا عربی زبان ایسی وسیع ہے کہ بیویوں کی بیٹیوں کے لیے الگ لغت موجود ہے۔ خود قرآن پاک نے ایسی لڑکیوں کے لیے لفظ ربائب استعمال کیا ہے لفظ بنات نہیں۔ ﴿الغرض کلام اللہ کے لفظ بَنَاتِک نے علمائے نسب کی تحقیقات کی تصدیق فرمادی ہے۔ اب ہم ہر ایک بنت النبی ﷺ کا جدا گانہ ذکر کرتے ہیں۔

﴿۱﴾ سیدہ زینب بنت النبی ﷺ

جب سیدہ زینب بنت النبی ﷺ پیدا ہوئیں تو اس وقت نبی ﷺ کی عمر مبارک 30 سال کی تھی۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں ابو العاص بن ربیع بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی سے ہوا تھا۔ ابو العاص کی والدہ ہالد بنت خویلد حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت النبی ﷺ کی سگی بہن ہیں۔ یہ نکاح خدیجہ الکبریٰ بنت النبی ﷺ کے سامنے ہوا تھا۔

سیدہ زینب بنت النبی ﷺ اپنی والدہ کے ساتھ ہی داخل اسلام ہو گئی تھیں، مگر ابو العاص کا اسلام تاخیر میں رہا۔ جنگ بدر میں ابو العاص قریش کی جانب تھے۔ ان کو عبد اللہ بن جبیر بن نعمان انصاری نے اسیر کیا تھا۔ سیدہ زینب بنت النبی ﷺ نے ان کے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا تھا جو خدیجہ الکبریٰ بنت النبی ﷺ نے اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔

ابتدائے اسلام نبوت میں کافران مکہ نے ابو العاص کو بہت اکسایا کہ وہ زینب بنت النبی ﷺ کو طلاق دے دے، مگر اس نے ہمیشہ انکار ہی کیا۔ ایک موقع پر نبی ﷺ نے ابو العاص کے اس فعل کی توصیف شکرگزاری کے ساتھ فرمائی تھی۔

ابو العاص نے اسیری بدر سے رہائی پاتے وقت نبی ﷺ سے وعدہ کر لیا تھا کہ سیدہ زینب بنت النبی ﷺ کو ہجرت کی اجازت دے گا۔ چنانچہ سیدہ اپنے والد مکرم کی خدمت اقدس میں پہنچ گئیں۔ سفر ہجرت میں سیدہ زینب بنت النبی ﷺ کی مزاحمت ہبار بن الاسود نے نیزہ تان کر کی تھی۔ اس صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کی منقبت میں فرمایا ہے: ﴿۱﴾

﴿۱﴾ نبی ﷺ کے ربائب میں ام المؤمنین ام سلمہ کی لڑکیاں درہ زینب، ام کلثوم اور ام المؤمنین ام حبیبہ کی دختر حبیبہ ہیں۔ دیگر ازواج النبی ﷺ میں سے کسی کے پہلے شوہر سے کوئی لڑکی نہ تھی۔ اب یہ بھی یاد رکھو کہ ام المؤمنین ام سلمہ بنت النبی ﷺ کا نکاح نبی ﷺ سے 4ھ میں ہوا ہے اور ام المؤمنین ام حبیبہ بنت النبی ﷺ کا نکاح 6ھ ہجری میں۔ اس لیے مندرجہ بالا لڑکیوں کو ربائب النبی ﷺ ہونے کا درجہ 4ھ سے پیشتر حاصل نہ تھا اور سیدہ زینب بنت النبی ﷺ کا مذکورہ جنگ بدر کے (جو 2ھ میں ہوئی) فدیہ یا سیران میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنی والدہ خدیجہ الکبریٰ بنت النبی ﷺ کا ہار اپنے شوہر کی رہائی کے لیے بھیجا تھا اور ام کلثوم و رقیہ بنات النبی ﷺ کا ذکر واقعات قبل از ہجرت میں ابواب کے خاسر ان افعال میں آتا ہے پھر ہر سبنات النبی ﷺ کا انتقال حیات نبوی ہوا۔ مگر مذکورہ بالا ربائب افعال نبوی کے بعد در تک اپنے اپنے گھروں میں آباد تھیں جس کی تفصیل ان کے حالات میں ملتی ہے۔

﴿۲﴾ مشکل الاطراف: 45، الہدایہ والنہایہ: 331/3، تاریخ الکعبیر للبخاری: 1/8، تاریخ دمشق: 297/1

ہی اَفْضَلُ بَنَاتِي اُصَبِيَّتْ هِيَ يَهِي مِيرِي بِنِيوں میں اَفْضَلُ ہے۔ میرے لیے اسے مصیبت پہنچے۔

ابو العاص کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی، ان کی مدح میں ابو العاص کے دو شعر ہیں:

ذَكَرْتُ زَيْنَبَ لَمَّا رَكِبْتُ ارْمَا فَقُلْتُ سُقْيَا لَشَخِصٍ يَسْكُنُ الْحَرَمَا
بُنْتُ الْاُمَيْنِ بِحَرَا اللهَ صَالِحَا وَكُلَّ بَعْلٍ مَيَّنِي بِالذِي عَلَمَا

”مجھے زینب یاد آئی تو میں نے کہا کہ حرم کا ہر ایک باشندہ سرسبز شاداب رہے۔ زینب تو امین کی بیٹی صالحہ ہے اور ہر ایک شوہر اپنی ایسی بیوی کی تعریف ہی کرے گا۔ جیسے اوصاف کہ مجھے اس سے معلوم ہیں۔“

ابو العاص 6ھ میں تجارت کے لیے شام گئے تھے، اس وقت قبیلہ قریش مسلمانوں کا فریق جنگ تھا۔ اس لیے ابو بصرہ اور ابو جندل کے ہمراہی مسلمانوں نے جو اسلام لانے کے جرم میں قریش کی قید میں رہ چکے تھے اور اب سرحد شام پر ایک پہاڑ پر جا گزیں تھے۔ [1] اس قافلہ کا تمام سامان ضبط کر لیا مگر ابو العاص کو گرفتار نہ کیا۔ ابو العاص وہاں سے سیدہ حامدہ ینہ پہنچا، نماز صبح کے وقت مسجد میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی یہ آواز مسلمانوں کے کان میں پڑی۔

اِنِّي قَدْ اَجْرْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ فِي رُبْعِ كَوْنَاهُ دِينِي هَوِي۔

یہ آواز اس وقت سنی گئی جب مسلمان نماز میں داخل ہو چکے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا گویا تم نے بھی کچھ سنا جو میں نے سنا ہے۔ سب نے عرض کی۔ ہاں۔ فرمایا:

اَمَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا عَلِمْتُ بِشَيْءٍ كَانَ حَتَّى سَمِعْتُ مِنْهُ مَا سَمِعْتُمْ اِنَّهُ، يُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ اَذْنَاهُمْ۔
اللہ کی قسم! مجھے اس سے پہلے کچھ بھی علم نہ تھا۔ بس میں نے یہ آواز تمہارے ساتھ ہی سنی ہے۔ اور پناہ دینے کا حق تو ہر آدمی مسلمان کو بھی حاصل ہے۔

پھر نبی ﷺ گھر میں بیٹی کے پاس گئے اور اسے فرمایا:

اَيُّ بُنْيَةِ اَكْرَمِي مَعْوَاهُ وَ لَا يُخَلِّصَنَّ اِلَيْكَ فَاِنَّكَ لَا تُجَلِّينَ لَهُ،

”بیٹی! ابو العاص کو عزت سے ٹھہراؤ، خود اس سے الگ رہو تو اس کے لیے حلال نہیں۔“

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا وہ تو مال قافلہ واپس لینے کو آیا ہے۔ تب نبی ﷺ نے لوگوں میں یہ تقریر فرمائی:

اِنَّ هَذَا الرَّجُلَ مِنَّا بِحَبِيَّتْ عَلِمْتُمْ وَ قَدْ اَصَبْتُمْ لَهُ، مَا لَا وَهُوَ مِمَّا آفَاءَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَلَيكُمْ وَ اَنَا اُحِبُّ
اَنْ تُحْسِنُوْا وَ تَرْكُوْا اِلَيْهِ مَا لَهُ الَّذِي لَهُ، وَ اِنْ اَبَيْتُمْ فَاِنَّكُمْ اَحَقُّ بِهِ۔ [2]

”اس شخص کا جو تعلق ہم سے ہے وہ تم جانتے ہی ہو۔ تم کو اس کا مال ہاتھ لگ گیا ہے تو یہ واد الہی ہے۔ مگر میں پسند کرتا ہوں

[1] ابو بصرہ قریشی تھے۔ اسلام لانے، قریش نے نبی ﷺ سے زبردست عداوت پیدا کرنے کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ نبی ﷺ نے ان کو حوالہ کر دیا۔ یہ راویوں سے بھاگ گئے اور ابو جندل کے پاس جا ٹھہرے۔ جب ابو جندل کے پاس نبی ﷺ کا فرمان باہت واپسی سامان ابو العاص پہنچا تب یہ (ابو بصرہ) نستر مرگ پر تھے۔ نامہ نبوی ﷺ ہاتھ میں لیا۔ اسے دیکھتے دیکھتے آنکھیں بند کر گئے۔ اس پہاڑی پر مدفون ہوئے۔ ابو جندل کا حال رحمتہ للعالمین جلد اول میں ملاحظہ کرو۔ عہد فاروقی میں نازیان اسلام میں شامل تھے۔ [2] مستدرک حاکم 5038، دلائل النبوة 84/47، المغازی للواقفی: 2/562

کہ تم اس پر احسان کرو اور مال واپس کر دو، لیکن اگر تم اس سے انکار کرو گے تو میں سمجھتا ہوں کہ تم زیادہ حق دار ہو۔“
لوگوں نے سارا مال حتیٰ کہ اونٹ کی تکمیل کی رسی بھی واپس کر دی۔ ابوالعاص سارا مال لے کر مکہ پہنچا اور ہر ایک شخص کی ذرا ذرا سی چیز ادا کر دی۔ پھر دریافت کیا کہ کسی شخص کا کچھ اور رہ گیا ہو تو بتادے۔ سب نے کہا اللہ تجھے جزائے خیر دے تم تو نبی کریم ﷺ تکے۔ تب ابوالعاص ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھا اور فرمایا کہ اب تک مجھے یہی خیال اسلام سے روکتا رہا کہ کوئی شخص مجھے مال مار لینے کا الزام نہ دے۔ اب میری ذمہ داری نہ رہی لو میں اب خلعت اسلام سے ملہس و مزین ہوتا ہوں اور مدینہ کو روانہ ہوتا ہوں۔ وہ مدینہ پہنچے تو نبی ﷺ نے چھ (6) سال کی مفارقت کے بعد نکاح اول پر ہی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے گھر رخصت کر دیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال 8ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ ان کے غسل میت کی کیفیت مشہور شہر دل صحابہ ام سلیطہ رضی اللہ عنہا نے بیان کی ہے۔۔۔ [1] یہ روایت صحیحین میں موجود ہے۔

ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے بہ ماہ ذی الحجہ 12ھ وفات پائی۔ ان کا لقب جرولہطھا تھا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے وطن سے ایک فرزند علی اور ایک دختر امامہ نام پیدا ہوئی تھی۔

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی وہ پیاری نواسی ہیں جن کو گود میں لے کر نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ یہ حدیث صحیح مسلم و نسائی و ابوداؤد میں ہے۔ نبی ﷺ نے ایک بار ان کو احبّ اہلہ الیّ (اہل بیت میں میری سب سے پیاری) فرمایا:
علی رضی اللہ عنہ سبط الرسول کو ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے رضاعت کے لیے ایک قبیلہ میں چھوڑ رکھا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کو ایام رضاعت کے بعد مدینہ منکوا لیا اور ان کی پرورش اپنی تربیت میں فرمائی۔ فتح مکہ کے دن یہی علی سبط الرسول نبی ﷺ کے ناکہ پر حضور ﷺ کے ردیف تھے۔
ہنوز عنقوان بلوغ تھا کہ رفعت بنش علیین ہوئے۔ [2]

صحیح بخاری کی حدیث عن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں تھے کہ حضور ﷺ کی ایک لڑکی کا خادم آیا کہ وہ حضور ﷺ کو بلارہی ہے اور ان کا فرزند بستر موت پر ہے۔ فرمایا جاؤ لڑکی سے کہہ دو:
إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى۔
اللہ ہی کا ہے جو کچھ وہ واپس لیتا ہے یا عطا کرتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔

لڑکی سے یہ بھی کہہ دینا کہ صبر و کھیب قائم رکھے۔ خادم پھر واپس آیا، کہا وہ حضور ﷺ کو قسم دیتی ہیں کہ حضور ﷺ ضرور تشریف لائیں۔ نبی ﷺ چل پڑے۔ حضور ﷺ کے ساتھ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضور ﷺ کو بچہ دکھایا گیا وہ اس وقت سانس توڑ رہا تھا اور سسکیاں بھر رہا تھا! [3]
غالباً یہ حدیث علی سبط الرسول رضی اللہ عنہ ہی کی وفات کے متعلق ہے۔ [4]

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ امامہ کو اپنے نکاح میں لے لیں۔ اس وصیت پر عمل کیا گیا۔ پھر جب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ مجروح ہوئے تو آپ نے امامہ کو وصیت فرمائی کہ وہ نکاح کرنا چاہیں تو مغیرہ بن نوفل سے جو حارث عم النبی ﷺ کے پوتے تھے کر لیں۔ وصیت پر عمل کیا گیا اور امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ حسن کی اجازت سے نکاح ثانی پڑھا گیا۔ مغیرہ کے ہاں سیدہ امامہ کے وطن

[1] بخاری و مسلم کی روایات میں "ام سلیطہ" کی بجائے "ام علیہ" کا نام مروی ہے دیکھئے بخاری 1250، 1252، 2176، 2168 [2] ماخذ الاستیعاب ہے۔

[3] بخاری: 3125، 1284، ابن ماجہ: 1588، ابن حبان: 461، مستدرک امام احمد: 204/5 [4] حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات 8 ہجری میں ہوئی۔

سے ایک فرزند پیدا ہوا۔ یہی نام تھا، یہ نسل دنیا سے ناپید ہو چکی ہے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

نبی ﷺ کی دوسری بیٹی ہیں جو حضور ﷺ کی 33 سال کی عمر میں پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما سے ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا نسب نامہ یہ ہے۔ عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔ دیکھو نسب نامہ نبوی ﷺ سلسلہ نمبر 5 ان کی تالیف ام حکیم بیضاوی ہیں، جو نبی ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ یہ ان دنوں (10) میں سے ہیں جن کو نبی ﷺ نے بشارت جنت نام بنام دی۔ نیز ان سچے (6) میں سے ہیں جن کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں شایانِ خلافت بتایا تھا۔ صلح حدیبیہ کے وقت بیعت رضوان (جس کا حکم بائشان ذکر قرآن مجید میں ہے) کا وقوع اس لیے ہوا کہ نبی ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش نے حضور ﷺ کے سفیر عثمان رضی اللہ عنہما کے ساتھ بدسلوکی کی ہے۔ اس بیعت میں نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہما کا ہاتھ بنا کر ان کی طرف سے بیعت قبول فرمائی تھی۔ اس نگارہ کو دیکھ کر بے اختیار ایک صحابی بول اٹھا تھا، عثمان رضی اللہ عنہما کے لیے نبی کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نہایت فیاض تھے اور جہاد پامال میں سے سب صحابہ سے خوش چہل رہتے تھے۔ مدینہ میں بیترود کا نصف پارہ ہزار (12000) میں پھر باقی اٹھارہ ہزار (18000) میں لے کر مسلمانوں کے لیے آب شیریں کا چاہ وقت کیا تھا۔ غزوہ جہوک میں ایک ہزار (1000) شہزادوں (70) گھوڑوں سے مع ساز و سامان دیے تھے۔ نقد چھ ماہ کے علاوہ تھا۔ غزوہ خیبر میں دو کھمپا فرستے۔ لشکر غطفان کو یزید سے علیحدہ رکھنے اور شام نہ ہونے دینے کی ذمہ داری ان پر تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہما شہدائے کرام 24 کو خلیفہ امیر المؤمنین ہوئے اور 17 ذی الحجہ جمعہ 35 کو اپنے ہی گھر میں دارالکھبر قادیانہ طیبہ کے اندر بھوکے پیاسے شہید ہوئے۔ اس وقت 78 سال کی عمر تھی۔ جب ان کی خبر شہادت ملی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو مسجد نبوی میں پہنچی تو انہوں نے فرمایا: انا لکم امیر الدعوہ (اب تم پر ہمیشہ چاہی ہی آئے گی) علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما ہی کا ارشاد ہے: مَنْ تَوَكَّلْنَا مِنْ دُونِ عُمَانَ فَقَدْ تَوَكَّلْنَا مِنَ الْإِيمَانِ (جو کوئی عثمان رضی اللہ عنہما کے دین سے ہزار ہے وہ ایمان ہی سے ہزار ہے۔ الاستیعاب)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو مصر وغیرہ کے نو مسلم قبائل نے شہید کیا تھا اس قوم ہاشمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہما کو مجبور کیا کہ وہ انہوں کے مطالبات حضرت عثمان رضی اللہ عنہما تک پہنچائیں۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہما نے جو تقریر فرمائی اس کے فقرات یہ ہیں:

وَاللّٰهُ مَا أَذْرَىٰ مَا أَقُولُ لَكَ مَا أَهْرَفْتُ شَيْئًا تَجْعَلُهُ وَلَا أَذْلَكَ عَلَىٰ أَمْرٍ لَا تَعْرِفُهُ. إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا تَعْلَمُ مَا سَبَقْنَاكَ إِلَىٰ شَيْءٍ فَتُخْبِرُكَ عَنْهُ وَلَا خَلْقُوا بِنَسِيٍّ وَفِيكَ هُوَ وَقَدْ زَانَيْتُمْ كَمَا زَانَيْتُمْ وَ سَمِعْتُمْ كَمَا سَمِعْنَا وَ صَحَبْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ كَمَا صَحَبْنَا وَ مَا ابْنُ قَهْقَاهَةَ وَ لَا ابْنُ الْخَطَّابِ أَوْلَىٰ بِعَمَلِي الْحَقِّ مِنْكَ وَ أَنْتَ أَقْرَبُ إِلَىٰ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ سِيحَةَ رِجَمٍ مِنْهُمَا وَقَدْ نَلْتُمْ مِنْ صِهْرِهِ مَا لَمْ يَنَالَا

بھرا میں تمہیں جانتا کہ آپ سے کیا کہوں، میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا جس کی آپ کو خبر نہ ہو۔ میں کوئی امر ایسا نہیں بتا سکتا جس سے آپ واقف نہ ہوں۔ جتنا علم ہم کو ہے اتنا آپ کو ہے۔ ہم کو آپ پر کسی شے میں سوتت نہیں۔ جس کی خبر آپ کو ہے ہم نے آپ سے علیحدہ کچھ نہیں سیکھا جس کی اب تبلیغ کر سکیں۔ جو کچھ ہم نے دیکھا وہ آپ نے دیکھا۔ جو ہم نے سنا وہ آپ نے سنا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے جیسے ہم رہے اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی عمل حق میں آپ سے اولیٰ نہ تھے۔ آپ ان دونوں سے بڑھ کر نبی ﷺ سے قرابت داری رکھتے ہیں۔ آپ کو نبی ﷺ کے داماد ہونے کی عزت حاصل ہے جو ان دونوں کو نہ تھی۔ (صحیح ابوالخضر ص 135 چاپ دارالاسلامت حیر 1267ھ)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما صحابی نے بن کو قرآن مجید میں عالم علم الکتاب بتایا گیا ہے۔ فرقہ ہاشمی سے فرمایا تھا کہ اگر تم نے عثمان رضی اللہ عنہما مظلوم کو شہید کیا تو پھر ہمیشہ کے لیے اسلام میں گوارا چلتی رہے گی۔ اس وقت اس ارشاد کی وقعت نہ کی گئی، لیکن بعد میں جتنے بھی ہولناک واقعات اہل اسلام میں ہوئے وہ اسی گناہ عظیم کی شامت ہیں کہ خلافت عظمیٰ اور حرم نبوی ﷺ اور شہر الحرام کی حرمت کو بر باد کیا گیا اور اس لیے آئندہ کسی بڑی سے بڑی شے کی حرمت و عزت بھی ہتھوت کرنے والوں کی نظر میں قائم نہ رہی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ وَ اَجْعَلُوْا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہما کا قاتل شقی رومان ہے جو اسی قبیلہ مراد کا ہے جس قبیلہ سے ابن عم شقی قاتل امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما تھا۔

جب عثمان رضی اللہ عنہما شہید پر حملہ کیا گیا تو اس وقت وہ قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے اور اسی طرح مصروف رہے۔ انکے تیز دنگا گیا خون جو جسم سے نکلا وہ قرآن مجید پر پڑا اور آیت فَسَبِّحْ بِحَمْدِ اللَّهِ فِي حُلِيِّهِمْ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ اللَّهِ فِي حُلِيِّهِمْ کے چھیننے کے ساتھ شاہد ہے کہ یہ پیش گوئی کیوں کر پوری ہوئی۔

امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہما مظلوم بلحاظ خلافت بڑے کامیاب خلیفہ تھے۔ آج جو کوئی شخص قرآن مجید پڑھتا ہے اس پر جامع قرآن کا احسان ہے۔ بلحاظ فتوحات و ترقی دائرہ اسلام ان کے عہد میں بہت اضافہ ہوا۔

مشرق میں ملاقہ جات: خراسان، ماوراء النہر، ترکستان، ہندوستان اور قاتل۔ مغرب میں: سوڈان، سکندریہ، مراکش، تونس، طرابلس، المغرب فتح ہوئے۔ سب سے پہلے انہوں نے بحرِ عربی جلا دیا جس سے برقل کے بڑا کوجاہ کیا اور پھر بڑے آباد جزائر فتح کیے۔ قبرص، کریت، مالٹا، وغیرہ انہی کے فتح ہوئے۔

سے ہوا تھا۔ اس وقت یہ بات مکہ بھر میں مشہور تھی:

أَحْسَنَ زَوْجَيْنِ رَأَاهُمَا إِنْسَانٌ رَقِيبَةً وَ زَوْجَهَا عُثْمَانُ (سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے وہ رقیہ و عثمان رضی اللہ عنہما ہیں۔)
اس نکاح پر سعدی بنت کرزا عبیدہ رضی اللہ عنہما صحابیہ کے یہ اشعار ہیں:

هدى الله عثمان الصفى بقوله فارشده والله يهدى الى الحق
فبانع بالراى السيد محمدا و كان ابن ارمى لا يصدعن الحق
والنكحه المبعوث احدى بناته و كان كبد في مازح الشمس فى الافق
فداؤك يا ابن الهاشمين مهجتي فانت امين الله ارسلت فى الخلق

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کی سنت کو اپنے شوہر کا ساتھ دے کر قائم کیا اور ہر ایک ہجرت کرنے والے شاہ راہ ہدایت کا افتتاح ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے فرمایا تھا۔ حاکم نے یہ حدیث ان کی منقبت میں روایت کی ہے:

إِنَّهُمَا لَا وَرْلَ مَنْ هَاجَرَ بَعْدَ لُوطٍ وَ إِبْرَاهِيمَ ۝

لوٹ و ابراہیم رضی اللہ عنہما کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں نے راہ خدا میں ہجرت کی۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے 2ھ میں چچک نگی اور اسی مرض میں انکا ارتحال ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ بدر کو تشریف لے جا رہے تھے اس وقت سیدہ صاحبہ فرما تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تیمارداری کے لیے عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو مدینہ طیبہ میں چھوڑا تھا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جس روز فتح کی بشارت لے کر مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت سیدہ کی تدفین ہو رہی تھی۔ عمر بوقت وفات اکیس (21) برس تھی۔ سیدہ کے لطن سے ایک فرزند عبداللہ تھا۔

عبداللہ سبط رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے بعد دو سال تک زندہ رہے۔ ان کی عمر چھ (6) سال کی تھی کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ کے قریب ٹھونک ماری، زخم پک گیا، آخر والدہ کی یادگار بھی آغوش مادر میں جا سو یا۔

③ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری دختر ہیں۔ 3ھ میں ان کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اسی لیے ان کو ذوالنورین کا خطاب ملا، کیوں کہ ختمیت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو جگر گوشے یکے بعد دیگرے ان کے سینہ قلب بنائے گئے۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا، یہ جبریل ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ خدائے

محکم کردہ جڑ سے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر خاص کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار ان کی شہادت پر یہ ہیں:

مَا قَالَهُ اللهُ قَرْمًا كَانَ أَمْرُهُمْ قُلْ الْإِيمَانُ الزَكَاةُ الْعَلْبُ السُّرْدُ
مَا قَالَهُ عَلِيٌّ ذَنْبُ الْمِيسَةِ إِلَّا السُّدَى تَسْكُفُوا زَوْرًا وَ لَسْمٌ يَسْكُنُ

بندوستان میں عثمان شہید رضی اللہ عنہ کی لسل کثیر پائی جاتی ہے۔ اور دیگر جملہ اسلامی ممالک میں بھی۔ خواہ جلال الدین کبیر الاولیاء پائی تھی، پھر بیعتی وقت قاضی شام اللہ پائی تھی پھر شمس العلماء مولوی رحمت اللہ مہاجر پڑھیں (مصطفیٰ از لہ ۱۱۱۰ ہام وغیرہ) اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن پڑھیں اسی دو دو مان عالی سے ہیں۔

④ مستدرک حاکم: 6849

بزرگ کا حکم ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی تجھ سے بیاہ دوں۔^[1]

جب دنوں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا، انہی دنوں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دختر حفصہ رضی اللہ عنہا بھی بیوہ ہو گئی تھیں، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اپنی لڑکی کا ذکر کیا۔ انھوں نے انکار سا کر دیا تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے رنج کا اظہار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا أَدُلُّ عُمَانَ عَلَى مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَّهُ مِنْهَا وَادْلَهَا عَلَى مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَهَا مِنْ عُمَانَ۔^[2]

عثمان رضی اللہ عنہ کو حفصہ رضی اللہ عنہ سے بہتر زوجہ ملے گی اور حفصہ رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر ملے گا۔

اس ارشاد کے بعد حفصہ بنت فاروق کو ام المومنین رضی اللہ عنہا ہونے کا شرف عطا ہوا اور عثمان غنی کو ذوالنورین کی عزت حاصل ہوئی۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے اولاد نہ ہوئی۔ 9ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وفضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے مراسم تدفین پورے کیے۔

صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دو ہشمان نورانی میں پانی تھا۔

[3] سیدۃ النساء العالمین فاطمہ رضی اللہ عنہا

خدیحہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لطن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں، ان کی ولادت غالباً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے اکتالیسویں (41) سال میں ہوئی۔^[4]

سیدہ ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھنے گئے، وہاں بہت سے کفار قریش موجود تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو عقبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی اوجھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر لارکھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سجدہ میں تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں انھوں نے باپ کی پشت سے اوجھ کو گرا دیا اور عقبہ کے لیے بددعا فرمائی۔^[5]

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدہ کا نکاح واقعہ بدر کے بعد احد سے پہلے ہوا تھا۔

جنگ احد میں سیدہ نے عملاً حصہ لیا۔ مدینہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ سیدہ میدان جنگ میں پہنچیں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار سے باہر نکل آئے تھے۔ سیدہ نے باپ کے زخموں کو دھویا اور جب دیکھا کہ خون نہیں تھمتا تو کھجور کی صف کو چلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھی جس کے بعد خون بند ہو گیا۔^[6]

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ ایک بار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ پیاری بیٹی کیا حال

[1] مستدرک حاکم: 6860، اسد الغابہ: 7/374، ازادہ: 374، انکحاص: 223، [2] مستدرک حاکم: 283/6، اسد الغابہ: 7/67

[3] (الاستیعاب) واضح ہو کہ اصول الکافی میں شیخ محمد کلینی نے ولادت سیدہ 5 نبوت بتائی ہے اور عمر بوقت وفات 18 سال 75 یم بعد از وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ولادت امام حسن 2ھ بتائی ہے۔ اندریں صورت عمر سیدہ بہ وقت ولادت امام حسن صرف دس سال ہوتی ہے اور اگر ولادت امام حسن 3ھ مان لی جائے جیسا کہ ای کتاب کی دوسری روایت ہے تب عمر سیدہ 11 سال ہوگی۔ اسی لیے میں نے الاستیعاب کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ مدائنی نے ولادت سیدہ 5 سال قبل از نبوت اور عمر بوقت وفات 29 سال تحریر کی ہے۔

[4] بخاری: 3854 [5] مسلم: 4075

ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے تکلیف ہی ہے اور مزید برآں یہ کہ ہمارے ہاں کھانے کی شے بھی نہیں، نبی ﷺ نے فرمایا:
 يَبْنِيَةٌ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَتِيكَ سَيِّدَةٌ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ قَالَ بَابَتْ قَائِلَةٌ مَرْيَمُ بِنْتُ عَمْرَانَ قَالَ تِلْكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ
 عَالَمِيْهَا وَ اَنْتِ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِكَ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ رَوَّجْتُكَ سَيِّدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ [1]
 ”بیٹی! تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم نساء العالمین کی سیدہ ہو۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاوا جان! مریم رضی اللہ عنہا کدھر گئیں؟
 فرمایا: وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارا شوہر دنیا اور آخرت میں
 سید ہے۔“

ابی ثعلبہ انصاری سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کسی سفر سے لوٹ کر آتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے، دو رکعت نفل
 پڑھ کر پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے پھر اپنے گھر رونق افروز ہوتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے
 کہ نساء اہل البیت کی سردار مریم رضی اللہ عنہا اور پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا پھر آسیہ رضی اللہ عنہا زین فرعون ہیں۔ [2]
 ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کا مشابہ بات چیت میں نہ تھا۔ وہ جب
 باپ کے پاس آیا کرتیں تو نبی ﷺ بوسہ دیتے، مرحبا فرمایا کرتے تھے اور جب آنحضرت ﷺ بیٹی سے ملنے جاتے وہ بھی اسی
 طرح ملا کرتی تھیں۔ [3] ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا سَخَانَ أَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ فَاطِمَةَ إِلَّا أَنْ يَسْكُونَ الَّذِي وَكَلَّهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو سچ بولنے والا نہ دیکھا۔ ہاں وہی ایسا ہو سکتا ہے جو نبی ﷺ کا جایا ہو۔ [4]

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے جمح بن عمیر صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا؟
 عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ انہوں نے پوچھا مردوں میں سے کون تھا؟ جواب دیا: شوہر فاطمہ رضی اللہ عنہا اور یہ بھی بتایا کہ علی رضی اللہ عنہ تو
 بڑے صوام و قوام تھے۔ [5]

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ عورتوں کا جنازہ جس طرح اب لے جایا جاتا
 ہے، مجھے تو یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ جنازے کے اوپر ایک چادر ڈال دیتے ہیں، جس سے اس کا پیکر نظر آتا ہے۔ اسماء نے کہا میں نے حبشہ
 میں ایک دستور دیکھا ہے، تمہیں دکھائی ہوں، پھر انہوں نے جمور کی تازہ شاخیں منگوا کر چار پائی پر لگائیں اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔ حضرت
 فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ بہت خوب اور بہت ہی اچھا ہے۔ مرد عورت کے جنازے کی پہچان بھی ہو جاتی ہے۔ جب میں مر جاؤں تب تو
 اور علی رضی اللہ عنہ مجھے غسل دینا اور کسی کو شامل نہ کرنا۔

حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی وفات شب سہ شنبہ (منگل) 3۔ رمضان المبارک 11ھ کو ہوئی۔ ان کی وصیت کے مطابق اسماء بنت
 عمیس زوجہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو غسل دیا۔ [6] حضرت عباس رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اہل

[1] حلیۃ الاولیاء 2/42 [2] حاکم: 157/3، تحفۃ الاشراف: 1346 ترمذی: 3887 [3] ترمذی: 3881، ابوداؤد: 5217، مستدرک حاکم: 4753
 [4] مستدرک حاکم: 4756 [5] ترمذی (ان کما علمتہ) کے الفاظ سے واضح ہے کہ یہ سوال و جواب بعد از وفات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہوئے تھے۔ ام المومنین کو دیکھو وہ
 سائل کو کس طرح حضرت سیدہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے فضائل بتاتی ہیں اور ان کو اَحْسَبُ النَّاسِ اَلْسِي رَسُوْلِي ظاہر کرتی ہیں۔ ترمذی: 3883، تحفۃ
 الاشراف: 16054 [6] الاستیعاب، بیان سلمیٰ خادمہ رسول غسل سیدہ میں سلمیٰ خادمہ رسول مولانا صفیہ بنت عبدالمطلب بھی شامل تھیں۔

بیت میں سے وہی سب سے پہلے نبی ﷺ سے جا ملیں۔

سیدہ کی عمر کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے اختلاف چلا آتا ہے۔ زبیر بن بکر سے روایت ہے کہ ہشام نے دریافت کیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر کیا تھی؟ عبداللہ نے کہا تیس (30) سال کبھی نے کہا: پچیس (35) سال۔ ہشام نے کہا: ابو محمد سنتے ہو کہ کبھی جو تاریخ میں سربراہ آوردہ ہے کیا کہتا ہے، انھوں نے کہا میری ماں کا حال مجھ سے دریافت کیجئے اور کبھی کی ماں کا حال کبھی سے پوچھ لیجئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی مرض الموت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا پہلے مجھے بتایا کہ میں اس مرض میں انتقال کر جاؤں گا۔ یہ سن کر میں رو پڑی تھی پھر بتایا کہ میں (فاطمہ رضی اللہ عنہا) حضور ﷺ کو خانہ ان کے سب اشخاص سے پہلے جا کر ملوں گی، اس پر میں خوش ہو گئی تھی۔ ①

وفات نبوی پر سیدہ رضی اللہ عنہا کے اشعار ہیں:

إِنَّا فَقَدْنَا نَاكَ فَقَدْنَا الْأَرْضَ وَإِبِلَهَا
وَعَابَ مُذْغِبَتْ عَنَّا الْوَحْيَ وَالْكِتَابَ

”ہماری محرومی حضور ﷺ سے ایسی ہے جیسے زمین سے طراوت کا جاتے رہنا۔ جب سے آپ ﷺ غائب ہوئے ہمارے پاس سے وحی اور کلام الہی کا انقطاع ہو گیا۔“

فَلَيْتَ قَبْلَكَ مَكَانَ الْمَوْتِ صَادَقْنَا
لَمَّا نَعِبْتُ وَحَالَتْ دُونَكَ الْكُتُبَ

”کاش! حضور ﷺ کے انتقال سے پیشتر اور اس وقت سے پیشتر جب مٹی نے حضور کو پوشیدہ کر دیا تھا، ہمیں موت آ جاتی اور ہم مر گئے ہوتے۔“ ②

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی ہمیشیوں پر بھی یہ خاص شرف حاصل ہے کہ دنیا میں ہی ان کی ذریت چلی اور ان ہی کی ذریت سے ائمۃ العظام ہوئے، جن کی شان اسلام میں نہایت ارفع و اعلیٰ ہے، رضی اللہ عنہم۔

سیدہ کے بطن اطہر سے امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے حالات علیحدہ لکھ دیے گئے ہیں۔

سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ چالیس ہزار (40000) درہم ان کا مہر تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد ان کا نکاح ثانی عمن بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔

زید بن عمر رضی اللہ عنہ کی وفات اسی روز ہوئی جس روز ان کی والدہ ام کلثوم بنت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا۔ بنو عدی کسی بات پر جھگڑ رہے تھے۔ زید رضی اللہ عنہ ان میں صلح کرانے کے لیے نکلے۔ تاریکی شب میں ان کو شناخت نہ کیا گیا ایک شخص کی ضرب ان کے سر پر لگی، چند روز مضروب رہ کر رہ گرائے عالم بقا ہوئے۔ ③

سیدہ زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔ میدان کر بلا میں اپنے بردار مکرم محمد حسین علیہ السلام کے ہمراہ

تھیں۔ گرفتاری کے بعد انھوں نے نہایت صبر و استقامت سے جملہ مصائب کو برداشت کیا اور اہل بیت حسین علیہ السلام کی حضانت فرمائی اور اعداء اشقیاء کو خوب خوب جواب دیے۔ ان کے فرزند صدی بن عبد اللہ بن جعفر بھی میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ سیدہ نساء العالمین کی اولاد میں بعض نے محسن اور رقیہ کے نام بھی بڑھادیے ہیں اور اکثر نے یہ نام نہیں لکھے۔ جنھوں نے لکھے ہیں وہ بھی مانتے ہیں کہ محسن اور رقیہ بردو کا انتقال نہایت صغرتی میں ہو گیا تھا۔ اس لیے ان کے حالات تاریخ میں نہیں ملتے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ وہ اپنے ہی گھر میں مدفون ہوئیں اور جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسعت دی گئی۔ تب یہ جگہ شامل مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئی تھی۔ اصول الکافی میں شیخ کلینی نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ اکثر مؤرخین کا رجحان ہے کہ ان کی قبر مبارک بقیع میں ہے۔ امام حسن، امام زین العابدین اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبور اسی جگہ پہلو بہ پہلو ہیں۔

مسعودی نے مروج الذهب میں تحریر کیا ہے کہ 304ھ میں بقیع میں ایک پتھر ملا تھا، جس پر یہ تحریر تھا:

هَذَا قَبْرُ فَاطِمَةَ بِنْتِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَاللَّهُ اعْلَمُ -

مرویات

① نسائی میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ہار نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے، وہ سونے کا ہار اپنے گلے سے اتار کر ہند بنت سہیرہ کو دکھا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے لا کر دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہار بیٹی کے ہاتھ میں دیکھا اور واپس چلے آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں۔ انھوں نے ہار فروخت کر دیا اور ایک غلام خریدا اور اسے راہ حق میں آزاد کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو خوش ہوئے اور الحمد للہ فرمایا۔

② فاطمہ بنت الحسین رضی اللہ عنہا نے اپنی جدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھ کر رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي ابْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھنا چاہیے۔ اور خروج مسجد کے وقت درود شریف کے بعد یہی دعا پڑھنی چاہیے رَحْمَتِكَ كِي جگہ فَضْلِكَ بدل لینا چاہیے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ روایت میں ارسال ہے کیوں کہ فاطمہ بنت الحسین نے اپنی جدہ کو نہیں دیکھا۔

③ ایک نہایت صحیح حدیث جسے نسائی کے سوا باقی جملہ صحاح میں روایت کیا گیا ہے، یہ ہے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک روز ابن عبد الواحد سے فرمایا، میں تجھ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات کہوں جو سارے کتبہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیاری تھیں۔ ابن الواحد نے کہا: ہاں۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا: فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اتنی چکی پیسی کہ ہاتھوں میں نشان پڑ گئے، پانی کے لیے مٹک اٹھائی کہ گردن پر نشان پڑ گیا۔ گھر میں جھاڑو دی کہ سب کپڑے میلے ہو گئے۔ انھیں پیام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ خادم آئے۔ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: تم اپنے ابا کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو۔ فاطمہ گئیں، مگر وہاں ہجوم تھا نہ سکیں۔ اگلے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود آئے اور رو یاقت فرمایا کیا ضرورت تھی؟ فاطمہ رضی اللہ عنہا چپ ہو گئیں۔ میں نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتا ہوں۔ چکی پیتے پیتے ان کے ہاتھوں میں

① اس پر عمل بحث میرے سفر نامہ حجاز میں ملے گی۔ ② ترمذی: 314، 315، ابن ماجہ: 771، مسند احمد: 283، 283/6

نشان پڑ گئے ہیں اور منگ اٹھاتے اٹھاتے گردن پر، میں نے دیکھا تھا کہ حضور ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں اور میں نے ہی ان سے کہا تھا کہ حضور کے پاس جائیں اور خادم مانگیں کہ اس تکلیف سے رہائی ہو۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي اللَّهُ يَا فَاطِمَةُ وَأَدَى فَرِيضَةَ رَبِّكَ وَأَعْمَلِي عَمَلِ أَهْلِكَ وَإِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ فَسَبِّحِي ثَلَاثًا
وَقَلَّيْنِ وَأَحْمِدِي ثَلَاثًا وَقَلَّيْنِ وَكَبِّرِي أَرْبَعًا وَقَلَّيْنِ فَذَلِكَ مِائَةٌ هِيَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ خَادِمٍ ①
”اے فاطمہ! تقویٰ اختیار کرو۔ فرانس الہی ادا کرو، اپنے کنبہ کے اعمال کو اپنا دستور بناؤ اور جب بستر خواب میں لیٹو تب 33 بار سبحان اللہ 33 بار الحمد للہ 34 بار اللہ اکبر پڑھو۔ یہ پورا سو (100) ہو گیا۔ یہ عمل تیرے لیے خادم سے بہتر ہے۔“
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رَضِيْتُ عَنِ اللَّهِ وَعَنِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔
میں اللہ سے اور رسول اللہ ﷺ سے اسی حال پر خوشنود ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: و لَمْ يَخْدُمَهَا فَاطِمَةُ رَضِيَتْ كَوْنَهَا خَادِمَةً لِي۔
اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کنبہ کی معیشت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زہد و ریاضت اور رضا و تسلیم اور نبی ﷺ کی اپنے لیے اور اپنے احب اہل کے لیے دنیا و اموال دنیا سے علیحدگی و برأت بخوبی آشکارا ہو گئی۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى لَهُ ②
ایک اور روایت ہے جسے ابن عدی و بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:
يَا فَاطِمَةُ مَنْ يَمْنَعُكَ أَنْ تَسْمَعِي مَا أَوْصِيكَ بِهِ أَنْ تَقُولِي يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ وَلَا تَكْلِبِي إِلَيَّ نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ ③
مطلب یہ ہے کہ اس وظیفہ کو میری وصیت سمجھ کر پڑھا کرو۔
”یا حئی یا قیوم برحمتک استغیث و لا تکلیبی الی نفسی طرفة عین و اصلح لی شأنی کُلُّہ،
ترجمہ: اے زندہ رہنے والے، اے قائم رکھنے والے، میں تیری رحمت سے فریاد کرتا ہوں کہ تو میرا ہر کام درست فرما اور مجھے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی میرے نفس کے پردہ نہ کرنا۔ ④

ابنائے فاطمہ رضی اللہ عنہا

① امام حسن رضی اللہ عنہ سبط النبی ﷺ

نصف رمضان 3ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی دایہ کا نام سووہ بنت مسرح الکندیہ ہے۔ نبی ﷺ نے ساتویں دن دو مینڈھے ② حقیقہ کے ذبح کیے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ دیا۔

① بخاری: 5361، 3705، مسلم: 2727، ابوداؤد: 2988، ترمذی: 411/1

② اتمامات السنیہ: 66/5، کوزا اعمال: 3918، میزان الاعتدال: 2448، اکال فی الضعفاء: 4/1636، صحیح الترمذی والتریب: 273/1

④ ابوداؤد: 2841، نسائی: 7/165، عہد الرزاق: 7862، ابن الجارود: 912، 911، بیہقی: 299/9، ابن حبان: 1061

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ امام حسنؑ کا نصف پیکر بالائی اور امام حسینؑ کا نصف پیکر زیریں نبی ﷺ سے مشابہ تر تھا۔^[1]

احادیث صحیحہ سے بتواتر ثابت ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی شان میں فرمایا:
 ان ابني هذا سيدٌ وَعَسَىٰ ان يَنْصُرَهُ حتى يَصْلِحَ به بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ
 یہ میرا فرزند سید ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک باقی رکھے گا کہ اس کے وسیلے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے اندر صلح ہو جائے۔^[2]

مسند امام احمد میں امام حسنؑ سے دعائے قنوت روایت کی گئی ہے۔

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٍ أَقُولُهَا فِي الْوَتْرِ أَلْتَهُمْ أَهْدِينِي فِي مَنْ هَدَيْتَ وَعَافَيْتَ فِي مَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّيْتَنِي فِي مَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارَكْ لِي فِي مَا أَعْطَيْتَ وَرَقِيبِي شَرًّا مَا قَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَىٰ عَلَيْكَ إِنَّهُ لَا يَدُلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَلَا يَعْزُزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَ صَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ حَاكِمِ كِي رَوَايَاتٍ فِي الْفَاظِ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَتْرِي هِيَ۔

امام ترمذی نے لکھا ہے: وَلَا تَعْرِفُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَنُوتِ فِي الْوَتْرِ شَيْءٌ أَحْسَنَ مِنْ هَذَا^[3]

امام حسنؑ حضرت عثمانؓ کی نصرت میں مہارزت کرنے والوں اور ان کی حفاظت کرنے والوں میں سے تھے۔ علی مرتضیٰؑ کی شہادت کے بعد چالیس ہزار (40000) سے زیادہ بہادروں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ سب وہ تھے جو حضرت علیؑ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر چکے تھے۔ ان لوگوں کو حضرت امام حسنؑ کی اطاعت و محبت کا ذوق پہلے سے زیادہ تھا۔ چار ماہ تک امام ہمام نے عراق و عرب اور ماوراء خراسان تک کی خلافت فرمائی اور پھر معاویہؓ کی جانب کوچ کر دیا۔ حضرت معاویہؓ بھی ان کی طرف چلے۔ جب دونوں فوجوں کا تقابل ہوا تو امام حسنؑ کا دل رحم منزل سمجھ گیا کہ جب تک ان دونوں میں ایک فوج فنا نہ ہو جائے گی تب تک لڑائی ختم نہ ہوگی۔ یہ تو سخت خون ریزی ہے۔ اس لیے معاویہؓ کو کہلا بھیجا کہ میں اس شرط پر کہ اس کے بعد حکومت امام حسنؑ کی ہوگی صلح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تھوڑی ہی رودکد کے بعد گفتگو ختم ہوگئی اور کوفہ کی جامع مسجد میں امام حسنؑ نے بہ ماہ جمادی الاولیٰ 41ھ میں امیر معاویہؓ کو خلافت کی حکومت سپرد فرمائی۔

ابو عامر سفیان بن یحییٰ ایک شخص جو کوفہ کا باشندہ اور بوڑھا تھا اس نے امام حسنؑ کی خدمت میں آ کر کہا: اَلَسَلَامُ عَلَيْكَ يَا مُدِلَّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت امام نے فرمایا ابو عامر ایسا نہ کہو، میں نے جو کچھ کیا مومنوں کی ذلت کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کیا کہ محض سلطنت کے لیے مومنین کا قتل کرنا میں پسند نہیں کرتا۔ حکومت چھوڑ کر امام حسنؑ مدینہ منورہ کو جا رہے تھے جب بیمار ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے کئی دفعہ زہر پلایا گیا۔ اس دفعہ تو وہ ایسا سخت ہے کہ میرا کلیجہ کاٹ ڈالا۔

امام حسینؑ نے پوچھا بھائی ازہر کس نے دیا؟ امام حسنؑ نے فرمایا پوچھنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ کیا اسے قتل کرو

[1] ترمذی 3788، صحیح 108، 99/2، بخاری 2704، ابوداؤد 4662، صحیح 44، 37/3، نسائی 107/3، مسند حمیدی 793، ترمذی 3782

[2] ابوداؤد 1426، 1425، ابن ماجہ 1178، بخاری 373/1، ابن خزیمہ 1096، 1095

گئے؟ فرمایا: ہاں۔ اگر زہر دینے والا وہی شخص ہے جس کی نسبت میرا گمان ہے، تب تو اللہ تعالیٰ خود ہی انتقام لے گا اور اگر وہ نہیں، تو میں پسند نہیں کرتا کہ کسی بے گناہ کو میری وجہ سے تکلیف پہنچے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے چند احادیث کی روایت فرمائی ہے، ان میں سے (1) دعا قنوت (2) انا ال محمد لا تحل لنا الصدقة ہے (3) ”ہم ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ جائز نہیں“ (3) امام احمد، ترمذی و دارمی و نسائی نے یہ حدیث بھی امام حسن رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوعاً روایت فرمائی ہے۔ دَعُ مَا يُرِيكَ إِلَى مَا لَا يُرِيكَ فَإِنَّ الصَّدَقَ حَكَمَانِيَةٌ وَإِنَّ الْكُذْبَ رَيْبَةٌ (4) ”شک میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ دو اور شک میں نہ ڈالنے والی کو اختیار کر لو کیونکہ سچ اطمینان کا باعث اور شک جھوٹ ہو سکتا ہے۔“

آخری وقت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے عائشہ ام المؤمنین سے ایک بار ذکر کیا تھا کہ مجھے اپنے گھر میں دفن ہونے کی اجازت دیں، انھوں نے مان لیا تھا مجھے وہم ہوتا ہے کہ مبادا انھوں نے میری شرم سے کہہ دیا ہو، اب تم میری وفات کے بعد جانا اور یہی درخواست کرنا اگر وہ خوشی سے اجازت دے دیں تو مجھے وہیں دفن کرنا، ہاں میرا یہ بھی خیال ہے کہ اہل حکومت مجھے وہاں دفن نہ ہونے دیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں تو مت جھگڑنا اور پھر مجھے بیع الغرقہ ہی میں دفن کر دینا۔

جب امام حسن رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر سے روح النور نے پرواز کیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے اجازت مانگی تو انھوں نے کہا: نَعَمْ وَتَحْسَرَانَا ہاں! اور میں اسے عزت سمجھتی ہوں۔ مروان حاکم مدینہ (5) نے یہ واقعہ سنا تو بولا کہ وہ بھی جھوٹا ہے اور وہ بھی جھوٹی ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ یہاں کبھی بھی دفن نہ ہوگا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کو تو انھوں نے قبرستان میں بھی دفن کرنے دیا اور آج حسن رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دفن کرنا چاہتے ہیں۔ (6) حضرت امام محمد روح رضی اللہ عنہ نے 46 سال کی عمر میں بہ ماہ ربیع الاول 59ھ میں وفات پائی (7) اور والدہ مکرمہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان میں روایت ابی بکرہ میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں: وَإِنَّهُ رَيْبَاتِي مِنَ الدُّنْيَا (8) ”یہ میرے دنیا کے پھول ہیں۔“

اور حسین شہیدین رضی اللہ عنہما کی منقبت میں یہ حدیث ہے:

إِنَّهُمَا سَيِّدَا حَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ”یہ دونوں نوجوان بہشت کے سردار ہیں۔“ (9) دوسری حدیث ہے:

أَكْلُهُمَّ إِنِّي أَحِبُّهُمَا فَأَحِبُّهُمَا وَأَحَبُّ مَنْ يُحِبُّهُمَا (10)

”اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، پس تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی ان دونوں سے محبت رکھے ان سے تو بھی محبت فرما۔“

(1) مستدرک: 1727، ترمذی: 218، نسائی: 5711، ابن خزيمة: 2347، شعب الایمان: 5747، مستدرک: 1725، دارمی: 245/2، مصنف: بیحد کی بات تاریخی اعتبار سے درست نہیں ہے کیونکہ اس وقت مدینہ کے گورنر سعید بن عباس تھے۔ اس نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی تدفین سے روکنے کی حرکت مذموم مروان بن حکم نے ہی کی تھی (4) مروان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان غنی پر منجانب باغیان قوم جو ظلم و ستم ہونے اس میں اہل بیت نے بھی کوئی حصہ لیا تھا مگر یہ بہتان عظیم ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان ظالموں نے اپنے افعال کو چھپانے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بزرگ نام کو سپر بنا لیا تھا اور نہ ان کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ (5) ماخوذ از الاستیعاب ص: 142۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات 50ھ کے قریب ہوئی تھی۔ اس طرح ان کی عمر 46 سال بنتی ہے۔ ان کی پیدائش 3ھ کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات 58ھ ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ان کی زندگی میں ہوئی تھی۔ انھوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بیعت میں دیکھنے پر رضامند کیا تھا۔ (6) بخاری: 3753، اب الطرذ: 85، ترمذی: 3779، مستدرک: 93، 85/2، (7) ترمذی: 3790، نسائی: 193، ابن خزيمة: 1194، مستدرک: 391/5، ترمذی: 3791، کنز العمال: (34280)

امام حسن رضی اللہ عنہ کے ایک قانونی مشورہ کا ذکر علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، جو دلچسپ ہے:

ایک شخص کو گرفتار کر کے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا۔ گرفتاری ایک ویران غیر آباد مقام سے ہوئی تھی۔ گرفتاری کے وقت اس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چمچری تھی، یہ کھڑا ہوا تھا اور ایک لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی۔

اس شخص نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے اقبال کر لیا اور انھوں نے قصاص کا حکم دے دیا اتنے میں ایک شخص اور دوڑا دوڑا آیا اور اس نے خلیفہ کے سامنے اقبال جرم کیا۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ملزم اول سے دریافت کیا کہ تو نے اقبال جرم کیوں کیا تھا۔ اس نے کہا کہ جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی، میں نے سمجھا ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ بھی مفید نہ ہوگا۔ پوچھا گیا کہ واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میں قصاب ہوں، میں نے جائے وقوع کے قریب ہی بکرے کو ذبح کیا تھا، گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کا زور پڑا، میں جائے وقوع کے قریب پیشاب سے فارغ ہوا کہ میری نظر اس لاش پر پڑ گئی میں اسے دیکھنے کے لیے اس کے قریب پہنچا، دیکھ رہا تھا کہ پولیس نے مجھے گرفتار کر لیا۔ سب لوگ کہنے لگے کہ یہی شخص اس کا قاتل ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اس لیے میں نے اقبال جرم کر لینا ہی بہتر جانا۔

اب دوسرے اقبالی مجرم سے دریافت فرمایا: اس نے کہا کہ میں ایک اعرابی ہوں، مفلس ہوں۔ مقتول کو میں نے بہ طبع مال قتل کیا تھا، اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی، میں گوشہ میں جا چھپا۔ اتنے میں پولیس آ گئی۔ اس نے پہلے ملزم کو پکڑ لیا۔ اب جب کہ اس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تو میرے دل نے مجھے آمادہ کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اقبال کروں۔

یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا کہ امیر المؤمنین اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو ایک شخص کی جان بچائی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾ [5: المائدہ: 32] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ کو قبول فرمایا، دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے دلایا۔ ﴿۱﴾

اولاد امام حسن رضی اللہ عنہ

امام ہمام کے بارہ (12) بیٹے تھے:

- 1) زید
 - 2) حسن ثقی
 - 3) حسین
 - 4) طلحہ
 - 5) اسماعیل
 - 6) عبداللہ
 - 7) حمزہ
 - 8) یعقوب
 - 9) عبدالرحمن
 - 10) ابوبکر
 - 11) قاسم
 - 12) عمر
- پانچ بیٹاں تھیں:

1) فاطمہ 2) ام سلمہ 3) ام عبداللہ 4) ام حسین رملہ 5) ام الحسن

امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسل ان کے چار فرزندوں یعنی زید۔ حسن الثقی۔ حسین الاثرم اور عمر سے جاری ہوئی تھی۔ مگر حسین اور عمر کا سلسلہ ختم ہو گیا اور اب دنیا میں زید اور حسن ثقی کی اولاد باقی ہے۔

اولاد حسن رضی اللہ عنہ میں سے عمر، قاسم اور عبداللہ میدان کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

﴿۱﴾ العرق الحکم فی السیاسة الشرعیۃ لابن القیم ص 52 مطبع مطبوعہ الآداب مصر۔

11) زید بن حسن علیہ السلام (المتوفی 120 ہجری)

ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت ابوسعود عقبہ بن عمرو بن شبلہ الخزرجی الانصاری ہے۔ حضرت زید کے فرزند ابو محمد حسن سلطنت منصور میں امیر مدینہ منورہ ہو گئے تھے۔

حضرت سید محمد گیسو راز حضرت خلیفہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا بھی حضرت زید بن حسن علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ان کا حزار بمقام گلبرگہ (علاقہ سرکار وادی نظام خلد اللہ ملکہ) ہے۔

12) حسن ثنی علیہ السلام (المتوفی 97 ہجری)

ان کی والدہ خولہ بنت منکور بن ریان بن عمرو بن جابر بن عقیل بن کی بن مازن بن فزارہ ہیں۔ صدقات علی مرتضیٰ علیہ السلام کا اہتمام حضرت حسن ثنی ہی کے متعلق تھا، یہ میدان کربلا میں شریک ہوئے اور سخت زخمی ہو گئے تھے۔ اختتام جنگ کے بعد ان کو سکتے ہوئے دیکھا گیا۔ اسماء بن خارجہ فزاری نے ابن سعد سے علاج کرانے کی اجازت حاصل کر لی اور یہ اچھے ہو گئے۔

امام حسین علیہ السلام کی دختر فاطمہ ان کے نکاح میں تھی جس سے ابراہیم الغمر، حسن ثلاث اور عبداللہ محض پیدا ہوئے تھے۔ یہ تینوں وہ پہلے شخص ہیں جو طرفین سے فاطمی ہیں۔ یہ شرف اور میں نہیں پایا جاتا۔

ایک رومیہ عورت سے داؤد جعفری اور فرزند بھی تھے۔

13) عبداللہ محض شیخ بن ہاشم کے لقب سے ملقب تھے۔

ان کے پانچ فرزند تھے: (1) محمد ذی النفس الزکیہ (2) ابراہیم (3) موسیٰ الجون (4) سلیمان (5) اور یس۔

محمد ذی النفس الزکیہ نے دعویٰ خلافت کیا تھا اور امام مالک علیہ السلام نے ان کی رفاقت کا فتویٰ دیا تھا۔

ابراہیم بن عبداللہ محض نے بھی دعویٰ خلافت کیا تھا اور امام ابوحنیفہ علیہ السلام نے ان کو چار ہزار (4000) درہم بطور امداد بھیجے تھے، ان کے بیٹے حسن اور ان کے فرزند عبداللہ مشہور ہیں۔ دنیا میں ان کی نسل باقی ہے۔

عبداللہ محض کے فرزند موسیٰ الجون کی نسل بھی بہت پھیلی ہے۔ شیخ الخلیل امام اولیاء ابوصالح سیدی الشیخ عبدالقادر جیلانی علیہ السلام حضرت موسیٰ الجون ہی کی نسل سے ہیں۔

14) سزاوات لفظ عاشق (471) ہے۔ سنین عمر لفظ کامل (91) ہے۔ سزاوات لفظ معشوق الہی (562) سے برآمد ہوتا ہے۔ منلی المذہب تھے۔ کرامات کثیرہ کی روایات تو ان کے ساتھ مشہور ہیں۔ سلسلہ قادریہ ذات گرامی تک پہنچتا ہے۔

تصنیفات سے چند کتابیں ملتی ہیں۔ سید عبدالوہاب شعرانی علیہ السلام نے تحریر کیا ہے کہ سید الشیخ جیلانی علیہ السلام نے فرمایا ایک روز مجھے نور عظیم نظر آیا جس نے افق کو چھپا لیا تھا۔ پھر اس میں سے ایک صورت نمودار ہوئی، اس نے کہا: عبدالقادر میں حیرت اور تیرے لیے جملہ محرمات کو حلال کرتا ہوں۔ میں نے کہا: اے عین دور۔ دور۔ اسی وقت وہ نور غلٹ بن گیا اور وہ صورت بن گئی۔ پھر آواز آئی عبدالقادر تیرے رب نے تجھے علم دیا اور منازل احوال کا تقدر عطا کیا۔ اس لیے تو فتح کیا اور نہ سزاوار طریق کو میں اسی طرح گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا یہ سب کچھ یہ فضل ربی ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ حضور کیوں کر سمجھ لیا کہ وہ شیطان ہے؟ فرمایا اس فقرہ سے کہ جملہ محرمات کو حلال کرتا ہوں۔ لواقح الانوار فی طبقات الاخیار للشعرانی نے سب عالی اسی طرح بیان کیا ہے۔ شیخ عبدالقادر بن موسیٰ بن عبداللہ بن یحییٰ الزائد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ بن امام حسن بن علی مرتضیٰ علیہ السلام۔

- ② ابراہیم الغمر بن حسن شنی کا لقب عمر کثرت جو کی وجہ سے پڑ گیا تھا۔ ابواسامعیل کنیت ہے۔ 145ھ میں 69 سال کی عمر میں وفات پائی تھی۔ ان کی نسل اسماعیل دیاج سے جاری ہے۔ اسماعیل دیاج کی کنیت ابوابراہیم اور لقب شریف الخاص تھا۔ ان کے فرزند حسن کی نسل دو فرزند انج اور ابراہیم طباطبایا سے جاری ہے اور بہ کثرت پائی جاتی ہے۔ سادات بنومعویہ کے سلسلہ نسب انہی میں آ کر شامل ہوتا ہے۔ بنومعویہ میں سے سید عماد الدین محمد بن حسین بن قریش کی اولاد دہلی میں موجود ہے۔
- ③ حسن المثلث بن حسن شنی کی کنیت ابوعلی ہے۔ 149ھ میں وفات پائی۔ ان کی نسل دنیا میں موجود ہے۔
- ④ داؤد بن حسن شنی کی والدہ رومیہ ہیں۔ یہ اور امام جعفر صادق باہم رضیع تھے اور یہی صدقات علی مرتضیٰ علیہ السلام کے متولی تھے۔ ان کی نسل سلیمان بن داؤد سے جاری ہے۔ سلیمان کی والدہ ام کلثوم بنت امام زین العابدین ہیں۔ سلیمان کی نسل چار فرزندوں:
- (1) موسیٰ (2) داؤد (3) اٹحق (4) حسن، سے دنیا میں موجود ہے۔
- ⑤ جعفر بن شنی کی کنیت ابو الحسن ہے۔ 70ھ میں وفات پائی۔
- ان کا بیٹا حسن تھا، جس کی نسل عبداللہ اور جعفر ملقب بہ غدار اور محمد الشلیق سے جاری ہے۔ قزوین، راوند، مراغہ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔

② امام حسین علیہ السلام سبط الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

- امام حسن علیہ السلام کے برادر خورد ہیں۔ 5 شعبان 4ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔
- واقفی بیہیہ وغیرہ کا قول ہے حسن علیہ السلام کی ولادت سے 50 یوم بعد حسین علیہ السلام نے نطن مادر مطہر میں استقرار پایا تھا۔ امام جعفر صادق عن ابیہ کی روایت ہے: لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْحُسَيْنِ وَالْحُسَيْنِ إِلَّا طَهْرًا وَاحِدًا۔ [1]
- مصعب الزہری سے روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے پچیس (25) حج پیادہ کیے تھے۔ یہ روایت الاستیعاب کی ہے۔ انکانی میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے بیس (20) حج پیادہ کیے تھے۔ میرے نزدیک یہ دونوں روایات شہیدین سعیدین کے متعلق صحیح معلوم نہیں ہوتی ہیں۔ صورت تطبیق یہ ہے کہ دونوں بھائیوں نے بیس (20) حج اکٹھے کیے ہوں گے۔ امام حسین کے پانچ (5) حج زائد ہیں یہ غالباً بعد از وفات امام حسن علیہ السلام ادا کیے ہوں گے۔
- ابو ہریرہ علیہ السلام کہتے ہیں میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا کہ حسین علیہ السلام بچہ ہی تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں کلائیوں کو پکڑا۔ اس وقت حسین علیہ السلام کے قدم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت قدم پر تھے۔ پھر فرمایا، چڑھو، چڑھو۔ حسین اوپر کو چڑھے جاتے تھے، حتیٰ کہ ان کے پاؤں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر تھے اور منہ کے برابر منہ تھا۔ پھر فرمایا کہ منہ کھولو۔ انہوں نے منہ کھولا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا منہ چوم لیا اور زبان سے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَحَبُّ قَاتِي اَحِبُّهُ الْاَلٰہی میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔ [2]

امام زہری علیہ السلام نے (بامسناد عن علی بن الحسین عن ابیہ) امام حسین علیہ السلام سے یہ حدیث نبوی روایت کی ہے۔

[1] حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام میں صرف ایک طرح کا فاصلہ تھا۔ ان روایات سے معلوم ہو گیا کہ یہ غلط بات مشہور ہے کہ امام حسین علیہ السلام والدہ مطہرہ میں صرف چھ ماہ بچہ تھے کیوں کہ ابتدا و انتہا سے حمل کی تاریخوں کا عین ہو چکا ہے۔ اسد الغابہ 2/ 27 [2] بخاری 3749، مسلم 58، 2422، ترمذی 3792، ابوالمنذر 86

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ ①

”انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ نا کارآمد چیز کو ترک کر دے۔“

امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہارثہ سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرنے میں ممتاز تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ سنا اور کچھ عرصہ تک اس کا ذکر حسین رضی اللہ عنہ سے نہ کیا۔ پھر جب میں نے ذکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پیشتر ہی دریافت کر چکے اور سن چکے تھے، بلکہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و رفت کے متعلق کچھ زائد معلومات بھی حاصل کر رکھی تھیں۔ ②

مسند احمد و سنن ابوداؤد میں ایک حدیث مرفوعہ حسین علیہ السلام سے مروی ہے:

إِنَّ لِلسَّائِلِ حَقًّا وَإِنْ جَاءَ عَلَى فُرْسٍ ③

”سائل کا حق قائم ہو جاتا ہے خواہ وہ گھوڑے پر ہی سوار آئے۔“

امام حسین رضی اللہ عنہ شاعر بھی تھے۔ مندرجہ ذیل اشعار اپنی بیوی رباب بنت امری القیس الکلبی ④ اور اپنی بیٹی سکینہ ⑤ کے جو رباب کے بطن سے ہیں، انشاء فرمائے تھے:

لَعَمْرُكَ إِنِّي لَأُحِبُّ أَرْضًا تَحَلُّ بِهَا سُكِينَةٌ وَالرَّبَابُ ⑥
أَحِبُّهَا مَا وَابَدَلُ جُلَّ مَالِي وَ لَيْسَ لِعَاقِبِ عِنْدِي عِتَابُ
فَلَسْتُ لَهُمْ وَإِنْ غَابُوا مُضِيعًا حَيَاتِي أَوْ يُغَيِّبُنِي التُّرَابُ
كَانَ اللَّيْلَ مَوْصُولٌ بِلَيْلٍ إِذَا زَرَّتْ سُكِينَةٌ وَالرَّبَابُ

بی بی رباب کی محبت میں اشعار ارشاد فرمائے گئے وہ بھی مہر وفا کی تیلی تھی۔ امام ہمام کی شہادت کے بعد بہت لوگوں نے ان کے پاس پیغام نکاح بھجوائے مگر انھوں نے انکار ہی کر دیا۔ صاحب الاغانی نے سند متصلہ کے ساتھ ان کے مندرجہ ذیل اشعار جو شہادت کے بعد کہے گئے روایت کیے ہیں۔

ان الذی کان نور استضاء به بکربلاء قتیل غیر مدفون
سبط النبی جزاک اللہ صالحہ عنا وجنبت حسران الموازنین

① ترمذی: 2318، ابو نعیم فی الحلیہ: 10/171، تہذیب الاشراف: 13/316۔ ② شکل ترمذی: 8۔ ③ مسند امام احمد: 1732، ابوداؤد: 1665۔

④ صاحب الاغانی نے عوف بن خارجہ المزنی سے روایت ہے کہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس نے میں ایک آنج۔ امیر شخص لوگوں کو چیرتا ہوا آیا۔ اس نے بتایا کہ وہ امراء القیس الکلبی ہے۔ جس نے بکر بن وائل پر بیعت کا حملہ کیا تھا۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اب کیا چاہتے ہو؟ وہ بولا، اسلام۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے مسلمان بنایا اور اسے شام کے رہنے والے بنو قریظہ کا سردار بنا دیا اور رایت سرداری عطا کر دیا۔ امراء القیس اس مجلس سے اٹھا تو اس کے سر پر آیات سرداری لہرا رہا تھا، وہ اسی وقت واپس چل دیا۔ حضرت علی مرتضیٰ حسین کو لیے ہوئے اس کو روہ میں لگے۔ امراء القیس سے فرمایا میں علی عم زاد نبی ہوں میرے یہ دونوں فرزند رسول اللہ رضی اللہ عنہما کے نواسے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری قرابت ہو جائے۔ امراء القیس بولا، میری تین بیٹیاں ہیں: حبیبا علی، کوسلی، حسن کو اور رباب حسین کو دیتا ہوں۔ اس طرح رباب امام حسین رضی اللہ عنہما کے نکاح میں آئی تھیں۔ ⑤ سکینہ صیغہ تصغیر ہے۔ ان کا نام امیرہ یا امینہ ہے جو بیان کیا گیا ہے۔ ان کے کئی نکاح ہوئے۔ اول عبد اللہ بن حسن بن علی سے ہوا تھا۔ ایک نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا تھا۔ ایک لاکھ کا مہر ادا کیا گیا۔ یہ غلط ہے کہ سکینہ کا انتقال زمانہ شام اور بیچنے میں ہو گیا تھا۔ ⑥ پہلے تین شعرا غانی سے اور چوتھا روض الاغاف سے نقل کیا گیا ہے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے: سچ تو یہ ہے کہ میں اس جگہ سے الفت رکھتا ہوں جہاں سکینہ اور رباب ٹھہری ہوئی ہیں۔ مجھے ان دونوں سے محبت ہے۔ میں ان پر دولت کثیر خرچ کرتا ہوں اور عاتق کے عتاب کی پروا نہیں کرتا۔ گو وہ یہاں موجود نہیں ہیں مگر میں غور و برداشت سے بے خبر نہ رہوں گا جب زعمہ ہوں اور جب تک سنی مجھے چھپا نہ دے گی۔ جب سکینہ اور رباب اپنے اقارب سے ملنے لگی ہوئی ہوں تو رات ایسی ہی اٹھرتی ہے کہ گویا رات کے ساتھ دوسری رات مل گئی ہے۔

قد كنت لي جلا صعبا الوزبه و كنت تصحبنا بالرحم والدين
 من ليلتامي و من للسائلين و من يعنى و يواى اليه كل مسكين
 والله لا ابتغى صهرا بعدكم حتى اغيب بين الرمل والطين [1]
 حضرت امام ہمام کی شہادت بروز جمعہ عشرہ محرم 60ھ کو میدان کربلا میں جسے طف بھی کہتے ہیں۔ آغاز وقت زوال میں ہوئی۔

انا لله و انا اليه راجعون!

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَ يُسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يُسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَ فَضْلِهِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَ الرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَ اتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ [آل عمران: 173]

”واقعہ ہائلہ کربلا کا مکمل بیان میں نے لکھا تھا اور ارادہ تھا کہ اسی کتاب میں شائع کیا جائے مگر احباب کے مشورہ سے قرار پایا کہ اسے علیحدہ شائع کیا جائے تاکہ تھوڑی قیمت پر بہت ہاتھوں تک پہنچ سکے۔ اس مضمون میں واقعات کو تنقید صحت کے بعد لکھا گیا ہے۔ اصل خطوط کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں اور شہداء کے اسماء اور قبائل کی تحقیقات کی گئی ہے۔“

اولاد حضرت حسین رضی اللہ عنہ

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

اسم مبارک علی ہے۔ کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدین، سجاد، ذوالثقات لقب پڑ گئے تھے۔ واقعہ کربلا میں عمر مبارک 23 سال کی تھی۔ 38ھ میں پیدا ہوئے۔ 95ھ میں وفات پائی۔ ان کی والدہ بنت یزید جرد ہیں۔ جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسیر ہو کر آئی تھیں۔

امام زین العابدین کی نسل دنیا میں چھ فرزندوں ① محمد باقر ② عبداللہ الباہر ③ زید الشہید ④ عمر الاشرف ⑤ حسین الاصفہر ⑥ علی الاصفہر سے باقی ہے۔

دو بیٹیاں: ام کلثوم و خدیجہ تھیں

ام کلثوم: کا نکاح داؤد بن حسن شمی سے ہوا تھا۔ ان کے بطن سے سلیمان پیدا ہوا۔ سلیمان کی نسل داؤد، اسحاق اور حسن سے جاری ہے۔
 خدیجہ کا نکاح محمد بن عمر بن علی مرتضیٰ سے ہوا۔ ان کے بطن سے عبداللہ، عبید اللہ، عمر پیدا ہوئے۔ نسل باقی ہے۔

عبداللہ الباہر بن زین العابدین رضی اللہ عنہ

امام باقر کے برادر شقیق ہیں، ان کی نسل محمد الارقط سے جاری ہے۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا، اسماعیل۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ حسین ① ان اشعار کا مصرعہ اول حضرت حسان بن علیؓ کے نعتیہ اشعار سے لیا گیا ہے۔ ترجمہ اشعار یہ ہے: وہ نور جو روشنی پہیلا تا تھا کربلا میں منتقل پڑا ہے۔ اسے کسی نے دفن بھی نہ کیا۔ اسے سید نبی اللہ تھے ہماری جانب سے بہترین جزا عطا فرمائے۔ آپ میزان عمل کے خسران سے بچائے گئے۔ تم میرے لیے بلند پھاڑ کی چوٹی تھے جس کی بناو لیا کرتی تھی۔ (یہ مجاورہ حضرت داؤد کی زیور میں بکثرت ہے) آپ کا برتاؤ ہمارے ساتھ رحم اور دین کا تھا۔ اب تمہیں کون ہے؟ اب فقیروں کا کون ہے؟ اب کون رو گیا ہے جس کے پاس ہر ایک مسکین کو پناہ مل سکے۔ اب میں اس قرابت کے بعد اور کوئی غمگینی پسند نہ کروں گی۔ حتیٰ کہ ریت اور مٹی کے ٹودہ میں جا بچوں۔ فقط۔

اور محمد۔ یہ نسل رے، قم، جرجان میں پائی جاتی ہے۔

زید الشہید بن امام زین العابدین علیہ السلام

ان کی والدہ ام ولد تھیں، انھوں نے عہد سلطنت ہشام میں دعویٰ خلافت کیا تھا۔ بہت لوگوں نے بیعت کر لی تھی۔ مدائن، بصرہ، واسط، موصل، خراسان، رے، جرجان کے علاوہ صرف کوفہ ہی کے پانچ ہزار (5000) شخص تھے۔ جب یوسف ثقفی نے ان کے مقابلہ میں لشکر لایا تو یہ سب لوگ امام کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ زید شہید نے فرمایا کہ **رَفَضُونَا الْيَوْمَ اس دن سے رافضی کا لفظ نکلا۔ آپ 15 صفر 121ھ کو اس جنگ میں زخم تیر سے شہید ہوئے تھے۔**

ان کے چار فرزند تھے۔ بچی جو 18 سال کی عمر میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی ایک دختر تھی، باقی تین فرزندوں حسین، ذی الدمعہ عیسیٰ موتم الاشبال، محمد سے نسل جاری ہے۔ [1]

حسین ذی الدمعہ نے 135ھ میں وفات پائی۔ نسل کثیر باقی ہے اور کسختل، سنجل وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔ یہ لوگ ترمذی کہلاتے ہیں۔

عیسیٰ موتم الاشبال کی نسل چار فرزندوں: احمد، زید، محمد، حسین عصارہ سے جاری ہے۔

سادات بارہ بلگرام کا نسب محمد بن عیسیٰ تک بنتی ہوتا ہے۔ حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ المتوفی 1200ھ اسی

نژاد عالی سے ہیں۔

عمر الاشرف بن امام زین العابدین علیہ السلام

زید شہید کے برادر شقیق ہیں۔ ان کی نسل علی الاصغر سے جاری ہوئی۔ ان کے تین فرزند قاسم، عمر الشجری، ابو محمد الحسن تھے۔ نسل

کثیر باقی ہے۔

حسین الاصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام

ان کی والدہ کا نام ساعدہ ہے۔ جو ام ولد ہیں۔ حسین الاصغر نے 157ھ میں وفات پائی۔ بقیع میں دفن ہوئے۔

① عبد اللہ ② عبید اللہ الاعرج ③ علی ④ ابوالحسن ⑤ سلیمان

سے نسل باقی ہے۔ حجاز و عراق، شام و مغرب میں پائی جاتی ہے۔

علی الاصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام

ان کی نسل افسس سے جاری ہے۔ افسس کی نسل علی الحوری، عمر، حسین، حسن مکتوف، عبد اللہ الشہید سے جاری ہے۔

امام باقر علیہ السلام

محمد نام، باقر لقب، ابو جعفر کنیت ہے۔ باقر العلوم، وافر الحکم، جلیل القدر تھے۔ صحیح مسلم میں ان کی حدیث عن جابر رضی اللہ عنہ در بارہ حج

موجود ہے۔ [2] جس سے دو سو (200) کے قریب مسائل مستخرج ہوتے ہیں۔ صحاح و سنن میں ان کی مرویات خوب ملتی ہیں۔ ولادت

مدینہ میں 57ھ میں، وفات 114ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

[1] دست برد لڑائی میں شہر کو ہلاک کیا تھا۔ موتم الاشبال، چکان شہر کو تہمت بنانے والا لقب پڑ گیا۔ [2] مسلم: 2950

واقعہ کر بلا میں تقریباً تین سال کے تھے، ان کی نسل صرف امام جعفر صادق سے جاری ہے۔ ان کی والدہ ام عبداللہ بنت امام حسن رضی اللہ عنہ ہیں۔
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

جعفر نام، صادق لقب، ابو عبداللہ کنیت ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ ام فروہ ہیں، جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے، قاسم الفقیہ کی بیٹی ہیں۔ ام فروہ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی لیے امام جعفر صادق فخر فرمایا کرتے تھے۔ **وَلَسْتُ اَبُو بَكْرٍ مَرَّتَيْنِ** مجھے ولادت میں ابو بکر سے دہرے واسطے ہیں۔

دافر العلوم، کثیر الفیوض تھے۔ دواوین، احادیث و سنین میں ان کی مرویات اور فتاویٰ موجود ہیں۔ ولادت 83ھ۔ وفات 148ھ۔ یقین میں مدفون ہوئے۔

ان کی نسل پانچ فرزندوں ① موسیٰ کاظم ② اسماعیل ③ علی العریضی ④ محمد المامون ⑤ اخلق سے جاری ہے۔
 ① اسماعیل: اپنے والد کے فرزند اکبر ہیں۔ اسماعیلیہ ان ہی کو جعفر صادق کے بعد امام مانتے ہیں۔ ہز بائینس (His Highness) مسٹر آغا خاں بالقابہ کا سلسلہ نسب انہی سے ہے۔ ان کی نسل دو فرزندوں محمد اور علی سے جاری ہے۔
 علی لقب ضیاء الدین کے سلسلہ نسب میں مخدوم سید علاء الدین علی احمد صابر کلیری رضی اللہ عنہ ہیں۔
 ② علی العریضی بن امام جعفر صادق کی نسل چار فرزندوں: ① محمد ② احمد اشعرائی ③ حسن ④ جعفر الاصغر سے جاری ہے اور خلق کثیر موجود ہے۔

③ محمد المامون یا محمد ساج۔ انھوں نے دعویٰ خلافت بھی کیا تھا۔ مامون الرشید نے ان کو گرفتاری کے بعد معاف کر دیا تھا۔ ان کی نسل علی الثار جی، قاسم، حسین سے جاری ہے۔ اکثر مصر میں پائے جاتے ہیں۔
 ④ اخلق بن جعفر صادق: موتمن لقب، ابو محمد کنیت، امام موسیٰ کاظم کے برادر شقیق ہیں۔ شیعہ کا ایک فرقہ ان کو امام مانتا ہے۔ ان کی نسل محمد، حسن، حسین، تین فرزندوں سے جاری ہے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

موسیٰ نام، کاظم لقب۔ ابو الحسن اور ابو ابراہیم کنیت تھی۔ ان کی والدہ کا نام حمیدہ ہے، جو ام ولد تھیں۔ ولادت 128ھ مقام ابواء۔ وفات 6 رجب 183ھ کو، مقام بغداد ہوئی۔

یہ 23 بیٹوں اور 37 بیٹیوں کے والد ہیں۔ فرزند ان زینبہ میں سے عبدالرحمن، عقیل، قاسم، یحییٰ، واؤ اولاد تھے۔

سلیمان، فضل، احمد کے صرف اولاد و دختر تھی۔

حسین، ابراہیم الاکبر، ہارون، زید، حسن کی اولاد کے متعلق علماء نسب میں اختلاف ہے۔

علی، ابراہیم الاصغر، عباس، اسماعیل، اخلق، حمزہ، عبداللہ، عبید اللہ، جعفر کی نسل جاری ہے۔

سلطان البند خواجه بزرگ سید معین الدین حسن سنجری رضی اللہ عنہ امیر التوفیٰ 6 رجب 623ھ امام موسیٰ کاظم ہی کی اولاد ہیں۔

امام علی الرضا رضی اللہ عنہ

علی نام۔ رضا لقب۔ ابو الحسن کنیت ہے۔ ولادت 148ھ۔ وفات بہ ماہ صفر 203ھ بہ عمر پانچاوش (55) سال۔ حرار مشہد

مقدس میں ہے۔ ان کی نسل صرف محمد الجواد سے جاری ہے۔

امام محمد الجواد علیہ السلام

محمد نام، جو لقب، ابو جعفر کنیت، ولادت 195ھ وفات آخری ذی قعدہ 220ھ ہجر 25 سال سُرمَن رَای میں انتقال فرمایا۔ علی البہادی اور موسیٰ المبرقع سے نسل جاری ہے۔

موسیٰ المبرقع کی نسل ان کے فرزند احمد سے جاری ہے۔ مضافات لکھنؤ خیر آباد، سفیدوں، پانی پت، سامانہ میں یہ نسل پائی جاتی ہے۔

امام علی نقی علیہ السلام

علی نام۔ عسکری لقب، ہادی نقی علم، ابوالحسن کنیت ہے۔ سُرمَن رَای میں ہجر 41 سال 6 ماہ وفات پائی۔ ولادت نصف ذی الحجہ 212 جمادی الاخرہ 254ھ۔

دو فرزندوں ابو عبد اللہ جعفر کذاب اور حسن عسکری سے نسل جاری ہے۔

{1} ابو عبد اللہ جعفر کے نام کے ساتھ لقب کذاب بعض لوگ اس لیے شامل کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بھائی حسن عسکری کی وفات کے بعد خود امام ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ ان کی اولاد ان کو جعفر تواب کہتی ہے اور اپنے آپ کو ’رضوی‘ کہلاتے ہیں۔

ابو عبد اللہ کنیت ابو کرین بھی ہے۔ کرساٹھ قنیر (بچوں) کو کہتے ہیں۔ چون کہ وہ 120 بچوں کے والد تھے اس کنیت کی وجہ سے پکارے جاتے تھے۔ ان کی وفات 271ھ میں ہوئی۔ ان کی نسل کا صرف چھ فرزندوں سے جاری ہونا پایا جاتا ہے۔ اسماعیل حریف۔ کچی الصوفی کی اولاد مصر میں پائی جاتی ہے۔

ہارون بن جعفر کی اولاد میں سے سادات امر وہ مشہور ہیں۔

علی الختاری اولاد میں سے سادات بھکر میں قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 14 ربیع الاول 635ھ اسی شاخ سے ہیں۔

محمد نازک اور سید جلال الدین بخاری نزیل ہند انہی علی الختاری کی اولاد ہیں۔

ادریس بن جعفر کی نسل قاسم سے جاری ہے۔ اولاد ’قواسم‘ کہلاتی ہے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام

حسن نام۔ عسکری لقب۔ ابو محمد کنیت۔ ولادت بمابہ رمضان 232ھ والدہ کا نام حدیث ہے جو ام ولد تھیں۔ وفات 8 ربیع الاول 260ھ کو سمرن رائی میں ہوئی۔

ایک فرزند محمد المہدی نصف شعبان 255ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ جو سمرن رائی کے غار میں بہ عمر چار سال غائب ہو گئے تھے۔

فرقہ اثنا عشریہ ان کو زندہ تسلیم کر کے امام منتظر۔ امام زمان دوران کے القاب سے ملقب کرتے ہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى لَهُ

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَآزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ﴿١﴾

ازواج النبی ﷺ کے حالات قلم بند کرنے سے پہلے اس شبہ کا ازالہ ضروری ہے جو عیسائی لوگ ایک سے زیادہ بیوی کے متعلق ظاہر کیا کرتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ مسئلہ مذکورہ کے جواز و عدم جواز کی بحث صرف دو ہی پہلو سے کی جاسکتی ہے۔

① قانون ② مذہب

① قانون: اس مسئلہ کا فیصلہ یورپ کے لیے اور طرح کرتا ہے اور ایشیا کے لیے اور طرح، ہندوستان کی تمام ہائی کورٹیں ایک سے زیادہ بیوی کی شخصیت کو قوائمن، دیوانی اور فوجداری میں صحیح تسلیم کرتی ہیں۔ یہ اعلیٰ عدالتیں ان مقدمات میں جو جائداد کے متعلق ہوں دو یا دو سے زیادہ بیویوں کے حقوق، بمقابلہ ان کے شوہر کے ورثاء قانونی کے تسلیم کرتی ہے اور ڈگریاں جاری کرتی ہیں۔

یہ اعلیٰ عدالتیں ہمیشہ مقدمات زیر دفعہ 494 تعزیرات ہند میں ایسی عورت کو جو اپنے شوہر کی دوسری یا تیسری یا چوتھی بیوی تھی کسی دوسری جگہ شادی کر لینے سے مجرم قرار دیتی ہیں اور اس شخص کو بھی مجرم ٹھہراتی ہیں جو ایسی عورت کے ساتھ شادی کر لیتا ہے۔ ہندوستان کی ہائی کورٹوں کو یہ متفقہ اور مسلمہ رویہ انگلستان کے قانون پولی گمی (Poly Gamy) کے بالکل خلاف ہے۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان کی انصاف رساں عدالتوں کا یہ قانونی دستور ایشیا کو یورپ سے تمیز کرتا ہے۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ محض قانونی پہلو سے اس مسئلہ پر کوئی مسلمہ اعتراض موجود نہیں ہے۔ ﴿٢﴾

② اب اس مسئلہ پر مذہب کی رو سے غور کرنا ہے۔ مذہب کا سرچشمہ ملک ایشیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی شام میں پیدا ہوئے اور ایشیائی ہیں۔

ایشیا کے مشہور مذہب

ایک سے زیادہ بیوی کی تائید میں ہیں۔ قدیم ہندوستان کو لیجیے۔

① سری رام چندر جی کے اولاد مہاراجہ دوسرت کی تین بیویاں تھیں:

♦ پنڈت رائی کوشلیا والدہ رام چندر جی

① سلوات کے یہ الفاظ بروایت ابوجہد ساعدی رضی اللہ عنہما امام بخاری و مسلم وابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیے ہیں۔ ﴿٢﴾ دفعات 363, 366 کو بھی جب شادی شدہ عورت کے متعلق ہوں، نیز دفعہ 498 کو اس نظیر میں بھی شامل کر لیتا چاہیے۔ ہماری اس دلیل کے خلاف یہ جواب درست نہیں ہوگا کہ ہندوستان کی عدالتوں نے اس بارے میں ہندوستان کے رواج کی خلاصہ بیرونی کی ہے کیوں کہ اگر ہمارے واضعاً قانون اسی مسئلہ کو قطعاً مخرب اخلاق سمجھتے تو اس کا ضروری اسناد کر دیتے۔ خواہ رسم اور رواج اس کی تائید ہی میں پائے جاتے۔ اسناد اور رسم ہی کے متعلق گورنمنٹ نے ایسا ہی کیا۔ اگرچہ بعض لوگ اس کی بنیاد مذہب پر بھی بتاتے ہیں۔ قصداً شوہران کے بارہ میں ان عدالتوں کا یہی رویہ ہے۔ اگرچہ ان علاقہ جات کے لوگوں نے رسم اور رواج کو تائید میں بار بار پیش کیا ہے۔ ان نکال کر پر غور کرنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ دلیل صحیح ہے۔

- ♦ رانی سمھرا
♦ رانی کیکئی
♦ رانی کرشن جی کی، جو اوتاروں میں سولہ کلاں سپورن تھے۔ سینکڑوں بیویاں تھیں۔ ②
♦ راجہ پانڈو کے جو مشہور پانڈوں کا جدِ اعلیٰ ہے، دو بیویاں تھیں۔ ③
♦ کنکتی
♦ مادری
♦ راجا شتن کی دو بیویاں تھیں: ④
♦ گنگ
♦ ستیوتی
♦ والدہ بھیکم
♦ والدہ چترانگد و پچھتر ایرج پسران شتن۔ نیز
♦ والدہ بیاس جی۔ پسر پراشر کھیشر
♦ پچھتر ایرج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی۔ ⑤
♦ امیکا
♦ امباکا
♦ لونڈی
♦ والدہ دھرتراشت۔ پسر بیاس جی
♦ والدہ پانڈو۔ پسر بیاس جی
♦ والدہ بدر۔ بن بیاس جی

منہاج نبوت صلی اللہ علیہ وسلم اور تعدد ازواج

اب اس مسئلہ کو منہاج نبوت صلی اللہ علیہ وسلم پر دیکھ لینا چاہیے۔
عیسائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کے قائل ہیں اور ان کو ظلیل الرحمن تسلیم کرتے ہیں ① حضرت یعقوب علیہ السلام کو خدا کا اسرائیل اور نہایت برگزیدہ تسلیم کرتے ہیں۔ ②
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت اعتقاد رکھتے ہیں کہ اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کی مانند کوئی نہیں اٹھا جس سے اللہ آمنے سامنے آشنائی کرتا۔ ③
ہم حضرت داؤد علیہ السلام کی بابت بائبل میں یہ فقرہ پڑھا کرتے ہیں: ”خدا نے اس سے کہا کہ تو میرا بیٹا ہے میں آج کے دن تیرا باپ ہوا۔“ ④
حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت عیسائی مانتے ہیں کہ خدا نے اسے فرمایا تھا: ”میں نے ایک عاقل اور سمجھدار دل تجھ کو بخشا۔ ایسا کہ تیری مانند تجھ سے آگے نہ ہوا اور نہ تیرے بعد تجھ سا برپا ہوگا“ ⑤ تسلیم کرتے ہیں کہ خدا نے سلیمان علیہ السلام کی بابت یہ بھی کہا تھا: ”وہ

① اللہ لاجت رائے آنجنابی نے اپنی کتاب کرشن چرچ میں صرف 18 راہیں تسلیم کی ہیں۔ ہمارے مدعا کے لیے یہ تعداد بھی کافی ہے۔

② یعقوب کا حال شامل انجیل 2/22 ③ تواریخ 22/10 خروج ④ استثناء 34/10 زبور 2/7 ⑤ اساطین 3/12

میرا بیٹا ہوگا، میں اس کا باپ ہوں۔“ (1)

حوالہ جات بالا کے بعد ہم بہ وثوق اپنی رائے قائم کر سکتے ہیں کہ انبیاء صدر کے افعال منہاج نبوت کے ثابت کرنے میں محکم ترین دلائل اور بہترین نگار ہیں۔

اب انبیاء صدر علیہم السلام کے متعلق ملاحظہ ہو

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں:

① سیدہ ہاجرہ علیہا السلام۔ کتاب پیدائش 16/4

② سیدہ سارہ علیہا السلام۔ کتاب پیدائش 18/15

③ قنورہ خاتون۔ کتاب پیدائش 25/1

حضرت یعقوب اسرائیل علیہ السلام کی چار بیویاں:

① لیاہ۔ کتاب پیدائش 29/23

② زلفہ۔ کتاب پیدائش 29/23

③ راحل۔ کتاب پیدائش 29/28

④ بلہ۔ کتاب پیدائش 29/29

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چار بیویاں:

① سفورہ خاتون۔ کتاب خروج 2/21

② حیشیہ

③ ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام قینی تھا۔ قاضیون 1/16

④ ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام حباب تھا۔ قاضیون 4/16

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بے تعداد بیویوں کا جواز

جب تو لڑائی کے لیے اپنے دشمنوں پر خروج کرے اور خداوند تیرا خدا، ان کو تیرے ہاتھوں سے گرفتار کرے اور تو انھیں اسیر کر

لائے۔ (10)

اور ان اسیروں میں خوب صورت عورت دیکھے اور تیرا جی اسے چاہے کہ تو اسے اپنی جوڑو بنائے۔ (11)

تو تو اسے اپنے گھر میں لا۔ اس کا سر منڈا اور ناخن کٹوا۔ (12)

تو وہ اپنا اسیری کا لباس اتارے اور تیرے گھر میں رہے اور ایک مہینہ بھر اپنے باپ اور اپنی ماں کے سوگ میں بیٹھے۔ بعد اس

کے تو اس کے ساتھ خلوت کر اس کا خصم بن اور وہ تیری جوڑو بنے۔ (13) (13)

① التوراج: 22/10 ② کتاب استثناء: 13/10/21

حضرت داؤد علیہ السلام کی بیویاں

حضرت داؤد علیہ السلام کی 9 بیویوں کے نام اور ان کے علاوہ 2 دس حرموں کا ذکر 3 اور پھر ان کے علاوہ اور 4 جو روؤں کا ذکر بائبل سے حسب صراحت ذیل ملتا ہے۔

نمبر شمار	نام زوجہ	حوالہ	کیفیت اور ان کے بطن سے پیدا شدہ فرزند ان کے نام
1	اخنوعم	1- سوئیل 26/23	آنئون، پہلو نضا اس سے پیدا ہوا۔
2	ابی جلی	2- // // //	کلیاب اس سے پیدا ہوا۔
3	میگل بنت ساول بادشاہ اسرائیل	1- سوئیل 18/27	بے اولاد
4	معکہ بنت تلحی بادشاہ جسور	2- سوئیل 3 باب	اسلوم، اس سے پیدا ہوا۔
5	جیت	// // //	ابی سلوم۔ او دنیاہ پیدا ہوئے
6	ابیطال	// // //	سقطیاہ پیدا ہوا
7	عجلاہ	// // //	تیر عام اس کے بطن سے پیدا ہوا۔ داؤد کے مندرجہ بالا فرزند بمقام حرموں پیدا ہوئے تھے 2- سوئیل 3 باب
8	بنت سبع دختر ایجام	2- سوئیل 26,3/11	حضرت سلیمان علیہ السلام اس سے پیدا ہوئے۔
9	ابی شاگ	2- سوئیل	
10	دس حرمین داؤد کی	2- سوئیل 20/30	

دیگر داؤد نے حرموں سے آ کر یہ دھرم اور حرمین دیگر اور جو روئیں کیں۔ 3

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار (1000) عورتیں

اس کی سات سو جو روئیں بیگمات اور 300 حرمیں تھیں۔ 3

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ اللہ کے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کے گھروں میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی تھیں اور ان کی کثرت زوجات کی بنیاد پر عیسائیوں نے ان انبیاء علیہم السلام کی تقدیس میں کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ہم ابھی اور مثالیں پیش کریں گے۔ حزقیل نبی کی کتاب کا 22 باب نکالو اور 1 تا 4 درس پڑھ جاؤ۔ 22/1 خداوند کا کلام مجھے پہنچا اور اس نے کہا:

122/2 سے آدم زاد، دو عورتیں تھیں جو ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں۔

1 داؤد نے ان کو ایک تصویر میں یہ سزا دی کہ ان کے پاس نہ گیا وہ مرتے دم تک قید میں رہیں اور نر پے میں دن کاٹنے 2 سوئیل 20/3

2/2 سوئیل 5/13 - 3 سلطین 11/3 -

23/4۔ ان میں بڑی کا نام اہولہ اور اس کی بہن کا اہولیہ اور وہ میری جو روئیں نہیں اور بیٹے اور بیٹیاں جنہیں۔

اس کلام میں خدا نے ایک سے زیادہ عورتوں کو جو روئیں بنانے کا ذکر کیا ہے۔

عیسائی کہیں گے کہ یہ کلام تمثیلی ہے۔ لیکن پھر بھی یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ عورتوں کا جو رو بنانا خدا کے نزدیک پسند نہ ہوا تو تمثیلی بھی اس فعل کو اپنی جانب منسوب نہ کرتا۔

اس کے بعد انجیل متی کا 25 باب پڑھو۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی آمد کی خبر میں دس (10) کنواریوں کا ذکر کیا ہے کہ پانچ (5) نے دولہا کے ساتھ شادی کی۔ گھر میں گئیں اور پانچ (5) جو پیچھے رہ گئی تھیں، ان کے لیے دروازہ نہ کھولا گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کبھی اس تمثیلی بیان کو زبان پر نہ لاتے مگر ان کے نزدیک ایک سے زیادہ بیوی کا ہونا پسندیدہ نہ ہوتا۔ انگلستان کا مشہور شاعر ملٹن (Milton) تو اسی تمثیلی سے ایک سے زیادہ بیوی کے جواز کا قائل تھا۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو منہاج نبوت ہزاروں سال سے سینکڑوں انبیاء علیہم السلام نے اپنے پاک اور محکم چال چلن سے قائم کیا تھا وہ یہ تھا کہ نبی کے گھر میں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں۔

اگر کوئی شخص اب بھی ہمارے ساتھ نتیجہ بالا میں متفق نہیں ہے تو اسے عبرانیوں 13/4 پڑھنا چاہیے۔

بیاہ کرنا سب میں بھلا ہے اور بسترنا پاک نہیں

یہ خدا حرام کاروں اور زانیوں کی عدالت کرے گا۔

یہ درس صرف دو ہی صورتوں کا ذکر کرتا ہے۔

① بیاہ

② زنا

اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں کرنا ناپاک بستر ہے تو کیا وہ یہ بھی اقرار کرنے کو آمادہ ہے کہ وہ سب مقدس لوگ جن کی نبوت پر اسے ایمان ہے عبرانیوں کے فقرہ 13/4 کے مصداق تھے۔ ہم جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ کوئی بھی ایمان دار عیسائی ایسا نہیں پایا جائے گا۔ اس لیے ہم ہر ایک عیسائی کے ایمان ہی سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ جناب حمیت مآب محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ لفظ کہنے سے اس طرح رک جائے جس طرح وہ حضرت ابراہیم و یعقوب اور موسیٰ و یونس کے سامنے مہر برب ہو گیا ہے۔



① جان ملٹن (John Milton) معروف انگریز دانشور، مصنف اور شاعر (1608-1674ء)

نبی ﷺ اور کثرت زوجات

نبی ﷺ کی مبارک زندگی پر نظر ڈالو کہ 63 سال میں سے ابتدائی 25 سال حضور ﷺ کے کمال تجرد سے گزرتے ہیں جس بزرگ نے 25 سال تک عقوان شباب اور جوش جوانی کا زمانہ کمال تقویٰ اور نہایت ورع کے ساتھ پورا کیا ہو اور جس کے حسن مردانہ کمال نے اعلیٰ سے اعلیٰ خواتین کو اس سے ترویج کا آرزو مند کر دیا ہو پھر بھی ربع صدی تک اس کے تجرد و تقرد پر کوئی شے غالب نہ آئی ہو، کیا ایسے شخص کی نسبت اعلیٰ رائے قائم نہیں ہوتی؟ جس مقدس ہستی نے 25 سے 50 سال تک کی عمر کا زمانہ ایک ایسی خاتون کے ساتھ بسر کیا ہو جو عمر میں ان سے 15 سال بڑی اور ان سے چھ شتر دوشو ہروں کی بیوی رہ کر کئی بچوں کی ماں بن کر معمر ہو چکی ہو اور پھر اس ربع صدی کے زمانہ میں حضور ﷺ کی وابستگی و محبت میں ذرا کمی نہ آئی ہو بلکہ اس کے مرجانے کے بعد بھی ہمیشہ اس کی یاد کو تازہ رکھا ہو، کیا ان کی نسبت کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس ترویج کی وجہ وہی تھی جو عام طور پر پرستاران حسن کی شادیوں میں پائی جاتا کرتی ہے۔؟ نبی ﷺ کی زندگی (55ھ سے لے کر 59 تک) کی درمیانی مدت کا شیخ سالہ زمانہ ایسا ہے جب ازواج مطہرات سے حجرات آباد ہوئے تھے۔ اس لیے ہر ایک شخص کو غور کرنا چاہیے کہ زندگی مبارک کے 55 سالہ رویہ سے بڑھ کر جو عمل ہوا اس کے خاص خاص اسباب کیا تھے؟ خصوصاً جب نبی ﷺ کی یہ حدیث بھی موجود ہے۔ **صَالِيَةُ هِيَ النِّسَاءُ مِنْ حَاجِبَةٍ** (مجھے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں) [1] غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ نبی ﷺ نے جس قدر نکاح کیے ان کی بنیاد فوائد کثیر دین اور مصالح جمیلہ ملک اور مقاصد حسنة قوم پر مبنی تھے۔ ان فوائد و مصالح و مقاصد کا اس قدیم ترین زمانہ اور عرب جیسے جمود پسند ملک میں حاصل ہونا ترویج کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔ [2]

نکاح ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا

مثلاً ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو کہ اس سے چھ شتر جس قدر لڑائیاں مسلمانوں کے ساتھ کفار نے کیں، ان میں سے ہر ایک میں یہود کا تعلق سرا یا اعلا یہ ضرور ہوتا تھا مگر ترویج صفیہ رضی اللہ عنہا کے بعد یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہ ہوئے۔ دیکھو یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔

مثلاً ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ ابوسفیان عمائد قریش میں سے تھا اور قوم کا نشان جنگ اس کے گھر میں رکھا ہوا تھا۔ جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو تمام قوم پر آ بانی ہدایت اور قومی روایات کے اتباع میں لازم ہو جاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں۔ احد اور حراء، الاسد، بدر الاخری، احزاب، وغیرہ لڑائیوں میں ابوسفیان ہی اس نشان کو لیے ہوئے قائد قریش نظر آتا ہے۔ اس ترویج مبارک کے بعد دیکھو کہ وہ کسی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتا نظر نہیں آتا۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود بھی اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ کر پناہ لیتا ہے۔ کیا اب بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ نکاح نہایت ضروری نہ تھا۔

[1] بخاری: 5149، مسلم: 1425، ابوداؤد: 2111، ترمذی: 1114، دارمی: 2201، مستدرک: 330/5

[2] نیولین برون پارٹ کی دوسری شادی پر غور کرو جو خاص پوپ کی موجودگی میں کی گئی اور جسے سارے یورپ نے تسلیم کیا ہے۔ ان میں صرف مذہب تھا کہ یونا پارٹ کی نسل باقی رہے۔ حالانکہ یہ ضرورت ان مصالح کے مقابلہ میں جو انبیاء اللہ ﷺ کی ترویج میں ہوتے ہیں کوئی بھی دہچ نہیں۔

نکاح ام المومنین جو یہ نبی ﷺ اور امن عام

مثلاً ام المومنین جو یہ نبی ﷺ کے نکاح پر غور کرو۔ ان کا باپ مشہور ہزن ڈکیتی پیشہ تھا اور مسلمانوں سے خاص دلی عداوت رکھتا تھا۔ بنو مصطلق کا مشہور طاقتور اور جنگ جو قبیلہ جو چند در چند شعوب پر محتوی تھا اس کے اشارہ پر کام کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس تزویج سے پیشتر ہر ایک جنگ میں جو مسلمانوں کے خلاف ہوئی اس قبیلہ کی شرکت ضروری پائی جاتی ہے۔ لیکن اس نکاح کے بعد سب محاصمتیں تابود ہو جاتی ہیں۔ تمام قبیلہ قرآنی چھوڑ کر تمدن زندگی اختیار کر لیتا ہے اور پھر مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہیں ہوتا۔ انصاف سے کہو کہ یہ نکاح کس قدر ضروری تھا؟

ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے فوائد

علی بن ابی طالب ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو۔ ان کی ایک بہن سردار نجد کے گھر میں تھی۔ اس نکاح نے ملک نجد میں صلح اور امن اور اسلام پھیلانے میں بہترین نتائج پیدا کیے۔ حالانکہ قبل ازیں اہل نجد ہی وہ تھے جنہوں نے ستر (70) واعظان دین کو اپنے ملک میں لے جا کر ندر سے قتل کیا تھا۔ اہل نجد ہی وہ تھے جن سے چند بار نقض امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور میں آچکے تھے۔ ہر ایک شخص کو جو امن عام اور اصلاح ملک کے فوائد کا منکر نہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نکاح کس قدر بابرکت تھا۔

ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے دینی فوائد

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح خالص اسلامی اغراض اور مصالح دینی پر مبنی تھے۔ بنت جحش کے نکاح نے تہنیت کے بت کو توڑا اور تثلیث کے درخت کو کھوکھلا کر دیا اور یہ اتنی بڑی اصلاح ہے کہ مشرکین و اہل کتاب کی درستی اس کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔

عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما کے نکاح نے القان قرآن و حفاظت کتاب اللہ و نشر احادیث و تعلیم نساء کے بارہ میں فوق العادہ کام کیے اور پھر صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافتوں کو زیادہ بابرکت اور زیادہ پر منفعت بنانے میں بڑا کام کیا۔ اور یہ ایسے فوائد ہیں جن کے لیے نبی ﷺ کسی عمدہ تدبیر کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ہم نے جن فوائد کا ذکر کیا ہے، یہ نمونے ہیں ان اغراض و مقاصد دینیہ کے جو نبی ﷺ کے مدعائے اعلیٰ انبیائے سابقین کی سنت پر عمل کرنے کے علاوہ اور ضروریات ملکی اور مصالح دینی پر بھی مشتمل تھا تو ہر ایک شخص کو جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم صحیح کا مادہ رکھتا ہے، اقرار کرنا پڑے گا کہ نبی ﷺ کے لیے ایسا ہی کرنا شایان و ضروری تھا اور اگر ایسا نہ کرتے تو بہت سی مصلحتوں سے ملک اور نوع اور قوم اور اسلام کو محروم ہونا پڑتا اور ایسا کرنا اس مصلح اعظم کی شان کے منافی تھا جسے اللہ نے رحمۃ للعالمین ﷺ بنا دیا ہے۔



ازواج النبی ﷺ کے فضائل

ازواج النبی ﷺ کی فضیلت خود نبی ﷺ کی شرف و فضیلت کا ایک شعبہ ہے۔ اس لیے سیرت نبی ﷺ میں ان کے فضائل کا ذکر ضروری ہے۔

ہم ان فضیلتوں کا ذکر اس وقت قرآن مجید سے نمبر وار کریں گے۔

فضائل واردہ احادیث کا ذکر کسی اور مقام پر ہوگا۔

1 فضیلت اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ازواج النبی ﷺ کے خطاب عالی سے یاد فرمایا ہے:

زبان عرب میں لفظ زوج کا استعمال تشابہ، تشاکل اور تساوی اشیاء پر کیا جاتا ہے۔

مثلاً زَوْجًا حُفِّيًّا جراب کے دونوں پاؤں۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿أُحْشِرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ﴾ [37: الضُّلَمٰتِ: 22] یعنی ظالموں کو اور جو ان جیسے تھے، جمع کرو۔

ایک دوسری مقام پر ہے:

﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾ [81: النُّكُوْبِ: 7] یعنی جب ہر ایک گروہ کو قسم وار کیا جائے گا۔ صالح کو صالح کے ساتھ، فاجر کو

فاجر کے ساتھ ملایا جائے گا۔

پس جب ازواج نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام صدق الیتام میں ازواج النبی ﷺ فرمایا تو یہ خطاب فی الواقع ان کے لیے نبی ﷺ کے ساتھ اتصال دوام اور تشاکل تام کا مظہر ہو گیا۔

اس نکتہ کے مزید انشراح کے لیے آپ تمام قرآن مجید پر تدبر فرمائیں کہ ایک بھی مثال ایسی نہیں ملے گی کہ کسی عورت کو کسی مرد کا یا کسی مرد کو کسی عورت کا زوج بتایا گیا ہو۔ دونوں میں اتحاد ظاہری و باطنی اور وحدت ازدواجی و ایمانی پائی نہ جاتی ہو۔

اس نکتہ کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن پاک نے لفظ "امراة" کے استعمال میں یہ تقید نہیں کیا، بلکہ اس کا استعمال ہر

چہار صورت ہائے ذیل میں ہوا ہے:

1 جب زن و شوہر ہر دو کافر ہوں: ابولہب اور اس کی عورت کے لیے فرمایا:

﴿وَأَمْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ [ابہب: 14] اس کی عورت لکڑیوں کو چننے والی۔

2 جب شوہر مومن اور عورت کافر ہو، فرمایا:

﴿أَمْرَأَةٌ نُوحٍ وَأَمْرَأَةٌ لُوطٍ﴾ [التحریم: 10] نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی عورتیں۔

3 جب عورت مومنہ اور شوہر کافر ہو، فرمایا:

﴿أَمْرَأَةٌ فِرْعَوْنَ﴾ [التحریم: 10] فرعون کی عورت۔

4 جب زوجین مومن ہوں:

حضرت زکریا علیہ السلام اپنی بیوی کی بابت فرماتے ہیں:

﴿وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا﴾ [مریم: 5] "میری بیوی بانجھ ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے:

﴿فَاقْبَلَتْ امْرَأَتَهُ فِي صَوْتٍ﴾ [الذاریات: 29] "اس کی عورت جماعت میں آئی۔"

صورت اول کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج عزت کا خطاب ہے۔ ابولہب اور اس کی عورت کو یہ خطاب نہیں مل سکتا تھا۔ صورت دوم وسوم کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زوج میں تشاکل و تساوی ہوتا ہے۔ نہ کافر عورت مسلمان شوہر سے مشاکلت رکھتی ہے اور نہ مسلمان عورت کافر شوہر سے۔ اس لیے لفظ "امراة" پراکتفا ہوئی۔

صورت چہارم کی وجہ یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیویوں کے حمل اور ولادت کا ذکر تھا اور یہ ذکر "امراة" کے ساتھ کیا جانا زیادہ بلیغ تھا کیوں کہ لفظ زوج کا اطلاق مرد اور عورت ہر دو پر نافذ ہوتا ہے۔ البتہ کوتاہ فہم اشخاص کے ازالہ شبہ کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا ذکر دوسری آیت میں لفظ زوج سے بھی فرمایا:

﴿وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَةً﴾ [الانبیاء: 9] "یعنی ہم نے اس کی بیوی کے مرض کی اصلاح کر دی۔"

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کی بابت زبان ملائک سے یہ بیان فرمایا:

﴿رَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾ [ہود: 73] "اے گھر والی تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں۔"

غرض لفظ زوج کے استعمال کی بابت اللہ تعالیٰ کا یہ التزام اور لفظ امراة کے استعمال میں یہ عدم التزام ہماری دلیل کو خوب مستحکم کرتا ہے۔

اب یاد رکھنا چاہیے کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہم وسلم کو سورہ مریم میں دو (2) دفعہ اور سورہ احزاب میں چار (4) دفعہ ازواج النبی صلی اللہ علیہم وسلم فرمایا گیا ہے۔ اسی سے ان کا شرف اور فضیلت آشکار ہے۔

2] فضیلت دوم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَسَعْنٌ كَأَخِيهِ مِنَ النِّسَاءِ﴾ [احزاب: 32] "تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو۔"

النساء میں جنس انوہیت کا ہر ایک فرد شامل ہے اور کوئی عورت ذات بھی اس سے باہر نہیں جاتی۔ پھر لفظ احد بھی موجود ہے اور جب نفی کے لیے لفظ احد کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس وقت نفی بدرجہ اتم ہوتی ہے۔ غور کرو۔

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ، مَكْفُوفًا أَحَدٌ﴾ [الاحزاب: 4] (اللہ کا کوئی بھی کفو نہیں) غرض نفی میں احد کا استعمال کسی استثناء کا موقع نہیں

رہنے دیتا۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ ازواج النبی صلی اللہ علیہم وسلم کا درجہ ہر ایک عورت سے بالا و متمیز اور شان خاص کا ہے۔

3] فضیلت سوم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّا أَخْلَقْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ﴾ [احزاب: 50] "ہم نے تیری ازواج کو تیرے لیے حلال رکھا۔"

زن و مرد تزویج کے بعد زن و شوہر بن جاتے ہیں خواہ یہ تزویج اسلام کے مطابق ہو یا مذہب غیر اسلام کے مطابق ہو جس کا

پابند یہ زن و مرد اس وقت تھے۔ لیکن کوئی زن و شوہر دعویٰ سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس عقد کا درگاہ رب العزت میں کیا درجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی کے متعلق ﴿اِنَّ اَخْلَنَّا لَكَ اَزْوَاجَكَ﴾ کا حکم قانونی دے کر اعلان فرمایا کہ نبی ﷺ کی بیویوں کا ازواج النبی ﷺ ہونا منظور رب العالمین ہے اور ظاہر ہے کہ یہ منظوری فی الواقع ان کے لیے فضیلتِ عظیمہ ہے۔

[4] فضیلت چہارم: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حسن معاشرت یا ازواج کی اطلاع ان الفاظ میں دی ہے:

﴿تَبَتَّحِي مَرْصَاتِ اَزْوَاجِكَ﴾ [التحریم: 11] ”نبی اپنی ازواج کی مرضات کی ابتغا کرتا۔ یعنی بیویوں کی خوشنودی کا اہتمام کرتا ہے۔“

یہ ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کے افعالِ غلطی کے مشابہ سے بالاتر ہیں۔ پس جب حضور ﷺ ان پاک بیویوں کی خوشنودی کے جو بارہتے تھے تو یہ امر ان کی فضیلت پر مثبت ہوا۔

کسی شخص کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس سے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبَتَّحِي مَرْصَاتِ اَزْوَاجِكَ﴾ [التحریم: 10] کیوں کہ ان الفاظ میں لِمَ کا اثر ﴿تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾ پر ہے مگر ﴿تَبَتَّحِي مَرْصَاتِ اَزْوَاجِكَ﴾ پر اس کا اثر ذرا بھی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَبَتَّحِي مَرْصَاتِ اَزْوَاجِكَ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں فرمایا گیا۔ پس آیت کی تفسیر یہ ہوئی کہ آپ ازواج کی خوشی کے لیے ہر ایک بات کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ ہاں اس کے لیے ایک حد ہونی چاہیے۔ حد یہ ہوگی کہ آپ ان کی خوشی کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں بشرط کہ کسی حلال چیز کو حرام ٹھہرانے کی نوبت نہ آئے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے شہد کے استعمال کو ترک کرنے کا ارادہ صرف اس گمان سے فرمایا تھا کہ ایک بیوی کو شہد کی بوگوار نہیں۔

اس تفسیر سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مرضاتِ ازواج کی اجازت فرمادی اور فی الواقع یہ اجازت تدبیر منزل اور حسن معاشرت زوجین کی جان ہے اور جو حد قائم فرمادی گئی ہے وہ بھی اسی قدر ضروری ہے تاکہ کوئی شخص صرف خوشنودی زوج کے لیے تحریمِ حلال میں نہ پڑ جائے اور یہ ظاہر ہے کہ جب تحریمِ حلال کی اجازت نہیں دی گئی تو تحلیلِ حرام کی اجازت تو قطعاً نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ایک عظیم الشان مسئلہ بھی طے ہو گیا اور دنیا کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نبی ﷺ کا بہترین سلوک اپنی بیویوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکم کے ساتھ کیسا اعلیٰ تھا کہ ہر ایک شوہر کو اس نمونہ پر چلنا چاہیے۔ پس یہ آیت فی الواقع ازواج النبی ﷺ کی فضیلت میں ہے۔

[5] فضیلت پنجم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [الروم: 21] ”یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارا جوڑا بنایا تاکہ اس سے تسکین پاؤ اور تم دونوں کے درمیان محبت اور پیار پیدا کر دیا۔ اس میں فکر کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔“

اس آیت میں جب عام طور پر زوجین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے تو بالضرور نبی ﷺ اور ازواج النبی ﷺ بھی اس صفت کے مظہر تھے اور حسبِ حکمِ علامِ الغیوب یہ ثابت ہو گیا کہ ازواج النبی حضور ﷺ کے لیے سکینہ قلب تھیں اور ان کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت و مودت بھری ہوئی تھی جیسا کہ حضور ﷺ کے قلب پاک میں ان کے لیے دواور رحمت موجود تھی۔ اس سے

صاف طور پر ازواج النبی ﷺ کی فضیلت آشکارا ہوگئی۔

6] فضیلت ششم: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کا امتحان لیا اور ان کے سامنے اور چیزوں کو رکھ دیا اور اختیار دیا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کر لیں۔ فرمایا: ﴿بِأَيِّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَا زَوَّجْتُكَ إِن كُنْتُمْ تُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُمْ وَأُسَوِّحْكُمْ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِن كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَالذَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنِينَ مَنَاجِدًا عَظِيمًا﴾ [الاحزاب: 28-29]

”اے نبی ﷺ! اپنی ازواج سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ کہ میں تمہیں بہت کچھ دے دلا کر اچھی طرح رخصت کروں اگر تم اللہ اور رسول ﷺ اور آخرت کو پسند کرتی ہو تب تم کو بتایا جاتا ہے کہ اللہ نے تم میں نیکی کرنے والیوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔“

ازواج النبی ﷺ کے لیے	ایک جانب	دوسری جانب
	دنیا اور زینت دنیا	اللہ، رسول اور دیر آخرت
شق اول کی صورت میں رسول اللہ کا کام	ایسی ازواج کو اپنے سے علیحدہ کر دینا تھا	
شق دوم کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا کام		ازواج کو اجر عظیم عطا کرنا ہے

یہ حکم تبلیغی تھا اور کچھ شک نہیں کہ نبی ﷺ نے اس حکم کو ضرور ازواج پاک تک پہنچایا۔ اب نتیجہ کی تلاش کرنا چاہیے کہ کیا ازواج نے حیات دنیا اور زینت دنیا کو پسند کیا تھا؟ اگر ایسا ہوا ہوتا تو ضرور تھا کہ نبی ﷺ اس فرض کو جو اللہ نے حضور ﷺ پر عائد کیا تھا، پورا کرتے اور ایسی بیویوں کو یا ایسی بیوی کو اپنے سے الگ کر دیتے۔ اس بارہ میں شہادت اور اسلامی فرقوں کی مشفقہ کتب تاریخ سب کی سب متفق ہیں کہ نبی ﷺ نے کسی ایک بیوی کو بھی ترک نہیں کیا۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ وہ شق دوم میں داخل ہیں۔ اس کا ثبوت ایک اور آیت سے بھی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَهَبَتْكَ حُسْنُهُنَّ﴾ [الاحزاب: 52]

”تجھے ان ازواج کے بعد اور عورتیں حلال نہیں، تجھے یہ بھی حلال نہیں کہ ان ازواج میں سے کسی کے بدلے کسی کو اپنا زوج بنائے گو اس کا حسن تجھے پسند بھی ہو۔“

پہلی آیت میں نبی ﷺ کو ازواج کے چھوڑ دینے کا اختیار دیا گیا تھا اور اس کی پہلی آیت میں وہ اختیار کا تبدیل کرنا بھی نبی ﷺ کو حلال نہ ہوگا۔ مطلب صاف ظاہر ہے کہ ازواج النبی ﷺ کی بابت جب امتحان میں ثابت ہو گیا اور وہ اللہ اور رسول ﷺ اور دیر آخرت ہی کی خواستگار ہیں تو اب ان کو دوام کے لیے اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے واسطے پسند کر لیا اور پھر ان کی تبدیلی کا اختیار بھی رسول اللہ ﷺ کو نہیں رہا۔ دونوں آیتوں سے ازواج النبی ﷺ کے معاملات متعلق عقائد و کیفیات قلبی و قبولیت ربانی بخوبی ظاہر ہو گئے ہیں۔

اس دلیل کے زیادہ روشن کرنے کے لیے آیت ذیل کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنكِحُوا أَزْوَاجَهُ، مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكَ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ

عَظِيمًا﴾ [الاحزاب: 53]

”اے ایمان والو! تمہیں یہ شایان نہیں کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور تمہیں یہ بھی کبھی شایان نہیں کہ رسول اللہ کے بعد ان کی ازواج سے نکاح کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ گناہ عظیم ہے۔“

پہلی آیت میں چونکہ ازواج النبی ﷺ کا اتصال نبی ﷺ سے دوام کے لیے ظاہر کیا گیا ہے اور اسی لیے نبی ﷺ سے بھی اختیار تبادلہ لے لیا گیا تھا۔ اس لیے اس آیت میں امت پر ان کی حرمت دوام کا اعلان کیا گیا۔ آخری آیت میں قابل غور بات یہ ہے کہ مومنین کو پہلے تو ایذائے رسول اللہ ﷺ سے روکا گیا ہے اور پھر خصوصیت کے ساتھ حقوق ازواج النبی ﷺ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ ایذائے رسول اللہ ﷺ کی جس قدر اقسام ہو سکتی ہے، ان سب میں سے زیادہ سخت وہ صورت ہوگی جس میں ازواج النبی ﷺ کی شان کے خلاف کوئی رویہ اختیار کیا گیا ہو۔ کیوں کہ قرآن پاک نے ایذائے رسول اللہ ﷺ کے تحت میں خصوصیت سے اسی جزئی کا ذکر فرمایا ہے۔

[7] فضیلت ہشتم: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَأَذْكُرَنَّ مَا بُشِلَ فِي بَيْوتِكُمْ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ [الحجاب: 34]

”اے بیویو! تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور حکمت الہیہ کی جو تلاوت کی جاتی ہے۔ تم اس کا ذکر کرتی رہو۔“

اس آیت میں ”بیوت“ کو ضمیر جمع مؤنث ”مکن“ سے مضاف کیا گیا ہے اور اسی سورت کے رکوع 7 میں ﴿لَا تَدْخُلُوا بَيْوتَ النَّبِيِّ﴾ فرما کر ان بیوت کو نبی ﷺ کی جانب مضاف فرمایا گیا اور یہ امر اتحاد و چین حکیمین پر دلیل صریح ہے کہ ایک دفعہ ان گھروں کو نبی کے گھر بتایا اور ایک دفعہ انہیں گھروں کو ازواج کا گھر فرمایا۔

اب آیت بالا پر غور کرو کہ ازواج نبی ﷺ کے بیوت (گھروں) کی اللہ پاک نے کس قدر صفت و ثناء فرمائی ہے۔ ان گھروں کو مہبط وحی الہی بتایا۔ ان گھروں کو حکمت ربانی کا گہوارہ ٹھہرایا سب جانتے ہیں کہ مکان کو عزت سکین سے ہوتی ہے۔ اب ازواج النبی ﷺ کی عزت ربانیہ اور حرمت الہیہ کا قیاس خود ہی کر لیجیے۔ بے شک یہ ایک بڑی فضیلت ہے۔

[8] فضیلت ہشتم: اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی ﷺ کی شان بلند میں آیت تطہیر کو نازل کیا اور وحی مکتوب میں فرمایا:

﴿وَقُرْنِ فِي بَيْوتِكُمْ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ [الحجاب: 33-34]

”اے ازواج نبی! تم اپنے گھروں میں ٹھہرو اور جاہلیت اول کی طرح باہرمت پھرو۔ نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ کو ادا کرو اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ اے گھر والو! اللہ یہ چاہتا ہے کہ جس کو تم سے دور کرے اور تم کو بالکل پاک بنا دے اور تمہارے گھروں میں جو آیات اللہ کی اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں، انہیں یاد رکھو۔ اللہ لطیف وخبیر ہے۔“

اول سے اخیر تک تمام کلام کی مخاطب ازواج النبی ﷺ ہیں اور اس لیے ”اہل البیت“ کے لفظ کا خطاب بھی انہی کے لیے ہے۔ جیسا کہ ”بیوتکم“ کا خطاب بھی ان کے لیے ہے۔ اس کی مزید تائید قرآن پاک کے کلام معجز نظام کے سیاق سے بھی ہوتی ہے اور

عرف عام سے بھی۔ کیوں کہ صاحب خانہ یا گھر والی ہمیشہ بیوی کو کہا جاتا ہے اور اہل البیت گھر والی کا لفظی ترجمہ ہے۔ مگر احقاق حق کے لیے ہم پھر قرآن مجید کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ کیا اس لفظ کا استعمال کسی دوسرے مقام پر بھی کسی نبی کی زوجہ کے لیے ہوا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں ہے اور چوں کہ نبی ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حکم ﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوا وَ هَذَا النَّبِيُّ﴾ [آل عمران: 68] مشابہت تامہ ہے، اس لیے ان کے قصہ کا حوالہ زیادہ خصوصیت بخش ہے:

﴿وَأَمْرًا لَهُ، قَائِمَةٌ فَصَبَّحَتْ فَبَشَّرْنَاَهَا بِأَسْحَقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَقَ يَعْقُوبَ قَالَتْ يَا وَيْلَتَى ءَأَآلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَ هَذَا بَعْلِي شَيْخًا ط إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۝ قَالُوا اتَّعَجِبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَةً لِلَّهِ وَ بَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ط إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ﴾ [ص: 71-73]

”ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کھڑی تھی، وہ بوس پڑی۔ ہم نے اسے اسحق علیہ السلام کی اور اسحق علیہ السلام کے بعد یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی۔ وہ بولی ہائے، اب میں جنوں گی۔ جب میں بوڑھی ہوگی اور میرا شوہر بوڑھا ہو گیا۔ یہ تو عجب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں اور اللہ حمد و حمد والا ہے۔“ اسی جگہ نبی کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کو اہل البیت کے لفظ سے مخاطب کیا گیا۔

پس آیت سے معلوم ہوا کہ ازواج النبی ﷺ کو یہ فضیلت بزرگ حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ تہمیر فرمایا۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آل اور اہل دونوں لفظ ایک ہی ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ آل کی تصغیر اصل آتی ہے۔ قرآن مجید کی آیت مذکورہ بالا میں اگرچہ اہل البیت سے مراد بالخصوص ازواج النبی ﷺ ہیں، لیکن احادیث صحیحہ میں لفظ اہل یا آل زیادہ وسیع معنی میں آیا ہے۔

- ① یہ لفظ ازواج کے لیے بھی آیا ہے۔ (دیکھو ابو نعیم محمد کی حدیث میں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ہے اور ابو سعد ساعدی کی حدیث میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَزْوَاجِهِ ہے۔ یعنی حدیث دوم حدیث اول کی تفسیر کرتی ہے۔ ②)
- ② یہ لفظ جملہ بنو ہاشم و بنو مطلب کے لیے آیا ہے، جن پر صدقہ لینا حرام ہے۔ حدیث میں ہے: اِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّ لَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صدقہ تو محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔ ③)
- ③ یہ لفظ حضور ﷺ کی ذریت کے لیے ہے۔ بیہقی نے سند جید کے ساتھ وائلہ بن اسحق رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسین علیہ السلام کو بلایا اور ان کو اپنی رانوں پر بٹھایا۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو اپنی گود سے قریب کیا اور ان پر چادر ڈال کر فرمایا: اَللّٰهُمَّ هَسُوْا لَآءِ اَهْلِیْ سِیِّدِیْ یٰ اٰہلِیْ یٰ مِیْرَے اہلِیْ ہیں۔“ ④) پس تبع آثار احادیث نبویہ رضی اللہ عنہم سے واضح ہوتا ہے کہ بنو ہاشم و بنو مطلب بھی زیادہ وسیع معنی میں اور آل عباس بھی خاص معنی میں بروئے ارشادات نبوی ﷺ داخل اہل بیت ہیں، جیسا کہ ازواج النبی ﷺ بروئے قرآن پاک مخاطب بہ اہل بیت ہیں، ان میں سے کسی ایک امر کا انکار احادیث سے ناواقفیت یا منطوق قرآن سے عدم مہارت پر دل ہے۔

① یاد رکھنا چاہیے کہ مرد اور عورت دونوں گھر والے ہوتے ہیں۔ ”علیکم اہل البیت“ اس لیے کہ ابراہیم علیہ السلام بھی اس میں داخل ہیں۔

② نسائی: 49، ابوداؤد: 978، مسند احمد: 4/243، بیہقی: 279/2، مسلم: 1072، ابوداؤد: 2985، ابن خزیمہ: 2342، احمد: 4/166

③ مسلم: 6220، ترمذی: 3724

9] فضیلتِ نَم: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الْكَفِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ [33: الاحزاب:6]

”مؤمنین پر نبی ان کی جانوں سے بڑھ کر ہے اور نبی کی ازواجِ مؤمنوں کی مائیں ہیں۔“

یہ روشن ہے کہ اَنفُسِهِمْ اور اُمَّهَاتُهُمْ کی ضمیروں کا مرجع مؤمنین ہیں اور اسی لیے ازواجِ انبی سَلَّمَ عَلَيْهِمُ كَالْقَبِ امہات المؤمنین ہے نہ کہ امہات الامت وغیرہ [1] لفظ مؤمنین کے استعمال کا زاویہ یہ ہے کہ مؤمن کے تمیز و مشخص کرنے کی علامات کو واضح کر دیا جائے۔ چنانچہ اس آیت میں دو علامتیں بتائیں۔

اول: مؤمن وہ ہے جو ازواجِ نبی سَلَّمَ عَلَيْهِمُ کو اپنی جان شیریں سے زیادہ محبوب رکھتا ہو اور حضور سَلَّمَ عَلَيْهِمُ کو جان سے بڑھ کر اولیٰ سمجھتا ہو۔
دوم: مؤمن وہ ہے جو ازواجِ نبی سَلَّمَ عَلَيْهِمُ کو اپنی ماں جانتا ہو وہ ماں نہیں جس سے جسمِ عنصری کا ظہور ہوا، بلکہ وہ ماں جس کی فرزندگی کا شرف اس وقت نصیب ہوتا ہے جب ولا نبوی سَلَّمَ عَلَيْهِمُ اور ایمان میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

الغرض اس آیت میں ازواجِ مطہرات نبوی سَلَّمَ عَلَيْهِمُ کی بڑی فضیلت کا بیان ہے۔ ذرا غور کرو کہ کس طرح نبی سَلَّمَ عَلَيْهِمُ کے شرف و تعظیم کے ساتھ ساتھ ازواجِ انبی سَلَّمَ عَلَيْهِمُ کی تجلیل و تکریم کو بیان فرمایا اور تجلیل ایمان کے لیے محض الْكَفِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ [33: الاحزاب:6] پر اقتصار نہ کر کے اَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ کے اخبار و اعلان کو حقوقِ نبی اور شرائطِ ایمان کے ساتھ منضم کیا ہے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ [27: النمل:59]

ماں کی فضیلت کے متعلق صحیح نسائی میں حدیث ہے:

ان جابراً رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ اَتَى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَرَدْتُ الْغُرُوْا وَ قَدْ جُنْتُ اَسْتَشِيْرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمِّ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَالْزَمِيْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا۔ [2]

جابر رضی اللہ عنہ نے نبی سَلَّمَ عَلَيْهِمُ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا ارادہ جہاد کرنے کا ہے۔ میں اس بارہ میں حضور سَلَّمَ عَلَيْهِمُ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔ رسول اللہ سَلَّمَ عَلَيْهِمُ نے پوچھا۔ کیا تیری ماں زندہ ہے؟ وہ بولا ہاں۔ فرمایا جا، اس کی خدمت میں لگا رو۔ اس کے پاؤں تلے جنت ہے۔ فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا۔ اس کا ترجمہ میرا نہیں نے کیا ہے:

ع کہتے ہیں ماں کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے
مرزا دہیر نے ترجمہ کیا:

ع تحت قدم والدہ فردوس بریں ہے

حدیث شریف کے درج کرنے کا مدعا یہ ہے کہ جب جسمانی ماں کی خدمت کا اس قدر اجر جمیل ہے تو ایمانی ماں کی خدمت کا اجر عظیم ہونا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے۔

﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

[1] الامت میں اشرار و اخیار سب ہی شامل ہیں۔ ازواجِ مطہرات کے اس لیے امہاتِ مومنہاں کہا کہ اشرار کو ان کی فرزندگی کا شرف نہیں مل سکتا۔

[2] نسائی: 3106، مسند امام احمد: 429/3، بیہقی: 26/9، مشکل الاطاعت: 30/3

ازواج مطہرات کے ساتھ نبی ﷺ کا حسن سلوک

حدیث میں ہے: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَ أَنَا خَيْرُكُمْ بِأَهْلِي سب لوگوں میں اچھا ہے جو اپنی بیوی (کنبہ) کے ساتھ اچھا ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہوں۔ [1]

نبی ﷺ ہر ایک شوہر کے لیے ضروری بتایا کرتے تھے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش مذاق ہو۔ حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو السلام علیکم خود فرمایا کرتے۔ رات کے وقت سلام ایسی آہستگی سے فرماتے کہ بیوی جاگتی ہو تو سن لے اور سوگئی ہو تو جاگ نہ پڑے۔

کھانے، پینے، مکان اور گزارہ اور ملاقات میں ہر ایک بیوی کے ساتھ مساوی سلوک فرمایا کرتے۔ عموماً بعد عصر ہر ایک کے مکان پر تشریف لے جا کر ان کی ضروریات کو معلوم فرماتے اور بعد مغرب سب بیویوں سے ایک مکان میں مختصر ملاقات فرماتے۔ شب کو نوبت بہ نوبت ہر ایک کے گھر میں استراحت فرمایا کرتے۔

بیویوں کی سہیلیوں کی عزت فرمایا کرتے اور ان کے عزیز واقارب کو حسن سلوک سے شاد کام رکھتے۔ سفر میں روانہ ہونے کے وقت قرعہ اندازی کی جاتی۔ جس بیوی کا نام نکلتا اس کو ساتھ لیتے۔ ہر ایک بیوی کے رہنے کا مکان الگ تھا اور یہ سب مکان جن کو اللہ پاک نے ”حجرات اور بیوت النبی ﷺ اور بیوتکم“ فرمایا ہے، باہم بیوستہ تھے۔ مکان نہایت مختصر تھے۔ مثلاً عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ جس کا درپچھ مسجد نبوی ﷺ کے اس حصہ پر کھلتا ہے جسے رَوْضَةُ مَسْنِ رَيْحَانِ الْجَنَّةِ [2] خیابان جنت میں سے ایک چمن فرمایا گیا ہے، اس قدر تھا کہ جب نماز جنازہ مطہر کے لیے لوگ داخل ہونے لگے تو دس (10) آدمیوں سے زیادہ کی اس میں گنجائش نہ تھی۔ حجرات کے اندر سامان برائے نام ہوتا تھا۔ مثلاً حضرت ہفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور ﷺ کے آرام فرمانے کے لیے ایک ٹاٹ کا ککڑا تھا جسے دو تہہ کر کے بچھا دیا گیا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور ﷺ کا بستر چڑھے کا تھا جس کے اندر کھجور کے پٹھے بھرے ہوئے تھے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ام المؤمنین ہونے کے بعد ام المساکین زینب رضی اللہ عنہا کا گھر ملا تھا۔ ان کو اس گھر میں جو اثاث البیت نظر آیا وہ ایک بچی اور چند سیر جو تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ان کی خالہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پانی ایک مٹک میں ہوتا تھا۔ اُس رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کے ایک پیالہ چوہنی کا ذکر کیا ہے جسے مختلف اشربہ میں برتنا جاتا تھا۔ فتح خیبر کے بعد نبی ﷺ نے ہر ایک بیوی کے لیے 80 دینق کھجور کے اور 20 دینق جو کے سالانہ مقرر کر دیے تھے۔ دودھ کے واسطے عموماً ہر ایک بیوی کو ایک ایک ناقہ شیر دار ملا کرتی تھی۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ہر ایک شے میں ماتحتان رکھ کر باقی سب چیزوں کو بیواؤں، یتیموں پر خیرات کر دیا کرتی تھیں۔

باوجود اس قدر دلداری اور عطوفت کے نبی ﷺ کو یہ گوارا نہ تھا کہ کسی بیوی کے منہ سے اپنی سوت کی نسبت کوئی ایسا لفظ بھی نکلے جو ان کی شان بلند سے گرا ہوا ہو۔

[1] ترمذی: 4390، ابن حبان: 4177

[2] ترمذی: 3924، 3925، 3926، 3927، 3928، 3929، 3930، 3931، 3932، 3933، 3934، 3935، 3936، 3937، 3938، 3939، 3940، 3941، 3942، 3943، 3944، 3945، 3946، 3947، 3948، 3949، 3950، 3951، 3952، 3953، 3954، 3955، 3956، 3957، 3958، 3959، 3960، 3961، 3962، 3963، 3964، 3965، 3966، 3967، 3968، 3969، 3970، 3971، 3972، 3973، 3974، 3975، 3976، 3977، 3978، 3979، 3980، 3981، 3982، 3983، 3984، 3985، 3986، 3987، 3988، 3989، 3990، 3991، 3992، 3993، 3994، 3995، 3996، 3997، 3998، 3999، 4000

ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے ایک بار ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہودن کہہ دیا۔ کچھ شک نہیں کہ ان کا نسب یہود ابن یعقوب پر مبنی ہوتا تھا مگر کہنے کا انداز لہجہ حقارت آمیز تھا۔ اتنی بات پر حضور ﷺ کچھ عرصہ تک ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کے گھرنے گئے۔ جب انہوں نے توبہ کی تو خطا بخش ہوئی۔ ①

جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ چھوٹی سی بات یہودن کہنا بھی مرویات میں نقل کی گئی ہے تو ہم کو ازواج النبی ﷺ کی پاک زندگی کا صحیح تصور بندھ جاتا ہے کیوں کہ اس سے زیادہ کوئی بات تلخ بھی کہی گئی ہوتی تو وہ بھی ضرور روایت میں آ جاتی۔ اللہ اکبر! یہ نتیجہ نبی ﷺ کے فیضان عالیہ کا تھا کہ زوجات کو تاثرات طبعی و جنسی سے ارفع و اعلیٰ بنا کر محبت صادقہ ایمانیہ میں متفق و متحد بنا دیا تھا۔ اس راز کے سمجھنے سے وہ افراد قاصر ہیں جو تعلقات زوجین کی حقیقت صرف خواہشات طبعی کے نفاذ کو سمجھا کرتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں نے بہشت میں زن و شوہر کے زن و شوہر ہو کر رہنے سے انکار کیا ہے۔

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے کام

زمان امت کو تعلیم دینا۔ ان کی معروضات کو حضور نبوی ﷺ میں پہنچانا۔ پھر جواب سمجھانا۔ نبی ﷺ کے افعال و اقوال و عبادات کو جو جرات کے اندر کیا کرتے تھے حفظ و اتقان کے ساتھ امت تک پہنچانا، مشکلات علمیہ میں فرزند ان امت کی رہبری کرنا تھا۔

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے مہور

نبی ﷺ کی بیویوں اور بیٹیوں کے مہر سوا بارہ اوقیہ نقرہ سے زیادہ نہ تھے۔ ②



① ترمذی: 3903، نسائی: 8919

② بخاری: 5149، مسلم: 1426، دارمی: 2199، 2200، ابوداؤد: 2105، نوٹ: یہ وزن ہمارے اعشاری حساب سے قریباً 1500 گرام یعنی ڈیڑھ کلوگرام چاندی بنتی ہے۔

فصل چہارم 4

ازواج النبی ﷺ کے نسب ناموں کا نسب نامہ نبوی ﷺ سے قریب تر ہونا چوں کہ اکثر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو نبی ﷺ کے ساتھ بہ اعتبار نسب بھی قرابت حاصل ہے۔ اس لیے ایک نقشہ بنا دیا گیا ہے تاکہ ہر ایک ام المومنین رضی اللہ عنہن کی قرابت نسب کا حال بخوبی واضح ہو سکے۔

نقشہ عمود نسب نبی ﷺ اور اس کے ساتھ انساب امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا اتصال

				20 معد بن عدنان				
				19۔ نزار				
				18۔ مضر۔				
				17۔ الیاس				عیلان
				16۔ مدرکہ				قیس
				15۔ خزیمہ۔				نصفہ
				14۔ کنانہ				عکرمہ
				13۔ نضر				منصور
				12۔ مالک				ہوازن
				11۔ فہر				بکر
				10۔ غالب				معاذیہ
				9۔ لوی۔				حصصہ
				8۔ کعب۔				عری۔
				7۔ مرہ				زرارح
				6۔ کاب				قرط
				5۔ قصی۔				تیم
				4۔ عبدمناف				عبد اللہ
				3۔ ہاشم				سعد
				2۔ عبدالمطلب				رباح
				1۔ عبد اللہ				کعب
				محمد ﷺ				عبد العزی
				ام حبیبہ				عمرہ
				ام سلمہ				عمرہ
				سودہ				عمرہ
				زینب				عمرہ
				میمونہ				عمرہ

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جداگانہ حالات

1) ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی قریشیہ الاسدیہ۔

ان کے والد خویلد عرب کے مشہور تاجر اور قریش میں معزز و نامور تھے۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ ان کا سلسلہ نسب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوطی میں شامل ہو جاتا ہے (دیکھو نمبر 9۔ شجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ مہر کے چھ (6) اونٹ مقرر ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر 40 سال 1) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر 25 سال کی تھی۔

ان کا پہلا نکاح عقیق بن عامر مخزومی سے ہوا تھا۔ 2) اس سے کچھ اولاد نہیں ہوئی۔ اس کے فوت ہو جانے کے بعد دوسرا نکاح ابوبالہ بند بن نیش تمیمی سے ہوا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا نکاح تھا۔ اس نکاح کی درخواست حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے کی گئی تھی۔ نکاح کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم فکر معیشت سے آزاد ہو کر ذکر ربانی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے تھے۔ پانی کی مشک اور ستوؤں کی تھیلی لے کر عارحرا میں عبادت کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی تک طاہرہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور ستوتیار کر چھوڑتیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا لقب جاہلیت میں بھی ”طاہرہ“ تھا۔ یہ اسلام میں سب سے پہلے داخل ہوئیں۔ ان پر کسی مرد یا عورت کو تقدم فی الاسلام حاصل نہیں۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نزول وحی کا ذکر کیا تو مشکلات نبوت پر غور کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا: لَقَدْ خَشِيتُ عَلَيَّ نَفْسِي مَهْطِئِي جَانًا كَانْدِي شَيْءًا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا: سَمَاءًا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ تَصِلُ الرَّحِيمَ وَ تَحْمِلُ الْكُلَّ وَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَ تَقْرِي الضَّيْفَ وَ تُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ 3)

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مزید انشراح صدر اور طمانیت قلب خود کے لیے یہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیچھے بھائی

3) زر قانی نے مغلطائی سے ایک روایت بیان کی ہے کہ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر 28 سال کی تھی۔ یہ روایت شاذ ہے۔ واللہ اعلم۔ 4) مؤرخین میں اختلاف ہے کہ عقیق سے پہلا نکاح ہوا یا ابوبالہ سے۔ قتادہ نے عقیق کو پہلا بتلایا ہے اور جر جانی نے ابوبالہ کو۔ صاحب الاستیعاب نے بھی قول جر جانی کو صحیح کہا ہے۔ میں نے قول قتادہ کو اس لیے پسند کیا ہے کہ صاحب الاستیعاب نے ہند کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے اور یہ جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ ابوبالہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا ہو۔

5) (بخاری: 3) ”میں آپ کو ڈرکا ہے کہ ہے اللہ کی قسم! آپ کو ہر ایک مشقت سے بچائے گا۔ میں دیکھتی ہوں کہ آپ اہل قرابت سے عمدہ سلوک فرماتے ہیں اور مائدوں کی دہگیری کرتے، جہی دستوں کی امداد فرماتے، مہمانوں کی دعوت کرتے، اصلی مصیبت زدوں کی امداد کیا کرتے ہیں۔“

قارئین! غور کریں کہ قبل از نبوت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے اخلاق فاضلہ سے متصف تھے۔ نیز طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زیرکی و لطافت کو ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا کیسے گہرے گہرے مطالعہ کیا تھا۔

ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس لے گئیں۔ ورقہ عیسائی تھا اور انبیاء کا بڑا عالم تھا۔ خدیجہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ ان کو واقعہ سنائیں۔ نبی ﷺ نے جبریل علیہ السلام کے آنے اور وحی پہنچانے کا حال بھی سنا دیا۔ اس نے اقرار کیا کہ یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا کرتا تھا۔^[1]

نبی کریم ﷺ نے تمام دنیا و آخرت کی چار (4) برگزیدہ عورتوں میں سے ایک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو شمار کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی۔

أَمَنْتُ بِبِي حَيْثُ كَفَّرَ بِي النَّاسُ صَدَّقْتَنِي حَيْثُ كَذَّبَنِي النَّاسُ وَأَشْرَكْتَنِي فِي مَالِهَا حَيْثُ حَرَمْتَنِي النَّاسُ - وَرَزَقَنِي اللَّهُ وَلَدَهَا وَحَرَمَ وَلَدَ غَيْرِهَا^[2]

① وہ مجھ پر ایمان لائی جب اوروں نے کفر اختیار کیا۔

② اس نے میری تصدیق کی جب اوروں نے مجھے جھٹلایا۔

③ اس نے اپنے مال میں مجھے شریک کیا، جب اوروں نے مجھے کسب مال سے روکا۔

④ اللہ نے مجھے اس کے بطن سے اولاد دی جب کہ کسی دوسری بیوی سے نہیں ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بار حسانہ مزنیہ نبی ﷺ سے ملنے آئی۔ نبی ﷺ نے نہایت مہربانی سے اس کا حال دریافت فرماتے ہوئے کہا کہ ہمارے بعد تمہارا کیا حال رہا۔ وہ چلی گئی تو میں نے پوچھا کہ یہ بڑھیا کون تھی جس سے ایسی عنایت سے حضور ﷺ باتیں فرماتے رہے۔ فرمایا: خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کنبلی ہے۔ اسے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بہت محبت تھی۔^[3]

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ و فضلہا میں

بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے:

آتَى جِبْرِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلِذِهِ خَدِيجَةُ قَدِ اتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيهِ إِدَامٌ وَ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَأَقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَبَيْتِي وَبَشِّرْهَا بِبَيْتِي فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَحْبَ فِيهِ وَلَا نَصَبٍ.^[4]

جبریل نبی ﷺ کی خدمت میں آئے۔ کہا ابھی خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پاس ایک برتن جس میں کچھ کھانے

پینے کی چیز ہے لے کر حاضر ہوتی ہیں۔ آپ ان سے رب العالمین کا سلام^[5]، نیز میرا سلام، کہہ دیجیے اور ان کو ایک

ایوان جنت کی بشارت دیجیے جو خالص مروارید سے ہوگا۔ جس کے اندر کوئی رنج و الم نہیں۔

[1] بخاری: 3، اس حدیث کے اخیر میں ہے کہ ورقہ نے کہا: کاش آج میں جوان ہوتا کہ حضور ﷺ کی خدمت کرتا۔ کاش میں زندہ رہتا کہ آثار نبوت سے فیضان پاتا۔

نیک مرد ورقہ اس واقعہ کے تصور سے دنوں کے بعد ہی داخل جنت ہوا۔ نبی ﷺ نے خواب میں اسے اچھی حالت میں معائنہ فرمایا۔ [2] اسد الغابہ: 7/86

[3] استیعاب جلد 2 ملخصاً۔ [4] امام بخاری جمعہ 13 شوال 194ھ کو پیدا ہوئے۔ شب عید الفطر 256ھ میں وفات پائی۔ لفظ صدق سے سال و ولادت اور لفظ نور سے سال

وفات لگتا ہے۔ [5] بخاری: 3820، مسلم: 2432، نسائی: 8362، ترمذی: 3885، رب العالمین کا سلام۔ یہ اس شرف ہے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا دنیا کی کسی

عورت کو حاصل نہیں۔

فرزندان خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

ہالہ، طاہرہ اور ہند۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ابو ہالہ سے ہیں۔ یہ تینوں بھائی صحابی ہیں۔

① ہالہ بن خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اندر حاضر ہونے کا اذن چاہا تو حضور ﷺ نے نام سن کر فرمایا: اللّٰهُمَّ هَالِه۔ ہالہ کے فرزند کا نام ہند تھا اور وہ اپنے باپ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ ②

② طاہرہ بن خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ایک ریلح یمن کا حاکم مقرر فرمایا تھا اور انتقال نبوی ﷺ تک بدستور برسر حکومت رہے تھے۔ ان کی حکومت میں قبائل تک اور اشعریین تھے۔ وفات نبوی ﷺ کے بعد یمن میں بھی قبائل سب سے پہلے مرتد ہوئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے طاہرہ رضی اللہ عنہا کو ان سے قتال کرنے کا حکم دیا۔ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے یہ معیت مسروق بن الاعداء لشکر کشی کی اور فتح عظیم حاصل ہوئی۔ جس سے یہ فتنہ فوراً دب گیا۔ اس واقعہ کے متعلق طاہرہ کے مندرجہ ذیل اشعار ہیں: ③

فَوَاللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ لَا تَسِيءُ غَيْبِرَهُ
فَلَمْ تَرَ غَيْبِيْ مِثْلَ جَمْعِ رَايْتَهُ
قَتَلْنَاهُمْ مَا بَيْنَ قِتْنَةٍ خَاصِرٍ
وَفِينَا بِأَمْوَالِ الْاِخْبَابِ عَنُوَّةٌ
أَمَّا قُصٌّ بِأَلَا جِرَاعٍ جَمْعُ الْعَضَاعِثِ
بِحَنْبٍ مَّجَازٍ فِيْ جُمُوعِ الْاِخْبَابِ
إِلْسَى الْقَيْعَةِ الْبَيْضَاءِ ذَاتِ النِّبَاتِ
جَهَارًا وَّلَمْ نَحْفَلْ بِتِلْكَ الْهَشَاہِثِ

”اللہ کی قسم! اگر اللہ ہی کی مدد نہ ہوتی تو ان فساد کی گروہوں کو ریگستان میں شکست نہ دی جاسکتی۔ میری آنکھوں نے ایسا کوئی گروہ نہیں دیکھا جیسا کہ میں نے سر راہ ان خبیث گروہوں کو دیکھا ہے۔ ہم نے ان کو پہاڑوں کی بلند اور ڈھانچ لینے والی چوٹیوں اور صاف زمین پر قتل کیا۔ ہم نے ان کے مال و زر پر جنگ میں قوت سے قبضہ حاصل کیا اور شور و شغب کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔“

③ ہند بن خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا: یہ آنحضرت ﷺ کے ربیب (پروردہ) ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب تھے اور وہیں شہید ہوئے۔

ہند رضی اللہ عنہ فصاحت و بلاغت میں مسلم تھے اور اوصاف النبی ﷺ میں مشہور تھے۔ نبی ﷺ کا حلیہ نہایت خوبی اور صحت سے بیان کیا کرتے تھے۔

④ ہند بن ہند کا انتقال بصرہ میں ہوا۔ ان دنوں طاعون کا زور تھا اور لوگ اپنے اپنے مردوں کی جھینڑ و ٹھنڈن میں مصروف تھے۔ ان کی چار پائی اٹھانے والے صرف چار آدمی تھے۔ ایک عورت نے یہ دیکھا اور ”وا ہند بن ہند! ابن ربیب رسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگایا۔ جسے سن کر تمام لوگ اپنے اپنے مردوں کو چھوڑ کر ان کے جنازہ پر جمع ہو گئے اور دن بھر بازار بند رہے۔ ⑤

اقارب: حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن ہالہ بنت خویلد تھیں، جو صحابیہ ہیں۔ ان کے فرزند ابو العاص بن ریح ہیں جو

① بخاری: 3821، مسلم: 2432 ② الاستیعاب حسن الصحابہ جز اول ص: 198 مطبوعہ مطبعہ دار الفکر بیروت ③ الاستیعاب

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین داماد ہیں۔ ایک بہن کا نام رقیہ ہے جن کی بیٹی امیرہ بنت عبد صحابہ ہیں۔ امیرہ سے روایت حدیث ان کی بیٹی حکیمہ اور محمد بن المنکدر نے کی ہے۔ عوام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے برادر حقیقی ہیں۔ ان کے فرزند زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) اور سائب بن العوام رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھتیجے ہیں۔

اولاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم: طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے جو اولاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی۔ اس کا ذکر اولاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں درج ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال رمضان 10 نبوت مکہ معظمہ میں ہوا۔ بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کی مدت قیام 24 سال یا 25 سال ہے۔

② ام المومنین سووہ رضی اللہ عنہا

سووہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔ ان کی والدہ کا نام شموں بنت قیس تھا۔ برادر سلیمی زوجہ ہاشم ہیں۔ گویا حضرت سووہ رضی اللہ عنہا کے نضیال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے نضیال تھے۔ یہ سکران بن عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھیں۔ یہ پہلے ایمان لائیں اور پھر ان کی ہدایت اور ترغیب سے سکران بھی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر انھوں نے خاوند کے ساتھ مع اپنی والدہ کے ہجرت حبشہ کی تھی۔ سکران نے حبشہ میں انتقال کیا۔ حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مصائب کو جلد ختم کرنے کی غرض سے 10 نبوت میں بعد از وفات خدیجہ رضی اللہ عنہا ان سے نکاح کر لیا تھا۔ انھوں نے چند سال بعد اپنا وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا۔ یعنی اپنی ذات پر محبوب کی محبوبہ کو تقدیم دی تھی۔ عشق میں ایثار ان ہی کی خصوصیات میں سے ہے۔

اقارب

عبدالرحمن اور عبدانائے زمعہ باپ کی طرف سے ان کے بھائی ہیں اور قرظہ بن عبد عمرو ان کا بھائی ماں کی جانب سے ہے۔ مالک بن زمعہ ان کا برادر حقیقی ہے۔ وہ قدیم الاسلام ہیں۔ انھوں نے بھی مع زوجہ خود عمرہ بن السعدی العامریہ ہجرت حبشہ کی تھی۔

حضرت سووہ رضی اللہ عنہا کا ام المومنین کے درجہ پر فائز ہونے کا سبب اصلی ان کا اور ان کے خاندان کا قدیم الاسلام ہونا اور اسلام کے لیے ہجرت حبشہ کرنا تھا۔

حضرت سووہ رضی اللہ عنہا محاسن اخلاق اور مکالمہ انفعال میں ابتدائی سے معروف تھیں۔ انھوں نے آخر خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں وفات پائی۔ کتب احادیث میں ان سے پانچ (5) احادیث مروی ہیں: صحیح بخاری میں ایک، سنن ابوعبید میں چار۔

③ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (صدیقہ بنت صدیق۔ طیبہ، زوجہ طیب۔ حبیبہ حبیب اللہ)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ ان کی ماں کا نام ام رومان ہے۔ جس کا سلسلہ نسب نبوی میں کنانہ سے جا ملتا ہے۔ ان کا

① عبداللہ بن عثمان نام۔ ابوبکر کثرت۔ صدیق خطاب۔ صدیق علم، صاحب الغار لقب ہے۔ اشہر روایات یہ ہے کہ حال میں سے سب سے پہلے ہی اسلام لائے تھے۔ (1) ان کے ذریعہ جو لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، ان میں سے کئی بزرگ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ (2) یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے مکہ میں سب سے پہلے مسجد تعمیر کی۔ جب کفار مسلمانوں کو کعبہ میں داخل نہ ہونے دیتے تھے۔ (3) انھوں نے اپنے مال سے حضرت بلال و حضرت عامر بن لہوہ جیسے سات قدیم الاسلام بزرگوں کو کفار کی غلامی سے آزاد کر لیا تھا۔ (4) یہی شب ہجرت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ماریٹور میں تھے۔ (5) نبی کا ذکر صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ (6) نبی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے

نکاح شوال 10 نبوت میں مکہ معظمہ میں ہوا اور رخصتی شوال 11 نبوت میں مدینہ میں ہوئی۔ ازواج النبی ﷺ میں یہی وہ خاتون ہیں جن کی اسلامی خون سے ولادت ہوئی اور اسلامی شیر سے پرورش ہوئی۔ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں یہی وہ طیبہ ہیں جن کا پہلا نکاح ﷺ نے جنگ بدر میں اپنے ساتھ عریش میں ٹھہرایا تھا۔ (7) انہی کو نبی ﷺ نے غزوہ جحوک میں جب سب سے زیادہ فوج کا اجتماع ہوا، نیکان اعلیٰ عطا فرمایا تھا۔ (8) انہی کو نبی ﷺ نے فریضت حج کے بعد پہلے ہی سال میں امیر المہاجر مقرر فرمایا تھا۔ (9) انہی کو نبی اللہ ﷺ نے اپنے سامنے (مرض الموت میں) اپنی جگہ امام نماز مقرر فرمایا تھا۔ (10) انہی سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہوئے اور صرف انہی کو خلیفہ رسول اللہ ﷺ کے لقب سے مخاطب کیا گیا۔ باقی ہر سرخلفائے راشدین صرف امیر المؤمنین کہلائے۔ (11) انہی کے انتظام سے اسود غسی مسیلمہ کذاب اور طلحہ اسدی کے جھوٹے نبوت کے دعویٰ برباد ہوئے۔ طلحہ بعد تو یہ اسلام میں داخل ہوئے۔ (12) انہی کے وقت میں عراق، یمن، شام، کچھ حصہ صحیح ہوا۔ (13) انہی کی کوشش سے یمنین زکوٰۃ فریضہ زکوٰۃ پر قائم ہوئے۔ (14) انہی کے حکم سے قرآن پاک صحیفہ واحد میں لکھا گیا اور صحف کے نام سے موسوم ہوا۔ ان کے فضائل میں احادیث صحیحہ بکثرت وارد ہیں۔ ان کی تعریف میں صحابہ کرام کے اشعار بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

إِذَا تَدَخَّرْتُ سَجُودًا مِنْ أَبِي سُبَيْقَةَ فَادُّمُّرُ أَحَبَّ إِلَيَّ كَمَا كَرِهْتُ بِمَا فَعَلَا
 جَبَّ رَجْعُ نَوْمٍ كَمَا تَدَخَّرْتُ سَجُودًا مِنْ أَبِي سُبَيْقَةَ فَادُّمُّرُ أَحَبَّ إِلَيَّ كَمَا كَرِهْتُ بِمَا فَعَلَا
 خَيْرَ النَّبِيِّاتِ أَنْفَاقًا وَأَعَدَّلَهَا بَعْدَ النَّبِيِّ وَأَوْقَاهَا لِمَا حَمَلَا
 وہ نبی ﷺ کے بعد تمام خلقت میں بہتر سب سے زیادہ متقی سب سے زیادہ عادل، اپنے فرائض کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے تھے۔
 وَالْقَائِمِ النَّبِيِّ الْمُحْمَدُ مُشَهَّدًا وَأَوَّلِ النَّاسِ بِمَنْ صَدَّقِ الرَّسُولَا
 وہی ہیں جن کو نبی رسول قرآن میں کہا گیا اور ان کی حاضری غار کی تعریف کی گئی۔ وہی ہیں جنہوں نے سب سے پیشتر تصدیق رسالت کی۔
 وَكَمَا حَبَّ رَسُولٌ كَدَّ عَيْلًا خَيْرَ النَّبِيِّاتِ لَكُمْ بَعْدَ رَسُولِكُمْ وَجَلَا
 سب بہتر جانتے کہ ابو بکر نبی ﷺ کے پیارے تھے۔ خیر البریہ تھے۔ نبی ﷺ ان کے برابر کسی کا درجہ نہیں سمجھتے تھے۔
 خفاف بن ندیب السلمي رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں:

إِنْ أَبَاتُكُمْ هُوَ الْفَيْتُ إِذَا لَمْ تَوَسِّلِ الْأَرْضَ مَسْحَابًا بِسَاءَ
 جب ہادل زمین پر پانی نہ برسائے تو اس وقت ابو بکر لوگوں کی فریاد رہی کرنے والا ہے۔
 تَوَالِيكُمْ لَا يُذْرِكُ إِتَانًا ذُو حُرِّ حَافٍ وَلَا ذُو جَدَاهِ
 مجھے اللہ کی قسم ہے کہ کوئی انسان (پارہیز ہو یا نعل پوش ہو) ابو بکر کے فضائل کو حاصل نہیں کر سکتا۔
 مَنْ يَنْعَى حَمِي يُذْرِكُ إِتَانًا يَجْتَنِبُ الشَّدَّ بِأَرْضِ فَتَاهِ
 اگر کوئی شخص ابو بکر کے فضائل کو حاصل کرنے کی سعی بھی کرے تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے صحرائے عظیم کو دوزخ دوزخ کرنے کی سعی کرتا ہے۔
 ابو یوسف ثقفی رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں:

وَسَيِّئَاتِ صِدْقًا وَكُلِّ مَهَاجِرٍ سَوَالِكِ بَسْمِي بِأَسْمِيهِ غَيْرَ مَنْعٍ
 تم ہی ہو جسے صدیق رضی اللہ عنہ کہہ کر بلایا جاتا ہے۔ حالانکہ باقی سب مہاجرین کو نام لے کر بلایا جاتا ہے۔ اسی پر سب کا عمل بلا انکار احد ہے۔
 تَسَقَّتْ إِلَيَّ الْإِسْلَامَ وَاللَّهُ تَسَاهِدٌ وَكُنْتُ جَلِيلًا بِالنَّعْرِ بِشِ الْمُنْتَهَمِ
 اللہ گواہ ہے کہ تم ہی کو سبقت الی الاسلام حاصل ہے۔ اور عریش کے اندر نبی ﷺ کی ہم نشینی کا درجہ تم ہی کو ملا ہے۔
 وَبِالنَّعْرِ إِذَا مَسَّ بِالنَّعْرِ صَاحِبًا وَكُنْتُ رَفِيقًا لِنَبِيِّ الْمُهَلَّبِ
 فار میں تم ہی تھے اور صاحب الغار تمہارا ہی نام ہے۔ نبی مطہر کے رفیق تم ہی تو ہو۔

حدیث صحیحہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: وَكَمَا ابُو بَكْرٍ اَعْلَمْنَا بِهِ ابُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ سَبِّهِ وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ سَبِّهِ وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ سَبِّهِ (بخاری، 3904، مسلم، 2382)

بیعت خلافت کی بابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے:

إِنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَرَضٍ لِيَالِي وَابْنًا ينادي بِالصَّلَاةِ فَيَقُولُ مَرُّوا بِأَبِيكُمْ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَلَمَّا فِضَّ رَسُولُ اللَّهِ

نبی ﷺ سے ہوا۔ حدیث میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَرَأَيْتَكَ فِي الْمَنَامِ تَلْتَ لَيْلًا جَاءَ نُبِيَّكَ الْمَلَكُ فِي سُرْقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَيَقُولُ هَلْ دِهَ امْرَأَتُكَ فَانْكَشِفُ مِنْ وَجْهِكَ فَإِذَا أَنْتَ هِيَ فَأَقُولُ إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ يَمْضِهِ. [1]

”رسول اللہ ﷺ نے (عائشہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا میں تین شب تجھے خواب میں اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ حریر سفید کے پارچے میں تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حضور ﷺ کی بیوی ہے اور میں تصویر کا پردہ اٹھا کر چہرہ دیکھتا تھا جو بالکل تیرا ہی چہرہ ہوتا تھا۔ میں یہ دیکھ کر کہہ دیا کرتا تھا کہ اگر یہ (اطلاع) اللہ کی جانب سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا کر دے گا۔“

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا اہتمام حظیرہ القدس میں کیا گیا تھا اور نبی ﷺ نے اس شادی کو منجانب اللہ قرار دیا۔

محبت کا امتحان

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سخت امتحان بھی دینا پڑا۔ غزوہ انمار میں ان کی سواری کھپ میں دیر سے پہنچی اور اس پر منافقین نے ان کی شان پاک میں گستاخانہ الفاظ کہے۔ جس لطیف کے لیے ایسا موقع سخت امتحان کا ہوتا ہے لیکن اس وقت بھی ان کی قوت ایمانیہ اور پاکی فطرت میں عجیب شان نظر آئی۔ جب نبی ﷺ نے ان سے اس بارہ میں دریافت کیا تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے میکے والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

((قَلْبِيْنَ قُلْتُ لَكُمْ اِنِّي بَرِيئَةٌ لَا تُصَدِّقُونِيْ وَ لَيْنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِاَمْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنِّيْ بَرِيئَةٌ مِّنْهُ لَتُصَدِّقُنِيْ فَوَاللّٰهِ لَا اَجِدُ لِيْ وَ لَكُمْ مَثَلًا اِلَّا اَبَا يُوسُفَ حِيْنَ قَالَ ﴿فَصَبِرْ جَمِيْلًا وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾ [2])

”اگر میں اب کہوں گی کہ میں پاک ہوں تو میری بات باور نہ ہوگی، اگر میں کسی بات کا اقرار کر لوں حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بالکل پاک ہوں تو وہ باور کر لی جائے گی۔ پس اندریں حالت میں اپنے لیے صرف حضرت یعقوب کی مثال پاتی ہوں۔ جنہوں نے کہا تھا (کہ آزمائش میں) صبر کرنا ہی خوب ہوتا ہے۔ اس بارہ میں اللہ ہی مدد دے گا اور کارساز ہے۔“

صلى الله عليه وسلم نظرت فإذا الصلوة علمت الاسلام و فوائد الدين فرحبتنا لدنيانا من رضى رسول الله صلى الله عليه وسلم لدنيانا قبايعنا أبانجهم (اسد الغابہ: 328/3)

رسول اللہ ﷺ چند شب و روز بیمار رہے۔ حضور ﷺ سے نماز کے لیے عرض کیا جاتا تو فرمادیتے کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پھر جب نبی ﷺ کا انتقال ہو گیا تو میں نے غور کیا کہ نماز تو اسلام کا رکن ہے اور اسی پر دین کا قیام ہے۔ اس لیے ہم نے دنیا کی حکومت کے لیے بھی اسی پر رضامندی ظاہر کر دی۔ جسے رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تھا اور اسی سے ہم نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔

حضرت ابوبکر صدیق کی اولاد ہندوستان میں محمد بن ابوبکر کی نسل سے بکثرت پائی جاتی ہے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ اسی خاندان عالی سے ہیں۔ حضرت نظام الاولیاء نظام الملک آصف چاہ، میر محمد عثمان علی خاں سابق خسر دوکن کا سلسلہ نسب حضرت شیخ الشیوخ ہی سے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو انوار صدیقیت و ولایت سے بھی بہرہ اندوز فرمائے۔ ف: احوال علی مرتضیٰ الاستیعاب سے منقول ہوئے ہیں۔

[1] بخاری: 3895، مسلم: 2438، ترمذی: 3889، تحفہ الاشراف: 16258 [2] بخاری: 1441

صدیقہ رضی اللہ عنہما کہتی ہیں کہ مجھے اپنی پاکی اور صفائی کی وجہ سے وثوق تھا کہ میری بابت روایا میں نبی ﷺ کو بتا دیا جائے گا، مگر اس کا مجھے گمان بھی نہ تھا کہ میرے حق میں وحی الہی کا نزول ہوگا۔ لیکن نبی ﷺ بھی اسی جگہ تشریف رکھتے تھے کہ قرآن پاک اترا۔ اللہ پاک نے صدیقہ رضی اللہ عنہما کی نصرت فرمائی، بے قصوری ظاہر کی۔ ان کو طیبہ ٹھہرایا اور خبر دی کہ مغفرت اور رزق کریم ان ہی کے لیے ہے۔^① نیز یہ بھی بتایا کہ اس بہتان سے ان کی شان میں ذرا بھی فرق نہ آیا، بلکہ رتبہ بڑھ گیا۔ ان کی پاکی اور طہارت کی آواز سے زمین و آسمان گونج اٹھے۔ وہ وحی اتری جس کی قیامت تک نمازوں میں اور محرابوں میں تلاوت کی جائے گی۔ جب ﴿الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ﴾ [النور: 26] (پاک مرد پاک عورتوں کے لیے) کو کوئی ایمان والا شخص پڑھے گا تو اسے عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکی و طہارت کا اندازہ نبی ﷺ کی پاکی و طہارت سے کرنا ہوگا۔ اللہ اکبر! یہ نتیجہ اس تواضع و انکسار کا ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں تھا کہ اپنے آپ کو ناچیز سمجھا باوجود بے قصوری و مظلومی کے اور باوجود افترا پر دازوں کو جو ٹوٹا جانے کے۔ آپ اپنا یہ درجہ نہ سمجھا کہ ان کے لیے قرآن اترے۔ ہر چند ان کو علم تھا کہ ان کے رنج و اندوہ سے ان کے والدین کو بھی صدمہ پہنچا ہے اور جمیع اہل ایمان کے دل بھی درد مند ہوئے ہیں اور نبی ﷺ کے قلب مبارک کو بھی ایذا پہنچی ہے۔ پھر بھی وہ تواضع و انکسار سے یہی سمجھتی ہیں کہ ان کی پاکی عالم رویا میں ظاہر فرمائی جائے گی، لیکن رب العالمین ان ہی کے رتبے بلند فرماتا ہے جو اس کی بارگاہ میں تواضع و انکساری اختیار کرتے ہیں۔

فضائل:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں بہت سی احادیث صحیحہ ہیں۔ صحیح بخاری میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

كَيْفَ لَمْ يَكْمَلِ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ أَمِيَّةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَ قَضِلْ عَائِشَةُ عَلَى النِّسَاءِ كَقَضِلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ۔^②

”مردوں میں تو بہت لوگ تکمیل کے درجے کو پہنچے، مگر عورتوں کے اندر صرف مریم دختر عمران اور آسیہ زین فرعون ہی تکمیل کو پہنچیں اور عائشہ کو تو سب عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے شید کو سب کھانوں پر۔“

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے۔

اس فضیلت کی وجہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے وہ کمالات روحانیہ ہیں جن کی وجہ سے ان کا منصب بارگاہ الہی میں نہایت بلند تھا اور جن کے وجود سے ان کو انوار نبوت سے بدرجہ اتم منور ہونے کی قابلیت حاصل ہو گئی تھی۔ اس کا ذکر صحیح بخاری کی اس حدیث میں ہے جسے ام المومنین ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

وَاللَّهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَ أَنَا فِي لِحَافٍ امْرَأَةٍ مِنْكُمْ غَيْرَهَا۔^③

”یہ عائشہ ہی ہے کہ میں اس کے لِحاف میں ہوتا ہوں تو اس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا ہے مگر دیگر ازواج کے بستروں پر کبھی ایسا نہیں ہوا۔“

یہی وجہ تھی کہ نبی ﷺ نے حضرت سیدۃ العالمین فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو محبت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حکم دیا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے۔

نبی ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

① بخاری: 4141، مسلم: 3770، 2446

② بخاری: 3776، 2573۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اسے روایت کیا ہے امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ کی ولادت 204ھ منوفات 24 رجب 261ھ ہے۔

أَيُّ بَنِيَّةٍ أَلَسْتَ تَجِيبِينَ مَا أَحَبُّ فَقَالَتْ بَلَى فَقَالَ فَاجِيبِي هَذِهِ ①

پیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ بالکل یہی درست ہے۔ فرمایا تب تو بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھا کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمالات علمیہ پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ جسے صحیحین میں روایت کیا گیا ہے۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا إِنَّ جِبْرِيْلَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ قَالَتْ قُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ ②

”نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ جبریل ہیں اور تم کو سلام کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ ان پر بھی سلام اور رحمت ہو۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے احسانات برامت میں سے ہے کہ آیت تیمم کے نزول کا سبب ظاہری بھی وہی ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک بار حضرت اسماء رضی اللہ عنہا (اپنی بہن) کا مانگا ہوا تھا جو راستہ میں کہیں گر پڑا۔ نبی ﷺ نے چند صحابہ کو اس کی تلاش کے لیے بھیجا۔ انھیں راستے میں نماز کا وقت ہو گیا اور انھوں نے (پانی نہ ہونے کی وجہ سے) بلا وضو کے نماز پڑھی اور جب حاضر ہوئے تو انھوں نے بے وضو نماز پڑھنے کا ذکر بھی رنج کے ساتھ کیا۔ اس وقت آیت تیمم کا بھی نزول ہوا۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر کہا: جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ تَعَالَى آتَى كَوْبَهُ تَمْرًا جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ تَعَالَى آتَى كَوْبَهُ تَمْرًا

مَا نَزَلَ بِكَ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ لَكَ مِنْهُ فَرَحًا وَمَخْرَجًا وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ بَرَكَتًا ③

”جب کوئی آپ کا کام اٹکا تو اللہ نے خود اس میں شکر فرمائی اور مسلمانوں کے لیے بھی اس میں برکت ہوئی۔“

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت رسول ﷺ کے دو تین واقعات درج کرتا ہوں۔“

① صحیح مسلم میں ہے، ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے ہم سفر تھیں۔ اس روز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنی سواری کا اونٹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ سے تبدیل کر لیا۔ راستے میں نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی طرف گئے۔ جس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سوار تھیں اور ان ہی کے ساتھ چل پڑے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس مفارقت کی برداشت نہ ہوئی۔ جب وہ منزل پر پہنچ کر سواری سے اتریں تو انھوں نے اپنا پاؤں گھاس کے اندر ڈال دیا اور زبان سے کہا:

يَا رَبِّ سَلِّطْ عَلَيَّ عَقْرَبًا أَوْ حَيَّةً تَلْدَغُنِي رَسُولَكَ وَلَا اسْتَطِيعُ أَنْ أَقُولَ لَكَ شَيْئًا ④

اے رب کسی بچھو یا سانپ کو بھیج کہ مجھے کاٹ کھائے اور وہ تیرے رسول ہیں۔۔۔ ان کی شان میں تو میں کچھ کہہ ہی نہیں سکتی۔

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنی نعل کو پیوند لگا رہے تھے اور میں چرخہ کات رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ رہا ہے اور اس پسینہ کے اندر ایک نور ہے جو ابھر رہا ہے اور بڑھ رہا ہے۔ یہ ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی۔ نبی ﷺ کی نظر مبارک مجھ پر پڑی۔ فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا تو حیران ہی کیوں ہو رہی ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کو پیشانی پر پسینہ ہے اور پسینے کے اندر چمکتا دمکتا نور ہے۔ (اس پاک نظارہ نے مجھے سراپا چشم کر دیا ہے)

① اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے، یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔ بخاری: 2581، مسلم: 6290، نسائی: 3955، بخاری: 3213
مسلم: 2447، ترمذی: 3890، بخاری: 3773، مسلم: 4645

اے شک جتنے کہ او حیران اوست
وے ہایوں دل کہ آن قربان اوست
بخدا! بوبکر ہڈی ۱ حضور ﷺ کو دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے اشعار کے صحیح مصداق حضور ﷺ ہی ہو سکتے
ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اس کے شعر کیا ہیں۔ میں نے یہ شعر پڑھ کر سنا دیے۔

وَمُبْرَأِي مِنْ كُلِّ غَيْرٍ حِطَّةٍ وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَذَائِ مُعْتَبَلٍ
وَإِذَا نَظَرْتُ إِلَى أَسْرَةٍ وَجْهَهُ بَرَقَتْ كَبْرُقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ
”وہ ولادت و رضاعت کی آلودگیوں سے مبرا ہیں۔ ان کے درخشاں چہرہ پر نظر کرو تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور روشن برق جلوہ
دے رہی ہے۔“

نبی ﷺ کے ہاتھ میں جو کچھ تھا اسے رکھ دیا۔ پھر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پیشانی کو چوما اور زبان مبارک سے فرمایا: مَا سَرَّزْتِ
مِثِّي كَسْرُورِي مِنْكَ جُوسِرُورِي مَجْهِي تِيرِي كَلَامِي حَاصِلُ هُوَا هِيَ اس قدر سرور تجھے میرے نظارہ سے نہ ہوا ہوگا۔ ۱
۱ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی محبت رسول ﷺ کی ایک مثال یہ ہے کہ وہ جو قرآن مجید کی آیت تنخیر کے نزول پر ظاہر ہوئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَ تَلَاؤُا حِكْمًا إِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ الْخَيْسُورَةَ الدُّنْيَا وَرِزْقَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُمْ وَاسْرُحْكُمْ
مَسْرَاحًا جَمِيلًا وَإِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَالذَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنِينَ مِنْكُمْ أَجْرًا
عَظِيمًا﴾ [الاحزاب: 28-29]

”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ تمہیں رخصتاً نہ دے دلا کر اپنے سے
خوبی کے ساتھ علیحدہ کر دوں لیکن اگر تم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور آخرت کی خواہاں ہو تب تم میں سے جو سبکی کرنے
والیاں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔“

نبی ﷺ نے سب سے پہلے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کو یہ آیت سنائی اور تلاوت آیت سے پیشتر یہ بھی فرمایا کہ ایک بات کا تم
سے ذکر کرتا ہوں۔ تم جواب دینے میں جلدی نہ کرنا اور اپنے والدین سے مشورہ کر لینا۔ حضرت صدیقہ نے آیت سنتے ہی جھٹ سے کہا:
کیا میں اس معاملہ میں بھی والدین سے مشورہ کروں گی؟

میں تو اللہ اور رسول ﷺ اور آخرت ہی کو اختیار کرتی ہوں۔ ۱ اس کے جواب میں انہوں نے اپنی محبت الہی اور محبت
رسول ﷺ کا ثبوت دیا۔ نیز دیگر ازواج کے لیے ایک سنت بھی قائم فرمائی، جس کا اجراع سب ازواج النبی ﷺ نے فرمایا۔ فی
الحقیقت یہ ایک بہت بڑا شرف ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو فقہائے سبعہ کے اندر ایک درخشاں کوکب تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایک کو بھی معافی

۱ امام جاہلیت کے مشہور شاعر۔ ۱ اتحاف الکرام: 7/ 495 تاریخ بغداد: 13/ 253 ۱ بخاری: 4785، 4786

قرآن اور احکام حلال و حرام اور اشعار عرب اور علم الانساب میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر نہیں پایا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت تھی کہ جب کوئی نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ صحابہ میں آ پڑتا تھا تو وہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جانب رجوع کرتے تھے اور ان کے پاس اس کے متعلق ضرور علم پایا جاتا تھا۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا جس طرح اپنے فرزندان شریعت کی شیر علم سے پرورش فرمایا کرتی تھیں اسی طرح اپنی جو دو سخاوت سے فقراء و مساکین کی تربیت بھی فرماتی تھیں۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ انہوں نے ایک روز میں ستر ہزار (70000) درہم راہ حق میں صرف کیے۔ خود ان کے جسم پر بیوند لگا ہوا کرتا تھا۔ ایک روز عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان کی خدمت میں ایک لاکھ (100000) درہم بھیجے۔ انہوں نے سب کے سب اسی روز راہ حق میں صدقہ کر دیے۔ اس روز حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا روزہ بھی تھا۔ شام کو لونڈی نے سوکھی روٹی سامنے رکھ دی اور یہ بھی کہا اگر سالن کے لیے کچھ بچا یا ہے تو میں سالن بھی تیار کر لیتی ہوں۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے تو خیال نہ آیا تجھے یاد دلانا تھا۔ [1]

سیدہ خدیجہ و سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کے فضائل

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ایک بحث لکھی ہے [2] کہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما میں سے افضل کون ہے؟ وہ لکھتے ہیں کہ اس بارہ میں تین مذہب ہیں۔ [1] خدیجہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔ [2] عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔ [3] سکوت کرنا چاہیے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں ہر دو میں جداگانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ طاہرہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا اثر ابتداء اسلام پر ہے۔ [1] یہ نبی ﷺ کے لیے باعث تسکین و تسلی و شہادت تھیں۔ [2] انہوں نے اپنا مال محبت رسول ﷺ میں شہداء کیا۔ ان کو آغاز اسلام کا زمانہ ملا اور اس وقت انہوں نے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول محترم کے لیے ہر ایک رنج و تکلیف کو بخوشی برداشت کیا۔ [3] انہوں نے جو کم وقت میں نصرت رسول اللہ ﷺ کی۔ پس اس بارے میں جو درجہ ان کا ہے وہ کسی دوسری بیوی کا نہیں۔

طیبہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اثر ترقی اسلام کے ایام پر ہے۔

[1] جو تعلقہ انہوں نے دین میں حاصل کیا۔

[2] اور جو تبلیغ انہوں نے امت کو فرمائی۔

[3] اور علم نبوت کی اشاعت میں جو مساعی انہوں نے کیے اور جو علمی فوائد انہوں نے فرزندان امت کو پہنچائے وہ ایسا درجہ ہے جو کسی دوسری بیوی کو حاصل نہیں۔

کتب احادیث میں مرویات صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تعداد دو ہزار دو سو دس (2210) ہے۔

صحیحین میں مشفق علیہ 174 حدیثیں

صرف صحیح بخاری میں 54 حدیثیں

” ” ” ” ” ” ” ” ” ” 67 حدیثیں

[1] مدارج النبی ص 2 ج 2 ص 506 [2] امام ابو محمد علی بن حزم الظاہری المتوفی 457ھ نے دیگر مکتوبین فی الروایات کی حدیثوں کا بھی شمار کیا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہما 537ھ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما 586ھ ابن مسعود رضی اللہ عنہما 800ھ احمد جابر بن عبداللہ و عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما 150ھ سے زائد، ابن عمر و انس رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے برابر، کتاب الفضل فی الملل

فتاویٰ شرعیہ اور اصل مشکلات علمیہ اور بیان روایات عربیہ اور سیر و واقعات تاریخیہ کا شمار ان کے علاوہ ہے۔^[1]

جہاد فی سبیل اللہ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَ أُمَّ سَلِيمٍ وَ إِنَّهُمَا لَمُسْمِرَتَانِ أَرَى خَدِمَ سَوْقَهُمَا تَنْقِرَانِ الْقُرْبَ عَلِيٍّ مَتَوْنَهُمَا تَفْرَعَانِهِ فِي أَهْوَاءِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرَجَعَانِ فَنَمَلَانِيهَا نَمَّ تَجِينَانِ فَتَفْرَعَانِيهِ فِي أَهْوَاءِ الْقَوْمِ۔^[2]
صحیح بخاری کے باب غزوہ احد میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ کندھوں پر مشکیں اٹھائے ہوئے زخمیوں اور موتیوں کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں۔ پانی ختم ہو جاتا تو پھر مشک بھرتی تھیں اور زخمیوں کے منہ میں پانی پکاتی جاتی تھیں۔

جنگ بدر میں رایت نبوی (پرچم) مرط عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھا۔ یعنی جس نشان کے تحت میں ملائکہ نے خدمت اسلام ادا کی اور جس نشان پر اللہ کی اولین نصرت و فتح نازل ہوئی وہ نشان عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اور صحنی کا بنا یا گیا تھا۔ یہ امر صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بڑی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔^[3]

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (المؤید بروح القدس) ان کی شان میں فرماتے ہیں:

حَصَانٌ رِزَانٌ مَا تَرَوْنَ بَرِيَّةٍ	وَتَصْبِحُ غَرْزِي مِنْ لُحُومِ الْعَوَائِلِ
عَقِيدٌ أَضَلُّ مِنْ لُؤْيِي بْنِ غَالِبٍ	كِرَامِ الْمَسَاعِي مَجْدُهُمْ غَيْرُ زَائِلِ
مُهَذَّبَةٌ لَقَدْ طَهَّرَ اللَّهُ حَيْمَهَا	وَ طَهَّرَهَا مِنْ كُلِّ بَغْيٍ وَ بَاطِلِ
فَيَا نِجْمَانَ مَا قَدْ قِيلَ عَنِّي قُلْتُهُ،	فَلَا رَفَعَتْ صَوْنِي أَلْسِي أَنَامِلِ
وَإِنَّ الَّذِي قَدْ قِيلَ لَيْسَ بِلَا حِطِّ	بِهَا الدَّهْرُ بَلْ قَوْلِ امْرِئٍ مِمَّا حَلِ
فَكَيْفَ وَوَدِّي مَا حِيَّتْ وَ نُضْرَتِي	لَالِ رَسُولِ اللَّهِ زَيْنِ الْمَحَافِلِ
رَأَيْتُكَ وَ لِيُغْفِرَكَ اللَّهُ حُسْرَةً	مِنَ الْمُحْصَنَاتِ غَيْرَ ذَاتِ الْعَوَائِلِ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انصاف اور صداقت کے لعان اس وقت زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ جب وہ اپنی کسی سوت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا کرتی ہیں۔

(الف) ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی تعریف میں کہتی ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا لَيْسَانِيهِ أَسْرَعُكُمْ لِحُوقَابِي أَطُولُكُمْ يَدًا قَالَتْ فَكَانَتْ أَطُولُنَا يَدًا زَيْنَبُ لِأَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَ تَتَصَدَّقُ۔^[4]

[1] ابن القیم کتاب جلاء الافہام۔ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ مصنف رحمۃ اللعالمین کر چکے ہیں۔ ترجمہ کا نام "الصلوة والسلام" ہے۔

[2] بخاری: 4064، مسلم: 2442، سیرت حلبیہ جلد 2 ص 147، مسلم: 2452، اسد الغابہ 7/ 128۔

ایک روز نبی ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا۔ تم میں سے وہ عورت مجھے جلد آٹے کی جو زیادہ سخی ہوگی۔ یہ سن کر سب سے زیادہ سخی زینبؓ ثابت ہوئیں کیوں کہ وہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کماٹی اور پھر اس کو راقم میں صدقہ دیا کرتی تھیں۔

(2) وَمَا رَأَيْتُ امْرَأَةً قَطُّ خَيْرًا فِي الدِّينِ مِنْ زَيْنَبٍ وَأَتْقَى اللَّهُ وَأَصْدَقُ حَدِيثًا وَأَوْصَلَ لِلرَّحِمِ وَأَعْظَمَ صَدَقَةً۔ (3)

”میں نے کوئی عورت زینب سے دین میں بہتر نہیں دیکھی۔ وہ اللہ کا زیادہ تقویٰ رکھنے والی بہت زیادہ سخی بولنے والی، اقارب سے بہت بڑھ کر سلوک کرنے والی اور بہت زیادہ صدقہ دینے والی تھیں۔“

(ب) ام المؤمنین صفیہؓ کی تعریف میں فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ صَانِعَةَ طَعَامٍ مِثْلَ صَفِيَّةَ (4)

میں نے صفیہؓ جیسی کوئی عورت عمدہ کھانا بنانے والی نہیں دیکھی۔

(ج) ام المؤمنین سوہہؓ کی تعریف میں فرماتی ہیں:

مَا مِنْ النَّاسِ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكُونَ فِيْ مُسَلِّحِيهَا مِنْ سُوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ إِلَّا أَنْ يَهْجُرَهَا۔ (5)

”سوہہ میں ذرا تیزی تو تھی ورنہ اور کوئی بھی ایسا نہیں جس کے درجہ میں ہونا مجھے سب سے پیارا ہو۔“

(د) ام المؤمنین جویریہؓ کی صفت جمال بیان کرتی ہیں:

كَانَتْ جَوَيْرِيَةَ عَلَيْهَا حَلَاوَةٌ وَمَلَا حَةَ لَا يَكَادُ يَرِيهَا أَحَدًا إِلَّا وَقَعَتْ فِي نَفْسِهِ (6)

جویریہ میں ایک شیرینی و دل کشی پائی جاتی تھی کہ دیکھنے والے کے دل میں ان کی جگہ ہو جاتی تھی۔

امومت امت:- بشر بن عقرہؓ سے روایت ہے کہ احد کے دن میرے والد شہید ہو گئے تھے۔ میں وہاں بیٹھا رو رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ عَائِشَةَ أُمَّكَ وَ أَكُونَ آتَا أَبَاكَ۔ (7)

”کیا تو اس سے خوش نہیں کہ عائشہ تو تیری ماں اور میں تیرا باپ ہوں۔“

اس حدیث میں بہ مقابلہ دیگر ازواج کے نبی ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی تخصیص امومت فرمائی ہے۔

لغزش: حضرت عائشہؓ کی زلات بشری میں سے یہ ہے کہ وہ جنگ جمل میں شریک ہوئیں۔ اس جنگ کا نام جنگ جمل (8)

(1) مسلم : 6316، نسائی : 3396۔ اطول طول سے ہے۔ طول کے معنی جو دو طاقت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا نام ذوالطول ہے۔ (2) نسائی : 3409، مسلم : 3629

(3) طبقات ابن سعد: جزء ترجمہ جویریہؓ (4) اسد الغابہ: 4/60، الاصابہ: 5639 (5) یہ واقعہ 15 جمادی الآخر 36ھ کو ہوا۔ لڑائی صحیح سے تیسرے پہر تک رہی۔ زبیرؓ آواز جنگ سے پہلے ہی صف سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ طلحہؓ زخمی ہوئے اور جان بحق ہونے سے پیشتر انھوں نے بیعت مرتضوی کی تجدید حضرت علیؓ کے ایک اشرکے ہاتھ پر کی۔ ابن حزمؓ اور ابن تیمیہؓ کہتے ہیں کہ فریقین میں سے کوئی بھی آواز جنگ کرنا نہیں چاہتا تھا چند شریروں نے جو قتل عثمان میں ملوث تھے، جنگ اس طرح کرا دی کہ رات کو اصحاب جمل کے لشکر پر چھا پامارا۔ وہ سمجھتے کہ یہ فعل حکم اور حکم حضرت علیؓ کا ہے۔ انھوں نے بھی مدافعت میں حملہ کیا اور جنگ ہو گئی۔ ہر ایک طرف گمان یہ تھا کہ ابتدا دوسرے کی جانب سے ہے۔ ابن حزمؓ کہتے ہیں کہ اس پر بہانہ یہ ہے کہ ام المؤمنین اور زبیرؓ طلحہؓ اور ان کے رفقاء نے امامت علیؓ کے بھٹان یا طعن یا جرح میں ایک لفظ بھی نہ کہا تھا اور نہ انھوں نے نقض بیعت کیا۔ نہ کسی دوسرے کی بیعت کی اور نہ اپنے لیے کوئی دعویٰ کیا۔ یہ جملہ وجوہ یقین دلاتے ہیں کہ جنگ صرف حادثہ اتفاق تھی۔ جس کا ہر دو جانب کسی کو خیال بھی نہ تھا۔ (کتاب الفصل فی الملل جزء چہارم ص 158 مطبوعہ مطبعہ الادبیہ بمصر 1317ھ)

اس لیے مشہور ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہودج ایک اونٹ پر تھا۔ اونٹ کا نام مسکرتھا۔ اس جنگ میں سامنے کی طرف خلیفہ راشد علی مرتضیٰ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ تھے۔ جنگ کے خاتمے پر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ میری اور علی رضی اللہ عنہ کی شکر رنجی ایسی ہی ہے جیسے عموماً بھاج اور دیور میں ہو جایا کرتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! یہی سچی بات ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾ [الجزات: 9]
 ”اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کر بیٹھیں تو ان میں صلح کرو۔“

میرے نزدیک یہی وہ پہلی جنگ ہے جس کے دونوں فریق مومن تھے۔ اس صدق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس آیت سے آگے چند آیات کو ﴿إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾ [الجزات: 12] تک پڑھ لینا چاہیے کہ بہت سے شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔ عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کی صداقت اور مودت علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توثیق ترمذی کی حدیث عن جامع بن عمیر سے ہوتی ہے۔

قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِي عَلِيٍّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَسَنَلْتُ أُمَّ النِّسَاءِ سَمَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَةُ قَبْلَ مِنَ الرَّجَالِ قَالَتْ زَوْجَهَا۔ [1]

راوی نے کہا: میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، ان سے سوال ہوا کہ عورتوں میں سے سب سے پیاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کون تھی؟ انھوں نے کہا: فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر سوال ہوا کہ مردوں میں سے کون تھا۔ فرمایا شوہر فاطمہ رضی اللہ عنہا (یعنی علی رضی اللہ عنہ)۔

دوسری حدیث صحیح کی ہے: ﴿لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ﴾ میں حسین اور علی و فاطمہ رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔ اس حدیث کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی نے بیان کیا ہے۔

جن دنوں جنگ جمل کی ابتدا تھی۔ حضرت عمار یا سر رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں رفقائے مرتضوی رضی اللہ عنہ کے سامنے خطبہ فرمایا تھا، جس کے الفاظ یہ ہیں:

إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّهَا زَوْجَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَكِنَّ اللَّهَ ابْتَلَاكُمْ لَتَسْبِعُوهُ أَوْ آيَاتَهَا۔ [2]
 میں جانتا ہوں کہ عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ دنیا اور آخرت میں ہیں، لیکن اللہ نے تم سب پر آزمائش ڈالی ہے کہ ایسی حالت میں تم اس کا اتباع کرتے ہو یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن خصوصیات کا ذکر بطور فقر فرمایا کرتی تھیں، ان میں سے ایک یہ فقرہ بھی ہے۔
 تَوَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي وَنَوَيْتِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَجَمَعَ اللَّهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بِسَوَاكٍ فَضَعَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَتْهُ فَفَضَمَتْهُ ثُمَّ سَنَنْتُهُ۔ [3]

[1] ترمذی: 3883، تلمذہ الاشراف: 16054، تہذیب الاموال جامع الاموال جلد ثانی ذکر فاطمہ۔ اس میں ایک راوی کذاب ہے۔ جس کی وجہ سے یہ روایت درست نہیں۔

[2] بخاری: 3772، بخاری: 680,4448

نبی ﷺ نے میرے گھر میں میری نوبت میں، میرے سینے اور گلو کے درمیان وقفات پائی اور آخر میں اللہ نے میرے لعاب کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ملا دیا۔ وہ اس طرح کہ (میرے بھائی) عبدالرحمن مسواک لے کر آئے۔ رسول اللہ ﷺ کو ضعف تھا (یہ دیکھ کر کہ) آنحضرت ﷺ مسواک فرمانا چاہتے ہیں۔ میں نے مسواک لے کر پہلے اپنے دانتوں سے نرم کی اور پھر آنحضرت ﷺ کو مسواک کرا دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔ درجنت کو کھٹکنا، کھولا جائے گا۔ لوگوں نے کہا: کیوں کر کھٹکنا؟ فرمایا بھوک اور پیاس کی برداشت سے جنت کے دروازے کو کھٹکنا سکتے ہیں۔

ایک بار ایک شخص نے سوال کیا۔ میں اپنے آپ کو نیک کب سمجھوں؟ فرمایا جب تجھے اپنے برے ہونے کا گمان ہو جائے۔ اس نے کہا کہ اپنے آپ کو برا کب سمجھوں؟ فرمایا جب تو اپنے آپ کو نیک سمجھنے لگے۔

انتقال نبوی ﷺ کے وقت ان کی عمر 18 سال کی تھی۔ 9 سال کی مصابحت قدسیہ میں جو علوم عالیہ سیکھے تھے۔ تقریباً نصف صدی تک فرزندان روحانی کو ان کی تعلیم دیتی رہیں۔

اقارب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ۔ ام رومان کننا یہ ہیں جن کا انتقال رمضان 6ھ میں ہوا تھا۔ نبی ﷺ ان کی قبر میں خود اترے تھے اور یہ فرمایا تھا۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَخَفْ عَلٰیكَ مَا لَقِيَتْ اُمُّ رُوْمَانَ فِیْكَ وَ فِیْ رَسُوْلِكَ.

”اللہ! تجھ سے پوشیدہ نہیں کہ ام رومان نے تیرے لیے اور تیرے رسول کے لیے کیا کچھ برداشت کیا ہے۔“

نیز فرمایا:

مَنْ مَسَّرَتْ اَنْ يَنْظُرَ اِلَى اِمْرَاةٍ مِنَ الْخَوْرِ الْعَيْنِ فَيَنْظُرَ اِلَى اُمِّ رُوْمَانَ ①

اگر کوئی شخص حوران جنت میں سے کسی عورت کو دیکھنا پسند کرتا ہو تو وہ ام رومان کو دیکھ لے۔

عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما: ان کے حقیقی بھائی ہیں۔ بہادران عرب میں سے تھے۔ جنگ یمن میں فتح گویا ان ہی کی شجاعت سے ہوئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے سامنے جن میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی ہے جب ولی عہد کا ذکر کیا تو انہی نے جواب میں لکھا تھا:

اَهْرَ قَلْبِيْ اِذَا مَاتَ كِسْرِيْ فَاَمَّ كِسْرِيْ مَكَانَهُ لَا نَفْعَ لِيْ وَاللّٰهُ اَبَدًا. ②

”کیا یہ بھی دنیا کی سلطنت ہے کہ جب کسری مر گیا تو دوسرا اس کی جگہ کسری بن بیٹھا۔ بخدا ہم ایسا کبھی نہ کریں گے۔“

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہما کا بیٹا بھی صحابی ہے اس طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کی چار نسلیں صحابی ہیں اور یہ وہ شرف ہے جو کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی وقفات پر دو شعر بطور تمثیل کہے تھے۔

① بخاری عن سروق تابی بیہی نے ایک حدیث ام رومان سے روایت کی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک ام رومان کی وقفات بعد از وفات نبی ﷺ ہوئی تھی۔ کنز العمال: 34418، تاریخ جرجان للہبیشی: 199، الطبقات: 8، 202، الاستیعاب: 792، اسد الغابہ: 321/7

② اسد الغابہ: 464/3۔

كُنَّا كُنْدَمَا فِي جَدِيمَةِ حُقْبَةَ مَنِ الدَّهْرِ حَضَى قَبْلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا
فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَاتِبِي وَمَالِكَا لَطُولِ اجْتِمَاعِ لَمْ نَبْتَ لَيْلَةً مَعَا

ہم دونوں نعمان کے مصاحبوں کی طرح ایسے اکٹھے رہتے تھے کہ لوگ سمجھنے لگے کہ یہ کبھی جدا ہی نہ ہوں گے، لیکن جدائی ہوئی تو فراق میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کبھی ایک شب بھی اکٹھے نہ رہے تھے۔ نعمان شاہ عرب کے مصاحبوں کا مختصر قصہ یہ ہے کہ نعمان نے ایک شخص کے قتل کا حکم دیا۔ ایک امیر نے اسے اپنی ضمانت پر چند یوم کی رہائی دلا دی۔ جب وہ مقرر دن پر نہ پہنچا تب حکم دیا کہ اس ضامن کو قتل کر دیا جائے۔ جلاد نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی کہ اسے میں ایک شخص بانپتا ہوا آ گیا۔ بادشاہ نے دونوں کو اپنا مصاحب بنا لیا۔ اب ہر ایک شخص دوسرے کو اپنا نجات دہندہ سمجھتا تھا۔ وہ مدت العمر جدا نہ ہوئے۔

② طفیل بن نجران کا اخیالی بھائی ہے۔

③ عبداللہ بن فضالہ لیشی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پدر رضائی تھا۔ ابا عائشہ کنیت کرتا تھا قاضی بصرہ ہو گیا تھا، عبداللہ اور فضالہ رضی اللہ عنہما دونوں صحابی تھے۔

④ ان کی علاقائی بہن اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا ذات العطا قین ہیں۔ ان کا اسلام سترہ (17) اشخاص کے بعد تھا۔ تقریباً سو (100) سال کی عمر میں (بہ ماہ جمادی الاول 73ھ) وفات پائی۔ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی بیوی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

⑤ ان کے علاقائی بھائی عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جو غزوہ جنین میں زخمی ہو کر اور کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمان عیسائیان نجران کو ان کے حقوق کے متعلق دیا تھا اس کے کاتب یہی عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی ایک بہن اور ہیں جو اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے لطن سے تھیں یہ وفات صدیق رضی اللہ عنہ سے چند ماہ بعد پیدا ہوئی تھیں۔

⑥ انہی کے علاقائی بھائی محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، جو ربیب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان کو حاکم مصر بنا دیا تھا۔

⑦ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی بریرہ تھی۔ عبدالملک کا بیان ہے کہ سلطنت طے سے چھترہ ہمدینہ میں بریرہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور بریرہ مجھ سے کہا کرتی تھی کہ عبدالملک تجھ میں کچھ خصالتیں اچھی ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ تو سلطنت کے شایاں ہے۔ پس اگر تو

صاحب سلطنت ہو گیا تو خون ریزی سے بچتا، کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

إِنَّ الرَّجُلَ لَيُدْفَعُ عَنْ بَابِ الْجَنَّةِ بَعْدَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا بِمَلَاءٍ مُّحْجَمَةٍ مِنْ دَمٍ يَرِيقُهُ مِنْ مُّسْلِمٍ يَغْيِرُ حَقِّي۔ ②

”کوئی شخص جنت کے قریب پہنچ جائے گا، حتیٰ کہ اسے دیکھنے لگے۔ پھر اسے داخل ہونے سے روک دیا جائے گا، کیوں

کہ اس نے مسلمانوں کا بہت سا خون بے وجہ کیا ہوگا۔“

ذاتی رنج پر اسلامی خدمات کو ترجیح

① معاویہ بن خدیج نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی محمد بن ابوبکر کو قتل کیا تھا اور اس لیے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو معاویہ کی طرف

① کتاب الخراج ص: 41 قاضی القضاة ابو يوسف رضی اللہ عنہما ولادت 113ھ۔ وفات 5 ربيع الاول 182ھ ② اشعاب ص: 792

سے سخت رنج تھا، لیکن معاویہ مذکور نے افریقہ میں فتوحات اسلامی اور غزوات دینی میں بڑی شہرت حاصل کی تھی۔
عبدالرحمن بن شامتہ المہری کا بیان ہے کہ معاویہ کی ماتحتی میں میں نے افریقہ میں کام کیا تھا۔ میں ایک روز ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گیا۔ انھوں نے پوچھا کہ افریقہ میں تمہارے سر لشکر کا حال کیسا تھا؟ پھر فرمایا کہ میری طبیعت کا خیال نہ کرو، بلکہ اس کی خوبیاں بتاؤ۔
عبدالرحمن نے عرض کیا کہ میدان جنگ میں اگر اونٹ مر جاتا تو سپہ سالار اسی وقت دوسرا اونٹ مہیا کر دیتا تھا۔ گھوڑا مر جاتا تو فوراً گھوڑا بہم پہنچا دیتا تھا۔ کوئی غلام فرار ہو جاتا تو کوئی دوسرا آدمی جھٹ بھج دیتا تھا۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ أَلَيْسَ لِي إِذْ كُنْتُ لَا بَعْضَهُ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ قَتَلَ أَخِي وَ قَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ مَنْ رَفَقَ بِأَمْسِي فَارْفُقْ بِهِ وَ مَنْ شَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقْ عَلَيْهِ ۝ (1)
”میں اللہ سے بخشش چاہتی ہوں۔ اے اللہ! مجھے معاف فرماتا، میں تو اس سے بغض رکھتی تھی۔ اس لیے کہ اس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا اور میں نے تو رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ فرمایا کرتے ہیں کہ الہی جو کوئی میری امت کے ساتھ مہربانی کرے، اس پر مہربانی فرمانا اور کوئی امت پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کرنا۔“

(2) ام حکیم بنت خالد اور ام حکیم بنت عبداللہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ طواف کعبہ میں شامل تھیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ذکر چل پڑا دونوں نے انھیں گالی کے ساتھ یاد کیا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اسے گالی دیتی ہو اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے داخل جنت فرمائے گا دیکھو تو سہی تو حسان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی شان میں کس طرح کہتا ہے:

هَجَوْتُ مُحَمَّدًا فَاجَبْتُ عَنْهُ وَعِنْدَ اللَّهِ فِي ذَلِكَ الْجَزَاءُ،
فَإِنَّ أَيْسَى وَوَالِدَتَيْ وَ عَرَضِي لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَقَاءُ
یہ سن کر دونوں نے کہا کہ ہم تو اس لیے کہتی تھیں کہ اس نے آپ کی شان میں کچھ کچھ کہا تھا۔

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا وہ تو کچھ بھی نہیں۔ (3)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے 63 سال کی عمر میں 17 رمضان 57ھ کو مدینہ منورہ میں اجل طبعی سے وفات پائی اور جنت البقیع میں

استراحت فرمائی۔

(4) ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ نبی ﷺ کے نکاح میں آنے سے پیشتر خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی السلمی رضی اللہ عنہ کے گھر میں

(1) الاستیعاب ص: 72، الاصابہ: 8082، اسد الغابہ: 199/5

(2) اس بارہ میں اختلاف روایات ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے قصہ الکف میں حصہ لیا یا نہیں۔ میرے نزدیک حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا مندرجہ ذیل شعر اس بارہ میں عمدہ دلیل بن سکتا ہے۔ وہ حضرت صدیقہ کی تعریف کرتے ہوئے اس تہمت سے اپنی برات بھی ظاہر کرتے ہیں۔

فان كان ما قد قيل عني قلته فلارفعت موسى السى السامسى

کہا جاتا ہے کہ میں نے ان کی شان میں کوئی گستاخانہ لفظ کہا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو اللہ کرے کہ میرا ایک ہاتھ ہی بالکل نکلا ہو جائے۔

تھیں۔ خیسؓ سابقین میں سے تھے۔ انھوں نے ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کی تھی۔ بدر و احد میں حاضر ہوئے اور جنگ احد میں زخمی ہو کر مدینہ میں شہادت پائی۔ ان کے بھائی عبداللہ بن حذافہ سلمیٰ بھی صحابہ میں نہایت مشہور، بہادر و شاعر ہیں۔

حضرت خیسؓ کی شہادت کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے حصہ خنیؓ کا ذکر کیا۔ انھوں نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ جس سے حضرت عمرؓ کو بہت رنج ہوا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت حصہؓ کا ذکر حضرت عثمانؓ سے کیا کیوں کہ ان کی بیوی سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال بھی انہی دنوں میں ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا آج کل تو میں شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سارا واقعہ سنایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

يَتَزَوَّجُ الْخَفْصَةَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْ عُثْمَانَ وَ يَتَزَوَّجُ عُثْمَانَ مَنْ هِيَ خَيْرٌ مِنْ خَفْصَةَ

”حصہ کی شادی اس شخص سے ہوگی جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کا نکاح اس سے ہوگا جو حصہ سے بہتر ہے۔“

بعد ازیں نبی ﷺ نے حضرت حصہؓ سے نکاح کر لیا اور حضرت عثمانؓ کو اپنی دوسری بیٹی ام کلثومؓ بیاہ دی۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے مل کر فرمایا تم اس بات کا میری طرف سے رنج نہ کرنا۔ رسول اللہ ﷺ حصہؓ کا ذکر مجھ سے فرما چکے تھے۔ [1]

میں اس وقت نبی ﷺ کا یہ راز ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ ہاں اگر آں حضرت ﷺ یہ نکاح نہ کرتے تو میں ضرور کر لیتا۔ ان کا انتقال پہ عمر شصت (60) سالہ جمادی الاولیٰ 41ھ میں ہوا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے ان کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی۔

فَإِنَّهَا قَوْمًا صَوَامَةً وَإِنَّهَا زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ [2]

”وہ بہت عبادت کرنے والی، روزے رکھنے والی ہے اور وہ بہشت میں بھی آپ کی زوجہ ہے۔“

ولادت حصہؓ پانچ سال قبل از بعثت ہے۔ [3]

مرویات حصہ ام المؤمنین خنیؓ:

متفق علیہ 4 صحیح مسلم میں 6

دیگر کتب حدیث میں 50 کل تعداد = 60

بعض لوگ آیت «وَإِذَا أَسْرَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ خَدِينًا» [4] کی تفسیر میں ام المؤمنین حصہؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب رب العزت کو اپنے حبیب کے گھرانے کی عزت و حرمت کا اتنا پاس ہے کہ کسی کا نام نہیں لیا تو ہم کو بھی اس بارہ میں جرأت نہیں کرنی چاہیے۔

بعض لوگ یہ بھی بحث کیا کرتے ہیں کہ وہ راز کیا ہے، میں خیال کرتا ہوں کہ ہم کو کوئی حق نبی ﷺ کے راز میں دخل دینے یا اس کے افشا کرنے کا نہیں۔

[1] اسد الغابہ: 67/7 [2] الاستیعاب، الطبرانی فی الکبیر: 365/18، کشف الاستار: 2668، مجمع الزوائد: 15332، 15333، 15334 [3] مدارج النبی ﷺ

[4] جب نبی ﷺ نے اپنی ایک بیوی سے راز کی ایک بات کی (سورہ تحریم)

① عمر فاروق رضی اللہ عنہما جو شہر المشاہیر فی الاسلام ہیں، ان کے والد بزرگوار ہیں۔ وہ 13ھ میں بعد وفات ابو بکر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے تھے اور کسی ایک شخص نے بھی ان سے بیعت کرنے میں تامل یا انکار نہیں کیا تھا۔ دس سال چھ ماہ خلافت کی۔ 24 ذی الحجہ 23ھ کو شہید ہوئے۔ زخمی ہونے کے بعد انھوں نے اپنے قاتل کی بابت تفتیش کرائی۔ جب ان کو پتہ لگا کہ وہ ابو لولؤ نصرانی ہے۔ تب فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَجْعَلْ قَتْلِيْ بِيَدِ رَجُلٍ يُّحَاجِنِيْ بِدَلَاةِ اللّٰهِ اِلَّا اللّٰهُ
”اللہ کا شکر ہے کہ میرا قتل ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں ہوا جو لا الہ الا اللہ کا سہارا لے سکتا ہو۔“

کیم محرم 24ھ کو انتقال ہوا۔

② عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کے برادر شقیق ہیں۔ ان کا انتقال 73ھ میں مکہ میں ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ سے 2210 حدیثیں مروی ہیں۔ ③ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی والدہ زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا ہیں، جو نہایت قدیم الاسلام تھیں۔ انھوں نے قبل از ہجرت مکہ میں وفات پائی تھی۔ ان کا سلسلہ نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کعب میں شامل ہو جاتا ہے اور ان کی نانی کا سلسلہ نسب بھی کعب میں شامل ہوتا ہے۔

④ ان کے ماموں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہیں۔ 13/کس (آدمیوں) کے بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ ذوالحجرتین ہیں۔ مہاجرین میں سے مدینہ میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفنانے کے بعد ان کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا اور اپنے فرزند ابراہیم کی قبر ان کے پاس بنا کر فرمایا تھا۔ اَلْحَقُّ بِالسَّلَفِ الصَّالِحِ مَنًّا۔ ⑤

⑤ ام المساکین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

جاہلیت میں ان کا لقب ام المساکین تھا۔ ان کا پہلا نکاح طفیل سے، دوسرا عبیدہ سے ہوا یہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد یعنی حارث بن عبدالمطلب کے فرزند تھے۔ ان کا تیسرا نکاح عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد ہیں اور ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ جنگ احد میں وہ شہید ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ نکاح کے بعد صرف دو مہینے یا تین مہینے زندہ رہیں۔ ماں کی جانب سے یہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔

⑥ ام المومنین ام سلمہ (ہند) رضی اللہ عنہا

ہند بنت ابی امیہ المعروف بزاوہ الرکب بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شتر ام سلمہ حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کے نکاح میں تھیں۔ ان ہردو کا نسب عبداللہ بن عمرو مخزومی میں شامل ہو جاتا ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت قدیم الاسلام ہیں اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہما غالباً گیارہویں شخص اسلام لانے والوں میں تھے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہما کی والدہ برہ بنت عبدالمطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہما تینوں برادران رضاعی بھی ہیں۔

① عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی نسل ہندوستان میں بکثرت پائی جاتی ہے قطب الاقطاب خواجہ فریہ عمر گنج، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، امام ربانی اور حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہم سب فاروقی ہیں۔ شیخ الوقت شاہ ابوالخیر عبداللہ دہلوی مجددی و فاروقی ہیں۔ حضرت خواجہ شیخ مصوم صاحب ترین چارباغ (کابل) کا خاندان بھی اسی نژاد عالی سے ہے۔ ② کنز العمال 33606، مجمع الرواۃ 15655، الطہرات فی التعمیر: 837

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ اول ہجرت حبش کی تھی اور پھر مکہ میں واپس آ گئے تھے۔ مگر جب ابوسلمہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما مع اپنے بیٹے سلمہ رضی اللہ عنہ کے ہجرت مدینہ کے لیے نکلے تو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے ان کے بیٹے سلمہ کو چھین لیا اور کہا کہ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو مگر بیٹے کو جو ہمارے خاندان کا فرد ہے نہیں لے جا سکتے۔ علی ہذا ام سلمہ کے گھر آنے والوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو چھین لیا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو کہ ہمارے خاندان کی لڑکی ہے تم نہیں لے جا سکتے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نہایت قوی الاسلام اور راح العزم تھے۔ بیوی اور بیٹے کے چھین جانے پر بھی انہوں نے سفر ہجرت ترک نہ کیا اور اللہ رسول اللہ ﷺ کی راہ میں چل پڑے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہی میں رہیں۔ وہ ہر روز شام کو اس مقام پر آ بیٹھا کرتی تھیں جہاں شوہر سے علیحدہ ہوئی تھیں۔ ایک سال تک برابر روتی رہیں۔ حتیٰ کہ سنگ دل عزیزوں کا دل بھی ان کے گریہ و آہ و بکا پر نرم ہوا۔ انہوں نے بچہ بھی وے دیا اور ان کو سفر کی اجازت دے دی۔ یہ اللہ کی بندی یکہ و تہا مدینے کو چل پڑیں۔ عثمان بن طلحہ جو کلید بردار بیت الحرام تھے۔ گوا بھی مسلمان نہ ہوئے تھے، لیکن ان کو بھی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بے کسی و تنہائی پر رحم آیا۔ وہ ساتھ ہو لیے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کراتے، خود پیدل چلتے منزل پر پہنچ کر ان سے دور جا کر ٹھہرتے۔ جب منزل پہ منزل مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گئے اور نخلستان مدینہ کے درخت نظر آنے لگے تو کہا: ”دیکھو جس شہر میں تجھے جانا ہے وہ سامنے ہے۔ تم آگے بڑھو، میں واپس جاتا ہوں۔“ یہ کہہ کر واپس چلے آئے۔

ابوسلمہ رضی اللہ عنہا جنگ بدر میں شریک ہوئے اور پھر جنگ احد میں زخمی ہوئے، زخموں سے جانبر نہ ہو سکے۔ اور جمادی الاخریٰ 3 ہجری میں انہوں نے شہادت کی موت پائی۔ مرتے وقت ان کی زبان پر تھا:

اَللّٰهُمَّ اَخْلَفْنِيْ فِيْ اَهْلِيْ بِخَيْرٍ۔ اَللّٰهُمَّ اَخْلَفْنِيْ فِيْ اَهْلِيْ بِخَيْرٍ۔ اَللّٰهُمَّ اَخْلَفْنِيْ فِيْ اَهْلِيْ بِخَيْرٍ۔

چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے۔ نبی ﷺ کو جو محبت و قرابت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا سے تھی اور مدت العمر انہوں نے اسلام میں جو صداقت اور استقامت دکھائی تھی۔ نیز ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کے لیے ہجرت حبش اور ہجرت مدینہ کرتے ہوئے جن سخت آزمائشوں کو پورا کیا تھا، ان سب امور پر خیال کرتے ہوئے نبی ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا اور ان کے بیٹے عمر و سلمہ اور لڑکیاں زینب و درہ حضور ﷺ کے ریب تھے اور انہوں نے زیر تربیت نبی ﷺ پرورش پائی۔

اقارب

- ① عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ 2 ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے فارس اور بحرین کے حاکم رہے۔ 83 ھ میں وفات پائی۔ سعید بن مسیب اور ابوامامہ بن اہل اور عروہ بن زبیر نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے۔
- ② سلمہ بن ابوسلمہ کے ساتھ نبی ﷺ نے امامہ بنت امیر حمزہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا تھا۔ انہوں نے عبدالملک کے عہد میں وفات پائی۔ ان سے روایت حدیث جاری نہیں ہوئی۔
- ③ زینب بنت ابوسلمہ کا نکاح عبداللہ بن زمرہ الاسود الاسدی کے ساتھ ہوا تھا۔ یہ اپنے زمانہ میں سب عورتوں سے زیادہ فقیہ تھیں اور ان کی ولادت حبش میں ہوئی تھی۔ جب ان کے والدین ہجرت حبش کر کے مکہ سے گئے تھے۔

ان کا بیان ہے کہ یہ ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی ﷺ غسل فرما رہے تھے۔ یہ حضور ﷺ کے قریب پہنچ گئیں۔ نبی ﷺ نے پیار سے ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے پھینکے جس کی یہ برکت ہوئی کہ ان کے چہرے کی رونق اور تازگی شباب جیسی ہی قائم رہی۔

یوم الحمرہ میں ان کے دونوں بیٹے مارے گئے تھے۔ دونوں کی لاشیں ان کے سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ زینب نے کہا: **إِنَّا لَللَّهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** واللہ ان دونوں کا مرنا میرے لیے بڑی مصیبت ہے، لیکن ایک کی مصیبت دوسرے کی مصیبت سے بڑھ کر ہے۔ پہلا تو گھر میں رہا اور اس نے جنگ سے اپنے ہاتھ کوروکا اور مظلوم مارا گیا۔ مجھے امید ہے کہ اسے جنت ملے گی۔ دوسرے لڑکے نے ہاتھ نکالا اور مارا گیا۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور یہی وہ امر ہے جسے میں مصیبت عظمیٰ سمجھتی ہوں۔

﴿4﴾ ام کلثوم بنت ام سلمہ سے ایک حدیث موسیٰ بن عقبہ نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے نجاشی کی موت اور اپنی مرسلہ ہدایا کی واپسی کی پیشین گوئی فرمادی تھی۔

﴿5﴾ درہ بنت ام سلمہ کا ذکر صحیح بخاری میں ہے کہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تھا کہ کیا حضور ﷺ درہ سے نکاح کرنے والے ہیں۔ فرمایا اگر وہ میری رچیدہ بھی نہ ہوتی، تب بھی وہ حلال نہ تھی۔ اس کا باپ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ تو میرا دودھ کا بھائی تھا۔

﴿6﴾ زبیر، عامر، عبداللہ، مہاجر ام المومنین کے بھائی اور عبداللہ و معبد برادر زادے اور عبداللہ بن زمرہ بھانجے ہیں۔ زبیر کا حال نہیں ملا۔

﴿7﴾ عبداللہ کی ماں عائشہ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شدید العداوت تھا۔ لیکن عام الفتح کو توفیق ازلی سے قبل از فتح مکہ مدینہ کو روانہ ہوئے اور راہ ہی میں آنحضرت ﷺ سے طلاق ہو کر اسلام لائے اور غزوہ تبوک سے شاد کام ہوئے۔ فتح مکہ اور غزوہ طائف میں شامل اور طائف ہی میں تیر کھا کر شہید ہوئے۔

﴿8﴾ عامر مولفۃ القلوب میں سے ہیں۔

﴿9﴾ مہاجر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے برادر شقیق ہیں۔ نبی ﷺ نے ان کی حارث بن عبدکلال حمیری شاہ یمن کے پاس بطور سفارت بھیجا تھا اور پھر صدقات کندہ اور صدف کا عامل بھی بنا دیا تھا اور پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو یمن کی حکومت پر بھیجا تھا اور حضرت موت میں قلعہ نجیر انہی نے فتح کیا تھا۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال مدینہ منورہ میں 59ھ کو پھر 84 سال ہوا۔ بعض نے 60ھ میں روایت کیا ہے۔ مرویات ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا، کتب احادیث میں حسب ذیل ہیں:

صحیحین میں	13	صرف بخاری شریف میں	3
صرف صحیح مسلم میں	13	دیگر کتب حدیث میں	349
کل	378		

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا زاد بھائی ولید کی وفات پر یہ اشعار فرمائے تھے:

يا عين فايكى الوليد ^{﴿1﴾} ابن الوليد بن المغيرة

قد كان غيثا في السنين ورحمة فينا وميرها

﴿1﴾ ولید بن ولید حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے بڑے بھائی اور ان سے مقدم اسلام ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کو غربت اسلام انہی نے دلائی تھی۔ الاستیعاب

ضخم الہ سيعہ ماجدا یسمرالی طلب الوتیرہ

مثل الولید بن الولید الی الولید کفی العشیرہ

ولید بن ولید اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما اور حشام بن ولید اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دادا ایک ہے یعنی مغیرہ۔

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

زینب بنت جحش بن ایاب بن بھر بن صیرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ الاسدی۔ ان کی والدہ امیرہ بنت عبدالمطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ ان کا پہلا نکاح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا عالی نسب

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نسب آبائی قضاہ تک منتهی ہوتا ہے اور ان کی ماں کا نسب بنی معن بن طی سے ملتا ہے۔ گویا حضرت زید رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین تھے مگر لڑکپن میں ایک گروہ نے ان کو اٹھالیا اور سوق حباشہ میں (جو مکہ کے قریب سالانہ منڈی لگا کرتی تھی) فروخت کیا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ ان کو خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لیے خرید لائے۔ جب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا، تب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زید رضی اللہ عنہ بہہ کر دیے۔ زید رضی اللہ عنہ کے والدین ان کی تلاش میں تھے۔ وہ پتا لگاتے لگاتے مکہ معظمہ پہنچ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ زید کو واپس کر دیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا۔ مگر زید پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف و اشفاق کا اس قدر گہرا اثر تھا کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنا پسند نہ کیا اور ماں باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ ان کے والدین نے بھی جب دیکھا کہ ان کا بیٹا اس گھر میں بحالت غلامی نہیں۔ بلکہ فرزندانہ تربیت پا رہا ہے تو وہ بھی مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت و محبت دیکھ کر زید کو زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب مل گیا تھا۔ یہ سب واقعات بعثت و نبوت سے پیشتر کے ہیں۔

ہر شخص آزاد پیدا ہوتا ہے

نبوت کے بعد جن امور کی اصلاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، ان میں غلاموں کی حالت کی درستی بھی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”لوگو! تم نے ان کو غلام کیونکر بنا لیا ہے۔ ماں کے پیٹ سے تو یہ آزاد پیدا ہوئے تھے۔“ عملی طور پر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ غلامی کا جھوٹا خطاب کوئی وقعت نہیں رکھتا اور کوئی شخص صرف اس وجہ سے کسی کا غلام نہیں ہو سکتا کہ اسے ایک نے زبردستی پکڑ کر بیچ ڈالا ہو اور دوسرے نے چند درہم دے کر خرید لیا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہترین مثال قائم فرمانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ یہ تجویز فرمائی کہ اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح زید رضی اللہ عنہ سے کر دیں۔ یہ تجویز فی الواقع اسی غرض کے لیے تھی کہ غلامی کے عارضی خطاب کی حقارت ہمیشہ کے لیے دفن کر دی جائے اور کوئی شخص کسی شخص کو اس کے جائز حقوق انسانیت سے اس لیے محروم نہ ٹھہرائے کہ وہ کبھی خریدا یا بیچا گیا تھا۔ جو لوگ خاندانی غرور و تکبر پر مٹنے والے تھے۔ وہ سید ولد آدم اور صلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تجویز پر آسانی سے متفق نہ ہو سکتے تھے۔ اس لیے زینب اور ان کے اقرباء نے بھی اس رشتہ سے انکار کیا۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اصلاح کا عزم فرمایا تھا اور جس بہترین مثال کے قائم کرنے کا قصد کر لیا تھا، اس پر برابر قائم رہے۔ حتیٰ کہ قرآن مجید میں بھی اس آیت کا نزول ہو گیا۔

﴿مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾
 ”جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ فرمادے۔ تب کسی مومن مرد یا عورت کے لیے اس کام میں اپنا کوئی اختیار نہیں رہتا۔“ [الاحزاب: 36]

اس حکم کے بعد اقربائے زینب اور زینبؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے سامنے اپنے ذاتی اور قومی خیالات کو چھوڑ دیا۔ اور اس نکاح کا ہونا انسانیت پر احسان عظیم ہوا اور حضرت زینبؓ بھی خاص تعریف کی مستحق ٹھہریں۔ اب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ حضرت زینبؓ ہی کی شاندار زندگی سے ایک دوسری اصلاح کو مشتمل فرمائے۔
 عام طور پر مختلف ممالک میں یہ رواج چلا آتا تھا کہ جب کسی شخص کے اولاد نہ ہوتی تو وہ کسی دوسرے کے فرزند کو لے کر اپنا فرزند بنا لیا کرتا۔ جسے مہنئی کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد شخص مہنئی اپنے باپ کی جانب اپنے آپ کو منسوب نہ کرتا اور فرزند ہی میں لینے والا شخص اسے اپنا بیٹا کہہ کر پکارا کرتا۔
 یہ رسم فی الواقع قدرت خداوندی کا گستاخانہ جواب تھی۔ مہنئی کرنے والا شخص گویا اللہ سے یہ کہتا تھا کہ اگر تو نے مجھے فرزند نہیں دیا تو کیا ہوا۔ یہ دیکھا میں نے بیٹا حاصل کر ہی لیا۔

تبنیت کے کڑوے پھل

① اس رسم کا خاندانی وارثان بازگشت کے حقوق پر زہریلا اثر پڑتا تھا کیونکہ درنہاں تو حقیقی طور پر وارث نہ ہوتے تھے اور یہ محروم کنندہ مصنوعی طریقہ سے وارث بنایا جاتا تھا۔ خصوصاً جب املاک و جائداد جدی پیدا کردہ ہوتی تھیں۔ تب رسم تبنیت سے تمام خاندان میں خصوصاً اور عداوتوں کی بنیاد قائم ہو جاتی تھی اور کبھی ختم نہ ہونے والے جھگڑے برپا ہو جاتے تھے۔

② بننے والے فرزند جو شجرہ خاندان سے شاخ بریدہ کی مانند ہوتا تھا، اس کے دل اور روح میں یہ حقیقت ہمیشہ خار کی طرح کھٹکتی رہتی تھی کہ اس نے خاندان سے سچ مچ اس کا کوئی تعلق خون کا نہیں، بلکہ اس دکھاوے کی ساری بنیاد ظاہری اور اوپری رسوم پر ہے۔ وہ اگر اپنے برادران حقیقی کو اچھی حالت میں دیکھتا تو ان پر حسد رکھتا تھا اور اگر اس کے برادران حقیقی اسے اچھی حالت میں دیکھتے تو اس پر حسد کیا کرتے تھے۔

③ مہنئی کرنے والا اگرچہ مہنئی کو اس کے لڑکپن میں بڑے لاڈ، چاہ سے پرورش کرتا، لیکن اس کے بلوغ کے بعد جب دیکھتا کہ اس شخص کے خاندانی اوصاف سے وہ مہنئی کس قدر معرا ہے اور اس کے اقارب کے ساتھ اس کو کس قدر بیگانگی ہے۔ اس کا دل بھی بھجھ جاتا۔

④ ادھر اس کا اصلی باپ جس نے اپنے شترۃ الفواد سے خود محرومی گوارا کی تھی اور جس کے قلبی تعلق کو ظاہری رسوم قطع نہیں کر سکتے ہیں۔ جب دوسرے گھر میں اپنے فرزند کو کسی مصیبت میں دیکھتا ہے تو وہ جھٹ اس مصیبت کو اپنے ہی فعل کا نتیجہ قرار دیتا اور اس پر خود اپنے آپ کو ملامت کرتا اور اپنے کیے پر پچھتا تا۔ ان تمام احوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تبنیت کا مصنوعی اثر ہر جگہ کڑوا پھل ہی ثابت ہوتا تھا۔ ہاں اس بناوٹی حالت کو خضاب کے ساتھ تشبیہ دی جاسکتی ہے، جس کی بابت کوئی شاعر کہہ گیا ہے:

ع آخر تو کھل ہی جاتی ہے رنگت خضاب کی

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اسلام اس رسم زیوں کی بھی اصلاح کرے اور اللہ کا رسول ﷺ جو عالم کے لیے رحمت اور دنیا کے لیے مصلح اعظم ہے خود اپنی نورانی شخصیت اور وجود پاک سے ایک زبردست برہان اس کے بطلان پر قائم فرمائے۔

قرآن مجید میں بہت پہلے سے یہ نازل ہو چکا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ﴾ [الاحزاب: 40]

”محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کا بھی باپ نہیں ہے۔“

نیز قرآن مجید میں بہت پہلے یہ نازل ہو چکا تھا۔

﴿وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ذَلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ط وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۝

أَدْعُوهُمْ لِأَبْنَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ﴾ [الاحزاب: 4-5]

”اللہ نے تمہارے منہ بولے شخصوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا۔ یہ تمہاری باتیں اپنے ہی منہ کی ہیں اور اللہ سچ فرماتا ہے اور سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔ ایسے شخصوں کو ان ہی کے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ اللہ کے ہاں یہی بات ٹھیک انصاف کی ہے۔“

ہر دو آیات میں نہایت وضاحت اور زور قوت سے اس جھوٹی رسم کا بطلان کر دیا گیا تھا جس کے اندر نہ صرف اکیلا عرب بلکہ سارا جہان گرفتار تھا، لیکن رسم اتنی قدیم تھی اور اس قدر مستحکم تھی کہ اس کے ساتھ ایک زبردست نمونہ کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ فرما چکا تھا۔ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ کہ ساری دنیا کے لیے زندگی کا بہترین نمونہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس لیے اس جہالت کا پہاڑ اکھاڑ پھینکنے اور بطلان کا سمندر پاٹ دینے کے لیے نبی ﷺ ہی کو نمونہ بنایا گیا اور اس کی تقریب یہ ہوئی کہ زینب رضی اللہ عنہا کی اپنے شوہر کے ساتھ نہ بنی۔ وہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو اپنے علم و تقویٰ سے ام ایمن جیسی بیوی کے ساتھ (جو عمر میں زید رضی اللہ عنہ سے قریباً دو چند بڑی بیوی اور حبشی الاصل تھی، خوش خوش زندگی بسر کر رہا تھا، زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ بسر نہ کر سکا اور نوبت اس جا رسید کہ نبی ﷺ کے گوش مبارک تک انھوں نے شکایت پہنچائی۔ نبی ﷺ نے زید کو اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ (الاحزاب: 37) (اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے) کی نصیحت فرمائی اور وَاتَّقِ اللَّهَ (اللہ سے ڈر) کہہ کر اسے زیادہ برداشت کے لیے آمادہ بھی بنایا۔

خاوند بیوی کا رشتہ

لیکن خاوند بیوی کا رشتہ ہے کہ جب دل پھٹ جاتا ہے تو کوئی نصیحت بھی کارگر نہیں ہوتی۔ زید رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے ہی دی۔ اس طلاق کا اثر زینب رضی اللہ عنہا اور اس کے خاندان پر کیا ہوا ہوگا؟ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ وہ تو زید رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی سے اس شادی کا اہل نہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے جو کچھ کیا تھا، اسے پسند و اختیار کو چھوڑ کر صرف حکم اللہ اور رسول پر عمل کرتے ہوئے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق کی ذلت بھی اٹھانی پڑے گی اور اسے دنیا کے منہ سے بھی سننا پڑے گا کہ اس میں شوہر کی اطاعت کی قابلیت ہی نہیں۔

اس طلاق کا نبی کریم ﷺ پر کیا اثر ہوگا؟ اول تو حضور ﷺ کی اس مصلحت دیدہ کو صدمہ پہنچا، جس کے استحکام کے لیے

اس نکاح پر حضور ﷺ نے زور دیا اور اپنے خاندان کی ممتاز عورت کو ایک ایسے شخص کی تزویج پر رضامند کیا جو غلام ہو کر بکا تھا اور موٹی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ دوم زینب اور اس کے خاندان والوں کی اطاعت اور اس اطاعت کے ضمن میں ان کی امواج مصیبت ہونے کا واقعہ بھی حضور ﷺ کے رحم پر در قلب کے لیے کچھ کم صدمہ رساں نہ تھا۔ اس پیچیدہ حالت میں اللہ تعالیٰ کی وحی قرآنی حضور ﷺ کو مطلع کرتی ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا کو ام المؤمنین کا درجہ عطا کیا گیا۔ اب اللہ کا نبی ﷺ بذات خود اس کی دل شکنی کا معاوضہ ہو گیا۔

جواز تہنیت میں کوئی تاویل نہیں چل سکتی

اللہ اکبر! ایک وقت تھا، جب ایک رسم کی پابندی نے زینب رضی اللہ عنہا کو زید سے شادی کرنے سے روک دیا تھا اور ایک وقت وہ ہے جب رسوم کے اندر پھنسے ہوئے عوام کے خیال سے نبی ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے میں تامل فرمایا۔ لیکن اللہ کا حکم پورا ہوا۔ اور نبی ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بطور زوجہ قبول فرمایا۔ اب حتمی گری کی اس رسم کی جزا کٹ گئیں۔ جس نے دنیا بھر کو مغالطہ میں ڈال رکھا تھا۔ اس بطلان کے بت کو چکنا چور کر کے سمندر میں پھینک دیا گیا، کیوں کہ اسلام قرار دے چکا تھا کہ فرزند کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس کے باپ پر حرام ہوتی ہے۔ اب کہ زید رضی اللہ عنہ کی بیوی کو حکم قرآنی سے نبی ﷺ کی بیوی بنا دیا گیا تو تہنیت کی تائید میں کوئی بھی چھوٹی بڑی تاویل کی گنجائش نہ رہی۔

کچھ تعجب نہیں کہ اس زمانہ کے کافر اپنی پرانی رسوم کو برباد ہوتے ہوئے دیکھ کر روئے چلائے ہوں اور انہوں نے اس چھوٹی رسم کا رد ناروتے ہوئے نبی ﷺ یا قرآن پاک کی شان میں اس رسم کے قائل ہونے کی وجہ سے کچھ کچھ الفاظ کہے ہوں، لیکن آپ تعجب کریں گے کہ اب ہمارے زمانہ میں سے سب سے زیادہ عیسائی لوگ اور مسیحی مناد اس قصہ سے اپنی ناراضگی ظاہر کیا کرتے ہیں۔

عیسائی اس قصہ پر کیوں معترض ہیں

ہمارے لیے قابل غور یہ امر ہے کہ عیسائیوں کو اس واقعہ سے رنجیدہ ملول ہونے کی خاص وجہ کیا ہے؟ کیا تورات نے تہنیت کو حق ٹھہرایا ہے؟ کیا مسیح نے تہنیت کو جائز تسلیم کیا ہے؟ اور ایک حرف بھی اس کے جواز میں کہا ہے؟ اگر نہیں تو عیسائیوں کو کیوں رنج ہے۔ ہاں رنج کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے اس مبارک نکاح سے نہ صرف کافروں کی رسم تہنیت ہی کا بطلان ہوا، بلکہ تثلیث کا بطلان بھی ساتھ ساتھ ہو گیا، کیوں کہ جب اسلام نے ثابت کر دیا کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کا بیٹا کہنا، ایسی حالت میں کہ دونوں کے درمیان خون کا رشتہ نہ ہو، بالکل جھوٹ اور باطل اور کامل افترا اور بہتان ہے۔ تب یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ایک انسان کو اللہ کا بیٹا کہنا قطعاً و حتماً باطل ہے۔ پورا پورا افترا ہے اور صریح بہتان ہے اور کھلم کھلا دروغ۔ کیوں کہ انسان کو اللہ کے ساتھ کوئی مشابہت ہے ہی نہیں، یہ جسم اور روح سے مرکب انسان جو سینکڑوں حیوانی کا محتاج ہے جو ایک دن پیدا ہوا ہے اور اس سے پہلے نہ تھا، جو ایک دن مرجائے گا وہ لقمہ فنا ہوگا کیونکہ اس حی القیوم زندہ اللہ کا فرزند نہ ہو سکتا ہے جس کی ذات سرمدی ازل سے بھی اول اور ابد سے بھی آخر ہے۔

پس یہی ہے وہ راز جس کی وجہ سے عیسائی و اعظمین اس قصہ سے زیادہ ناراض رہا کرتے ہیں۔ ہمارا مقصود اس جگہ صرف زینب رضی اللہ عنہا کی سیرت لکھنے کا تھا اور ہم کو اپنی تحریر صرف اسی مقصود کے اندر محصور رکھنی چاہیے۔ تمام واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت

آزاد کردہ غلام کو موٹی کہا کرتے تھے۔

زینب رضی اللہ عنہا کا وجود تعلیم اسلام کے اظہار اور رسوم ضالہ کے بطلان میں بہت بڑی برکت ثابت ہوا ہے اور اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کی شان میں فرمایا کرتی تھیں۔

هِيَ النَّبِيُّ تَسَاوِيُنِي فِي الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ [1]
 ”زینب ہی ہے جو بارگاہ رسول اللہ ﷺ میں میری منزلت میں برابر تھی۔“

جب حضرت زینب کا نکاح نبی ﷺ سے ہوا۔ اس وقت ان کی عمر 36 سال کی تھی [2] اور اسلام میں حجاب کا حکم اس وقت تک نازل نہ ہوا تھا۔ ان دونوں فقروں کو یاد رکھنے کے بعد کوئی شخص اس لغو داستان کو باور نہ کر سکے گا کہ آنحضرت ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حسن کو یکا یک دیکھ کر ان پر مائل ہو گئے تھے۔ زینب تو نبی ﷺ کی حقیقی پھوپھی کی بیٹی ہیں۔ آنکھوں کے سامنے پلیں بڑھیں، ان کی شکل و صورت کیوں کر آنحضرت ﷺ سے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ خصوصاً جب پردے کا حکم بھی ابھی جاری نہ ہوا تھا۔ پھر 36 سالہ عورت کا حسن اور وہ بھی عرب جیسے گرم ملک کی عورت جہاں عورتوں کا شباب جلد و حل جاتا ہے۔ ایسا کیوں کر مانا جاسکتا ہے کہ زید رضی اللہ عنہ (ایک آزاد کردہ غلام! تو اس سے بیزار ہو جائے اور سید الانبیاء، امام الانبیاء ﷺ اس پر شہینگی کا اظہار کریں۔ عقل اور عادت تجربہ اور مشاہدہ ایسی دانی باتوں کی تکذیب کے لیے کافی ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے 20 ھ میں وفات پائی۔ [3] اس وقت ان کی عمر 52 سال کی تھی۔ ان کی کنیت ”ام الحکم“ لکھی ہوئی ہے۔ [4]

اقارب

ان کے تین بھائی: عبداللہ، (المجدع فی اللہ) ابو احمد عبداللہ اور عبید اللہ اور تین بہنیں: زینب، حمزہ، اور ام حبیبہ ہیں۔ [1]
 عبداللہ بن جمش رضی اللہ عنہ نہایت قدیم الاسلام ہیں، ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ سے مشرف ہوئے۔ ان کو 2 ھ میں نبی ﷺ نے بطن نخلہ کی جانب 12 مہاجرین پر افسر کر کے روانہ کیا تھا اور امیر المؤمنین کے خطاب سے معزز فرمایا۔ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ اور احد میں شہید ہو کر حضرت امیر حمزہ کے ساتھ ان کی قبر میں مدفون ہوئے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد سے پہلے مجھ سے عبداللہ نے کہا: آؤ۔ ہم اللہ سے اپنی اپنی آرزوں کی دعا کریں، میں نے کہا اچھا ہم ایک کنارہ ہو گئے۔ پہلے میں نے دعا کی۔ اہلی جب کل دشمن سے مقابلہ ہو تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو، جو حملہ میں بھی سخت ہو اور مدافعت میں بھی پورا ہو۔ میں اور وہ لڑیں۔ میرا لڑنا تیرے لیے ہو، پھر مجھے فتح ہو، میں اسے قتل کر دوں اور اس کا سامان لے لوں۔ میری اس دعا پر عبداللہ نے کہا: آمین۔ پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے دعا کی۔

اللهم ارزقني غداً رجلاً شديداً بأسه شديد احمره أقاتله فيك و يقاتلني فيقتلني ثم ياخذني فيجدع انفي و اذني فاذا لقيتك قلت يا عبد الله فيم جدع انفك و اذنتك فاقول فيك و في رسولك فيقول صدقت۔ [2]

اہلی کل ایسے مرد سے جوڑ ہو جو حملہ اور مدافعت میں کامل ہو، ہم دونوں لڑیں۔ میرا لڑنا تیری راہ میں ہو، پھر وہ مجھے قتل کر

[1] مسلم: 2442، نسائی: 3396 [2] انسان العمین نے 35 سال کی بتائی ہے مگر حساب سے 36 سال نکلتی ہے۔ [3] کتاب الاستیعاب۔
 [4] مدارج النبوت شاہ عبدالحق مگر اس کنیت کی وجہ معلوم نہ ہوئی۔ ممکن ہے کہ صرف تو صغی کنیت ہو۔ [5] مجمع الزوائد: 15652، اسد الغابہ: 195/3

ڈالے، پھر جب میں تیرے سامنے حاضر ہوں تو دریاقت فرمائے کہ عبد اللہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ تب میں عرض کروں، تیری راہ میں، تیرے رسول ﷺ کی راہ میں، تب تو فرمائے کہ ہاں سچ کہتا ہے۔
سعد بن مسعود کا قول ہے کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ چنانچہ یہ بزرگوار اسی کیفیت سے شہید ہوئے بطن نخلہ کے متعلق ان کے اشعار ہیں:

تَعِدُّونَ قِتْلًا فِي الْحَرَامِ عَظِيمَةً وَ اعْظَمَ مِنْهُ لَو بَرِي الرَّشِدِ ارْشِدِ
حرمت کے دنوں میں قتل کو بہت بڑا سمجھتے ہو، لیکن اگر عقل والا غور کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ قتل سے بڑھ کر یہ ہے۔
صد و کمو عما يقول محمد و کفر بسہ والله راء و شاهد،
کہ تم لوگوں کو محمد ﷺ کی تعلیم سے روکتے اور خود کفر پر اڑے ہوئے اللہ تمہاری حالتوں کو دیکھ رہا ہے۔ (ہاں قتل سے بھی بڑھ کر تمہارا یہ فعل ہے۔)

وَ اَحْرَا جُكُمْ مِنْ مَسْجِدِ اللَّهِ اَهْلِهِ، لِنَلَّ بُرْئِي لِنَلَّهِ فِي الْبَيْتِ سَاجِدِ،
کہ تم نے مسلمانوں کو بیت اللہ سے اس لیے نکال دیا ہے کہ اللہ کو سجدہ کرنے والا ایک شخص بھی نظر نہ آئے (مطلب ہے کہ ایک قوم کی آزادی مذہب کا سلب کر لینا قتل واحد سے زیادہ سخت ہے)

فَاِنَّا وَ اِنْ عَسَرْتُ مَوْتًا بِقَتْلِهِ وَ ارجف بسا لاسلام بساغ و حاسيد،
اگرچہ تم اس قتل پر ہم کو اڑا رہے ہو اور اسلام کی بابت ہر ایک باغی و حاسد نے بہت کچھ بکواس بھی کی ہے۔

سقيننا من ابن الحضرمي رماحنا بنخله لما او قد الحرف واقده،
لیکن بات یہ ہے کہ جب (خواہ مخواہ) جنگ کرنے والے نے جنگ کی آگ کو سلاگا یا تب ہم نے نخلہ میں اپنے نیزے کو ابن الحضرمی کے خون سے سیراب کیا۔

② ابو احمد عبد اللہ شاعر تھے۔ انہوں نے بھی ہجرت حبش و مدینہ کی تھی، انکی ظاہری آنکھیں نہ تھیں۔ فارعہ بنت ابوسفیان اموی ان کے گھر میں تھیں۔ 20ھ میں اپنی بہن ام المؤمنین زینب کے بعد وفات پائی۔
ہجرت کے متعلق ان کے اشعار ہیں:

لَمَّا رَاتِنِي ام احمد غادياً بذمة من أخشى بغيب و أرتب
جب میری بیوی ام احمد نے مجھے دیکھا کہ میں اللہ کے بحر سے پرسفر کو تیار ہوں۔ وہ اللہ جس سے میں بن دیکھے ڈرتا ہوں۔
تقول فاما كنت لا بدفاعل فيم بنا البلدان ولتساء يشرب
تب اس نے کہا: اگر یہاں سے جانا ہی ہے تب ہمیں کسی اور شہر میں لے چل اور پھر ب کا خیال چھوڑ دے۔
فقلت لها بل يشرب اليوم وجهنا وما يشا الرحمن فالبعد يركب،
میں نے کہا: اب تو پھر یہی ہمارا مقصود ہے اور عبد اللہ تو ادھر ہی جائے گا جدھر رحمان چاہتا ہے۔

① لما اوقد الحرب واقده الفاظ پر غور کرو، ان سے صاف ثابت ہے کہ جنگ میں ابتدا مسلمانوں کی جانب سے نہ ہوئی تھی بلکہ قریش کی طرف سے تھی۔
② مدینہ کو پھر ب کہنے کی ممانعت ہو چکی ہے۔ یہ اشعار اس ممانعت سے پہلے کے ہیں۔

إِلْسَى اللَّهِ وَجَيْهَى وَالرَّسُولُ وَمَنْ يَنْقُمُ إِلْسَى اللَّهِ يَوْمًا وَجْهَهُ لَا يَخِيبُ
میرا رخ اللہ اور رسول کی جانب ہے اور جس نے آج اپنا رخ اللہ کی جانب کر لیا وہ خسارے میں نہ رہے گا۔
فَكَمْ قَدْ تَرَكْنَا مِنْ حَمِيمٍ مُنَاصِحٍ وَنَاصِحَةٍ تَبْكِي بِدُمْعٍ وَتَنْدُبُ
ہم نے بہت سے گرم جوش خیر خواہ دوستوں کو چھوڑا اور خیر خواہ بیوی روتی اور چلاتی سے منہ موڑا ہے۔

تسرى ان وترا فانسنا عن بلادنا ونحن نرى ان الرغائب نطلب
جو سمجھتی تھی کہ ہمارا شہر سے جانا تنہائی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے مقصد کی تلاش میں جا رہے ہیں۔
دعوت بنى غنم لحقن دمانهم وللحق لما لاح للناس ملحب
میں نے بنی غنم سے کہا کہ خون ریزی سے بچو۔ یہ سچی بات تھی جو سیدھی سڑک جیسی ہے۔

اجابوا بحمد الله لما دعاهموا الى الحق داع والنجاح فاذهبوا
الحمد لله! کہ جب حق اور نجات کے لیے داعی نے ان کو بلایا تو انھوں نے کہا مان لیا اور وہ سب ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔
وكننا واصحابنا لنا فارقوا الهذلي اعانوا علينا بالسلاح واجلبوا
اب ہم اور ہمارے وہ پرانے ساتھی جو ہدایت سے دور پڑ کر ہمارے خلاف ہتھیار اور جماعت فراہم کر رہے ہیں۔
كفوجين اما منهما فموفق علسى الحق مهدي و فوج معدب
وہ جماعتیں بن گئی ہیں جن میں سے ایک تو حق پر ہدایت یافتہ اور توفیق یافتہ ہے۔ دوسری گمراہ مخدول اور معذب ہے۔
طغوا وتمنوا كذبه وازلهم عن الحق ابليس و خابو و خيبوا
انھوں نے سرکشی اور خوب جھوٹ کے طوفان باندھے اور شیطان نے ان کو حق سے پھسلا یا۔ یہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

ورعنا السى قول النبى محمدا فطسب ولاة الحق منا و طيبوا
ہم تو محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمودے پر جھک پڑے ہیں اور ان کے فدائوں کے حالات اور افعال پاک بن گئے ہیں۔
تَمَّتْ بِأَرْحَامِ إِلْسَى قَرِيْبَةٌ وَلَا قَرِبَ بِالْأَرْحَامِ إِذَا لَا تَقْرِبُ
ہم نے قریب کے رشتہ داروں سے تو سل ڈھونڈا مگر رشتہ داری کیا کام آتی ہے جب رشتہ داری قریب نہ آئیں۔
فساى بن اخت بعد نايامتكم واية صهر بعد صهرى مرقب
بتاؤ کہ ہمارے بعد اب کونسا بھانجا ہوگا جو تم پر بھروسہ کرے گا اور کونسا داماد ہوگا جو تم سے فلاح کی امید کرے گا۔ (کیوں کہ میں تو بھانجا بھی تھا اور داماد بھی۔ تم نے میرا لحاظ نہ کیا)

شعلم يومًا آتينا اذا تزايلوا و زيل امر الناس للحق اصوب
عقرب اس روز جب مومن اور مشرک کی الگ الگ جماعت بندی کی جائے گی۔ اور ہر ایک حالت نمایاں کی جائے گی۔

یہ دشمن جان لیں گے کہ ہم میں سے حق پر کون تھا؟

③ عبید اللہ بن جحش جو بھائیوں کے ساتھ جش چلا گیا تھا بڑا شرابی تھا۔ عیسائی ہو گیا اور وہیں مر گیا۔

خواہران ام المومنین

④ ام حبیب بنت جحش رضی اللہ عنہا: جس کا نام حبیبہ ہے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔

⑤ حمزہ، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (المقری الانصار) کے گھر میں تھیں۔ وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ محمد اور عمران ان کے فرزند ہیں۔

⑥ ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا

جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائد بن مالک بن خزیمہ (وهو المصطلق) من خزاعہ 5ھ میں غزوہ مریض میں اسیر ہو کر آئیں۔ ثابت ① بن قیس بن شماس القاری نے ان کو اسیر کیا تھا اور پھر مکاتب کر دیا تھا۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زر کتابت مانگنے کے واسطے آئیں۔ انھوں نے پہلے تو یہ کہا کہ میں مسلمان ہوں ② اور پھر بتایا کہ وہ حارث بن ابی ضرار سید قوم کی بیٹی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ تیرے لیے اس سے بھی بہتر سلوک کیا جائے۔ جویریہ نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا زر کتابت بھی ادا کروں اور تجھ سے خود شادی بھی کر لوں۔ جویریہ نے خوشی سے مان لیا۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو انھوں نے بنی المصطلق کے سب قیدیوں کو جو سو (100) سے زیادہ تھے چھوڑ دیا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہو گئے ہی۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَمَا زَانِنَا امْرَأَةً كَانَتْ اَعْظَمَ بَرَكَةً عَلَيَّ فَوْمَهَا مِنْهَا. ③

”میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کے لیے جویریہ سے زیادہ بڑھ کر برکت والی ہو۔“

ان کی پہلی شادی مسامح بن صفوان مصطلق سے ہوئی تھی۔ ربیع الاول 56ھ میں وفات پائی۔ ④ عمر بوقت انتقال 70/65 سال کی تھی۔ ⑤

ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر سے نماز صبح کے لیے تشریف لے گئے۔

اس وقت یہ مصلے پر تھیں۔ بوقت چاشت نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو یہ مصلے پر ہی بیٹھی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا تم اسی وقت سے یہاں بیٹھی ہو۔ انھوں نے کہا۔ ہاں! فرمایا: ”میں نے یہاں سے جانے کے بعد ایسے چار کلمات کہے ہیں کہ اگر ان کو تیرے درد کے ساتھ وزن کیا جائے تو بھاری اتریں۔“ وہ کلمات یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِطَى نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ. ⑥

ایک دفعہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا جمعے کے دن روزے سے تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کل بھی روزہ تھا؟ کہا:

① ثابت ① کو خطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے ہی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جمعیش حمیدا و قتل شہیدا فرمایا تھا۔ یہ جنگ یرامہ میں بعد خلافت صدیقی شہید ہوئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی صف میں رخنہ پڑ گیا تو انھوں نے نہایت حسرت سے کہا کہ ہم مہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں نہیں لڑا کرتے تھے۔ پھر مطر حوٹ لگا پڑا۔ حملہ کیا اور شہادت پر فاقہ ہوئے۔ جویریہ کو مکاتب کرنے کے وقت ان کی عمر 30 سال کی تھی۔ ② مدارج النبوت ③ ابوداؤد: 3931، مستدرک حاکم: 6781، اسد الغابہ: 58/7 ④ مستدرک حاکم: 6871 ⑤ مدارج النبوت ⑥ مسلم: 2726، ترمذی: 3555، ابوالمفضل: 647، ابوداؤد: 1503

نہیں۔ فرمایا: کل کو بھی روزہ رکھنے کی نیت ہے؟ کہا نہیں۔ فرمایا تو انظار کر دو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے صرف جمعے کے دن روزہ رکھنے کو پسند نہیں فرمایا۔ صحیحین میں بروایت ابی ہریرہؓ ہے۔

لَا يَصُومُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ، أَوْ بَعْدَهُ ①

”کوئی شخص جمعہ ہی کا روزہ نہ رکھے۔ رکھے تو ایک دن آگے یا پیچھے بھی روزہ رکھے۔“

ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا عابدہ و زابدہ تھیں۔

مرویات حدیث: صحیح بخاری میں 2

صحیح مسلم میں 2

دیگر کتب میں 3

کل 7= ①

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ بن حارث ہیں۔ یہ اپنی قوم کے قیدیوں کی رہائی کے متعلق آنحضرت ﷺ سے گفتگو کرنے آئے تھے۔ ان کے ساتھ چند مادہ شتر اور ایک جھن اونڈی تھی۔ یہ ان سب کو پہاڑ کی ایک گھاٹی میں چھپا کر چھوڑ گئے تھے۔ جب انھوں نے نبی ﷺ سے رہائی اسیران کی بابت گفتگو کی تو نبی ﷺ نے فرمایا۔ وہ اونٹنیاں کیا ہوں گی۔ اونڈی کدھر گئی؟ جسے تم فلاں جگہ چھپا کر آئے ہو؟ تو عبداللہ حیران ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ میرے ساتھ اور کوئی شخص بھی نہ تھا اور مجھ سے پہلے حضور ﷺ کے پاس ادھر سے کوئی آیا بھی نہیں۔ میں اسلام لاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: لَكَ الْهَجْرَةُ ② حتی تبلغ برك الغماد۔ ③

ام المومنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے بھائی عمرو بن الحارث ہیں۔ ان سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔

تَاللَّهِ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِينَارًا أَوْ دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَغْلَةَ الْبَيْضَاءِ وَسَلَاحَةً وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً ④

اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے موت کے وقت نہ اشرافی چھوڑی نہ روپیہ، غلام، نہ لونڈی، نہ کوئی اور چیز۔ صرف ایک سفید رنگ کا شتر تھا یا ہتھیار تھے یا کچھ زمین تھی، جسے آپ نے صدقہ فرما دیا ہے۔

ان کی بہن کا نام عمرہ بنت الحارث ہے، جو حدیث اَلدُّنْيَا خَيْرُ حُلُوَّةٍ ⑤ (دنیا شاداب و شیریں لگتی ہے) کی راوی ہیں

⑥ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رملہ بنت ابوسفیان بن امیہ بن عبدالمطلب بن عبدمناف قصی۔ ان کی ماں صفیہ بنت ابوالعاص بن امیہ ہے۔

نہایت قدیم الاسلام ہیں۔ ان کا پہلا شوہر عبید اللہ بن جحش تھا جو حبش کو ہجرت کر گیا تھا۔ دائم اُختر تھا۔ اس لیے عیسائیوں میں

بیٹھ کر عیسائی ہو گیا۔ مگر ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔

① بخاری: 1985، مسلم: 1144، ابوداؤد: 2320، ترمذی: 743، ابن ماجہ: 1723، ابن خزیمہ: 2158، احمد: 495/2، ② مدارج النبوت ③ کتاب الاستیعاب

④ بک الغماد ایک مقام کا نام ہے جو کے سے پانچ منزل ہے۔ ⑤ احمد: 17990، مسلم: 2742، احمد: 713، کتاب الاستیعاب

اسلام کے لیے انہوں نے باپ بھائی خویش و قبیلہ اور وطن کو چھوڑا تھا۔ پرولیس میں خاوند کا سہارا تھا، ارتداد سے وہ بھی جاتا رہا۔ نبی ﷺ کو ان کا حال معلوم ہوا تو عمرو بن امیہ البصری کو ملک حبشہ کے پاس بھیجا۔ اسے تحریر فرمایا تھا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ کا پیام شادی پہنچائے۔ بادشاہ نے اپنی ایک لونڈی جو بادشاہ کی ملبوسات و عطریات کی تحویل دار تھی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجی۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس سے پیشتر خواب میں دیکھ چکی تھی کہ ان کو کوئی شخص ام المومنین کہہ کر پکار رہا ہے۔ اب لونڈی سے یہ پیغام سن کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور شکرانہ میں لونڈی کو اپنا تمام زیور جو جسم پر تھا عطا فرمایا۔ نجاشی نے مجلس نکاح خود منعقد کی جس میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دیگر جملہ مسلمان مدعو تھے۔ نجاشی نے خطبہ پڑھا۔

الحمد لله الملك القدوس السلام المومن المهيمن العزيز الجبار المتكبر اشهد ان لا اله الا الله و
اشهد ان محمد رسول الله و انه الذي بشره عيسى بن مريم صلى الله عليه وسلم اما بعد فان
رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب الي ان أزوجه ام حبيبة بنت ابي سفيان الى ما دعا اليه رسول
الله ﷺ و قد اصدقها اربع مائة ديناراً۔

اس کے بعد اس نے قوم کے سامنے دنیا رکھ دیے۔

پھر خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل تھے۔ خطبہ پڑھا:

الحمد لله احمده و استعينه و اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا عبده و رسوله ارسله بالهدى و
دين الحق ليظهره على الدين كله و لو كره المشركون اما بعد فقد اجبت الى ما دعا اليه رسول
الله ﷺ و زوجته ام حبيبة بنت ابي سفيان فبارك الله رسوله عليه السلام۔

اس کے بعد نجاشی کی جانب سے جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔ نجاشی نے بیان کیا کہ انبیاء کی سنت یہ ہے کہ تزویج کے بعد کھانا

ہوتا ہے۔ ❶

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے 44ھ میں مدینے میں وفات پائی۔ وفات کے وقت حضرت عائشہ و حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے کہا کہ سوت عورتوں کے درمیان کبھی کچھ لوک جھونک ہو جایا کرتی ہے جو کچھ میں نے کہا سنا ہو مجھے معاف کر دو۔ دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے معاف کرتی ہیں۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم نے مجھے شاد ماں کیا ہے۔ اللہ تم کو شاد ماں کرے۔

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پاکیزہ ذات حمیدہ و صفات جواد و عالی ہمت تھیں۔ ان کی مرویات حسب ذیل ہیں:

2 متفق علیہ

1 صحیح مسلم

62 دیگر کتب احادیث

65= کل

ان کی بیٹی حبیبہ رچیتہ النبی ﷺ ہیں۔ یہ مکہ میں پیدا ہوئیں تھیں اور والدین کے ساتھ ہجرت حبشہ کی تھی۔

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے وہ قصہ ہے جسے ابن اسحاق بیہیہ امام اہل میر نے بیان کیا ہے کہ ان کا باپ ابوسفیان تجدید صلح کے لیے مدینہ منورہ آیا۔ اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گیا۔ ابوسفیان بستر پر بیٹھنے لگا تو انھوں نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے پوچھا: بیٹی میں نہیں سمجھا کہ تو بستر مجھ سے دور رکھنا چاہتی ہے یا مجھے بستر سے۔ ام المومنین نے فرمایا: اے باپ! یہ بستر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تو مشرک ہے اس پر نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے کھیٹا تا ہو کر کہا کہ بیٹی تو ہم سے جدا ہو کر بگڑ گئی۔ [1]

اللہ اکبر! یہ نمونہ ہے اس ایمان کامل کا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ام المومنین کے درجے پر ممتاز فرمایا اور یہی ہے وہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس کے بغیر کبھی کوئی شخص کامل الایمان نہیں ہو سکتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَاَلِدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ [2]

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک میری محبت اس کو اس کی اولاد اور مادر پدر اور دیگر جملہ اشخاص سے بہت زیادہ نہ ہوگی۔“

اقارب: ابوسفیان صحرا بن حرب ان کا باپ ہے جو ابتداء میں مشہور دشمن اسلام اور جاہلیت میں مشہور سرداران قریش میں سے تھا۔ غزوہ احد میں بھی کافروں کی فوج کا سردار تھا اور غزوہ خندق بھی قریش اور خلفائے قریش اس کے ماتحت تھے۔

قریش کا سب سے بڑا نشان جس کا نام ”عقاب“ تھا، وہ اس کے خاندان اور اسی کے پاس ہوا کرتا تھا۔ فتح مکہ سے ایک دو روز پہلے مسلمان ہوئے۔ پھر جنگ حنین اور طائف میں ہمرکاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوئے۔ جنگ یرموک میں نہایت استقامت دکھائی اور رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو کمال دلیری اور جرأت سے بڑھاتے رہے۔ 33ھ میں ہمر 96 سال وفات پائی۔ ولادت عام الفیل سے دس (10) سال پہلے کی تھی۔

□ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھنے بھائی یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہیں جو یزید الخیر کے نام سے مشہور ہیں۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ اور عمدہ اسلام سے شرف ہوئے۔ فتح شام کے لیے جن سرداران کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مامور کیا تھا ان میں سے یہ بھی تھے۔ انھوں نے 19ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ اس وقت کل شام کے حاکم یہی تھے۔

□ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بھائی دوسری ماں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جنھوں نے 20 سال تک شام کی امارت ماتحت خلافت اور پھر ساڑھے 19 سال تک شام کی سلطنت کی۔ یہ سلطنت بنی امیہ کے بانی تھے۔ 22 رجب 60ھ کو 82 سال کی عمر میں وفات پائی۔

□ حبیبہ بنت ام حبیبہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی رومیہ ہیں۔ حمش سے والدہ کے ساتھ آئی تھیں۔ ان کی زندگی کا کوئی خاص واقعہ نہیں ملا۔

❖ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا

صفیہ بنت حمی بن اخطب بن شعبہ سبط ہارون علیہ السلام سے ہیں۔ ان کی ماں کا نام برہ بنت سہیل تھا۔ ان کا پہلا نکاح سلام بن مشکم سے، دوسرا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا۔ وہ جنگ خیبر میں مارا گیا تھا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اس جنگ کے سبایا میں تھیں۔

دجیہ کلبی [3] نے عرض کی کہ مجھے ایک لونڈی مل جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لے لو۔ انھوں نے صفیہ کو لینا چاہا۔ اس میں اختلاف ہو

[1] جلاء الافہام لابن قیم التونی 751ھ [2] بخاری: 15، مسلم: 168 [3] دجیہ بن علیہ بن فروہ بنو کلب سے ہیں۔ کہا صحابہ میں سے ہیں۔ بدر کے سوا جملہ مشاہد میں شترم رکاب نبوی تھے۔ 6ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کو قیصر کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ بعد سلطنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما وفات پائی۔

گیا۔ لوگوں نے کہا کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سیدہ ہے اور ایسی عورت وحیہ کو مل جانے کی کوئی وجہ نہیں۔ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ بہتر ہے کہ نبی ﷺ اس کو اپنے لیے خاص فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے اسے آزاد فرمادیا اور نکاح کر لیا۔

ایک روز نبی ﷺ نے دیکھا کہ صفیہ رورہی ہیں۔ پوچھا کیوں روتی ہو؟ انھوں نے کہا: میں نے سنا ہے کہ حصہ ﷺ مجھے حقیر سمجھتی ہے اور اپنے لیے بطور فخر کہتی ہے کہ ہمارا نسب آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے بہتر کیوں کر ہو سکتی ہو۔ میرا باپ ہارون علیہ السلام ہے اور میرا چچا موسیٰ علیہ السلام ہے اور میرا شوہر محمد ﷺ ہے۔^[1]

صلی اللہ علی سیدنا محمد بن النبی وعلی ہارون وعلی موسیٰ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین
ایک بار حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے آکر شکایت کی صفیہ سبت کی عزت کیا کرتی اور یہود کو عطیات دیا کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کر بیجا۔ انھوں نے کہا۔ جب سے اللہ نے مجھے جمعہ عطا فرمایا ہے، سبت کو میں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ رہے یہودی، ان سے میری قرابت کے تعلقات ہیں اور میں ان کو ضرور دیتی ہوں۔

پھر ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس لونڈی سے پوچھا کہ اس شکایت کرنے کا کیا سبب ہے؟ لونڈی نے کہا کہ مجھے شیطان نے بہکایا۔ ام المومنین نے کہا: جاؤ تم راہ خدا میں آزاد ہو، ان کا انتقال 50ھ میں ہوا۔^[2]

مرویات دس (10) ہیں: متفق علیہ = 1، دیگر کتب میں = 9، کل = 10

ان کے ماموں رفاعہ بن سہل صحابی تھے۔ ان کی حدیث موطا امام مالک میں موجود ہے۔^[3]

۱۱ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا

میمونہ بنت الحارث بن بھیر بن محرم بن رویہ بن عبد اللہ بن بلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حصہ بن قیس بن غیلان بن مضر۔^[4] حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا پہلے ابی رہم بن عبد العزیٰ کے نکاح میں تھیں اور اس سے دو دختر حویطبہ بن عبد العزیٰ کے نکاح میں۔ جب نبی ﷺ نے 7ھ میں عمرہ فرمایا تو اس وقت یہ زیور ہو چکی تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ نے ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے ذکر فرمایا اور نبی ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہنیں چار ہیں۔

۱ ام الفضل لبابہ الکبریٰ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مفسر قرآن کی والدہ ہیں۔

۲ لبابہ الصغریٰ جو حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

[1] ترمذی 3903، 3904، نسائی 8919، 8918، سنن الاشراف 15905، 15906، الاشیعاب [2] دارج المنہج 6۔ [3] امام مالک بن انس بن مالک الاکبریٰ رضی اللہ عنہا امام دارالبحر ت کے لقب سے مشہور ہیں۔ 95ھ میں پیدا ہوئے اور عمر 84 سال 179ھ میں روگرائے عالم بنا ہوئے۔ شاہ ولی اللہ رضی اللہ عنہ نے شرح موطا میں تحریر کیا ہے کہ جب کسی حدیث کی سند مالک تک پہنچ جاتی ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ وہ حدیث ذرہ اعلیٰ صحت تک پہنچ گئی۔ امام شافعی ان کے شاگرد ہیں۔ محمد بن حسن وہب ابن القاسم بخاری بن سعید قطان عبد الرحمن بن مہدی عبد الرزاق ہارون الرشید مامون و فیرہ محمد بن ولوک ان کے شاگرد ہیں۔ ان کے مشہور شاگردوں کی تعداد ایک ہزار (1000) تک شمار ہوتی ہے۔ جو سن بعد از سن تسلیم ہوئے ہیں۔ [4] دیکھو سلسلہ نسب نبوی ﷺ۔

[5] خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اشیر المشاہیر سے ہیں۔ قریش میں صاحب القہر والا عنہ تھے۔ قبہ سے مراد وہ خیمہ ہے جس میں نشست کرنے کے بعد کسی جنگ کا اعلان کیا جاتا تھا۔ اعز سے مراد سالہ سب سواروں کا ہے نبی ﷺ نے بھی ہمیشہ ان کو سوارہ فوج کا افسر رکھا تھا۔

- ③ عصماء جو ابی بن خلف کے گھر میں تھیں۔
- ④ عزہ، جو زیاد بن مالک الہمال کے گھر میں تھی۔
- حضرت میمونہ کی بہنیں جو صرف ماں کی جانب سے ہیں۔ یہ ہیں:
- ⑤ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہما کے گھر میں تھیں۔ ان سے عبداللہ عمون اور محمد پیدا ہوئے۔ پھر ان کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے ہوا۔ ان سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے ان کا نکاح ہوا۔ ان سے یحییٰ پیدا ہوئے۔
- ⑥ سلمیٰ بنت عمیس، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کے گھر تھیں۔ ان سے امہ اللہ پیدا ہوئی۔ پھر سلمیٰ کا نکاح شداد بن اسامہ الہادی سے ہوا۔ ان سے عبداللہ عبدالرحمن پیدا ہوئے۔
- ⑦ سلمہ بنت عمیس، ان کا نکاح عبداللہ بن کعب بن ابی منبہ رضی اللہ عنہما سے ہوا تھا۔
- ⑧ ام المومنین زینب بنت خزیمہ، جو طفیل اور عبدہ فرزند ان حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن محس کے گھر میں رہیں اور آخری نکاح ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی مرویات حدیث مندرجہ ذیل ہیں:

7	:	متفق علیہ
1	:	صرف صحیح مسلم میں
1	:	صرف صحیح البخاری میں
67	:	دیگر کتب احادیث میں
76	:	کل



① الاستیعاب، مدارج النبوة میں عثمان بن علی لکھا ہے۔ تحریر یحییٰ زیاد صحیح ہے۔

نقشہ

متعلق حالات تاریخی امہات المؤمنین تمہ باب امہات المؤمنین مشمولہ جلد دوم کتاب رحمۃ للعالمین

نمبر شمار	نام ازواج مطہرات	سند نکاح	ام المؤمنین کی عمر بوقت نکاح	عمر	سند وفات	مقبرہ	نبی ﷺ کی خدمت میں رسدکامت بوقت نکاح	نبی ﷺ کی عمر بوقت نکاح	کیفیت
1	خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	25 میلاد انبی	40 سال	65 سال	10 نبوت	مکہ معظمہ	25 سال	25 سال	
2	سودہ رضی اللہ عنہا	10 نبوت	50	72	19 ہجرت	مدینہ منورہ	14	50	
3	عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	نکاح نبوت 11 رخصتی شوال ۱ھ	9	63	57 17 رمضان مبارک		9	54	
4	حفصہ رضی اللہ عنہا	شعبان 3ھ	22	59	41 جمادی الاول		8	55	
5	زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	3ھ	30	30	3ھ		3 ماہ	55	
6	ام سلمہ رضی اللہ عنہا	4ھ	24	80	60ھ		7 سال	56	
7	زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	5ھ	36	51	20ھ		6	57	
8	جویریہ رضی اللہ عنہا	شعبان 5ھ	20	71	56ھ ربیع الاول		6	57	
9	ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	6ھ	36	72	44ھ		6	58	
10	صفیہ رضی اللہ عنہا	جمادی الآخر 7ھ	17	50	50ھ رمضان مبارک		3 3/4	59	
11	میمونہ رضی اللہ عنہا	ذیقعدہ 7ھ	36	80	51ھ	رفیقہ مکہ معظمہ	3 1/4	59	

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 ﴿ وَيَوْمَئِذٍ يَقَرُّحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ ۖ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ
 الرَّحِيمُ ۝ وَعَدَّ اللَّهُ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ ۖ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ﴾ [الروم: 4-6]

غزوات و سرایا

دشمنان اسلام کی لڑائیاں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ اس وقت شروع ہوئیں۔ جب نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے مکہ میں 13 سال تک تبلیغ فرمائی اور اس عرصہ میں چھوٹے معبودوں کے ماننے اور گندے عقیدے رکھنے والوں کو الہ یکتا کی وحدانیت کا وعظ فرماتے رہے۔

توحید کے مواعظ ہی دشمنوں کی عداوت کا سبب بنے اور سلسلہ وعظ و نصیحت کے روکنے کی غرض سے دشمنوں نے مختلف و متعدد تدابیر پر عمل کیا۔
 □ مسیحیوں کی ایک جماعت مقرر کی گئی تھی۔ ان کا کام یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کے ہر ایک فعل کی ہنسی اڑائیں، منہ چڑائیں، باہر سے آنے والے نوواردوں میں مسلمانوں کے خلاف بدظنی پھیلائیں تاکہ نووارد شخص نہ کسی مسلمان سے بات چیت کرے اور نہ آنحضرت ﷺ ہی سے ملاقات کرے۔ اس جماعت کے تحت میں کئی کمیٹیاں تھیں اور ہر ایک کمیٹی اپنے کام کو پوری مصروفیت سے انجام دیتی تھی۔

□ ایک کمیٹی کا کام یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ جہاں کہیں وعظ کے لیے کھڑے ہوں اور تعلیم اسلام پر تقریر فرمائیں وہاں یہ لوگ شور و شغب کرتے اور مجمع میں بدامنی و پریشانی پھیلاتے رہیں۔

□ ایک کمیٹی کا کام یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ پر گلی کوچہ میں آتے جاتے وقت گارا، کچڑ، مٹی ڈالا کریں، پتھر ماریں۔ عبادت میں حضور ﷺ کو دیکھیں تو گردن جھنجھیں۔ اندھیری راتوں میں حضور ﷺ کے راستہ پر گھڑے کھودیں، خار بچھائیں، دروازہ پر سرائے پھینکیں۔

□ چند ٹولیاں شریر لوگوں کی الگ تھیں جن کا کام تھا کہ اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ ہر طرح ظلم و ستم اور فریب و دغا کرنا مستحسن سمجھتے تھے اور موقع مل جانے پر قتل کر کے ان کی لاش کو پہاڑ کے غاروں میں پھینک دیا کرتے تھے۔ اس جو رسیم کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ اکثر مسلمان وطن چھوڑ چھوڑ کر ملک حبش میں چلے گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ ہنوز ان سنگ دلوں کے راہ راست پر آ جانے سے مایوس نہ ہوئے تھے۔ اس لیے مکہ ہی میں قیام پذیر رہے۔ مگر دشمنان دین نے اب یہ معاہدہ کیا کہ کھانے کی کوئی چیز مسلمان اور ان کے خیر اندیش لوگوں کے ہاتھ نہ فروخت کی جائے۔ تین (3) سال تک نبی کریم ﷺ نے اس سختی کو بھی برداشت کیا ﴿﴾ اور اس کے بعد انھوں نے مکہ کے قرب و جوانب میں دورے لگانے اور وعظ فرمانے شروع کیے لیکن اطراف مکہ کے سب قبائل اہل مکہ ہی کے حلیف تھے۔ اس لیے وہ حضور ﷺ کی نصیحت پر ذرا کان نہیں دھرتے تھے۔

حضور ﷺ کی ناکامیابی کی داستان سن کر اہل مکہ خوش ہوا کرتے تھے لیکن ان کو تعجب و حسرت اور غصہ کی کوئی حد نہ رہ گئی جب انھوں نے یہاں تک یہ سن لیا کہ نبی کریم ﷺ کی پاک تعلیم اہل بیثرب (مدینہ) کے قلوب کو سخر کر رہی ہے۔ اہل مکہ کو اب یقین آنے لگا

﴿﴾ مکہ مکرمہ میں مصلحہ ابی طالب میں (3) برس تک معاشی مقاطعہ (Social boycott) کا نفاذ رہا۔

کہ تعلیم محمدی ﷺ میں دور دور تک اثر پہنچانے کی طاقت تھی ہے۔ اس لیے سب نے یہ ارادہ کیا کہ نبی ﷺ کی حیات کا چراغ گل کر دیا جائے۔

ایک ایسے ملک میں جہاں نہ کوئی حکومت ہو، نہ آئین ہو اور جہاں جان و مال کے تحفظ کا کوئی بھی ذریعہ موجود نہ ہو، جہاں وحشی اور جاہل اقوام کی جنگ جوئی و خونریزی صدیوں سے ضرب المثل ہو۔ جب تمام باشندے ایک نبتے شخص کے قتل پر متفق ہو جائیں اور اس کے لیے تدبیر بھی یہی کی جائے کہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک بہادر شمشیر زن کا انتخاب کیا جائے اور وہ سب انتقام کے کینہ جوش سے فراہم کیے جائیں تو بدیہی ہے کہ نظر بہ اسباب ظاہری اس کا بچنا ناممکن سے بالاتر ہے۔ لیکن نبی ﷺ ان محاصرین کے محاصرہ سے صاف نکل کر چلے گئے۔ اس واقعہ پر ہر ایک منکر غور کرے تاکہ اسے قدرت ربانی کا اعتراف سہل ہو جائے۔ ہر ایک مسلم شکر کرے کہ اسے حفاظت الہی کا جو خاص خاص بندوں کے لیے بارگاہ رب العزت سے کی جاتی ہے وجود مجسم نظر آ جائے۔

نبی ﷺ کا بچ کر مدینہ پہنچ جانا، دشمنوں نے ایک ذلت کا موجب سمجھا اس لیے کینہ کی آگ حسد کی بھٹی میں اور زیادہ تیز ہو گئی اور سب نے سو گندیں (قسمیں) کھالیں کہ بادی اسلام ﷺ اور ناچیز مسلمانوں کو ضرور بر ضرور روئے زمین سے محو کر کے رہیں گے۔ نبی ﷺ ان خون خوار وحشیوں کی غارت گرانہ عادات سے بخوبی آگاہ تھے۔ حزم و احتیاط کا تقاضا تھا کہ ایسے دشمن کی حرکات و سکنات کی خبر رکھی جائے۔ بیدار مغزی و دور بینی سے دشمن کی تدابیر متعلق فراہمی افواج اور تیاری جنگ کو سرسبز نہ ہونے دیا جائے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے اسی پر عمل کیا۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں کی ہر ایک کوشش کا نام (جو انہوں نے جنگ سے بچنے کے لیے کی) لوگوں نے جنگ رکھ لیا ہے۔ یہ لوگ نہ واقعہ کی علت دریافت کرتے ہیں، نہ مسلمانوں کے مدعا کی تلاش، نہ مسلمانوں کے افعال کا تھنص اور پھر جلدی سے اپنی رائے بھی قائم کر لیتے ہیں۔ اسی غلطی کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ بے خبر مسلمان بھی سمجھنے لگے کہ مسلمانوں کی ہر ایک نقل و حرکت جنگ ہی کے لیے تھی۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قدیم سے قدیم مسلمان مؤرخین نے اس نقل و حرکت کا نام ”غزوات و سرایا“ ہی رکھا ہے، لیکن یہ زمانہ حال کی خوش فہمی ہوگی کہ غزوات و سرایا کے الفاظ کو لفظ جنگ کا مترادف سمجھا جائے، حالانکہ ان کے لغوی معنی قصد اور سیر کے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین نے ہر ایک قسم کی نقل و حرکت کو دو قسموں پر منقسم کیا تھا۔

① وہ نقل و حرکت جو نبی ﷺ نے فرمائی ہو اس کا نام ”غزوة“ ہے۔ غزوات کی تعداد امام بخاری رحمہ اللہ نے بہ روایت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما (19) بیان کی ہے۔ ②

② وہ نقل و حرکت جو کسی مسلمان نے (ایک ہو یا ایک سے زائد) کی ہو اس کا نام ”سریہ“ ہے۔ اب ہم ذیل میں ایک نقشہ جملہ غزوات و سرایا کا درج کرتے ہیں، جس طرح قدیم تاریخوں میں ان کو اسی عنوان سے درج کیا گیا ہے۔

اندراج میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ نقشہ کا نمبر شمار بہت ضروری نمبر ہے۔ نقشہ کے اختتام پر جو بحثیں لکھی گئی ہیں، ان میں ہر ایک جگہ اسی نمبر شمار کا حوالہ دیا گیا ہے۔

نقشہ غزوات و سرایا جو عہد نبوی ﷺ میں 2ھ سے 9ھ تک (8 سال کے اندر) ہوئے

نمبر شمار	غزوہ یا سرینکا نام مع تاریخ	لنگر اسلام کی تعداد مع نام سردار	لنگر دشمن کی تعداد مع نام سردار	مسلمان کا نقصان		دشمن کا نقصان		نتیجہ	کیفیت
				شہید	زخمی/میر	مقتول	زخمی/میر		
1	سرینہ سیف البحر رمضان 1ھ	30 رامیر حمزہ بن عبدالمطلب	300 ایہتہل					گشت لگا کر مسلمان واپس آئے	یہ سرینہ احوال مکہ کے تحس کے لیے بھیجا گیا۔ دشمن نے مسلمانوں کو ہانپا پاپا اور لوٹ گیا
2	سرینہ رانی شوال 1ھ	60 سعیدہ بن العاص	200 نکرہ یا ہوسٹیان					گشت لگا کر مسلمان واپس آئے	یہ سرینہ احوال اہل مکہ کے تحس کے لیے بھیجا گیا تھا۔ عجمیہ المرہ پر موجود دیکھا گیا۔
3	سرینہ شرار ذی قعدہ 1ھ	80 سعد بن ابی وقاص						حجفہ تک گشت لگا کر واپس چلے آئے۔	
4	غزوہ ودان یا غزوہ ابوا۔ سفر 2ھ	70 نبی کریم ﷺ						عمر بن حفصی الضمری سے معاہدہ کیا کہ نہ قریش کو مدد دیں نہ مسلمانوں کو	
5	غزوہ بعاہ ربيع الاول 2ھ	200 نبی کریم ﷺ	100 امیہ بن خلف					رضوی اور بواط تک ہو کر واپس مدینہ تشریف لائے۔ راہ میں قافلہ قریش مع امیہ ملا تھا۔	رضوی پہاڑ کا نام ہے جو بیابان کے قریب ہے۔
6	غزوہ حواہن یا بدر اونی ربيع الاول 2ھ	70 نبی کریم ﷺ	کرز بن جابر المہری					سفوان تک دشمن کا تعاقب کیا گیا مگر ہاتھ نہ لگا۔	کرز بن جابر اہل مدینہ کے مویشی لوٹ کر لے گیا تھا جس کا تعاقب کیا گیا۔

(1) ان کا ذکر شہدائے کربلا میں ملے گا۔ (2) یکے از عشرہ مبشرہ، یکے از عشش (6) جن کو فاروق بخیر نے خلافت کا اہل بنایا۔ قاتح قارس۔ ہانی کوفہ، خالد انبی ﷺ، سب سے پہلے اللہ کے راستے میں حیر چلا یا، اسلام لانے میں ساتویں شخص۔ 54ھ میں وفات پائی۔

7	غزوہ ذوالعشیرہ جمادی الاخرہ 2ھ	150 نبی کریم ﷺ	----				نبی مدح اور نبی ضمرہ سے معاہدہ ہوا۔ بنو ع کی جانب ہے۔
8	سریہ نخلہ رجب 2ھ	12 عبداللہ بن جحش	ایک قافلہ زبر سرداری اہل اے امیہ	قیدی 2	1	قیدیوں کو چھوڑا گیا۔ مقتول کا خون بہا دیا گیا۔	قریش کی خبر کو بھیجے گئے تھے۔ مگر مدہ بھیج ہوئی تھی۔
9	غزوہ بدر الکبریٰ رمضان 2ھ	313 نبی کریم ﷺ	1000 ابو جہل	22/14	70	70	بدر مکہ سے سات منزل اور مدینہ سے تین منزل ہے۔ دشمن دو تہائی سفر طے کر چکا تب ثابت ہو گیا کہ وہ مدینہ آ رہا ہے تب سرد کار کائنات مدافعت کے لیے نکلے۔
10	سریہ عمیر بن العدی الکلمی رمضان 2ھ	1 عمیر [1]	1 مساہد مصاصبت مردان خطمیہ		1		عمیر نے اپنی رشتہ کی بہن کو، جو نبی کریم ﷺ کے خلاف قوم کو جنگ پر اکسایا کرتی تھی، چھری سے قتل کیا۔
11	سریہ عالم بن عمیر انساری شوال 2ھ	1 سالم [2]	1 ابولکھہ یہودی		1		ابولکھہ یہودی لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا۔ سالم نے مار ڈالا۔
12	غزوہ بنو قینقاع شوال 2ھ	نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو قینقاع				جب مسلمان بدر گئے ہوئے تھے اس وقت انہوں نے مدینہ کے اندر بلوہ اور بختات کی۔ اس لیے جلا وطن کر دیے گئے۔
13	غزوہ السویق ذی الحجہ 2ھ	200 نبی کریم ﷺ	200 سوار ایوسفیان اموی	2			ایوسفیان مدینہ تک آیا۔ وہ مسلمانوں کو قتل کیا اور پھلدار درختوں کو کاٹ کر چلا گیا۔

[1] بنو نخلہ میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ اہم قوم تھے۔ آنکھیں کزور تھیں، ان کے والد عدی بن خزیمہ مشہور شاعر تھے۔
[2] بدر و احد و خندق اور ہندوستان میں نبی کریم ﷺ میں حاضر رکاب رہے۔ اللہ کے خوف سے رو رو کر تے۔ بعد امیر معاویہ وفات پائی۔

14	غزوہ قرقر اکدر یا غزیمہ محرم 2ھ	200 نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو عطفان و بنو سلیم			1	دشمن مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے فراہم ہوا تھا۔ اسلامی فوج کے مظاہرہ سے بھاگ گیا۔	ایک غلام یسار نامی گرفتار ہوا تھا۔ چھوڑ دیا گیا۔
15	سریہ ایضا	عاب بن عبد اللہ لیلی	ایضا	3			دشمن کے کچھ آدمی مارے گئے باقی بھاگ گئے۔	غزوہ 14 کی تکمیل میں یہ سریہ روانہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ دشمن نے دوبارہ اجتماع کر لیا تھا۔
16	سریہ محمد بن مسلمہ ربیع الاول 3ھ	5 محمد بن مسلمہ الانصاری الخزرجی ؓ	1 کعب بن اشرف یہودی	1		1	ایک قتل ہوا۔	کعب یہودی قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا کرتا تھا۔ مکہ جا کر قریش کو جنگ کے لیے آمادہ کیا جس کا نتیجہ جنگ احد ہوا۔ ابن مسلمہ اس کا دودھ شریک بھائی تھا۔ اس نے قتل کر ڈالا۔
17	غزوہ ذی امر یا غزوہ عطفان، انمار ربیع الاول 3ھ	450 سوار نبی کریم ﷺ	بنو ثعلبہ اور بنو محارب				بنو ثعلبہ اور بنو محارب جمع ہوئے تھے کہ مدینہ پر حملہ آور ہوں۔ اس مظاہرہ پر منتشر ہو گئے۔	آنحضرت ﷺ نے نجد تک سفر فرمایا۔ وعود نامی جو تکوار لے کر نبی ﷺ پر حملہ آور ہوا تھا مسلمان ہوا۔
18	سریہ قرہہ جمادی الآخرہ 3ھ	100 زید بن اسود بن حارثہ	ابوسفیان اموی	1			قریش کے تجارتی رستہ پر مظاہرہ کیا گیا۔	قراۃ بن سفیان جو قافلہ کار بننا تھا، گرفتار ہوا پھر مسلمان ہو گیا۔
19	غزوہ احد 6 شوال 3ھ	650 پیادہ 2800 پیادہ 200 سوار کل 3000 ابوسفیان اموی	40 زخمی	70	30		مسلمانوں کا سخت نقصان ہوا مگر کفار مرعوب ہو کر ناکامیاب ہوئے	احد مدینہ سے 3 میل ہے۔ دشمنوں نے مکہ سے احد تک چڑھائی کی تھی۔

ؓ فضلہ صحابہ میں سے نبی ﷺ نے ان کو اپنی غیر حاضری میں امیر مدینہ بنا لیا تھا۔ ایام ہجرت میں سے آگے رہے۔ 41ھ میں بہ عمر 77 سال مدینہ میں وفات پائی۔ 10 پر 6 دفر اول اوتھی۔

20	غزوہ عمراء الاسد 7 شوال 3ھ	نبی کریم ﷺ 540	2970 ایسٹیان	2 بوعزہ د معاذ بن بن صفیرہ	دشمن کو مرعوب کیا گیا۔ جنگ احد سے اگلے دن دشمن کے کیمپ تک صرف اس لیے مظاہرہ کیا گیا تھا کہ دشمن مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر پھر حملہ نہ کر دیں۔ 12 سیر ہوئے اور شاعر بوعزہ قتل ہوا کیونکہ بدر میں اس نے عہد دیا تھا کہ آئندہ شریک جنگ نہ ہوگا۔ برخلاف اس کے اس نے اس دفعہ دیگر قبائل کو بھی مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔
21	سریہ قطن یا سریہ ابوسلمہ مخزومی محرم 4ھ	150 ابوسلمہ مخزومی	طلحہ و سلمہ	مسلمانوں کے مظاہرہ سے مدینہ پر ڈکیتی نہ کر سکے۔ یہ مشہور ڈکیت اور ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ مدینہ پر ڈکیتی ڈالنا چاہتے تھے۔ جب مسلمان مظاہرہ کرتے ہوئے قطن تک جو ان کا ماویٰ تھا پہنچ گئے تو گروہ منتشر ہو گیا۔	
22	سریہ عبداللہ بن انیس الجعفی الانصاری 5 محرم 4ھ	1 عبداللہ بن انیس الجعفی الانصاری ؓ	1 سفیان ہمدانی	1 عبداللہ نے سنا تھا کہ سفیان پر عرت پر مسلمانوں کے خلاف جمعیت فراہم کی ہے۔ عبداللہ وہاں پہنچا اور سفیان کو مار ڈالا۔	

ؓ جزو انصاری عقی بدری ہیں۔ جملہ مشاہد میں حاضر رکاب نبوی ﷺ تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو 23 ویں شب ایذہ القدر بتائی۔ 54ھ میں وفات پائی۔

23	سریہ رجب صفر 4ھ	عاصم بن ثابت یا مرشد بن ابی مرشد الغنوی	10	100	قبیلہ فضل وقارہ	10	10	10	واعظین اسلام کو شہید کیا گیا۔	مساءہ سلام زن طلحہ نے اشتہار دیا تھا کہ جو عاصم کو مارے اسے 100 شتر انعام دے گی۔ اس قبیلہ کے لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے۔ دن واعظین اسلام کو ساتھ لے گئے۔ آٹھ گوارا میں تیروں کا نشانہ بنایا۔ دو کواہل مکہ نے خرید کر سولی پر چڑھایا۔ چالیس دن نعشیں سولی پر رہیں۔ کتب سیر میں ان کی تعداد 6 ہے۔ صحیح بخاری میں 10 ہے۔
24	سریہ بیڑ معونہ یا سریہ طرد صفر 4ھ	منذر بن عمرو عامر بن مالک	70	1	ایک بڑی جماعت عامر بن مالک	69	69	1	69 عالم دین شہید اور شکار ظلم ہوئے۔	عامر خدمت نبوی ﷺ میں آیا اور کہا کہ میرا ملک اسلام کے لیے آمادہ ہے کچھ واعظ ساتھ بھیج دیے جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے 70 عالم ساتھ کر دیے۔ جب وہ ان کے علاقہ میں پہنچے تو قہاگل رغل وڈ کو ان بنو سلمہ نے حملہ کیا۔ صرف عمرو بن امیہ الضمری بچ کر آئے۔

25	سر یہ عمرو بن امیہ الضمری ربیع الاول 4ھ	1 عمرو بن امیہ	2 از قبیلہ بنو کلاب	2	چونکہ عمرو نے غلطی سے یہ دو شخص دوست دار قبیلہ کے قتل کر دیے تھے اس لیے آنحضرت ﷺ نے دونوں کا خون بہا دیا۔	عمرو بن امیہ جو 70 علماء سے بیچ کر مدینہ آ رہے تھے (دیکھو 24 نمبر) انہوں نے دو شخصوں کو سوائے پاپا اور غلطی سے انہیں قاتلوں کی جماعت سے سمجھ کر قتل کر ڈالا۔
26	غزوہ بنو نضیر ربیع الاول 4ھ	نبی کریم ﷺ	قبیلہ بنو نضیر		یہ وجہ جرم بغاوت و اقدام قتل آنحضرت ﷺ مدینہ سے نکال دیے گئے۔	بنو نضیر یہودی مدینہ کے اندر آباد تھے اور مسلمانوں کے ساتھ بد عہدی کے جرم کی سزا میں جلا وطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے۔ غزوہ خیبر بھی ان ہی کی شرطوں کی وجہ سے ہوا تھا۔
27	غزوہ بدر الاخری ذی قعدہ 4ھ	1500 سوار نبی کریم ﷺ کل=1510	2000 سوار ابوسفیان اموی کل=2050		مقابلہ نہیں ہوا تھا۔	ابوسفیان مکہ سے لنگر لے کر طبران یا عسقلان تک آیا۔ نبی ﷺ بھی خبر پا کر مقابلہ کے لیے نکلے۔ وہ راستہ سے لوٹ گیا تو نبی ﷺ بھی واپس تشریف لے آئے۔
28	غزوہ دومة الجندل ربیع الاول 5ھ	1000 نبی کریم ﷺ	باشندگان دومة		مقابلہ نہیں ہوا تھا، راہ ہی سے لوٹ آئے۔	معلوم ہوا تھا کہ دومة الجندل میں جمع کثیر فراہم ہے اور مدینہ پر حملہ کرنے کو تیار ہے۔ آنحضرت ﷺ روانہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ واپس تشریف لے آئے۔ راہ میں عبید بن حصین سے معاہدہ ہوا۔

29	غزوہ بنو مصطلق یا ربیع 3 شعبان 5ھ	نبی کریم ﷺ سید بنو مصطلق	حارث بن ضرار سید بنو مصطلق	1	190	10	دشمن کو شکست ہوئی۔ قیدی سب چھوڑ دیے گئے۔	نبی کریم ﷺ نے سنا تھا کہ حارث نے مسلمانوں سے جنگ کے لیے جمعیت فراہم کی ہے۔ بریدہ اسلمی کو بھیج کر تصدیق کی گئی تب آنحضرت ﷺ اور متوجہ ہوئے۔ بنو مصطلق جنگ پر کھڑے ہوئے باقی منتشر ہو گئے تھے۔
30	غزوہ احزاب یا خندق۔ شوال ذی قعدہ 5ھ	نبی کریم ﷺ	10000 ابوسفیان اموی وغیرہ	6		10	دشمن ناکام واپس ہوا۔	سرداران یہود نے مختلف قبائل اور قریش کو لڑائی کے لیے فراہم کیا۔ مسلمانوں نے مدینہ کے اندر رہ کر خندق کی پناہ میں مدافعت کی۔ ایک ماہ تک دشمنوں نے محاصرہ رکھا۔ پھر پھینکے سے ناکام واپس چلے گئے۔
31	سریہ عبداللہ بن عتیک ذی قعدہ 5ھ	عبداللہ بن عتیک الانصاری الخزرجی ؓ	1 سلام بن ابوالعقیق یہودی خبیر			1	دشمن قتل ہوا۔	جنگ احزاب میں اسی نے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے میں جدوجہد کی تھی۔ اب مکرر جمعیت کا انتظام کر رہا تھا۔ عبداللہ نے اس کو خواب گاہ میں پہنچ کر رات کو قتل کر دیا۔

ؓ احد میں حاضر ہوئے، بیمار میں شہید ہوئے۔ سریہ مذکور میں ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک ساق پر بچھر دیا۔ فوراً اٹھے ہو گئے۔

32	غزوہ بنو قریظہ ذی الحجہ 5ھ	نبی کریم ﷺ	بنو قریظہ	4	200	400	دشمن قید اور قتل ہوا۔	بنو قریظہ یہودی تھے اور مسلمانوں کے ساتھ ہم عہد تھے۔ بغاوت کے جرم میں یہ اسیر کیے گئے۔ انھوں نے چاہا کہ ایک منصف جو مقبول فریقین ہو، ان کا فیصلہ کرے۔ منصف نے ان کا فیصلہ بموجب احکام تورات شریف جس کے وہ قائل تھے کر دیا۔ اس لیے 400 قتل ہوئے۔ یہ تعداد بروایت جابر ترمذی و نسائی و ابن حبان ہے۔
33	سریہ قرظہ محرم 6ھ	30 سوار محمد بن مسلمہ انصاری	20 ثمامہ بن اثال		1		ثمامہ پکڑا گیا۔ نبی ﷺ نے اسے رہا کر دیا۔ وہ بعد رہائی مسلمان ہو گیا۔	محمد بن مسلمہ نے ثمامہ کو بجانب مدینہ آتے دیکھا اور راستہ گھیر کے گرفتار کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے رہا فرما دیا۔ اخلاق محمدی اور تعلیم نبوی ﷺ کو کچھ کر مسلمان ہو گیا۔
34	غزوہ بنی امیہ ربیع الاول 6ھ	200 سوار سرور کائنات ﷺ	بنو طیآن شاخ ہذیل				دشمن خبر پا کر منتشر ہو گیا۔ مقابلہ نہیں ہوا۔	اہل رجب جنہوں نے 10 علماء اسلام کو بے وجہ قتل کیا تھا (دیکھو نمبر 22) ان کی سزا کے لیے یہ حملہ کیا گیا تھا۔
35	غزوہ قردہ یا قاہہ ربیع الاول 6ھ	500 سرور کائنات ﷺ مع سلمہ بن اکوع	سواران بنو غطفان زیر سرداری عیبہ فزازی	ایک عورت	3	1	ڈکیتوں نے اونٹوں کو لوٹا تھا۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے اپنے سب مویشی چھڑا لیے۔	یہ ڈکیتوں کا گروہ نبی ﷺ کے اونٹوں کو لوٹ کر لے گیا تھا۔ ذر بن ابوزر کو قتل کر کے لیللی زہرہ ابوزر کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ صحابہ نے تعاقب کیا، نبی ﷺ بھی شامل ہو گئے تھے

36	سریہ عکاش بن محسن یا سریہ عمر مرزوق ربیع الآخر 6ھ	عکاش بن محسن الاسدی ⁽¹⁾	40	بنو اسد					دشمن منتشر ہو گیا، مقابلہ نہیں ہوا۔ بنو اسد نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اس کے دو سو (200) شتر گرفتار جمعیت فراہم کی۔ 40 شخصوں کا یہ غلایہ ہوئے۔ گیا تھا۔
37	سریہ ذی القصد ربیع الآخر 6ھ	محمد بن مسلمہ	10	بنو ثعلبہ	100	1	9		9 عالمان شہید اور محمد بن مسلمہ زخمی ہوئے۔ 10 عالمان دین ہدایت کے لیے گئے تھے۔ وہ سوتے پڑے تھے کہ بنو ثعلبہ دشمن قبیلہ نے حملہ کر دیا۔ ذی القصد مقام کا نام تھا۔
38	سریہ بنو ثعلبہ ربیع الآخر 6ھ	ابو عبیدہ ابن جراح	40	بنو ثعلبہ			1		دشمن بھاگ گیا۔ جس کے گلے سڑے اسباب پر مسلمانوں نے قبضہ کیا۔
39	سریہ جموم ربیع الآخر 6ھ	زید بن حارثہ		بنو سلیم			10		چند اشخاص گرفتار کیے گئے۔ آحضرت ⁽²⁾ نے سب کو چھوڑ کے خلاف کر دی۔ دیا تھا جن میں بجز عورت کا شوہر بھی تھا۔ انداز لکھی گئی ہے۔
40	سریہ طرف یا طرق جمادی الآخر 6ھ	زید بن حارثہ	15	بنو ثعلبہ					دشمن بھاگ گیا۔ 20 شتر گرفتار کر لائے۔ جرمان ذی القصد (دیکھو 37 نمبر) کی سزا دی گئی تھی۔

(1) فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ 42 سال کی عمر میں خلافت صدیق مرتدین کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ بدر احد و بدر مشاہد میں شہرہ رکاب انہوی ⁽²⁾ تھے۔ نبی ⁽³⁾ نے بشارت دی تھی کہ باحساب جنت میں داخل ہوں گے۔

41	سریہ وادی القرئی رجب 6ھ	12	ساکنان وادی القرئی	1	زخمی	9	9 مسلمان شہید اور 1 زخمی ہوا۔ حضرت زید بن حنیف بطور گشت گئے تھے لوگوں نے حملہ کر دیا۔
42	سریہ دومہ الجندل شعبان 6ھ		عبدالرحمن بن عوف القرقی الزہری <small>ؓ</small>				وعدہ میں نمایاں کامیابی ہوئی۔ اصح بن عمرو کلبی سردار قبیلہ مسلمان ہوا اور علاقہ میں بھی اسلام پھیلا۔ یہ پہلے عیسائی تھے۔
43	سریہ فدک شعبان 6ھ	200	ہوسعد بن بکر علی مرتضیٰ <small>ؓ</small>				دشمن بھاگ گیا۔ 100 شتر 2000 ہزار بکریاں مال غنیمت ملا مدینے سے خارج ہو کر خیبر جاتے تھے لڑائی کے لیے آمادہ کرتا ہے اور خود امداد دینے کا وعدہ کر چکا تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ <small>ؓ</small> نے مظاہرہ کیا تھا۔
44	سریہ ام قرفہ رمضان 6ھ		ابوبکر صدیق <small>ؓ</small> قوام فرارہ زید سرداری ام قرفہ			2	دشمن کو شکست ہوئی۔ بنو فرارہ نے ام قرفہ کی تحریک سے زید بن حارثہ کے تاجرانہ قافلہ کو لوٹا تھا۔ اس ڈکیتی کی وجہ سے ان کو گرفتار کیا گیا۔ ام قرفہ اور اس کی دختر بھی گرفتار ہوئی تھی۔ باقی سب بھاگ گئے تھے۔ (صحیح مسلم)

ؓ کیے از عشرہ مبشرہ، کیے از ستہ (6)، جن کو کاروقی ؓ نے خلافت کا اہل بنا پایا۔ بڑے تاجروں اور زمینداروں بڑے مالداروں، زاہد، امین فی الارض و امین فی السماء۔ اہمات المؤمنین کی خدمت مالی سب سے زیادہ کرنے والے ایک اہل
میں 21 رقم کھائے۔ نبی ؐ نے ایک سفر میں ایک نماز ان کے پیچھے پڑھی تھی۔ ان کے ترکہ کا 3/8 بیوی کو 83 ہزار نقد ملا تھا۔ 31ھ میں پھر 72 سال وفات پائی۔

45	سریہ عبداللہ بن رواحہ شوال 6ھ	عبداللہ بن رواحہ	30	30	1	فریقین کی غلط فہمی سے لڑائی ہوئی۔ سب یہودی مارے گئے۔ جس کو بطور سردار یہود آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ وہ 30 یہودیوں کے ساتھ چل پڑا۔ رات میں ایک دوسرے سے بدگمانی ہو کر حملہ ہو گیا۔
46	نزدہ مرتضیٰ شوال 6ھ	200 سوار کرز بن جابر المہری (۱)	8	پندرہ کس از عکمل دعینہ		یہ لوگ مسلمان چہا ہے کو قتل کر کے اونٹ لوٹ کر لے گئے تھے۔ پھر پکڑے گئے اور قتل ہوئے
47	سریہ عمرو بن امیہ شوال 6ھ	1 عمرو بن امیہ				عمرو بن امیہ مکہ سے اس لیے آیا تھا کہ نبی ﷺ کو قتل کرے لیکن تعلیم اور علق محمدی دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور پھر مکہ جا کر تبلیغ اسلام کرتا رہا۔ مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اسے فرمایا کہ ابوسفیان کو ہلاک کر دے مگر کتب اسلام میں کوئی ایسی روایت نہیں پائی جاتی۔

(۱) ان کا نسب نبی ﷺ کے ساتھ لہر (۱) کے سلسلہ نمبر ۱۱۱ (۱) میں شامل ہو جاتا ہے۔ نزدہ عثمان نمبر 6 کے وقت سردار کفار تھے۔ پھر اخیار اور ارشد میں شامل ہوئے۔ فتح مکہ کے دن شہید ہوئے۔

48	غزوہ حدیبیہ ذی قعدہ ۵۶ھ	1400 نبی کریم ﷺ	اہل مکہ سہیل بن عمرو قریش				دس سال کے لیے قریش کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ نبی ﷺ واپس تشریف لائے۔ مکہ سے سات کوس ہے آگے نہ بڑھنے دیا۔ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔
49	غزوہ خیبر محرم ۵۷ھ	1400 رجال 20 زنانہ تیاروار نبی کریم ﷺ کل=1420	10000 یہودی خیبر کنانہ بن ایوب الحقیق	50 ذی 18	93	فتح مبین حاصل ہوئی تھی۔ اصد و انزاب میں یہودی حملہ کر چکے تھے۔ علاوہ ازیں اکثر قبائل کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کیا کرتے۔ اب پھر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری میں تھے کہ نبی ﷺ نے خیبر پہنچ کر ان کے مفسدانہ ارادوں کا سدباب کر دیا۔	
50	غزوہ وادی القرئی محرم ۵۷ھ	1382 نبی کریم ﷺ	یہودان ساکنان وادی القرئی		1	11	خفیف مقابلہ کے بعد دشمن کو شکست ہوئی۔ یہودیوں کو ان کی اراضی وغیرہ پر قابض رکھا گیا۔ وادی القرئی میں یہودی آباد تھے۔ خیبر کی واپسی کے وقت جب یہاں قیام ہوا تو یہاں کے یہودیوں نے جنگ کی ابتدا کی۔ تہا کے باشندوں نے یہاں آ کر خود صلح کی
51	غزوہ ذات الرقاع محرم ۵۷ھ	400 نبی کریم ﷺ	بنو غطفان، بنو مبارب، بنو ثعلبہ بنو انمار				بنو غطفان نے بنو مبارب، بنو ثعلبہ، بنو انمار کو اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا اور مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ مسلمانوں نے ان کی سرحد پر جا کر مظاہرہ کیا تو سب منتشر ہو گئے۔ دشمن منتشر ہو گیا۔

52	سریہ عینیں صفحہ 7۵	72 ابو جندل و ابوبصیر [۱]	تھا قریش			9	اول دشمن کا اسباب لوٹ لیا۔ پھر حکم نبوی ﷺ کے صادر ہونے پر سب کچھ واپس کر دیا۔	ابو جندل مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اسے قریش نے قید کر دیا۔ اس نے جیل خانہ ہی میں تبدیل اسلام کر کے کافی تعداد کو مسلمان کر لیا۔ پھر بھاگ گیا۔ مکہ اور شام کی راہ پر ایک پہاڑ پر جا ٹھہرا۔ اب قریش کا جو فریق جنگ تھا قافلہ لوٹ لیا۔ حضور ﷺ نے اسباب واپس دلا دیا۔ ابو جندل کو مدینہ بلا لیا۔	
53	سریہ کدید صفحہ 7۵	60 عالم بن عبداللہ لیلی	بنو لویح	1			خفیف لڑائی ہوئی۔	بنو لویح نے اصحاب بشیر بن سوید کو قتل کر دیا تھا۔ ان کی تمغیہ کے لیے یہ سریہ بھیجا گیا۔	
54	سریہ فدک صفحہ 7۵	عالم بن عبداللہ لیلی	اہل فدک				کچھ دشمن لوگ مارے گئے۔		
55	سریہ حسی جمادی الآخرہ 7۵	500 زید بن حارثہ	102 ہبید بن عوف جزری			100	2	مسلمانوں کو فتح ہوئی، ہبید اور اس کا فرزند مارا گیا۔ باقی کو بعد توبہ چھوڑ دیا گیا۔	وجہ کلیہ ﷺ آنحضرت ﷺ کی جانب سے سفیر بن کر ہرقل قیصر کے پاس گئے۔ اب واپس آ رہے تھے قیصر کے تھا کف بھی ان کے پاس تھے۔ ہبید نے ان کو لوٹ لیا۔ ان ڈکیتوں کی گرفتاری کے لیے حضرت زید ﷺ بھیجے گئے۔

[۱] ابو جندل کا نسب نبی ﷺ کے ساتھ نبوی بن غالب (دیکھو نسب نبوی نمبر 9) میں شامل ہے۔ خلافت فاروق رضی اللہ عنہ میں شام کو غزوات کرتے ہوئے انتقال کیا۔ ان کے بھائی عبداللہ بن کلیل رضی اللہ عنہ بدری ہیں۔

56	سریہ تریہ	30	اہل تریہ	دشمن منتشر ہو گیا۔	تریہ مکہ سے دو منزل پر ہے۔ یہاں کے لوگ بنو عطفان (نمبر 51) کے ساتھ شامل تھے۔ ان کی سرحد پر مظاہرہ کیا گیا۔
57	سریہ بنو کلاب	ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	بنو کلاب	فتح ہوئی، دشمن بھاگ گیا۔ دشمن کچھ مرے، کچھ قید ہوئے۔	یہ لوگ بنو محارب بنو انمار وغیرہ کے ساتھی اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرتے تھے۔
58	سریہ مہجہ رمضان 7ھ	غالب بن عبداللہ لمی بنی	اہل مہجہ	خفیہ لڑائی ہوئی۔	یہ لوگ اہل خیبر کے اتحادی تھے۔
59	سریہ خریہ رمضان 7ھ	اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ [1]	اہل خریہ		حضرت اسامہ مع ہمراہ بیان چلے آتے تھے راہ میں ایک شخص پہاڑ سے نیچے اترتا ہوا سیدھا ان کی طرف آیا۔ اسامہ نے باوجود اس کے کلمہ شہادت پڑھنے کے تلوار سے مار دیا۔ پس ایک مسلمان مارا گیا۔
60	سریہ بنی مرہ شوال 7ھ	30	بنی مرہ قریب فدک بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ	خفیہ لڑائی ہوئی	یہ لوگ اہل خیبر کے اتحادی تھے۔

[1] اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بہت پیارے تھے۔ ان کی والدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا ہیں جن کو حضور ﷺ اہی بعدای فرماتے۔ ان کے والد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جن پر آپ ﷺ کی شفقت کو دیکھ کر لوگ ان کو زید بن محمد کہنے لگے۔ 54ھ میں وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر 18 یا 20 برس تھی۔

61	سریہ شیرین سعد انصاری شوال 7ھ	30 پیادہ شیر بن سعد بن ثعلبہ انصاری الغزرتی <small>رضی اللہ عنہ</small>	اہل فزارہ و عذرہ	30	2	سب مسلمان تیروں سے زخمی ہوئے۔ دشمن کے دو کس گرفتار ہوئے۔	فزارہ و عذرہ نے جنگ خیبر میں یہودیوں کو مدد دی تھی۔ ان کی حنییہ کے لیے یہ سریہ بھیجا گیا تھا۔ صرف مظاہرہ مقصود تھا۔
62	سریہ ابن ابی العوجا ذی الحجہ 7ھ	50 پیادہ ابن ابی العوجا <small>رضی اللہ عنہ</small>	بنو سلیم	1	49	ابن ابی العوجا زخمی ہوئے باقی سب شہید ہوئے۔	دشمن کی سرحد پر مظاہرہ کیا کیونکہ یہ مدینہ پر حملہ کی تیاری کرتے تھے۔
63	سریہ ذات طح ربیع الاول 8ھ	15 کعب بن عمیر الانصاری الغزرتی <small>رضی اللہ عنہ</small>	ساکنان ذات طح بنو قضاہ	14		سب مسلمان شہید ہوئے۔ ایک صحابی جانبر ہوئے۔	یہاں کے لوگ تعداد کثیر میں فراہم ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے۔ ان کو مرعوب کرنے کے لیے ایک دستہ بھیجا گیا۔ دشمن بہت بڑی تعداد میں تھا۔ سب مسلمان شہید ہوئے۔
64	سریہ ذات عرق ربیع الاول 8ھ	25 شجاع بن وہب اسدی <small>رضی اللہ عنہ</small>	بنو ہوازن مقبم ذات عرق			لڑائی نہ ہوئی۔ دشمن کے کچھ اونٹ ملے۔	بنو ہوازن چند بار دشمنوں کو مدد دے چکے تھے۔ اب انہوں نے مدینہ سے پانچ منزل پر پھر فراہمی لشکر کا کام شروع کر دیا تھا اور بہت لوگ جمع ہو گئے تھے۔ اس لیے اس ان کو مرعوب کرنے کے لیے مظاہرہ کیا۔

- ① حنی بدری سب سے اول بیت صدیقی میں داخل ہوئے عین اتر پر شہید ہوئے۔ ② اصحاب بزرگ میں سے ہیں۔
③ حبشہ و مدینہ کی ہجرت اور حملہ مشاہدہ میں حاضر ہوئے۔ حارث غسانی اور جلیہ غسانی کے پاس سفیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بن کر گئے تھے۔ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

65	سریہ موت جمادی الاول 8ھ	3000	10,000	12	تعداد معلوم نہیں ہوئی	مسلمانوں کو فتح ہوئی۔	آنحضرت ﷺ کے سفیر حارث بن عمر ازدی کو شریلی نے قتل کر دیا تھا۔ اس لیے جنگ ہوئی۔ اگرچہ مسلمانوں کی فوج میں بھی نقصان ہوئے مگر تین ہزار (3000) نے ایک لاکھ کو شکست دی۔
66	سریہ اٹ السلاسل جمادی الآخر 8ھ	500	بنو قنقہہ السلاسل			مسلمانوں کے مظاہرہ سے دشمن منتشر ہو گیا۔	بنو قنقہہ بنو اقلین مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ عمرو بن العاص کی سرداری میں اس مہم کی یہ پہلے خاص بھی تھی کہ ان کی دادی اس قوم کی تھی اور یہ اس علاقہ سے خوب واقف تھے۔
67	سریہ سیف البحر رجب 8ھ	300	قریش ابوعبیدہ بن الجراح			سمندر کے کنارے چند روز ٹھہر کر واپس آ گئے۔	اس سریہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ قریش کی توجہ منتشر ہو جائے۔
68	سریہ حارث شعبان 8ھ	15	بنو غطفان خضروہ واقع نجد الانصاری			دشمن خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا۔ کچھ مویشی ہاتھ آئے۔	بنو غطفان جو چند بار پیشتر حملہ آور ہو چکے تھے۔ اب پھر مقام خضروہ پر جمع ہو رہے تھے۔ پندرہ کس کا ایک دستہ خبر کے لیے بھیجا گیا۔

① صفر 8ھ مسلمان ہوئے۔ نبی ﷺ نے ان کو والی عمان بنا دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے والی فلسطین بنایا۔ پھر مصر فتح کیا۔ واقعہ حکیم اور مسین کے متعلق ان کے بڑے بڑے واقعات ہیں۔

② کانس رسول خطاب ہے۔ مشاہدہ نبوی ﷺ اور مشاہدہ مرتضوی رضی اللہ عنہ میں شامل رہے۔ 40ھ کو وفد میں وفات پائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ سات (7) گھنٹوں سے پڑھائی۔

69	غزوہ فتح مکہ رمضان 8ھ	10000 نبی کریم ﷺ	قریش مکہ	2	12	صح ہوئی۔ علماء میں اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہوا ہے یا داخلہ صلح سے تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ لشکر مکہ کو جائے اور جب تک کوئی مسلح دستہ مزاحم نہ ہو ہتھیار کا استعمال نہ کیا جائے۔ لشکر شہر میں مختلف راستوں سے داخل ہوا۔ صرف ایک دستہ فوج کی مزاحمت ہوئی۔ نبی ﷺ نے قبضہ شہر کے بعد سب کو عام معافی دی۔
70	سریہ خالد بن ولید رمضان 8ھ	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	بت خانہ عزنی			عزنی قبیلہ بنو کنانہ کا بت تھا۔ اسے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے توڑ دیا تھا۔
71	سریہ عمرو بن العاص رمضان 8ھ	عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	بت خانہ سواع			سواع قبیلہ بنو ہذیل کا بت تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے توڑا تھا۔
72	سریہ سعد اشجلی رمضان 8ھ	سعد بن زید اشجلی الانصاری رضی اللہ عنہ	بت خانہ منات			منات قبیلہ اوس و خزرج کا بت تھا۔ سعد اشجلی نے توڑا تھا۔
73	سریہ خالد بن ولید شوال 8ھ	350 خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	بنو خزیمہ		95	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے گئے تھے۔ بنو خزیمہ پہلے ہی سے اسلام لا چکے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی پابت شک ہوا ان کے آدمی قتل کیے گئے۔ بنو خزیمہ کے جو پہلے ہی سے اسلام لا چکے تھے۔ 95 کس قتل کیے گئے۔ نبی ﷺ اس قتل سے ناخوش ہوئے۔ اور مقتولین کا خون بہاوا کیا۔

عقبہ بدری ہیں۔ جملہ مشاہد نبوی ﷺ میں ملتزم رکاب رہے۔

74	غزوہ تبوک یا ادواس یا ہوازن۔ شوال 8ھ	12000 نبی کریم ﷺ	ہوازن، بنو قریظہ، بنو سحر، بنو عامر وغیرہ	6	6000	71	فتح ہوئی۔	سب قیدی آنحضرت ﷺ نے بلا معاوضہ چھوڑ دیے تھے۔ قیدیوں کو پٹے بھی عطا فرمائے تھے۔
75	غزوہ طائف۔ شوال 8ھ	12000 نبی کریم ﷺ	بنو قریظہ	13	جمع کثیر	ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد نبی کریم ﷺ چلے۔	محاصرہ اٹھالینے کے بعد لوگ از خود حاضر ہو کر اسلام لائے۔	
76	سریہ عینہ بن حصین۔ محرم 9ھ	50 سوار عینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر انوار بن مثنیٰ ①	قبیلہ خزیم	62	عام بغاوت کا انسداد ہو گیا۔	اس قبیلہ نے ماتحت قبائل کو بہکایا اور ادائے خراج سے منع کیا۔ پھر عینہ کے جانے سے بھاگ گئے۔ 11 مرد 21 عورتیں، 30 بچے قید کر لائے۔ جب ان کے سردار عینہ میں حاضر ہوئے نبی کریم ﷺ نے سب قیدیوں کو چھوڑ دیا۔		
77	سریہ قطبہ بن عامر۔ صفر 9ھ	20 قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ	قبیلہ خزیم	نصف سے زیادہ	اکثر	مقتدر ہو گئے۔	مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ کچھ لوگوں کو حضرت قطبہ رضی اللہ عنہ اسیر کر لائے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا۔	
78	سریہ ضحاک بن سفیان کلابی۔ ربیع الاول 9ھ	ضحاک رضی اللہ عنہ	قبیلہ بنو کلاب				مسلمان بنو کلاب کی تعلیم کے لیے بھیجے گئے۔ کفار نے مزاحمت کی۔ مقابلہ ہوا اہل سریہ کی تعداد کسی کتاب میں نہیں ملی۔ معدودے چند ہوں گے۔	

① بنو خزیمہ کا سردار نبی کریم ﷺ نے اسے اسلحہ بتایا تھا۔ جنک جنگ جو نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اس کی بیوی بہت خوبصورت ہے۔ غصتا ہو تو اس سے نکاح فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے ہنس کر نال دیا۔

79	سریہ عبداللہ بن حذافہ ربیع الاول 9ھ	300 عبداللہ بن حذافہ قرشی السہمی رضی اللہ عنہما [1]	جھشی لوگ بحری ذکیت				دشمن منتشر ہو گیا۔ بحری ذکیت تھے۔ ساحل جدہ پر جمع ہو گئے تھے اور مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری کرتے تھے۔ اس سریہ کے جانے سے منتشر ہو گئے۔
80	سریہ بوٹے 9ھ	150 علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	بوٹے	مساة نانہ دختر حاتم مع دیگر مردم			نبی ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا اور دختر حاتم کو ہاکرام رخصت فرمایا۔
81	غزوہ جہوک رجب 9ھ	30000 نبی کریم ﷺ	قیصر ہرقل				سرحد پر مظاہرہ کرنے اور دشمنوں کو مرعوب کرنے کے بعد واپس تشریف لائے۔ پہاگا تھا کہ قیصر ہرقل مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ جنگ موتہ (نمبر 65) کا داغ دھویا جائے۔ آنحضرت ﷺ سرحد پر تشریف لے گئے۔ اس سے دشمن پر رعب چھا گیا اور جنگ کا عزم ترک کر دیا۔
82	سریہ دومتہ الجندل خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	420	آکیدروالی دومتہ الجندل				آکیدروالی دومتہ الجندل قید اور اس کا بھائی قتل ہوا۔ آکیدروالی کو نبی ﷺ نے پھر بحال کر دیا۔ دیگر عیسائی حکومتوں کے ساتھ معاہدات کر لے گئے

[1] نبی ﷺ کے سفیر بھابھ کسریٰ۔ مہاجرین اوسین سے ہیں۔ ہجرت حبشہ کی۔ طبیعت میں مذاق بہت تھا۔ بعد خلافت فاروق رضی اللہ عنہ عیسائیوں کے ہاتھ میں قید ہو گئے تھے۔ ہرقل نے عیسائی بنانے کی بہت کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا۔ مصر میں وفات پائی۔

جدول واقعات عظیمہ متعلق سیرت نبویہ ﷺ

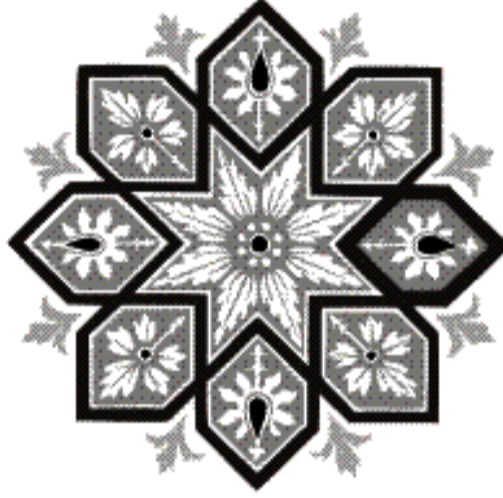
نمبر شمار	واقعات	یوم	سن قمری اسلامی						سن شمسی عیسوی		
			تاریخ	ماہ	قمری ولادت	سن نبوت	سن ہجرت	تاریخ	ماہ	سال	
1	ولادت باسعادت	دوشنبہ	9	ربیع الاول	1		//		20/22	اپریل	571
2	بعثت نبوت	//	9	ربیع الاول	41	1	//		9/12	2	610
3	نماز فجر عصر کا مسلمانوں پر فرض ہونا	//	9	ربیع الاول	41	1	//		//	//	//
4	آغاز نزول قرآن مجید	شب جمعہ	17	رمضان	41	1	//		14/17	8	610
5	ہجرت صحابہ بکک حبش	//	17	رجب	45	5	//		//	4	614
6	نبی ﷺ کا محصور ہونا	سرخنبہ	کیم	محرم	47	7	//		30/3	9/10	615
7	سفر طائف	//	//	جمادی الثانی	50	10	//		//	2	619
8	معراج و فرضیت نماز فجر	دوشنبہ	27	رجب	50	10	//		شب 19/22	مارچ	619
9	ابتدائے ایمان اہل مدینہ	دوشنبہ	27	ذی الحجہ	50	10	//		شب 19/22	7	619
10	بیعت عقبہ اولیٰ	//	//	ذی الحجہ	52	12	//		//	7	621
11	بیعت عقبہ ثانیہ	//	//	ذی الحجہ	52	12	//		//	6	622

451

641	622	9	شب 10/13	1	14	54	صفر	27	شب جمعہ	ہجرت از مکہ و داخلہ مکار	12
641	622	6	20/23	1	14	54	ربیع الاول	8	دوشنبہ	داخلہ قبا	13
641	622	10	4/7	1	14	54	ربیع الاول	22	جمعہ و شنبہ	داخلہ مدینہ طیبہ	14
641	622	10	//	1	14	54	ربیع الاول	//	دوشنبہ	بنیاد مسجد نبوی ﷺ	15
641	622	10	//	1	14	54	ربیع الثانی	//	//	ظہر و عصر و عشاء کی نمازوں میں اضافہ	16
642	624	2	11/14	2	15	55	شعبان	15	شنبہ	تحويل قبلہ	17
642	624	2	26/29	2	5	55	رمضان	کیم	کیم شنبہ	فرضیت کے بعد رمضان کا پہلا روزہ	18
642	624	2	//	2	15	55	//	//	//	فرضیت زکوٰۃ	19
642	624	2	//	2	15	55	//	//	//	فرضیت جہاد	20
643	624	3	13/16	2	15	55	رمضان	17	سرخنبہ	جنگ بدر کا دن	21
643	625	//	//	3	16	56	//	//	//	تحريم خمر	22
644	626	4	4/7	4	17	57	ذی القعدہ	کیم	جمعہ	حکم حجاب نساء	23
647	628	5	11/14	7	20	60	محرم	کیم	چار شنبہ	تبلیغ اسلام بسلاطین عظام	24
648	630	1	11/14	8	21	61	رمضان	20	پنج شنبہ	فتح اکھین مکہ	25
649	631	1	//	9	22	63	//	//	//	فرضیت حج	26
649	631	3	18/21	9	22	62	ذی الحج	9	دوشنبہ	اولین حج اسلام جو امامت صدیق اکبر ہوا	27

452

650	632	3	2/9	10	23	63	ذی الحج	9	جمعہ	حج الوداع نبی ﷺ	28
651	632	5	25/28	11	24	64	حضر	29	دوشنبہ	ابتداءے مرض نبوی	29
651	632	6	8/11	11	24	64	ربیع الاول	13	چاشت دوشنبہ	وفات پر آیات	30
651	632	6	9/12	11	24	64	ربیع الاول	14	شب چهارشنبہ 23 گھنٹے بعد از وقت	تدفین پیکر اطہر	31



قارئین چشم بصیرت سے ملاحظہ فرمائیں کہ اس نقشہ میں:

اول: سیف البحر نمبر 1، رابع نمبر 2، نخلہ نمبر 8 بھی درج ہیں، حالانکہ یہ دستے محض گرداوری تھے، جو ان راستوں پر بھیجے گئے تھے۔ جو مکہ سے مدینہ کو آتے ہیں۔ اس لیے قریش جیسا خونخوار کینہ تو دشمن مسلمانوں کو بے خبری ہی میں آ کر نہ دبا لے۔

محض سفر

دوم: اسی نقشہ میں غزوہ ودان نمبر 4، غزوہ یواط نمبر 5، غزوہ ذوالعشیرہ نمبر 7 درج ہیں۔ حالانکہ یہ محض سفر تھے۔ ان کا مقصد وعظ و ہدایت فرمانا بھی تھا۔ اور قبائل سے معاہدات کر لینا بھی تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف ان کے دشمن قریش سے اتحاد نہ کر لیں۔

تبلیغ

اسی فہرست میں سریہ دومۃ الجندل نمبر 42 بھی ہے، حالانکہ یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ایک سفر تھا، جو عیسائی آبادی کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا تھا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ خاص دومۃ الجندل ہی میں جا کر اترے تھے اور تین روز برابر وعظ و پند ہی فرماتے رہے تھے اور اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کا سردار مسلمان ہو گیا تھا۔

اشتباہ

اس نقشہ میں سریہ قرظہ نمبر 33 بھی شامل ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ کو چند شخص ملے، انہوں نے دشمن سمجھ کر ان کے سردار کو پکڑ لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہوں سے (ثمامہ بن اثمال) کو چھوڑ دیا اور وہ خلق محمدی پر فریفتہ ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اس فہرست میں ایسے واقعات بھی درج ہیں جنہیں قانونی اصطلاح میں صرف قتل 302 تعزیرات ہند یا ڈکیتی 395 یا قتل مع ڈکیتی 396 کہا جاتا ہے۔ اس ضمن میں وہ واقعات بھی ہیں کہ

① مسلمانوں کے خلاف کسی حرکت کا ارتکاب ہوا۔

مثلاً کرز بن جابر مدینہ سے مسلمانوں کے مویشی لوٹ کر لے گیا۔ مسلمانوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے تعاقب کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہو گئے۔ نقشہ میں اسی کا نام غزوہ سفوان نمبر 6 ہے۔ ذرا غور کرنا چاہیے کہ ایسے واقعہ کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ غزوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے خلاف اسلام قبول کرانے کے لیے تھا؟

مثلاً عمرو بن امیہ یک و تہا مکہ سے مدینہ اس لیے آیا تھا کہ داؤد یا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالے۔ وہ آیا اور چہرہ انور کی زیارت کرتے اور کلام مبارک کے سنتے ہی مسلمان ہو گیا اور پھر گھر کو چلا گیا۔ اس نقشہ میں اسے سریہ عمرو بن امیہ نمبر 47 درج کیا گیا ہے۔

مثلاً مرض استسقاء کے چند مریض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بہ مقام عربینہ اپنے چرواہوں کے پاس رکھا، وہ اونٹ کا دودھ اور پیشاب پی کر اچھے ہو گئے۔ پھر چرواہوں کو قتل کر کے اونٹ بھی لوٹ کر لے گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور پکڑ لیا۔ قتل مع ڈکیتی کے جرم میں وہ بھی کیفر کردار کو پہنچائے گئے۔ اس نقشہ میں اسے سریہ کرز بن جابر نمبر 46 درج کیا گیا ہے۔

مثلاً بنو غطفان نے غابہ میں ڈکیتی کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر کے اس کی جو رو اور اونٹوں کو لے گئے خبر ہونے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کا تعاقب کیا۔ نقشہ میں اس کا نام غزوہ ذی قروہ یا غزوہ عابہ نمبر 35 درج ہے۔
 مثلاً بنید بن عوص کے ذکیتوں کے گروہ نے حضرت وحیہ کلبیؓ کو لوٹ لیا تھا۔ یہ نبی ﷺ کے سفیر تھے اور ہرقل کے پاس
 سفارت پہنچا کرواپس آ رہے تھے۔ ذکیتوں نے وہ تمام تحائف بھی لوٹ لیے تھے جو ہرقل نے نبی ﷺ کے لیے ارسال کیے تھے۔ ان
 ذکیتوں کی سزا دی کے لیے ایک افسر مقرر کیا گیا۔ اس نقشہ میں اسے سریہ حمی نمبر 55 درج کیا گیا ہے۔
 مثلاً زید بن حارثہؓ کے قافلہ تجارت کو قوم فرازہ نے جو زیر سرداری ام قرفہ تھے لوٹ لیا تھا۔ ان کی گرفتاری کے لیے ایک
 افسر مامور ہوا۔ اس نقشہ میں سریہ ام قرفہ نمبر 44 کے نام سے درج ہے۔
 مثلاً سریہ قطن کی بھی یہی حالت ہے کہ ذکیتی پیشہ گروہ کے منتشر اور مرعوب کرنے کے لیے ایک جمعیت بھیجی گئی تھی اور وہ نقشہ
 میں سریہ نمبر 21 درج ہے۔

② ایسے واقعات بھی موجود ہیں جو مسلمانوں سے غیر مسلموں کے مقابلہ میں ہوئے۔

□ مثلاً عمیر بن عدی نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت عصماء نامی کو جو غالباً ان کی بیوی بھی رہ چکی یا رشتہ کی بہن تھی، قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ
 نمبر 10۔

□ مثلاً سالم بن عمیر نے ایک یہودی کو قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ نمبر 11

□ مثلاً احمد بن مسلمہؓ نے اپنے برادر رضاعی کعب بن اشرف یہودی کو قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ نمبر 16۔

□ مثلاً عبداللہ بن انیسؓ نے سفیان بن خالد ہذلی کو قتل کر ڈالا تھا۔ سریہ نمبر 22۔

□ مثلاً عبداللہ بن عتیکؓ نے سلام بن ابی الحقیق یہودی کو مار ڈالا تھا۔ سریہ 31

یہ سب ایسے واقعات ہیں، جن کا نام جنگ کے نام سے ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ گو ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ مقتولوں کے کشتی و گردن
 زدنی ہونے کی وجہ سے یا قاتلوں کے صرف جوش مذہبی کی وجہ سے ان کا ارتکاب ہوا تھا۔

واعظین اسلام کا قتل

اسی نقشہ کے اندر واقعہ رجیع بھی ہے۔ چند لوگ دس (10) واعظوں کو نبی ﷺ کی اجازت سے اپنے ساتھ لے گئے۔ اپنے
 علاقہ میں لے جا کر آٹھ (8) کو قتل دو (2) کو فروخت کر ڈالا۔ نقشہ میں اس کا نام سریہ رجیع نمبر 23 ہے۔ اس واقعہ کے بعد نبی ﷺ
 ان کے علاقہ تک دو سو (200) سواروں کو لے کر گرداوری کر کے واپس تشریف لے آئے تھے، جس سے مقصود ان سرکشوں کو صرف
 مرعوب کر دینا تھا۔ وہ اس نقشہ میں غزوہ کویان نمبر 34 کے نام سے درج ہے۔

مقام ذی القصد پر بھی ایسا ہی ہوا۔ دس عالمان دین تبلیغ کے لیے نکلے تھے۔ رات کو ایک جگہ سوئے، بنو نعلبہ نے حملہ کر کے ان
 میں سے نو (9) کو شہید کر ڈالا۔ ایک سخت زخمی ہوئے۔ اس نقشہ میں وہ سریہ بنی القصد نمبر 37 درج ہے۔ ان بنو نعلبہ کے مرعوب کرنے کو دو
 سردار بھیجے گئے۔ وہ سریہ نمبر 38 و سریہ نمبر 40 کے نام سے درج ہے۔ علیٰ ہذا ملک نجد کے لیے ستر (70) واعظ بھیجے گئے تھے۔ والی نجد کا
 پچان کی حفاظت کا خود مدار بنا تھا۔ جب وہ اس کے علاقہ میں پہنچے تو حملہ کر کے سب کو شہید کر ڈالا۔ ایک مسلمان سخت زخمی ہو کر جانبر ہو

گیا۔ نقشہ میں اس کا نام سریہ بیر معونہ نمبر 24 ہے۔

❖ بعض واقعات صرف غلط فہمی سے وقوع میں آئے تھے۔

مثلاً اسیر بن رزام یہودی اپنے تئیں (30) آدمیوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں مدینہ کو آ رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اسیر کو اس لیے طلب فرمایا تھا کہ اسے اس کے قبیلہ کا سردار بنایا جائے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی تئیں (30) ہی مسلمان تھے۔ ایک ایک اونٹ پر ایک مسلمان، ایک یہودی سوار تھا۔

اسیر نے چپکے سے عبداللہ کی تلوار پر ہاتھ ڈالا۔ انھوں نے اونٹ سے نیچے کود کر اسیر کے ضرب لگائی، اس نے عبداللہ کو ضرب لگائی۔ سرداروں کو آپس میں لڑتے دیکھ کر ہمراہی بھی لڑ پڑے۔ تئیں (30) مسلمانوں نے تئیں (30) یہودیوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس نقشہ میں یہ سریہ عبداللہ بن رواحہ نمبر 45 کے نام سے درج ہے۔

اس واقعہ میں کوئی شخص یہودیوں کو مقتول اور مسلمانوں کو قاتل سمجھ کر اس کو غلط فہمی پر محمول نہ کرے، لیکن خود مسلمانوں کے اندر باہمی بھی ایسی غلط فہمیاں ہوئی ہیں۔

مثلاً خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنو خزیمہ میں تبلیغ اسلام کرنے گئے تھے۔ وہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ انھوں نے لشکر اسلام کی آمد سنی تو مسلح ہو کر آگے بڑھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے مسلح ہونے کی وجہ سے غلطی میں پڑ گئے۔ بنو خزیمہ سے یہ غلطی ہوئی کہ انھوں نے اَسْلَمْنَا اَسْلَمْنَا کہنے کی بجائے اَصْبَانَا اَصْبَانَا کا لفظ استعمال کیا۔ ان غلطیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کچھ سواروں نے قبیلہ کے کچھ آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس نقشہ میں اس کا نام سریہ خالد نمبر 73 ہے۔

ایسا ہی واقعہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ان کو ایک مسلمان دشمن کے ملک میں ملا۔ اس نے مسلمان ہونے کا اظہار بھی کیا، مگر ان کا شہر رافع نہ ہوا اور قتل کر دیا۔ وہ اس نقشہ میں سریہ خربہ نمبر 59 کے نام سے درج ہے۔

ایسا ہی ایک واقعہ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کا ہے۔ انھوں نے دو شخصوں کو بیر معونہ کے قریب دیکھا اور ان کو 69 مسلمانوں کے قاتلوں میں سے سمجھا اور مار ڈالا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی دیت ادا کی۔ اس نقشہ میں دوسریہ بیر معونہ نمبر 25 کے نام سے درج کیا۔ اس سے بھی عجیب تر سریہ نمبر 70 دوسریہ نمبر 71 دوسریہ نمبر 72 ہیں۔ ان کا خلاصہ تو یہ ہے کہ یہ قبائل مسلمان ہو گئے تھے اور ان ہی کی مرضی کے موافق ان بت خانوں کو گرایا گیا مگر اس نقشہ میں ان کا اندراج سرایا کے نام سے ہے۔

تفصیلات بالا سے ایک تحقیق پسند دوست شخص سمجھ سکے گا کہ عنوان غزوات و سرایا کے تحت میں صرف لڑائیاں ہی درج نہیں کی گئیں بلکہ نبی ﷺ یا مسلمانوں کا ہر قسم کا سفر درج ہے۔ ہم اس نقشہ کے اندر اگر اصلی لڑائیوں کا انتخاب کرنے لگیں تو ان کا شمار بہت کم نکلے گا۔ بدر نمبر 9، احد نمبر 19، غزوہ احزاب نمبر 30، خیبر نمبر 49، فتح مکہ نمبر 69، غزوہ حنین نمبر 74، بے شک لڑائیاں ہیں مگر نقشہ میں ان کی تعداد کو بھی بڑھانے کی سعی کی گئی ہے۔

مثلاً غزوہ حراء الاسد نمبر 20 کو غزوہ احد سے علیحدہ شمار کیا گیا ہے۔ حالانکہ احد پہلے دن کی لڑائی کا نام ہے اور حراء الاسد نمبر 30 دوسرے دن کے تعاقب یا تیس دن کے تعاقب کا۔ پھر اس کا شمار علیحدہ کیوں کر ہو سکتا تھا۔

میں چاہتا ہوں کہ جملہ غزوات و سرایا کو ان کے مناسب عنوانات کے تحت میں درج کروں تاکہ قارئین کتاب میرے مدعا کو بخوبی ذہن نشین فرمائیں۔

- ① تکمیل معاہدات و تبلیغ اسلام و مواعظ کے لیے سفر
غزوہ ودان نمبر 4، غزوہ یواط نمبر 5، غزوہ ذوالعشیرہ نمبر 7، سریہ دومۃ الجندل نمبر 42، غزوہ حدیبیہ نمبر 8۔
 - ② حملہ آوردشمن کے احوال کی دریافت۔
سیف البحر نمبر 1، رابع نمبر 2، ضرار نمبر 3، سریہ نخلہ نمبر 8، سریہ قرودہ نمبر 18، سریہ ابوقنادہ نمبر 68۔
 - ③ گرداوری تاسرحد حملہ آوران جس کا مقصود دشمن کو مرعوب کر کے اس کو حملہ آوری سے روکنا تھا۔ غزوہ قرقرۃ الکدر نمبر 14، سریہ قرقرۃ الکدر نمبر 15، غزوہ ذی امر نمبر 17، بدر اخریٰ نمبر 27، غزوہ دومۃ الجندل نمبر 28، سریہ قرظہ نمبر 33، خزون بنو لحيان نمبر 34، سریہ عمر نمبر 36، سریہ بنو ثعلبہ نمبر 38، سریہ جموم نمبر 39، سریہ طرف نمبر 40، سریہ وادی القرئیٰ نمبر 41، سریہ فدک نمبر 43، غزوہ وادی القرئیٰ نمبر 50، غزوات ذات الرقاع نمبر 51، سریہ عیص نمبر 52، سریہ کدیدا یا سریہ غالب نمبر 53، سریہ غالب نمبر 54، سریہ تہ نمبر 56، سریہ بنو کلاب نمبر 57، سریہ مقعدہ نمبر 58، سریہ بنو مرہ نمبر 60، سریہ بشیر نمبر 61، سریہ ابن ابی العوجا نمبر 62، سریہ کعب بن عمیر نمبر 63، سریہ شجاع بن وہب نمبر 64، سریہ عمرو بن العاص نمبر 66، سریہ ابوعبیدہ نمبر 67، سریہ ابوقنادہ نمبر 68، سریہ عیینہ نمبر 76، سریہ قطیفہ نمبر 77، غزوہ تبوک نمبر 81، سریہ دومۃ الجندل نمبر 82۔
 - ④ سزا دی گروہ ذکیقتی پشتگاہ: سریہ حسنیٰ نمبر 55، سریہ ام قریظہ نمبر 44، سریہ عنینین نمبر 46۔
 - ⑤ تعاقب ذکیقتاں: غزوہ سفوان نمبر 6، سریہ قطن نمبر 21، غزوہ ذی قردہ یا غزوہ غابہ نمبر 35، سریہ عبداللہ بن حذافہ نمبر 79۔
 - ⑥ معاہدات و اقوام کی جانب سے بغاوت اور غدر اور بلوے اور ان کے انجام: غزوہ بنو قینقاع نمبر 12، سریہ رجب نمبر 23، سریہ بصر معونہ نمبر 24، غزوہ بنو نضیر نمبر 26، سریہ بنو مصطلق نمبر 29، غزوہ بنو قریظہ نمبر 32، سریہ ذی القصدہ نمبر 37، سریہ بنی سطلہ نمبر 80۔
 - ⑦ غلط فہمیاں: سریہ عمرو بن امیہ نمبر 25، سریہ عبداللہ بن رواحہ نمبر 45، سفر عمرو بن امیہ نمبر 47، سریہ خربہ نمبر 59، سریہ خالد نمبر 73، سریہ ضحاک بن سفیان نمبر 47۔
 - ⑧ بت شکنی: سریہ خالد نمبر 70، سریہ عمرو بن العاص نمبر 71، سریہ سعد اشہلیٰ نمبر 72۔
 - ⑨ جنگ: بدر الکبریٰ نمبر 9، غزوہ احد نمبر 19، غزوہ احزاب نمبر 30، غزوہ خیبر نمبر 49، سریہ موتہ نمبر 65، فتح مکہ نمبر 69، غزوہ حنین نمبر 74۔
 - ⑩ تعاقب دشمنان: غزوۃ السویق نمبر 13، حمراء الاسد نمبر 20، غزوہ طائف نمبر 75۔
 - ⑪ لوکل یا پرسنل واقعات مقامی یا شخصی: سریہ عمیر نمبر 10، سریہ عالم نمبر 11، سریہ محمد بن مسلمہ نمبر 16، سریہ ابن انیس نمبر 22، سریہ ابن عتیک نمبر 31۔
- امید ہے کہ صراحت بالا کا علم اور اس پر غور کے بعد اس نقشہ کا طول جو ہم غزوات و سرایا کی بابت دے آئے ہیں، بہت مختصر نظر

آنے لگے گا، لیکن ہم تاریخین کتاب کو اس مسئلہ کے ہر پہلو سے واقف کرنا چاہتے ہیں کہ بصیرت کامل ہو جائے۔
غزوات و سرایا کی تقسیم ہر فرقہ بندی پر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ کن کن قبائل کے ساتھ یہ جنگیں ہوئے تھیں و واقعات کو جن کا شمار (5) ہے، چھوڑ دیا گیا۔

1) قریش مکہ

سیف البحر نمبر 1، رابع نمبر 2، ضرار نمبر 3، بواط نمبر 5، سنوان نمبر 6، ذوالعشیرہ نمبر 7، غزوۃ السویق نمبر 13، ذی قردہ نمبر 18، احد نمبر 19، حراء الاسد نمبر 20، بدر الاخریٰ نمبر 27، احزاب نمبر 30، سر یہ عیسیٰ نمبر 52، سر یہ عمر بن امیہ نمبر 47، حدیبیہ نمبر 48، سیف البحر نمبر 67، مکہ نمبر 69۔

2) بنو غطفان و انصار

قرقرۃ الکدر نمبر 14، نمبر 15، ذی امر نمبر 17، دومۃ الجندل نمبر 28، بنو مصطلق نمبر 29، ناپہ نمبر 35، وادی القرئیٰ نمبر 41، سر یہ کرز بن جاہر نمبر 46، ذات الرقاع نمبر 51، سر یہ تریہ نمبر 56، سر یہ منقحہ نمبر 58، سر یہ خربہ نمبر 59، سر یہ ابوقادہ نمبر 68، سر یہ عبداللہ بن حذافہ نمبر 77۔

3) بنو سلیم

بیر معو نہ نمبر 24، جموم نمبر 39، ابن ابی العوجاء نمبر 62، بنو ملوح، حلیف بنو سلیم نمبر 53۔

4) بنو ثعلبہ

ذی القصبہ نمبر 37، بنو ثعلبہ نمبر 38، طرف نمبر 40، سر یہ حسیٰ نمبر 55۔

5) بنو فزارہ و عذرہ

سر یہ ابوبکر صدیق نمبر 44، سر یہ فذک نمبر 54، سر یہ بشیر بن سعد نمبر 61، ذات الطح نمبر 63

6) بنو کلاب و بنو مرہ

قرظہ نمبر 33، بنو کلاب نمبر 57، بنو مرہ نمبر 60، سر یہ ضحاک نمبر 78

7) بنو عضل و قارہ

رجیع نمبر 23

8) بنو اسد و بنو قضاہ

قطن نمبر 21، غمر نمبر 36، ذات السلاسل نمبر 66۔

﴿9﴾ بنو ذکوان

بیر معونہ نمبر 24 اسی کو ہم نے بنو سلیم کے تحت میں درج کیا ہے۔ واقعہ ایک ہے دو قبائل کا تعلق تھا۔

﴿10﴾ بنو لحيان

غزوہ نمبر 34

﴿11﴾ بنو سعد بن بکر

فدک نمبر 43

﴿12﴾ بنو ہوازن: ذات عرق نمبر 64

﴿13﴾ بنو تمیم

سریہ عینہ نمبر 76

﴿14﴾ بنو ثقیف

حنین نمبر 74، طائف نمبر 75۔

﴿15﴾ یہود

بنو قینقاع نمبر 12، بنو نضیر نمبر 26، بنو قریظہ نمبر 32، سریہ ابن رواحہ نمبر 45، خیبر نمبر 49، وادی القرئیہ نمبر 50۔

﴿16﴾ عیسائیاں

موتہ نمبر 65، بنو طے نمبر 79، تبوک نمبر 80، دومتہ الجندل نمبر 28، نمبر 42، نمبر 82۔

متعدد قبائل کے نام دیکھ کر ناظرین کو خیال ہوگا کہ اتنے قبائل سے جنگ کی وجوہ کیا ہیں۔؟

ہم اول تو ان قبائل کے باہمی تعلقات قرابت کو بیان کریں گے جس سے معلوم ہو سکے گا کہ فی الواقع یہ قبائل اتنے ہی ہیں جس قدر ہادی انکسار میں معلوم ہوتے ہیں یا یہ سلسلہ جدیدیت کی وحدت میں منسلک ہیں اور حیات و بقا اور جنگ و صلح میں وہ اس قدر متوافق و متحد چلے آئے تھے کہ ایک ہی سمجھے جاتے تھے اور ایک ہی شمار ہوتے تھے۔

واضح ہو کہ الیاس بن مضر کے تین فرزند تھے:-

﴿1﴾ قیس بن عیلان اور بنو عطفان۔ بنو ثعلبہ، بنو محارب، بنو شیح، بنو بیسان، بنو فزارہ، اسی قیس عیلان کے فرزند سعد کی اولاد ہیں۔

﴿2﴾ طائجہ بنو تمیم، اسی فرزند سعد کی اولاد ہیں۔

﴿3﴾ مدرکہ اور بنو اسد، بنو ہون، بنو قارہ، بنو عضل اور بنو کنانہ (جس کے اندر الا حاجیش و بنو خزیمہ یعنی بنو مصطلق اور قریش داخل ہیں) اسی

مدرکہ کے فرزند خزیمہ کی اولاد ہیں۔

اسی شجرہ سے ایک محقق معلوم کر سکتا ہے کہ یہ تمام قبائل قریش ہی کے جدی اور شخص واحد الیاس بن مضر کی اولاد تھے اور

نبی ﷺ کے ساتھ جو کچھ لڑائی وغیرہ ہوئی وہ حضور ﷺ کے جدی بھائیوں ہی کے غیظ و غضب کا نتیجہ تھا۔ یہودی قریش کے ساتھ معاہدات کی رو سے متفق تھے جیسا کہ 1914ء میں ترکی اور جرمنی تھے۔ اس اصلیت کے منکشف ہو جانے کے بعد نبی ﷺ کے غزوات و سرایا یعنی لڑائیاں صرف ایک ہی نسل کے شخصوں یعنی بنو الیاس بن مضر سے ہوئیں جس نسل سے خود آں حضرت ﷺ بھی ہیں۔ کوئی بھی معترض یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبی ﷺ نے عرب بھر میں لڑائی پھیلا دی تھی یا یہ کہ اسلام کو بہ جبر قبول کروانے کے لیے لڑائی کی جاتی ہے کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو عرب کے سینکڑوں قبائل میں سے کسی اور کے ساتھ بھی جارحانہ محاصرت یا مدافعت طاقت آزمائی ہوئی ہوتی۔ یہ دلیل ایسی صاف اور مستحکم اور سراپا حقیقت ہے کہ غزوات نبوی ﷺ کے متعلق جن دلائل کو ہمارے علمائے کرام آج تک پیش کرتے رہے ہیں اور جو بجائے خود بہت کچھ قابل وقعت اور قابل قبولیت ہیں ان کی حاجت نہیں رہ جاتی اہل فلسفہ تاریخ بنو زاس امر کا ہم سے خواستگار ضرور ہے کہ مندرجہ بالا قبائل کیوں کہ جنگ میں شامل ہوتے رہے اور کیوں کہ اور کب مسلمانوں کے خلاف وہ فریق مخالف ٹھہرے۔ اس انکشاف کے بعد ہماری پیش کردہ دلیل کو درجہ برہان حاصل ہو جائے گا۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ غزوات و سرایا کا آغاز ہجرت کے بعد ہوا ہے۔ پہلا غزوہ یا جنگ واقعہ بدر ہے جو ہجرت کے دوسرے ہی سال میں ہوا تھا۔ ہم کو تخص کرنا ضروری ہے کہ قریش کے حملہ آور لشکر میں کن کن قبائل کے لوگ شامل ہوئے تھے۔

① قریش مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے مگر ان کے درمیان بنو کنانہ کا علاقہ پڑتا تھا جن سے قریش کی جانی عداوت، محاصرت کئی پشتوں سے چلی آتی تھی۔ قریش کو مدینہ پر حملہ آور ہونے میں دو مشکلات کا سامنا تھا۔

① بنو کنانہ ان کو اپنے علاقہ سے فوج لے جانے نہ دیں گے۔

② اگر فوج کو راہ ل بھی گئی تب بھی اندیشہ ہے کہ بنو کنانہ اور تو حملہ آور فوج کا سلسلہ عقب سے منقطع کر دیں اور ادھر خود مکہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیں کیوں کہ وہاں کوئی بھی ہتھیاراٹھانے والا باقی نہ رہ گیا ہوگا۔

یہ خیالات ایسے قوی تھے کہ قریش کو مجبوراً حملہ آور کی ضرورت نہ پڑی تھی۔

② سراقہ بن مالک المدنی الکنانی جو اس درمیانی علاقہ کا سردار تھا اسے بھی معلوم ہو گیا کہ قریش صرف اس کی وجہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے سے رکے ہوئے ہیں اس لیے سراقہ مذکور خود مکہ گیا۔ اس نے تمام پچھلی عداوتوں کو چھوڑ کر قریش کے ساتھ معاہدہ اتحاد کر لیا اور صاف طور پر یہ طے ہو گیا کہ جب قریش مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اپنی فوج لائیں گے تو سراقہ ان کو اپنے علاقہ سے راستہ دے دے گا اور خود ان کے وطن کو کوئی گزند نہ پہنچائے گا بلکہ جہاں تک ممکن ہو وہ قریش کو مسلمانوں کے خلاف امداد بھی دے گا۔

یہی تھا وہ معاہدہ شیطانی جس کے ذریعے سے یہ شخص مسلمانوں پر قریش کے حملہ کر سکنے کا سبب قوی بنا تھا۔

③ الاحابیش اور بنو مصطلق بھی سراقہ کے ساتھ اس معاہدہ میں شامل تھے۔ لہذا بدر کی اولین جنگ ہی پہلا موقع ہے کہ الاحابیش اور بنو مصطلق بھی مسلمانوں کے دشمن یعنی قریش کے ساتھ عملی طریق پر شامل ہوئے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ الاحابیش وہی بنو کنانہ ہیں اور ان

④ راہ ہجرت میں سراقہ ہی نے پامیدانعام مشتمل قریش نبی ﷺ کا تعاقب کیا تھا۔ سراقہ 8ھ میں داخل اسلام ہوئے اور 24ھ میں وفات پائی۔

کے تحت مندرجہ ذیل قبائل شامل ہیں۔

یعنی اولاد نضر بن کنانہ	بنو نضر	
یعنی اولاد مالک بن کنانہ	بنو مالک	احابیش (1)
یعنی اولاد حرث بن مالک	مطہیین (2)	

بنو مصطلق کے تحت میں مندرجہ ذیل قبائل ہیں:

عوف بن لوی سے	بنو العوف	□	حرث بن لوی سے	بنو الحرث	□
عدی بن کعب سے	بنو عدی	□	کعب بن لوی سے	بنو کعب	□
حج بن کعب سے	بنو حج	□	بھصی بن کعب سے	بنو بھصی	□
سہم بن کعب سے	بنو سہم	□	مرہ بن کعب سے	بنو مرہ	□
کلاب بن مرہ سے	بنو کلاب	□	تیم بن مرہ سے	بنو تیم	□
قصی بن کلاب سے	بنو قصی	□	یعنی زہرہ بن کلاب سے	بنو زہرہ	□

جنگ بدر کا نتیجہ جب قریش کے خلاف نکلا۔ تب سراقہ کو افسوس رہا کہ اس نے کیوں قریش کو مسلمانوں کے خلاف پوری پوری مدد نہ دی۔ چنانچہ احد میں اس نے تلافی یافتہ کر دی اور عملاً شامل جنگ ہوا۔

(4) واقعہ احد کو دیکھیے کہ قریش کا لشکر تین ہزار (3000) کی تعداد میں ہے جس میں قریش صرف ایک ہزار (1000) ہیں اور باقی دو ہزار (2000) ان ہی قبائل کے ہیں جو فرزدان الیاس بن مضر ہیں۔

امام علی بن ربیع الدین حلبی (3) نے جنگ احد میں بنو مصطلق اور بنو ہون بن خزیمہ کی شمولیت اور واقعتی نے بنو ثقیف کی شمولیت بیان کی ہے اور سیرۃ النبیؐ میں احابیش کی شمولیت کی صراحت کی گئی ہے۔ (4) پس احد میں ان قبائل کا پہل کر کے کھلم کھلا میدان میں آ جانا ہر محقق کو مطمئن کر سکے گا کہ ان قبائل سے مسلمانوں کو بطور فریق جنگ برتاؤ کرنا بالکل دنیا کے مسلمہ قانون جنگ کے اتباع میں تھا۔

(5) احد کے بعد دشمنوں کا بہت بڑا حملہ مسلمانوں پر جنگ خندق ہے جسے قرآن مجید میں جنگ احزاب فرمایا گیا ہے، لشکروں کا اجتماع اور مسلمانوں کی پریشانی و کمزوری قرآن مجید کے مندرجہ ذیل کلام صدق التیام سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔

﴿ إِذْ جَاؤُكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونًا ۗ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝﴾ [الاحزاب: 10-11]

”جب دشمن شہر کے اوپر اور نیچے کی جانب سے آ گئے۔ جب مسلمانوں کی آنکھیں پتھرائیں اور دل حلق تک اچھل آئے اور جب تم اللہ پر کچھ کچھ گمان کرنے لگے۔ ایسے وقت میں مسلمانوں کی سخت آزمائش کی گئی اور ان کو بہت زور

(1) احابیش حبشی سے بنا ہے یہ مکہ کے قریب ایک پہاڑی کا نام ہے جس کے پاس انھوں نے ایک معاہدہ کیا تھا۔ اس لیے ”احابیش“ کہلائے۔ (2) انھوں نے ایک معاہدہ کر کے وقت عطر کا استعمال کیا تھا اس لیے ”مطہیین“ کہلائے۔ (3) انسان اعیون ص: 28/3 واقعتی ص: 147 (4) سیرۃ النبیؐ یا زمولوی کراست علی دہلوی۔

سے: ”جن جوڑا گیا۔“

اب ان چند دور چند لشکروں کا تخص کرنا چاہیے کہ کن کن قبائل سے مرکب ہیں۔

- | | |
|--|---|
| 1) قریش اور ان کے اتباع | زیرکمان ابوسفیان اموی |
| 2) بنو سلیم | زیرکمان سفیان بن عبد شمس (ابوالاعور سلمی) |
| 3) بنو اسد | زیرکمان طلحہ بن خویلد الاسدی |
| 4) بنو شعیب | زیرکمان ابو مسعود بن اخیلہ |
| 5) بنو مرہ | زیرکمان حرث بن عوف مری |
| 6) بنو عطفان و اتباع بنو عطفان | زیرکمان عیینہ بن حصین |
| یعنی بنو عیس، بنو ذبیان، بنو العشر، بنو سعد، | زیرکمان عیینہ بن حصین |
| بنو حشر، بنو شعیب، بنو قحاش، بنو فزارہ | زیرکمان عیینہ بن حصین |
| 7) یہودان خیبر و نواچی فدک | زیرکمان حیی بن اخطب |
| وام القرنی و حیا 700 کس | زیرکمان حیی بن اخطب |
| 8) قبیلہ بنی ہوازن | زیرکمان عامر بن طفیل |

جملہ قبائل بالا اس لشکر میں موجود تھے۔

9) یہودان بنو قریظہ تمیم مدینہ دشمنوں کو آلات کثیرہ مساجی، کراوین اور مقاتل سے امداد دی تھی۔ ان قبائل کے فریق جنگ بن جانے کے بعد ایک محقق کے لیے پوری پوری وجہ منکشف ہو جاتی ہے کہ کیوں فلاں فلاں قبائل کی سرحد پر مسلمانوں نے مظاہرہ کیا یا کیوں فلاں قبیلہ کے شخص کی گرفتاری عمل میں آئی۔ جنگ خیبر مکہ و جنین و طائف کے بواعث بھی اسے معلوم ہو جائیں گے کیوں کہ یہ وہی قبائل ہیں جو اُحد اور خندق میں مسلمانوں پر حملہ آور ہو چکے تھے۔

غرض کوئی ایسا قبیلہ یا گروہ نہیں کہ مسلمانوں نے اس پر حملہ کرنے میں ابتداء کی ہو، بلکہ جب متعدد بار اس نے حملے کیے تب اس کا انہوں نے جواب دیا ہے۔

ان سب انکشافات کے بعد ممکن ہے کہ معترض اپنے اعتراض کو ختم کر چکا ہو مگر بنو زاس کے سینہ میں شکوک موجود ہوں تو میں اس سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نقشہ کے تمام نمبروں کو جو 82 ہیں لڑائیاں ہی سمجھ لو اور ہر لڑائی کو جارحانہ ہی تسلیم کر لو اور مان لو کہ سب لڑائیوں کا آغاز اور اقدام مسلمانوں ہی کی جانب سے ہوا تھا پھر بھی لڑائیوں کے نتائج پر غور کرنا ضروری ہوگا۔ ہمارے پیش کردہ نقشہ سے ظاہر ہے کہ ان سب لڑائیوں میں مسلمانوں اور فریق مخالف کا نقصان حسب ذیل تھا۔

نام فریق	اسیر	زخمی	مقتول	کل	کیفیت
مسلمان	1	127	259	387	ہردو جانب کے زخمیوں کی تعداد صحیح نہیں۔
مخالف	6564	127	759	7323	
میزان	6565	127	1018	7710	اسیروں اور مقتولوں کی تعداد ان شاء اللہ صحیح ہے۔

مقتولین ہردو جانب کی تعداد (1018) ہے اور 82 پر تقسیم کرنے سے فی جنگ 12.414 اوسط نکلتا ہے۔ کیا ایسی لڑائیوں کی نسبت کوئی ذی عقل یہ قرار دے سکتا ہے کہ صد ہا سالہ مذہب کے ترک کرانے اور نئے مذہب کے بہ جبر قبول کروانے کے لیے اور وہ بھی عرب جیسے خونخوار ملک میں یہ کافی موثر تھیں۔ دشمنوں کی تعداد اسیران کافی معلوم ہوتی ہے۔ یعنی 6564 مگر یہ تعداد بھی جزیرہ نما عرب کی وسعت کے مقابلہ میں سچ ہے اور چون کہ ان کی تعداد کے اندر بڑی تعداد (6000) ایک ہی غزوہ حنین کی ہے۔ اس لیے باقی جنگوں میں اوسط اسیران جنگ (7) رہتا ہے۔ یہ تعداد بھی ایسی نہیں ہے جو تمام ملک کو تہہ بلی مذہب پر مجبور کر سکے۔

ہم کو 6564 قیدیوں کی تعداد کے متعلق یہ تحقیق ہو گیا ہے کہ 6347 کو نبی کریم ﷺ نے ازراہ لطف و احسان بلا کسی شرط کے آزاد فرما دیا تھا۔ صرف دو قیدی ایسے تھے جو سابقہ جرائم کی پاداش میں قتل کیے گئے تھے۔ 215 قیدی ایسے رہ جاتے ہیں جن کی بابت مجھ کو پتا نہیں چلا۔ امید ہے کہ میرے بعد کوئی وسیع النظر عالم اس کی تکمیل فرما سکیں گے، مگر میں متیقن ہوں کہ جس ذات قدسی نے 6347 کے ساتھ لطف و احسان فرما دیا تھا اس کے الطاف سے 215 کس بھی ضرور بہرہ ور ہوئے ہوں گے اور اغلب یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہو کر مسلمانوں کے اندر رہ گئے ہوں گے۔ اس لیے ان کا شمار باقی پانے والوں میں سے نہیں ہوا۔

اعداد بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وحشی عرب کو تمدن عرب اور طہارت پرست عرب کو موحد و مسلم عرب بنانے، ذہنی و خونخواری کی وارداتوں کے روکنے، فرانس سے دو چند بڑے ملک میں امن عامہ کو قائم و مستحکم بنانے، صوبوں اور نسلوں کی عداوت و خصامت کو مٹا کر اخوت و روحانیت کے قائم کرنے، استبدادیت کو فنا کر کے جمہوریت کے استوار کرنے میں 1018 نفوس کی قربانیاں کی گئیں۔ اس کے مقابلہ میں فرانس اور امریکہ کو جمہوریت کے قائم کرنے میں جس قدر قربانیاں کرنی پڑیں، انگلستان کو پارلیمنٹ میں لینے کے لیے جتنے خون بہانے پڑے ان کا شمار کرو۔

زمانہ حال کے ملحدہ اعظمی (عظیم ترین جنگ) جو 14 اگست 1914ء سے شروع ہو کر تاریخ 3 مارچ 1917ء میں دنیا کے حصہ کثیر پر جاری رہی ہے) کے نقصانات کو دیکھو۔ انگلستان کا مقصد اس جنگ میں صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ چھوٹی سلطنتوں کی آزادی اور حفاظت کو برقرار رکھا جائے۔ صرف اتنے سے مقصد کے لیے اب تک لاکھوں نفوس اور اربوں اشرافیوں کو خاک و خون میں ملا دیا گیا۔ سینکڑوں جہاز سمندر میں غرق ہو چکے ہیں۔ تجارت عالم مخدوش ہو گئی ہے۔ عیش و آرام کے سب سامان تباہ ہو چکے ہیں۔ بالائیں ہمہ امید حصول مقصد آئندہ قربانیوں کے واسطے انگلش قوم پوری مستعدی سے آمادہ ہے۔

خیال کرو سیدنا محمد ﷺ کی کامیابی کا جنھوں نے فریقین کی طرف اور صرف 1018 قربانیوں کے بعد اس قدر روحانی و

① اخبار ہوم 17/ اپریل 1919ء نے جنگ عظیم (18-1914ء) کے مقتولین کی تعداد مندرجہ ذیل طبع کی ہے۔ روس 17 لاکھ، جرمنی 16 لاکھ، فرانسیسی 13 لاکھ، ستر ہزار (70000)، اٹلی 4 لاکھ، ساٹھ ہزار (460000) آسٹریا 8 لاکھ، برطانیہ 7 لاکھ، ترکی 12 لاکھ، 50 ہزار، چینیم ایک لاکھ، 2 ہزار۔ بلغاریہ ایک لاکھ۔ رومانیہ ایک لاکھ، سویا، مانی ٹیگر و ایک لاکھ۔ امریکہ 50 ہزار، میزان 73 لاکھ، 38 ہزار۔ مضمون نگار کو شک ہے کہ انگلستان و فرانس کی تعداد میں ہندوستان اور فرانس کی نوآبادیوں کے مقتولین کی تعداد بھی شامل ہے یا نہیں مگر یہ قرار ہے کہ زخمیوں، اسیروں اور گمشدہ کی تعداد مذکورہ بالا اعداد میں شامل نہیں۔

اخلاقی و مادی ولی فوائد حاصل کیے تھے، جن کو بہ حیثیت مجموعی آج تک دنیا کی کوئی قوم اور ملک حاصل نہیں کر سکا۔ اہل دنیا کی لڑائیوں کا ذکر چھوڑ، مقدسین کی لڑائیاں لو۔ مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں۔ یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا۔ اگلی تعداد لاکھوں سے زائد ہے۔

جان ڈیون پورٹ (John Devon Port) نے اپنی کتاب ”اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن (Apology for Muhammad and Quran) میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاکت نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ (1,20,00000) بتائی ہے جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی۔ ①

ایکلی سلطنت اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار (3,40,000) عیسائیوں کو قتل کیا تھا جن میں سے بیس ہزار (32000) آدمی زندہ آگ میں جلانے گئے تھے۔ ②

فصل نمبر 1

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ ﴾ [النساء: 135]

ملک یورپ کی جنگ عظیم میں جو اگست 1914ء سے جاری ہوئی میں نے انگریزی اخباروں کو دیکھا کہ رول آف آزرز کے نام سے ان بہادران جنگ کے نام شائع کرتے ہیں جنہوں نے ملک اور بادشاہ کے لیے اپنے سر کٹوائے تھے۔ میرے دل میں زور سے یہ تحریک ہوئی کہ اس کتاب میں ان مقدسین کے مبارک ناموں کی فہرست ضرور شامل کی جائے جنہوں نے سرور کائنات ﷺ کے سامنے خاک و خون میں مل کر صداقت اور حقانیت پر اپنی زندگی کو نثار کیا۔ وہ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہم کو بتا رہا ہے۔

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا أَنَّهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ مِنَ اللَّهِ وَ فَضْلِهِ ۝ إِنَّ اللَّهَ لَا يَضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [آل عمران: 169-171]

”اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھو، وہ تو اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں اور اللہ کے فضل سے جو کچھ ان کو ملا، اس پر خوش ہیں اور ان لوگوں کو جو ان سے نہیں ملے بشارت دیتے ہیں کہ اب انہیں کوئی خوف اور غم نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل پر خرم و شاداں ہیں اور اللہ تعالیٰ تو مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔“

وہ جن کی شان بلند میں رب العظیم فرماتا ہے:

﴿ رَجُلًا صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ ﴾ [الاحزاب: 23] ”وہ جو ان مرد کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا۔“

مجھے کسی کتاب میں ایسی فہرستیں مرتب شدہ نہ ملیں، اس لیے ان کتابوں کو پڑھا جو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالات پر لکھی گئی ہیں۔ ان جو اہر ریزوں کو جن جن کتاب کی آراکش کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول فرمائے۔ ہر معونہ اور موت کی فہرستیں بنو زخمیل طلب ہیں۔ اگر حیات مستعار باقی رہی تو ان شاء اللہ پوری کروں گا، ورنہ اس کی کو کوئی اور صاحب پورا کریں۔

۱) شہدائے بدر رضی اللہ عنہم

1	مجیح بن صالح <small>رضی اللہ عنہ</small>	قوم مکہ سے تھے۔ عمر فاروق <small>رضی اللہ عنہ</small> کے آزاد کردہ غلام سب سے پہلے یہی شہید ہوئے تھے۔ نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے فرمایا: مجیح سید الشهداء <small>رضی اللہ عنہ</small>
2	عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف بن قحطی <small>رضی اللہ عنہ</small>	قرشی المطلبی، ابوالحارث یا ابو معاویہ کنیت۔ 63 سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ سب سے پہلے اسلامی سر یہ کے سردار بنائے گئے تھے۔
3	عمیر بن ابو قاص (مالک) بن اہیب بن عبد مناف <small>رضی اللہ عنہ</small>	قرشی الزہری حضرت سعد بن ابی وقاص <small>رضی اللہ عنہ</small> احد العشرۃ المبشرۃ کے برادر خورد ہیں۔ سولہ (16) سال کی عمر تھی نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے ان کو بوجہ صغرتی واپسی کرنا چاہا تو یہ رو پڑے اس لیے اجازت دی گئی۔ لڑے اور خنداں خنداں روضہ رضوان کو سدھا رہے۔
4	عاقل بن بکیر بن عبد یاسیل <small>رضی اللہ عنہ</small>	لحییٰ ان کے بھائی خالد کا نام شہداء رجب میں ہے۔
5	عمیر بن عبد عمیر بن اھلہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	ذوالشمالین لقب ابو محمد کنیت حلیف بنوزہرا
6	عوف یا عوذ بن عفرہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری بخاری۔ عفرہ ان کی والدہ کا نام ہے والد کا نام حارث ہے۔
7	معوذ بن عفرہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	نمبر 6 کے برادر شقیق
8	حارث یا حارث بن سراقہ بن حارث <small>رضی اللہ عنہ</small>	ان کی والدہ انس بن مالک کی چھوٹی بیٹی ہیں حلق پر تیر لگا تھا۔
9	یزید بن حارث یا حارث بن قیس بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری بخاری۔ مواخات میں ذی الشمالین نمبر 5 کا بھائی تھا۔
10	رافع بن معلیٰ بن لوذان <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری
11	عمیر بن حمام بن جموح بن زید بن حرام <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری سلمی۔ حضرت عبیدہ نمبر 2 کے ساتھ مواخات تھی۔ دونوں ایک ہی میدان میں سرخرو ہو کر روٹی افروز جنت ہوئے۔ میدان جنگ میں ان کا جزیہ تھا: رضاء الی اللہ بغیر زاد الا التقی و عمل المعاد والصبر فی اللہ علی العباد و کل زاد عرضة الفساد غیر التقی والبر والرشاد
12	عمار بن زیاد بن سکن بن رافع <small>رضی اللہ عنہ</small>	انصاری الاہلبی
13	سعد بن خیشمہ الانصاری الدوسی ابو عبد اللہ کنیت سعد الخیر لقب <small>رضی اللہ عنہ</small>	نقیب محمدی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> تھے، باپ نے کہا کہ تم ظہرہ، میں جانتا ہوں، انھوں نے کہا کہ باپ مجھے بہشت میں جانے سے نہ روکو۔ ان کے والد خیشمہ غزوہ

۱) زرقانی جلد 1 ص 444۔ یہ اسلام کی فیاضی و سادات ہے کہ غلام بھی باطنی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے "سید الشہداء" کا خطاب حاصل کر لیتا ہے۔ کیا کسی قوم یا مذہب میں ایسی نظیر ملتی ہے؟

14	مہشر بن عبدالمہزہ بن زبیر بن زید رضی اللہ عنہ	احد میں شہید ہوئے۔ پس یہ شہید صحابی بن صحابی ہیں۔ الانصاری الاوسی (3)
----	---	---

شہدائے غزوہ سویق

1	معبد بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ	
2	ایک حلیف معبد مذکورہ بالا کا	

شہدائے احد (مہاجرین رضی اللہ عنہم)

1	حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب ہاشمی	عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اسد اللہ ورسول لقب، سید الشہداء خطاب۔
2	عبد اللہ بن حمزہ رضی اللہ عنہ الاسدی القرشی	المجد عقی سمیل اللہ لقب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھیرے بھائی۔
3	شہسار بن عثمان رضی اللہ عنہ بن شریذ قرشی الکحزومی	بدری، دو ہجرتیں کیں، عمر بوقت شہادت 24 سال
4	مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بن ہاشم بن عبدمناف بن عبد الدار بن قصی۔ القرشی العبدری	دو ہجرتیں کیں۔ اولین مہاجرین مدینہ، انصار کے دو قبیلے ان کی تعلیم سے داخل اسلام ہوئے۔ بدر اور احد میں راہبہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں کے ہاتھ میں تھا۔ ان کی شہادت کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ملا۔ بزرگ ترین صحابہ میں سے ہیں۔ المقری القاری لقب۔ عمر بوقت شہادت 40 سال

شہدائے احد الانصار رضی اللہ عنہم

5	انس بن نصر بخاری رضی اللہ عنہ	انس بن مالک کے چچا ان کے جسم پر اسی (80) سے زیادہ زخم تیر و تلوار اور نیزہ کے تھے۔ یہ ان بزرگوں میں ہیں جن کی شان میں آیت ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ [33: 33] نازل ہوئی۔ جب لشکر اسلام میں بھاگ پڑ گئی تو انھوں نے کہا: اے نبی! میں مسلمانوں کے افعال کی تجھ سے معذرت چاہتا ہوں اور مشرکین کے کثوت سے براءت ظاہر کرتا ہوں۔ پھر تلوار لے کر آگے بڑھے۔ راہ میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے بولے سعد! دیکھو یہ ہے بہشت، واللہ! مجھے اس کی خوشبو آ رہی ہے۔ حملہ کیا لاشوں پر لاشے گراتے ہوئے شہید ہوئے۔
---	-------------------------------	--

(3) زرقانی میں ہے: استشهد يوم بدر من المسلمين اربعة عشر رجلا جلد اول ص 444 فہرست کے نام زرقانی اور الاستیعاب کے حقیق علیہ ہیں۔ بعض نے 22 تعداد بتائی ہے لہذا ان کے علاوہ سعد بن خولی اور عثمان بن بشار فہری اور عبد اللہ بن سعید بن عامر اموی کے نام بھی ملے ہیں۔ اس طرح فہرست کے اسی نام کی تعداد 17 ہے۔

6	انیس بن قنابہ بن رقیع بن خالد بن حارث رضی اللہ عنہ	بدری ہیں۔
7	ابو ہبیرہ بن حارث بن علقمہ بخاری رضی اللہ عنہ	ان کا نام ہی ابو ہبیرہ ہے۔ ابو اسیرہ ان کے بھائی ہیں۔ (ابو اسیرہ کا نام شہداء احد میں صرف واقدی نے لکھا ہے۔ علماء کا خیال ہے کہ یہ غلطی ہے۔)
8	اوس بن ارقم بن زید بن قیس خزرجی رضی اللہ عنہ	اکا برصحابہ میں سے ہیں۔
9	ایاس بن اوس بن عقیق اشعری رضی اللہ عنہ	ان کے بھائی غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔
10	اوس بن ثابت مزی رضی اللہ عنہ	برادر حضرت حسان شاعر رسول صلی اللہ علیہ وسلم
11	رفاعہ بن قوش بن زعبہ بن زعبہ بن عبد اللہ شہلی رضی اللہ عنہ	بوقت شہادت بہت بوڑھے تھے۔
12	ثابت بن قوش رضی اللہ عنہ	رفاعہ کے برادر حقیقی۔
13	عمرو بن ثابت بن قوش رضی اللہ عنہ	حذیفہ بن یمان صحابی کے بھانجے۔
14	سلمہ بن ثابت بن قوش رضی اللہ عنہ	بشرح صدر
15	ثابت بن عمرو بن زید بخاری رضی اللہ عنہ	بدری ہیں۔
16	ثابت بن وحداح رضی اللہ عنہ	بنو نجھلان سے ہیں۔ انہی نے کہا تھا: اِنْ سَمَّانَ مُحَمَّدًا قَتِلَ لِأَنَّ اللَّهَ حَتَّى لَا يَمُوتَ۔ انہوں نے انصاری مختصر جماعت کو فراہم کر کے حملہ کیا تھا۔ اس غزوہ کے سب سے آخری شہید ہیں۔
17	ثعلبہ بن سعد بن مالک ساعدی رضی اللہ عنہ	مشہور صحابی ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔
18	ثقیب (ثقیب) بن فروہ بن بدن بن ساعدی رضی اللہ عنہ	انساب انصار کے بڑے عالم تھے۔
19	حارث بن اوس بن معاذ اشہلی رضی اللہ عنہ	بدری حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے برادر زادے عمر بوقت شہادت 28 سال۔
20	عمرو بن معاذ اشہلی رضی اللہ عنہ	بدری حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے برادر عمر 32 سال
21	حارث بن انس بن رافع اشہلی رضی اللہ عنہ	بدری
22	حارث بن عبد اللہ بن سعد بن عمرو خزرجی رضی اللہ عنہ	
23	حارث بن ثابت بن سفیان بن عدی خزرجی رضی اللہ عنہ	
24	حارث بن عمرو رضی اللہ عنہ	از بنو ساعدہ
25	حمیب بن زید بن حمیم۔ بیاضی رضی اللہ عنہ	
26	حظلمہ بن ابی عامر، اوسی رضی اللہ عنہ	انڈکی شان، اس کا لقب غسبیل الملائکہ ہے اور ان کے باپ کا لقب

		فاسق۔ حضرت حظلہ کے فرزند عبداللہ بھی صحابی اور شہید ہیں۔ وہ یوم الحمرہ کو 33ھ میں شہید ہوئے۔
27	خارجہ بن زید بن ابوزہیر خزرجی رضی اللہ عنہ	عقبی بدری ان کا خاندان بنو اعز کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی دختر حبیبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں۔ ان کے فرزند زید بن خارجہ کا بعد الموت تکلم کرنا روایات میں ہے۔ حضرت خارجہ کے جسم پر دس سے زیادہ زخم تھے۔ مواخات میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔
28	سعد بن ربیع خزرجی رضی اللہ عنہ	عقبی، بدری، نقیب محمدی، حضرت خارجہ نمبر 27 کے ابن عم۔ دونوں ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ بقیہ ذکر جلد اول میں ہے۔
29	جناب بن فطی بن عمرو بن سہل اشہلی رضی اللہ عنہ	
30	صیہ بن فطی بن عمرو بن سہل اشہلی رضی اللہ عنہ	نمبر 29 کے حقیقی بھائی ہیں اور ابوشیح بن تہان نمبر 48 کے بھانجے ہیں۔
31	خیشمہ بن حارث بن مالک اوسی رضی اللہ عنہ	ان کے فرزند سعد کا نام شہدائے بدر نمبر 13 پر ہے۔
32	ذکوان بن عبدقیس بن خلدہ زرقی رضی اللہ عنہ	عقبی، بدری، مہاجر بھی ہیں اور انصاری بھی۔ مدینہ میں اسلام سب سے پہلے یہ اور اسعد بن زرارہ لے کر گئے تھے۔
33	رائح بن مالک بن عجلان زرقی خزرجی رضی اللہ عنہ	ابو مالک کنیت، نقیب محمدی۔ عقبی ہر بیعت 6 میں 12 میں 70 میں شامل ہیں۔
34	رائح مولیٰ غزیہ بن عمرو رضی اللہ عنہ	
35	رفاعہ بن عمرو بن زید خزرجی رضی اللہ عنہ	عقبی، بدری، ابولید کنیت
36	سعد بن سعید بن سوید بن قیس بن الجبر رضی اللہ عنہ	خدری ہیں۔
37	سہل بن عدی بن زید بن عامر اشہلی رضی اللہ عنہ	
38	سہل بن قیس بن ابی کعب بن قیس رضی اللہ عنہ	بدری۔ اسلمی
39	سہج بن حاطب بن قیس بن نمیرہ رضی اللہ عنہ	اوسی
40	سویق بن حاطب بن حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ	
41	صحزہ بن عمرو (بشر) رضی اللہ عنہ	بنو حلیف من الخزرج کے حلیف تھے۔
42	عبداللہ بن جبیر بن نعمان رضی اللہ عنہ	عقبی بدری، اس غزوہ میں سردار تیراندازوں سے تھے۔
43	عبداللہ بن عمرو بن وہب بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ	ساعدی
44	عبداللہ مجزہ بن زیاد بلوی رضی اللہ عنہ	بدری ہیں۔ انصار کے حلیف تھے۔

45	عبادہ بن خشاش بن عمرو بن زمرہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	
46	نعمان بن عبد عمرو بن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small>	بدری ہیں، نمبر 44، 45، 46 ایک قبر میں مدفون ہوئے۔
47	عامر بن امیہ بن زید بن خشاش بخاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	بدری۔ ان کے فرزند ہشام بھی صحابی ہیں۔
48	عبید (عتیک) بن تیہان بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابو شیخ کنیت، بدری، عقیقی ہیں۔
49	یسار <small>رضی اللہ عنہ</small>	نمبر 48 کے آزاد کردہ غلام ہیں۔
50	عبید بن معلیٰ بن نودان بن حارث <small>رضی اللہ عنہ</small>	ان کے بھائی رافع کا نام شہدائے بدر میں نمبر 12 پر ہے۔
51	عباس بن عبادہ خزرجی <small>رضی اللہ عنہ</small>	مہاجر انصاری ہیں، عقیقین میں حاضر تھے۔ عثمان بن مظعون سے مواخات تھی۔
52	عامر بن محمد بن حارث بخاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	بدری ہیں، ان کی نسل باقی نہیں رہی۔
53	عمرو بن ایاس <small>رضی اللہ عنہ</small>	کے ازعوف
54	عمرو بن مطرف یا مطرف بن علقم بن عمرو بن علقم <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابو حمام
55	عتبہ بن ربیع بن رافع <small>رضی اللہ عنہ</small>	خدری خزرجی
56	عباد بن اسلم بن خزیمہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	اشجلی۔ اوسی
57	عبد اللہ بن عمرو بن حرام السلمی خزرجی <small>رضی اللہ عنہ</small>	بدری، لقب محمدی، ابو جابر کنیت۔ مشہور صحابی جابر کے والد۔ حدیث میں ہے کہ فرشتوں نے ان کے جنازہ پر اپنے پروں سے سایہ کیا تھا اور رب العالمین نے ان سے حضوری میں بعد شہادت کلام فرمایا تھا۔
58	عمرو بن جموح بن زید بن حرام <small>رضی اللہ عنہ</small>	سید الانصار تھے، پاؤں میں لنگ تھا۔ فرمایا یوں ہی لنگڑا ہوا بہشت میں جا پہنچوں گا۔ گھر سے چلے تو یہ دعا کی تھی۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي الشَّهَادَةَ وَلَا تَرُدَّنِي اِلَى اَهْلِيْ عَابًا۔ یہ نہایت سخی تھے۔ یہ شعر ان کی صفت میں کہا گیا ہے۔ اِذْ جَاءَهُ السُّوَالُ اذْهَبْ مَالَهُ وَقَالَ خُدُوهُ اِنَّهُ عَالِدٌ غَدًا
		نمبر 57، 58 ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ نمبر 57 کی بہن ہند ⁽¹⁾ نمبر 58 کی اہلیہ ہیں۔
59	خالد بن عمرو بن جموح <small>رضی اللہ عنہ</small>	بدری نمبر 58 کے فرزند ہیں۔
60	ابو ایمن <small>رضی اللہ عنہ</small>	نمبر 58 کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

(1) سیرت کی تمام کتابوں میں ایک صحابی کا ذکر کیا گیا ہے کہ جنگ احد میں ان کے شوہر اور بھائی اور بیٹے نے شہادت دی تھی۔ بعد اسیب زوجہا و اخوها و ایہا اور انہوں نے ان سب کی خبر شہادت سن کر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور خیر دعائیت معلوم کرنے کا شوق ظاہر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہا: اللہم

61	عمارہ بن زیاد بن سکن بن رافع <small>رضی اللہ عنہ</small>	اشہلی ہیں۔ ان کے جسم پر 14 زخم تھے۔ نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> نے اپنے پاؤں مبارک کو ان کا سر باندہ بنا دیا تھا۔ جب روح نکلی ان کے رخسار حضور <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کے قدم مبارک پر تھے۔
62	یزید بن سکن <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابو اسماء کنیت، عمارہ نمبر 61 کے چچا ہیں۔ عامر بن یزید ان کے فرزند بھی اسی روز شہید ہوئے تھے۔
63	عمر و ولد قیس بن زید بن سواد بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small>	بنو نجار سے ہیں۔
64	قیس بن عمرو بن قیس <small>رضی اللہ عنہ</small>	نمبر 63 کے فرزند ہیں۔
65	قیس بن مخلد بن ثعلبہ بن صحر <small>رضی اللہ عنہ</small>	مازنی بدری ہیں۔
66	مالک بن سنان <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابو سعید خدری کے باپ ہیں۔
67	نوفل بن ثعلبہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	سالمی الخزرجی بدری ہیں۔
68	یزید بن حاطب بن عمرو <small>رضی اللہ عنہ</small>	اشہلی
69	وہب بن قابوس <small>رضی اللہ عنہ</small>	نمبر 69 و نمبر 70 دونوں چچا بھتیجا ہیں۔ جب مزینہ سے شہر مدینہ میں بکریاں فروخت کرنے آئے تھے۔ شہر کو لوگوں سے خالی دیکھا، معلوم ہوا کہ سب میدان احد میں مصروف کارزار ہیں۔ فوراً نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسلام لائے اور شہید ہو کر فردوس کو سدھارے۔
70	حارث بن عقبہ بن قابوس <small>رضی اللہ عنہ</small>	

تتمتہ

حسین بیمان بن جابر العسیمی <small>رضی اللہ عنہ</small>	مشہور صحابی حضرت حذیفہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کے والد ہیں۔ مسلمانوں کے ہاتھ سے بچے۔ اشتباہ مارے گئے۔
--	---

www.KitaboSunnat.com میں تو ہر ایک مصیبت کی برداشت آسان ہے، مجھے کسی کتاب میں ان خاتون بلند پایہ کا نام نہ ملا۔ آخر شہداء احد کی قرابت مندی کے سلسلہ پر نظر ڈالی اور پھر صحابیات میں ایسی خاتون کا نام تلاش کیا، جن کے بیٹوں ایسی قرابتی شہداء میں ہوں، مجھے اس تلاش میں کئی مہینے گزر گئے۔ الحمد للہ! مجھے کامیابی ہوئی۔ یہ خاتون ہند رضی اللہ عنہا ہیں۔ علاء بدری ان کا فرزند ہے۔ عبداللہ بدری و قتیب محمدی ان کا بھائی ہے۔ عمرو بن جموح سید الانصار ان کے شوہر یہ سب جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔ یہ خاتون ہر سلاخوں کو اونٹ پر لا کر احد سے مدینہ لے گئیں اور پھر حج شہداء میں شامل کرنے کے لیے احد میں لائی گئیں۔ بے شک ایسی قوی ایمان کی خاتون ایسے ہی اعلیٰ گھرانے کی ہو سکتی ہیں۔ جن کا ہر فرد ایمان اور عمل میں نہایت ممتاز تھا۔

ایک روایت میں اصیب زوجہا و اخوہا و ابوہا ہے۔ یعنی شوہر، برادر اور پدر شہید ہوئے تھے۔ ایسی خاتون کا نام میں متعین نہیں کر سکا۔ اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا بڑے درجہ کی خاتون ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رسولہ النساء ہو کر آئی تھیں۔ ان کے والد یزید بن سکن اور بھائی عامر بن یزید شہداء احد میں ہیں لیکن مجھے کسی کتاب میں ان کے شوہر کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ اگر کسی روایت میں ان کے شوہر کا نام مل جائے اور وہ نام اس فہرست میں پایا جائے تو اس روایت کے مصداق حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہوتیں۔ یہ بڑے درجے کی خاتون ہیں اور خود بھی جنگ پر موک میں کفار سے جنگ کرنی ہوتی شہید ہوتی تھیں۔

① الاستیعاب نے شہداء بدر میں ایک نام ہمارے بن زیاد بھی روایت ابن الکلبی لکھا ہے۔ وہ شاید ان کے بھائی ہیں۔
 ② صحیح بخاری میں روایت اس بن مالک رضی اللہ عنہ ہے کہ یوم احد کوستر (70) مسلمان شہید ہوئے۔ بخاری 4078

تتبیہ

چند نام مالک بن ایاس اور حارث بن عدی بن خرشہ اور ایاس بن عدی چھوڑ دیے ہیں کیوں کہ امام اہل سیر ابن اطلق رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی روایت نہیں کی۔ جو اسماء لکھے گئے ہیں وہ علمائے سیر کے نزدیک متفقہ ہیں اور صحیح ہیں۔ ان شاء اللہ۔

شہدائے یوم الرجب نبی ﷺ (8)

1	مرشد بن کنعان بن حصین غنوی <small>رضی اللہ عنہ</small>	ان کا سلسلہ نسب سعد بن قیس بن عیلان تک پہنچتا ہے۔ باپ بیٹا دونوں صحابی، دونوں بدری ہیں۔ جن مسلمانوں کو مکہ میں قریش نے اسلام لانے کی بنا پر قید کر رکھا تھا۔ مرشد مدینہ سے آتے نبیل کی دیوار پھانڈ کر اندر جاتے۔ ان میں سے ایک مسلمان کو اٹھاتے۔ دیوار کو دکر اسے نکال لے جاتے۔ اسی طرح کئی مسلمانوں کو رہائی ہوئی۔
2	خضیب بن عدی انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	ان کا ذکر رحمۃ اللعالمین جلد اول میں ہے۔
3	عاصم بن ثابت بن ابلح قیس انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابو سلمان کنیت ہے۔ بدری ہیں اور ادوی۔
4	زید بن وحید انصاری بیاضی <small>رضی اللہ عنہ</small>	بدری واحدی ہیں۔ کفار نے ان کو پھانسی دیا تھا۔ پھانسی کے نیچے جا کر کہنے لگا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ نبی ﷺ نے آئندہ ہر مقتول کے لیے اس نماز کو مسنون فرمادیا۔
5	زید بن مزین انصاری بیاضی <small>رضی اللہ عنہ</small>	
6	عبداللہ بن طارق بن عمرو بن مالک بلوی <small>رضی اللہ عنہ</small>	
7	مغیث بن عبیدہ بن ابی ایاس بلوی <small>رضی اللہ عنہ</small>	نمبر 7، نمبر 6 بھائی ہیں۔
8	خالد بن کبیر بن عبد یاسیل <small>رضی اللہ عنہ</small> ①	

شہدائے بیسرمعوضہ نبی ﷺ (26)

1	منذر بن عمرو بن حمیس انصاری ساعدی <small>رضی اللہ عنہ</small>	عقبی بدری، نقیب محمدی المصنوع للموت لقب سید الشہداء خطاب ہے۔ مواخات میں طلب بن عمرو کے بھائی بنے۔
2	حکم بن کیاں۔ مولیٰ ہشام مخزومی <small>رضی اللہ عنہ</small>	نخلہ میں اسیر ہو کر آئے تھے۔ مشرف باسلام ہو کر پھر فائز شہادت ہوئے۔
3	حرام بن ملحان (مالک) بن خالد انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	بدری، احدی، ان کی بہن ام سلیم <small>رضی اللہ عنہا</small> حضرت انس بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small> کی والدہ اور مشہور صحابیہ ہیں۔ دوسری بہن ام ملحان بھی صحابیہ ہیں۔ یہ جب زخمی

① علمائے سیر نے اصحاب رجب کی تعداد چھ (6) لکھی ہے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہا کے اشعار میں بھی 6 کے نام ملتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ان کی تعداد 10 بتائی گئی ہے۔ ان میں سے آٹھ (8) نام مل گئے ہیں۔

		ہوئے تو اپنے خون کو ہاتھ میں لے کر منہ پر ملتے تھے اور کہتے تھے برب کعبہ مجھے اپنا مقصود مل گیا۔
4	سلیم بن ملحان (مالک) بن خالد انصاری رضی اللہ عنہ	نمبر 3 کے برادر شفیق ہیں۔
5	حارث بن صمد انصاری بخاری رضی اللہ عنہ	جنگ بدر میں شامل ہونے کو آ رہے تھے کہ راہ ہی میں زخمی ہو گئے۔ احد کے بہادران ثابت قدم سے ہیں۔ بوقت شہادت ان کو دشمنوں نے تیروں سے پرو پرو کر شہید کر دیا۔
6	ثابت بن خالد بخاری رضی اللہ عنہ	جنگ بدر و احد میں حاضر تھے۔
7	عامر بن قہیرہ موی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	قوم ازد سے تھے۔ سیاہ چروہ، روشن دل، قدیم الاسلام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ سفر ہجرت میں ہمرکاب نبی ﷺ تھے۔ عمر بوقت شہادت 40 سال، عامر بن طفیل ان کے قاتل کا بیان ہے کہ جب انکے نیزہ مارا تو ان کے جسم سے ایک نور ساطع ہوا۔ قاتل یہی کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ ان کی لاش مشعل میں نہیں ملی تھی۔
8	عروہ بن سہاء بن صلت رضی اللہ عنہ	یہ بنو سلیم سے تھے۔ قاتل بھی اسی قبیلہ کا تھا۔ اس نے ہم قومی کی وجہ سے ان کو امان دینی چاہی۔ انھوں نے مسلمانوں سے الگ ہونے سے انکار کر دیا۔
9	عائذ بن معص بن قیس بن غلدہ رضی اللہ عنہ	انصاری الزرقی اور بدری ہیں۔
10	معاذ بن معص ایضا رضی اللہ عنہ	نمبر 9، 10 برادران شفیق ہیں۔ بدری واحدی
11	مسعود بن قیس بن خالد رضی اللہ عنہ	نمبر 10 کے برادر عم زاد
12	سفیان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ	بنو جنیت سے ہیں۔
13	مالک بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ	نمبر 12 کے برادر شفیق
14	سفیان بن حاطب بن امیہ رضی اللہ عنہ	انصاری ظفیری، احد میں حاضر تھے۔
15	سہیل بن عامر بن کثف رضی اللہ عنہ	انصاری
16	سعد بن عمرو بن کثف رضی اللہ عنہ	نمبر 15 کے برادر عم زاد ہیں۔
17	طفیل بن سعد بن عمرو بن کثف رضی اللہ عنہ	جنگ احد میں حاضر تھے۔ نمبر 16 کے فرزند ہیں۔
18	سہل بن عمرو بن کثف رضی اللہ عنہ	نمبر 16 کے برادر حقیقی۔
19	قطبہ بن عبد عمرو بن مسعود بن عبد الہشمل رضی اللہ عنہ	انصاری، خزرجی۔

20	منذر بن محمد بن عقبہ رضی اللہ عنہما	انصاری، اوسی، بدری، احدی۔
21	نافع بن بدیل بن ورقہ رضی اللہ عنہما	از بنو حکم
22	انس بن معاویہ رضی اللہ عنہما	از بنو عمرو بن مالک
23	ابی بن ثابت بن منذر رضی اللہ عنہما	ابو الفتح کنیت
24	ابی بن معاذ بن انس رضی اللہ عنہما	انصاری، نجاری، بدری، واقدی نے ان کو اور ان کے بھائی کو اس سر یہ کے
25		شہداء میں شمار کیا ہے۔
26	مسعود بن خلدہ بن عامر بن زریق رضی اللہ عنہما	بدری، احدی، بعض نے ان کو شہدائے خیبر میں شمار کیا ہے۔

شہید مرہ یسع رضی اللہ عنہ (1)

1	ہشام بن صبانہ لیشی رضی اللہ عنہ	مقوس بن صبانہ کے بھائی ہیں اور ایک مسلمان کے ہاتھ سے غلطی سے قتل ہوئے۔
---	---------------------------------	--

شہدائے خندق (6) رضی اللہ عنہم

1	انس بن اوس بن عتیک بن عمرو رضی اللہ عنہما	انصاری، اشہلی احد میں حاضر تھے۔ تیرے شہید ہوئے۔ ان کے بھائی ایاس جنگ احد میں شہید ہوئے۔
2	عبداللہ بن سہل بن زید رضی اللہ عنہما	انصاری، حارثی، بدری ہیں۔
3	ثعلبہ بن عتیمہ بن عدی رضی اللہ عنہما	سلمی خزرجی، عقبی، احدی ہیں۔
4	طفیل بن مالک بن نعمان رضی اللہ عنہما	انصاری سلمی، بدری، غزوہ احد میں 31 زخم کھائے تھے۔ شفا یاب ہو کر جنگ خندق میں شہید ہوئے۔
5	کعب بن زید بن قیس بن مالک رضی اللہ عنہما	انصاری، بدری، بیرو معونہ کے ستر (70) اصحاب میں سے یہی زندہ بچے تھے۔
6	سعد بن معاذ بن نعمان رضی اللہ عنہما	اشہلی، خزرجی، سید الاوس یوم خندق میں تیر لگا۔ ایک ماہ زخمی رہے۔ نبی ﷺ نے بدست خاص دو بار جراحی فرمائی۔ اھتزازاً لہ عرش الواحصین ترجمہ: اللہ کا عرش جموم گیا۔ انھی کی شان میں ہے۔

شہدائے بنو قریظہ (2) رضی اللہ عنہم

1	خلاد بن سوید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہما	انصاری، الخزرجی، عقبہ و بدر و احد و خندق میں شامل تھے۔
---	--------------------------------------	--

﴿بیرو معونہ کے شہداء کی تعداد انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے 70 بیان کی ہے۔ مجھے صرف 26 ملے، بخاری: 4078﴾

2	سنان بن حصن رضی اللہ عنہما (3)	یہ نام سیرت ابن دحلان سے لیا ہے۔ الاستیعاب میں سنان بن وہب بن حصن ہے اور غالباً یہی صحیح ہے۔ واقندی نے ان کا انتقال 32ھ میں ہونا تحریر کیا ہے جو غالباً صحیح نہیں ہے۔
---	--------------------------------	---

شہدائے غزوہ غابہ (3) رضی اللہ عنہم

1	ذریب بن ابو ذریب رضی اللہ عنہ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کیے جانے کی خبر پہلے سے بتا دی تھی۔
2	محرز بن اھلہ رضی اللہ عنہ	بنی اسد میں سے تھے۔ غزوات بدر و احد اور خندق میں شامل تھے۔
3	دقاص بن محرز رضی اللہ عنہ	بنو مدیج سے ہیں۔

شہدائے ذی القصد (5) رضی اللہ عنہم

1	سلاکان بن سلامت بن وشم بن رعبہ رضی اللہ عنہ	انصاری اشمیلی ابونا لکد کتیت
2,3	حارث بن اوس بن معلیٰ بن لوذان رضی اللہ عنہ	ان کے چچا رافع جنگ بدر میں اور دوسرے چچا عبیدہ رضی اللہ عنہما جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔
4	دوکس از قبیلہ مزینہ رضی اللہ عنہ	
5	یکس از بنو غطفان رضی اللہ عنہ	

شہید سریہ وادی القری (1) رضی اللہ عنہ

1	درد بن مرواس رضی اللہ عنہ	
---	---------------------------	--

شہید عمرین رضی اللہ عنہ (1)

1	ایسار نوبی رضی اللہ عنہ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔
---	-------------------------	-------------------------------------

شہید غزوہ وادی القری (1) رضی اللہ عنہ

1	مدم رضی اللہ عنہ	حبشی غلام۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا۔
---	------------------	---

شہدائے خیبر (19) رضی اللہ عنہم

1	اوس بن حبیب رضی اللہ عنہ	انصاری۔ حصن نام پر شہید ہوئے۔
2	اوس بن فاکہ (یا فاسک) رضی اللہ عنہ	انصاری، اوسی

(3) شہدائے بنو قریظہ میں سے دو کے نام اور تین کے نام مل چکے ہیں۔ واقندی نے انہیں نعمان محیصہ، حمید ابو بردہ کے نام لکھے ہیں لیکن ذرا کافی بیسیب نے ان کی صحت سے انکار کیا ہے۔

3	اوس بن عاصم رضی اللہ عنہ	
4	اسلم رضی اللہ عنہ	خیبر کے کسی یہودی کے غلام حبشی۔ میدان خیبر ہی میں اسلام لائے۔ اسی روز خلعت شہادت سے مشرف ہوئے۔ ان کی لاش خیبر میں رکھی گئی۔ نبی ﷺ لاش دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے تو جھٹ لوٹ آئے۔ فرمایا اس کے پاس تو اس کی حبشی بیوی از قسم حور میٹھی ہوئی ہے۔
5	ثابت بن وائلہ رضی اللہ عنہ	
6	حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ	انصاری، اوسی، حدیبیہ، احد، خندق میں شامل تھے۔ غزوہ بدر کے وقت نبی ﷺ نے ان کو کسی اور خدمت پر مامور فرمایا تھا۔ قلعہ سے تیرا یا۔ دماغ کی ہڈی ٹوٹ جانے سے شہید ہوئے۔
7	رفاع بن مسروح رضی اللہ عنہ	بنو اسد سے ہیں۔ بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔
8	ربیعہ بن اسلم بن سحرہ رضی اللہ عنہ	اسدی مہاجر۔ ابو یزید کنیت۔ بدر، احد، خندق، حدیبیہ میں حاضر تھے۔ قد بہت چھوٹا تھا مگر ہمت نہایت بلند۔ عمر بوقت شہادت 34 سال تھی۔
9	سلیم ولد ثابت بن وقش بن زعبہ رضی اللہ عنہ	احد، خندق، حدیبیہ میں حاضر تھے۔ مرحب یہودی کے ہاتھ سے زخمی ہو کر شہید ہوئے۔ ان کے والد اور وہ بھائی غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔
10	عامر بن اکوع (سنان) رضی اللہ عنہ	مشہور پہلوان صحابی سلمہ بن عمرو بن اکوع رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔
11	عبداللہ بن ابوامیہ بن وہب رضی اللہ عنہ	بنو اسد بن عبد العزی کے حلیف اور بھانجے تھے۔ ان کا نام صرف واقدی نے لیا۔
12	عبداللہ بن یسب بن اوسیب رضی اللہ عنہ	اسعدی۔ لیشی
13	عدی بن مرہ بن سراقہ بن شباب رضی اللہ عنہ	بلوی (القضاہ) چھاتی میں نیزہ لگنے سے شہید ہوئے۔
14	عروہ بن مرہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ	انصاری
15	عمارہ بن عقبہ رضی اللہ عنہ	از بنو عصار بن ہلیل تیر سے شہید ہوئے۔
16	ابوسفیان بن حارث بن قیس رضی اللہ عنہ	انصاری
17	عمیر بن ثابت رضی اللہ عنہ	انصاری اوسی ابو قیس کنیت بدر، احد، خندق، حدیبیہ میں شامل تھے۔
18	مسعود بن سعد بن عامر بن عدی رضی اللہ عنہ	انصاری اوسی بدری ہیں۔

۱) اہل سیر نے شہدائے خیبر کی تعداد 15 لکھی ہے۔ مجھے تلاش کرتے ہوئے 23 نام ملے 19 فہرست بالا میں درج ہیں۔ باقی چار میں سے زینف بن وائلہ کا نام صرف واقدی نے اور انیف بن صیب کا نام صرف طبری نے لیا ہے۔ بشر بن براہ بن عمرو کا انتقال خاتمہ جنگ کے بعد زہرا لود کوشت کے کھانے سے ہوا تھا جو نبی ﷺ کے لیے نذیب یہودی نے بھیجا تھا۔ بشر بن عبدالمطلب کی بابت دو روایات ہیں۔ (1) بدر میں شہید ہوئے۔ (2) جنگ خیبر میں شہید ہوئے۔ میرے نزدیک روایت اول ہی قوی ہے۔

19	حمود بن مسلمہ <small>رضی اللہ عنہ</small> [1]
انصاری حارثی احدہ خندق میں حاضر تھے۔ دیوار قلعہ کے نیچے تھے کہ چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرا۔ تین یوم زخمی رہ کر شہید ہوئے۔	

شہید سر یہ خربہ رضی اللہ عنہ (1)

1	مرداس بن زہیک <small>رضی اللہ عنہ</small>
بنو فزازہ سے تھے۔	

شہید سر یہ ابن ابی العرجاء رضی اللہ عنہ (1)

1	حرم بن ابی العرجاء <small>رضی اللہ عنہ</small>
---	--

شہید اطلح رضی اللہ عنہ

1	کعب بن عمیر <small>رضی اللہ عنہ</small>
فقاری، انصاری، کبار صحابہ میں سے ہیں۔ نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> ان کو اکثر سرایا میں سردار ہی بنایا کرتے تھے۔ دولابی وغیرہ کا قول ہے کہ دس (10) میں سے صرف یہی بچے تھے۔ ابن اسحاق کا قول ہے کہ سب ہی شہید ہوئے۔ دس میں سے صرف ان کا نام ملا ہے۔	

شہدائے موت (14) رضی اللہ عنہم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ شرمیل بن عمرو الغسانی گورنر شام نے ان کو باندھ کر قتل کر دیا۔ اس مظلومانہ قتل کی وجہ سے یہ لشکر کشی کی گئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنایا تھا اور لشکر کو رخصت کرتے وقت ارشاد فرمایا تھا کہ ”اگر زید رضی اللہ عنہ مارے جائیں تو جعفر طیار رضی اللہ عنہ امارت کریں۔ اگر وہ بھی مارے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں۔ وہ بھی مارے جائیں تو مسلمان کسی کو اپنے میں سے سردار بنائیں۔ [2] واقدی کی روایت ہے کہ نعمان نامی ایک یہودی بھی حاضر تھا وہ بولا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچا نبی ہے تو یہ سب مارے جائیں گے۔ پھر وہ یہودی ازراہ شرارت حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا کہ وصیت کر جاؤ۔ کیوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچا نبی ہے تو تم واپس نہ آؤ گے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَشْهَدُ اَنْهُ رَسُوْلٌ صَادِقٌ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت کے وقت ان الفاظ سے لشکر کو مخاطب فرمایا تھا:

اغْرَوْا بِسْمِ اللّٰهِ سَبِيْلَ اللّٰهِ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ لَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَغْلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا وَلَا اِمْرَاةً وَلَا
كَبِيْرًا فَاَيُّهَا وَلَا مُنْعَزٍ لَا بِصَوْمَعَةٍ وَلَا تَقْرَبُوْا نَخْلًا وَلَا شَجْرَةً وَلَا تَهْدِمُوْا بِنَاءً۔ [3]

”اللہ کے نام اور اللہ کی راہ میں منکرین حق سے غرا کرو۔ دیکھو غدر نہ کرنا، غل سے بچنا، بچے کو اور عورت کو اور بوڑھے کو اور مندروں میں رہنے والوں کو قتل نہ کرنا۔ پھل دار درخت یا سایہ دار درخت کو نہ کاٹنا۔ کسی عمارت کو نہ گرانا۔“

[1] بخاری: 4261، مسلم: 4522، ترمذی: 1408، ابوداؤد: 2613، تہذیبی: 2858، مجمع الزوائد: 256/5، کنز العمال: 11008، موطا: 448، مسند احمد: 240/4، تاریخ بغداد: 296/4

شہداء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ زرقانی جلد دوم ص 273 پر ہے کہ ان کی تعداد بارہ (12) تھی

<p>1 زید بن حارثہ بن شریک الکلبی رضی اللہ عنہ</p>	<p>باپ کی طرف ان کا سلسلہ نسب قضاء تک اور والدہ سعدی بنت ثعلبہ کی جانب سے بنو طے تک پہنچتا ہے۔ ان کو ہزنوں نے ان کی والدہ سے چھین لیا اور فروخت کر دیا۔ بازار عکاظ میں حکیم بن حزام نے چار سو (400) درہم میں ان کو اپنی پھوپھی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے لیے خرید لیا۔ ام المؤمنین نے ان کو کمال شفقت و راحت سے پرورش کیا۔ ان کے والد اور چچا ان کو لینے آئے تو انھوں نے نبی ﷺ کو چھوڑ کر جانا پسند نہ کیا۔ بدر میں حاضر ہوئے اور سات سرایا میں امیر لشکر بنائے گئے۔ امام زہری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا مذہب ہے کہ سب سے اول یہی اسلام آلائے تھے۔ مسلمانوں میں صرف انہی کا نام قرآن مجید میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا: الْأَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔ ”انعام یافتہ خدا و انعام یافتہ رسول!“ ان کے فرزند اسامہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جو ام ایمن کے بطن سے تھے۔ وہ محبت رسول اللہ ﷺ کے لقب سے ملقب ہوئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے مواخات میں حضرت حمزہ کا بھائی بنایا تھا اور مقدمہ حضانت و خیر حمزہ میں ان کو أَخُونَا وَمَوْلَانَا کے خطاب سے ممتاز کیا تھا۔ الاستیعاب میں ہے کہ ایک دفعہ انھوں نے مکہ سے طائف تک کے لیے ٹھخر کرایا پر لیا۔ ٹھخر والا ڈکیتی پیشہ تھا۔ وہ ان کو سنسان ویران جنگل میں لے گیا جہاں لاشیں ہی لاشیں پڑی ہوئی وہ ان کو قتل کرنے لگا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دو رکعت نماز پڑھ لینے دو وہ بولا پڑھ لو۔ جن لاشوں کو تو دیکھ رہا ہے یہ بھی نمازیں پڑھنے والے ہی تھے۔ میرے ہاتھ سے تو کوئی نہ بچا۔ حضرت نے نماز پڑھی۔ تین بار یا ارحم الراحمین! کہا۔ جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے ذکیت کو قتل کر دیا۔</p>
<p>2 جعفر رضی اللہ عنہ (طیار) بن ابی طالب بن عبدالمطلب</p>	<p>ان کا مفصل حال اس کتاب کے باب اول میں ہے۔ اور ان کی تقریر بہ دربار حبش جلد اول میں درج ہے۔</p>
<p>3 عبد اللہ بن رواحہ بن ثعلبہ الخزرجی رضی اللہ عنہ</p>	<p>یکے دو ازادہ (12) نقبائے محمدی ﷺ ہیں۔ بیعت عقبہ اور غزوات بدر و احد و خندق و حدیبیہ و عمرہ القضاء میں شامل تھے۔ نبی ﷺ کے شعراء خاص میں سے تھے۔ سخت ریاضت کش تھے۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں موسم گرم تھا۔ لوگ اپنے سروں کو اپنے ہاتھوں کے سایہ سے بچاتے تھے اس روز</p>

<p>تمام لشکر میں نبی ﷺ اور ابن رواحہ ہی روزہ سے تھے۔ جنگ موتہ کے لیے جب فوج روانہ ہونے لگی تو لوگوں نے ان کو بہ خیر و عافیت واپسی کی وعادی۔ انھوں نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے۔</p> <p>وَلِكِنِّي أَسْأَلُ الرَّحْمَنَ مَغْفِرَةً وَضَرْبَةً ذَاتَ فَزِيعٍ تَقْدِفُ الزَّيْدًا وَطَعْنَةً بِيَدِي حِرَانَ مَهْجِرَةً بِحَرْبِيَّةٍ تَنْفِذُ الْأَحْشَاءَ وَالْكَبِدَا حَتَّى يَقُولُوا إِذَا مَرُّوا عَلَيَّ جَدَّيْ يَا أَرْسَلَهُ اللَّهُ مِنْ غَازٍ وَقَدْ رَسَدًا</p> <p>میرا سوال رحمن سے یہ ہے کہ سر پر ایسی چوٹ لگے جو کھوپڑی کو توڑ ڈالے نیزہ اور تلواریں میرے جگر و دل کو چھید ڈالیں۔ اللہ میری مغفرت کرے اور میری لاش کو دیکھ کر لوگ کہیں۔ شاباش غازی خوب کام کر گیا۔</p> <p>ان کو فوج کی کمانڈر حضرت زید و جعفر کے بعد ملی تھی۔ اس وقت میدان جنگ میں انھوں نے اشعار ذیل پڑھے اور حملہ کر کے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے جنت کو سدھار گئے۔ نبی نے ہر سہ امراء کی اراک جنت پر رونق افروزی کا مشاہدہ کیا تھا۔</p> <p>يَا نَفْسُ انْ لِمَ تَقْتُلِي تَمُوتُ هَذَا حِمَامُ الْمَوْتِ قَدْ صَلَبَتْ وَمَا تَمْنَيْتِ فَقَدْ اعْطَيْتِ انْ تَفْعَلِي فَعَلِمَهَا هَدَيْتِ</p> <p>اے جان! موت کا بازار گرم ہو رہا ہے۔ قتل سے بچنے تو موت سامنے ہے۔ جو تو نے چاہا اللہ نے دیا۔ اب اگر ابوبکر و عمر کی راہ پر چلنا ہو تو ہدایت مل گئی۔</p>	<p>4 جابر بن ابی صعصعہ بن زید المازنی انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small></p> <p>5 ابولکاب بن ابی صعصعہ بن زید المازنی انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small></p> <p>6 سراقہ بن عمرو بن عطیہ الانصاری النخاری <small>رضی اللہ عنہ</small></p> <p>7 عبادہ بن قیس بن عبسہ الانصاری النخاری <small>رضی اللہ عنہ</small></p>
<p>نمبر 4، 5، 6، 7 حقیقی بھائی ہیں۔ ان کے ایک بھائی قیس تھے۔ ان کو نبی ﷺ نے جنگ بدر میں فوج ساقہ کا سردار بنایا تھا۔ ایک بھائی حارث تھے۔ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔</p>	
<p>بدر، احد، خندق، حدیبیہ، خیبر، عمرہ القضاء میں ہر کام مصطفوی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> تھے۔</p>	
<p>جنگ بدر میں مع برادر خورد سمیع بن قیس شامل تھے</p>	

8	وہب بن سعد بن ابی سرح القرظی احد - خندق - حدیبیہ - خیبر میں شامل تھے۔ العامریؓ
9	مسعود بن سوید بن حارشا القرظی العدویؓ بنو عدی کے ان ستر (70) اشخاص میں سے ہیں جنہوں نے ہجرت کی تھی۔
10	مسعود بن الاسود بن حارشا ایضاًؓ نمبر 9 کے چچا زاد بھائی بیعت رضوان میں شامل تھے۔
11	عبادہ بن قیس بن زید بن امیہ الانصاری ہذا احد خندق خیبر حدیبیہ میں شامل تھے۔ الخزرجیؓ
12	سوید بن عمروؓ مواخات میں نمبر 8 کے بھائی تھے۔
13	ہوید بن بکیر بن عامر الضعیؓ

شہدائے مکہ (2)ؓ

1	حیش بن اشعر بن مہذہ بن ربیعہؓ قوم خزاعہ سے ہیں۔
2	کرز بن جابر بن حیل قہری قرظیؓ ہجرت نبوی ﷺ کے بعد انہی نے قریش کی طرف سے مسلمانوں پر سب سے پہلا حملہ کیا تھا۔ بعد ازاں مسلمان ہوئے پھر عرین میں سردار بنائے گئے۔ فتح مکہ کے دن حیش پہلے شہید ہوئے کرز نے ان کی لاش اپنی ٹانگوں کے درمیان کر لی اور لاش کی حفاظت کرتے اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

شہدائے حنین (6)ؓ

1	ایمن بن عبد حبشیؓ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے مات بھائی ہیں۔ یہ ان جوانمردوں میں سے ہیں۔ جو یوم حنین کو ثابت قدم رہے تھے۔
2	حورث بن عبد اللہ بن حلفؓ غفاری انصاری ابی اللہم لقب یہ بتوں پر جھٹکے کا گوشت پہلے سے نہیں کھایا کرتے تھے۔
3	مرہ بن سراقہؓ
4	سراقہ بن حبابؓ انصاری
5	سراقہ بن حارث بن عدیؓ بنو نجھلان سے ہیں۔
6	یزید بن زعدہ بن اسود بن مطلبؓ ام المؤمنین ام سلمہؓ کے بھانجے ہیں۔ سرداران قریش میں سے تھے۔ مہمات قومی میں ان کا مشورہ قریش ضروری سمجھتے تھے۔

[1] یہ فہرست ان شاء اللہ صلی علیہ وسلم ہے۔ ابن وحلان نے 13 نام لکھے ہیں، حارث بن سفیر نبوی سمیت یہ تعداد 14 ہوگی۔

[2] صحیح بخاری میں ہے قیل من خیل خالد بن ولید یومینہ و جلال بخاری: 4280

شہدائے طائف (13) رضی اللہ عنہم

1	حارث بن سہل بن ابو حصصہ رضی اللہ عنہ	انصاری نجاری از ہومان۔ ان کے دو چچا جنگ موتہ میں ایک جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔
2	حاب بن جبیر رضی اللہ عنہ	
3	عرفطہ بن حباب بن جبیر رضی اللہ عنہ	نمبر 2، نمبر 3 باپ بیٹا ہیں۔ بنو امیہ کے حلیف ہیں۔
4	طلیحہ بن عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ	لیشی ہیں۔
5	رقیم بن ثابت رضی اللہ عنہ	انصاری۔ اسی
6	ثابت بن جذع رضی اللہ عنہ	انصاری عقبی و بدری
7	سعید بن سعید بن عاص بن امیہ رضی اللہ عنہ	قرشی الاموی
8	عبد اللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ	قرشی المخزومی ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے برادر از جانب پدر
9	عبد اللہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ	قرشی البہاشمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی ہیں۔
10	سائب بن حارث بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ	قرشی۔ سبھی۔ بعض کا قول ہے کہ یہ طائف میں زخمی اور یوم فحل 13 ھ میں شہید ہوئے۔
11	عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ	عدوی ہیں۔
12	عبد بن قوال بن قیس بن قوش بن ثعلبہ	عدوی احد اور جملہ مشاہد ماجد میں شریک ہوئے
13	منذر بن عبد بن قوال	نمبر 12 کے فرزند ہیں۔ ﴿﴾

شہدائے مشاہد مختلفہ رضی اللہ عنہم

اس فہرست میں ان شہیدان پاک کے نام لکھے جاتے ہیں جن کی بابت علمائے سیر میں یہ توافق ہے کہ وہ عہد پر نور مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شہید ہوئے تھے مگر ان کے مشاہد کے تعین میں اختلاف ہے۔

1	قرعہ بن عقبہ (عقبہ) انصاری الاشہلی رضی اللہ عنہ	
2	مالک بن خلف بن عمرو الخزامی رضی اللہ عنہ	طلیحہ احد پر مع اپنے بھائی نعمان کے مامور تھے
3	مخیر بن رضی اللہ عنہ	یہودی عالم از ہون نصیر تھے۔ بروز جنگ احد ایمان لائے اور سیدھے میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ اپنے مال کی وصیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کر گئے تھے۔
4	ثابت بن نعمان بن امیہ ابو حصصہ رضی اللہ عنہ	بدری ہیں۔

﴿﴾ یہ فہرست ان شاء اللہ مکمل ہے۔

5	سہل بن رومی بن قیس بن زعہبہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	واقدی نے شہدائے احد میں ان کا نام لیا ہے۔
6	یزید بن سعید الکندی والد سائب <small>رضی اللہ عنہ</small>	
7	بشر بن براء بن معرور۔ انصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	خیبری۔ زہر آلود گوشت کے کھانے سے شہادت واقع ہوئی۔
8	طفیل بن نعمان بن خضاء الانصاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	
9	مسعود بن خلد <small>رضی اللہ عنہ</small>	الانصاری۔ الزرقی
10	عبداللہ (حکم) بن سعید بن العاص بن امیہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	قرشی۔ بدری ہیں۔
11	مسعود بن الاسود بن حارثہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	قرشی العدوی
12	ہبار بن سفیان بن عبدالاسد <small>رضی اللہ عنہ</small>	البحری



﴿ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴾ [الانعام: 25]

کفار عرب قرآن مجید میں پہلی قوموں اور پچھلے نبیوں کے حالات سنتے تو قرآن مجید پر یہ بھتی کتے کہ اس میں ہے ہی کیا؟ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ محمد ﷺ ہمیں اساطیرِ الاولین سنایا کرتا ہے۔

لغت میں اساطیر فسانہ قصوں کو کہتے ہیں جن میں حقیقت کم ہو مگر دلچسپی زیادہ ہو۔ کفار عرب جو علوم سے بے بہرہ، خط و کتابت سے عاری، احوال عالم سے بے خبر تھے وہ تو اپنی جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے بہت کچھ قابلِ ترحم تھے لیکن تعجب تو یہ ہے کہ ان جاہل وحشی بت پرستوں کے اس لفظ کو اہل کتاب نے نہایت پسندیدگی سے دیکھا اور خود بھی اپنی کتابوں میں بارہا مختلف بیابوں کے ساتھ دہرایا۔

بعض پادریوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ محمد ﷺ نے یہ سب قصے ایک عیسائی عالم سے ہی سن کر اپنی زبان میں ڈھال لیے تھے۔ ہم اس مضمون میں دکھائیں گے کہ ایک ہی قصہ کے متعلق موجودہ بائبل کیا بیان کرتی ہے اور قرآن مجید کیا۔ اس کے ملاحظہ سے ناظرین خود ہی دیکھ سکیں گے کہ قرآن مجید اپنی تعلیم میں دیگر آسمانی کتابوں سے کس قدر اعلیٰ ہے۔ ایسی پاک کتاب کے سنانے والے کی نسبت یہ خیال کرنا کس قدر غلط ہے کہ وہ اپنے سے پہلی کتابوں کے مضامین کو چرا کر بیان کرتا تھا۔ چوں کہ عیسائی لوگوں کا یہ اعتراض ذاتِ ستودہ صفاتِ نبی ﷺ پر ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس بات کو سیرتِ النبی ﷺ کے اندر شامل کیا جائے۔

آدم علیہ السلام

بائبل کی کتاب پیدائش کے باب 2، 3 میں آدم علیہ السلام کی پیدائش، باغِ عدن کے قیام، درختِ تمیز سے پھل کھانے اور باغ سے نکلے جانے کا ذکر ہے۔ درس 17 باب 3 میں یہ بھی ہے کہ ”زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی“۔ تمام بائبل میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ آدم علیہ السلام کے اس گناہ کی معافی بھی ہوگئی تھی۔ لیکن قرآن مجید نے آدم علیہ السلام کے جن خاص فضائل کا ذکر کیا ہے اور جن سے بائبل خاموش ہے، وہ یہ ہیں:

① کہ پھل کھاتے وقت آدم علیہ السلام اللہ پاک کے حکم کو بھول گئے تھے۔

﴿ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ فَنَسِيَ ﴾ [طہ: 115]

② آدم علیہ السلام کی نیت میں خلافِ حکم کرنے کا ارادہ شامل نہ تھا:

﴿ وَ لَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ﴾ [طہ: 115]

③ رب کریم نے ان کی اس حرکت کو بخش دیا تھا اور آئندہ انھیں بہترین راہداریت بھی کردی تھی اور آدم علیہ السلام کو اپنی درگاہ کا برگزیدہ بھی بنا لیا تھا۔

﴿ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَاهُ ﴾ [طہ: 122]

④ آدم علیہ السلام پر کلامِ الہی بھی نازل ہوا تھا۔

﴿ فَتَلَقَىٰ آدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ ﴾ [البقرہ: 37]

لیکن بائبل اس سے خاموش ہے حالانکہ اگر نسل انسانی کے پدرا عظیم کو اس فضیلت سے عاری کر دیا جائے تو اس میں کوئی بھی فضیلت نہیں رہ جاتی۔

قرآن مجید حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق جس بات میں چپ ہے اور بائبل اسے بیان کرتی ہے وہ یہ فقرہ ہے۔ خدا نے آدم کو پیدا کیا۔ خدا کی صورت پر اسے بنایا۔ درس 1 باب 5۔ کتاب پیدائش۔ یہی مطلب اس کتاب کے درس 26 میں ان الفاظ میں ہے: ”تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بنادیں۔“

میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس فقرہ کے بعد کیوں کر کوئی اہل کتاب اللہ کے جسم اور جسمانیات سے انکار کر سکتا ہے اور کیوں کر اللہ کو محدود ہونے سے بری ٹھہرا سکتا ہے۔ اور کیوں کر اللہ کا تصور انسان سے بالاتر ہونے کا دوسرے کو دلا سکتا ہے۔

بے شک قرآن مجید نے اس فقرہ کو چھوڑ دینے سے ثابت کر دیا کہ تقدیس و تمزیہ ربانی کی جو تعلیم قرآن مجید میں ہے وہ سب سے اعلیٰ ہے۔

قائِن و ہابیل فرزند ان آدم علیہ السلام

بائبل نے بیان کیا ہے کہ:

- 1) قائن نے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا۔ درس 8 باب 4 پیدائش۔
 - 2) خداوند نے قائن پر ایک نشان لگایا کہ جو کوئی اسے پاوے مار نہ ڈالے۔
 - 3) خداوند نے کہا کہ کوئی قائن کو مار ڈالے گا سات گنا بدلہ اس سے لیا جائے گا۔
- ایک قاتل کے متعلق یہ اصول دنیا کے امن و امان کے لیے جس قدر مضر اور خطرناک ہے وہ ظاہر ہے۔ قرآن مجید نے اس قصہ کو بیان فرماتے ہوئے بتایا ہے۔

- 1) کہ قائن اپنے بھائی کو قتل کرنے سے خود زیاں کار اور مجملہ اصحاب نار بنا۔
- ﴿ فَتَكُونُ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴾ [المائدہ: 29] ”تو دوزخ والوں میں سے ہوگا۔“
- ﴿ فَتَنَلَّهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴾ [المائدہ: 30] ”اس نے بھائی کو قتل کر دیا اور خسارہ پانے والوں سے ہو گیا۔“
- 2) پھر انسان کی زندگی کی قدر و قیمت اور انسان کے ہلاک کرنے کے وبال سخت اور گناہ عظیم کا بیان فرمایا: ”کہ ایک انسان کا قتل کر دینا تمام بنی آدم کے قتل کے برابر ہے اور ایک انسان کو ہلاکت سے بچا لینا تمام نسل کو ہلاکت سے بچانے کے برابر ہے۔“
- ﴿ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ﴾ [المائدہ: 32]
- ”جس نے کسی انسان کو (قصاص) یا ملکی فساد کے بغیر قتل کیا اس نے گویا سب ہی انسانوں کو قتل کیا اور جس نے ایک انسان کی زندگی کو بچایا اس نے گویا سب ہی انسانوں کو بچایا۔“
- اب قارئین بائبل اور قرآن مجید دونوں کے فرق کو اور قرآن مجید کے تفوق کو بخوبی معلوم کر سکتے ہیں۔

بائبل میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کتاب پیدائش کے 6 باب سے شروع ہوتا ہے۔ باب 7-8 میں طوفان کا ذکر ہے۔ باب 9 میں بعد طوفان کا ذکر ہے اور باب 10 میں اولاد نوح کا ذکر ہے۔ جو شخص بائبل کو پڑھے اور سمجھ سکتا ہے وہ بائبل کو پڑھے اور سمجھے۔

① اس میں ایک فقرہ بھی نوح علیہ السلام کے چند نصیحت فرمانے کی بابت درج نہیں۔

② اس میں ایک جگہ بھی نہیں بتایا کہ جو لوگ طوفان میں ڈبو دیے گئے تھے ان کا خاص گناہ کیا تھا؟

③ اس میں نہیں بتایا کہ کیوں ہلاکت ہی بہ طور آخری علاج کے اختیار کی گئی تھی۔

④ اس میں نہیں بتایا گیا کہ نوح کن لوگوں میں مبعوث کیے گئے تھے۔

⑤ اور کون لوگ غرق طوفان ہوئے۔

لیکن قرآن مجید ان جملہ امور پر روشنی ڈالتا ہے۔

قرآن مجید نے بتایا:

① ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ ﴿۱﴾ [نوح: 1] کہ ”نوح علیہ السلام اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔“

② قرآن نے بتایا کہ نوح علیہ السلام 950 سال تک برابر نصیحت کرتے رہے:-

﴿فَلَقَّبْتْ فِيهِمْ أَلْفَ مَسْنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا﴾ [احکابوت: 14]

③ بتایا ہے کہ اسرار و اعلان کے تمام طریقوں سے حضرت نوح علیہ السلام قوم کو نصیحت کر چکے تھے۔

④ بتایا ہے کہ قوم شرک کے گندے گناہ سے آلودہ ہو گئی تھی۔

⑤ بتایا ہے کہ وہ شرک میں اتنے منہمک ہو گئے تھے کہ اولاد و احفاد، دوست احباب کو اسی شرک کے لڑوم کی نصیحتیں اور وصیتیں کیا کرتے

تھے: ﴿وَقَالُوا لَا تَدْرُونَ إِلَهُكُمْ وَلَا تَدْرُونَ ذَا وَلَا سَوَاعَا وَلَا يَعْوُثُ وَيَعُوقُ وَنَسُوا﴾ [نوح: 23]

⑥ بتایا گیا ہے کہ ان کی آئندہ نسلوں کی صلاحیت پذیر ہونے کی امید بھی منقطع ہو گئی تھی۔

﴿وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاَجْرًا كُفَّارًا﴾ [نوح: 27]

⑦ بتایا گیا ہے کہ وہی قوم غرق کی گئی تھی جس نے شرک و طغیان و سرکشی اختیار کی تھی۔

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ۝ وَنَمُودٌ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ ۝ أُولَٰئِكَ

الْأَخْرَابُ ۝ إِنَّ كُلًّا إِلَّا كَذَّبَ الرَّسُلَ فَحَقَّ عِقَابُ﴾ [سورہ 12-14]

”نوح، عاد اور فرعون ذوالاوتاد اور نمود اور قوم لوط اور اصحاب الايكة کی جماعتوں نے ان سے پہلے تکذیب کی ان سب نے رسولوں

کو جھٹلایا اور اس لیے ان پر عذاب کا آنا ٹھیک ہے۔“

ہاں قرآن مجید نے جو کچھ حضرت نوح علیہ السلام کی بابت بتایا ہے اور جس سے بائبل خاموش ہے وہ بہت سے امور ہیں۔

اول: نوح علیہ السلام کے ایک نافرمان بیٹے کا قصہ جس میں بتایا گیا ہے:

① کہ اللہ کے حکم کے سامنے اولاد کی محبت کو چھوڑ دینا چاہیے۔

﴿اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرٌ صَالِحٌ﴾ [ص:46]

﴿اور یہ کہ نیک باپ بری اولاد سے کیوں کر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔﴾

﴿رَبِّ اِنِّىۤ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ﴾ [ص:47]

اے رب! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے اس بات کا سوال کروں جس کا علم مجھے نہیں۔

دوم: قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ اور بھی چند نفوس بچے تھے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور اللہ نے ان کو بھی سلامتی کے خلعت سے مشرف فرمایا تھا۔

﴿وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ [ص:40]

”نوح علیہ السلام کے ساتھ تھوڑے ہی ایمان لائے تھے۔“

﴿يٰۤاَنۡرُوْحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلٰىكَ وَعَلٰى اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَكَ﴾ [ص:48]

”اے نوح! کشتی سے اتار ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور ان سب پر جو تیرے ساتھ ہیں۔“

سوم: قرآن مجید بتاتا ہے کہ حضرت نوح کی اولاد کبھی منقطع نہ ہوگی۔

﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ﴾ [الصفت:77]

”ہم نے نوح علیہ السلام کی اولاد کو باقی رہنے والے بنایا۔“

بائبل ان جملہ افادات سے خالی ہے۔

اب بائبل جو بات قرآن مجید سے زائد بیان کرتی ہے وہ یہ ہے: نوح سے پی کر نشہ میں آیا اور اپنے ڈیرہ کے اندر خود کو ننگا کیا۔

حام نے اپنے باپ کو ننگا دیکھا۔ [(21-22) 9 پیدائش] قرآن مجید بے شک اس سے خاموش ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

بائبل کی کتاب پیدائش میں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ 12 باب سے 25 باب تک ہے۔ ہاں ہمد بائبل ان فضائل کے بیان سے

ساکت ہے جو قرآن مجید نے حضرت ظلیل الرحمن علیہ السلام کے بیان کیے ہیں۔

① قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ﴿مَلِكُوۡتِ السَّمۡوٰتِ وَالۡاَرْضِ﴾ [الانعام:75] نظر ڈالنے تاروں چاند سورج وغیرہ

میں الہیت الہیت نہ ہونے پر استدلال کرنے کا مفصل بیان ہے اور اس سے سبق ملتا ہے کیوں کہ سعادت مندان ازلی اس صحیفہ

قدرت کو دیکھ کر منازل خدا شناسی کو طے کر جاتے ہیں۔ بائبل میں یہ مذکور نہیں۔

② قرآن مجید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کا بیان کیا ہے اور ﴿جَعَلْنٰهُمْ جُدًا اِذَا الْاٰلِیٰہِۥۤا﴾ [58]: کہہ کر بتا دیا جاتا ہے کہ

ابراہیم علیہ السلام اپنی ابتدائی عمر ہی سے شرک کے دشمن اور توحید کے فدائی تھے۔ لیکن بائبل میں یہ مذکور نہیں۔

③ قرآن مجید میں اس مناظرہ کا ذکر ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے توحید کے بارے میں اپنی قوم کے ساتھ کیا اور عقیدے کی پختگی میں قوم

کی مخالفت کی ذرا پروا نہ کی تھی۔

﴿وَحٰجَّجْہٗ قَوْمُهٗۥ قَالَ اَتَّحٰجُّوۡنِیۡ فِیۡ اللّٰہِ وَقَدْ هَدٰنِ﴾ [الانعام:80]

- ”اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم اللہ کی بابت مجھ سے جھگڑتے ہو اسی نے تو مجھے ہدایت فرمائی ہے۔“
- ④ قرآن مجید میں اس نصیحت کا ذکر ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو فرمائی تھی:
- ﴿اِذْ قَالَ لِاٰبِيهِ يَا بَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَّلَا يَبْصُرُ وَّلَا يَغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا﴾ [النور: 42]
- ”اے باپ! تو کیوں ایسی چیزوں کو پوجتا ہے جو نہ سن سکیں نہ دیکھ سکیں نہ تیرا کوئی کام بنا سکیں۔“
- قرآن پاک نے ان کے باپ کی سختی اور ابراہیم علیہ السلام کا باپ سے علیحدہ ہو جانا بھی بتایا ہے۔
- ﴿يٰۤاِبْرٰهِيْمُ لِيْنُ لَّمْ تَنْتَهَ لِاَرْجَمٰنَكَ﴾ [مریم: 46]
- ”اے ابراہیم! اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔“
- ⑤ قرآن پاک میں اس مناظرہ کا ذکر بھی ہے جو بادشاہ وقت سے انہوں نے کیا وہ بادشاہ سرگروہ مہملین تھا۔ اللہ تعالیٰ کا منکرانہ نیت کا قائل اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان دلائل کو بھی بیان فرمایا ہے جنہیں سن کر ایسا محسن کش و مغرور بادشاہ بھی حیران رہ گیا تھا۔
- ﴿فَبَيَّنَّا الَّذِيْ كَفَرْنَا﴾ [البقرہ: 258] ”تب کا فرحیران رہ گیا۔“
- ⑥ قرآن پاک نے ابراہیم علیہ السلام کے خلاف قوم اور سلطنت کا اتفاق ان کا آگ میں ڈالنا، چارباگ کریم کا اپنے خلیل علیہ السلام کو بچا لینا بیان فرمایا ہے۔
- ﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ﴾ [الانبیاء: 68]
- ”ہم نے کہا اے آگ ابراہیم علیہ السلام پر تو ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔“
- ⑦ قرآن مجید نے اس طریقہ استدلال کا بھی ذکر کیا ہے جس سے احياء موقی کے مسئلہ میں غور کرنے والے کے لیے ابراہیم علیہ السلام ایک روشن مثال چھوڑ گئے ہیں۔
- ﴿رَبِّ اَرْنِيْ كَيْفَ تُنْحِي الْمَوْتٰى﴾ [البقرہ: 260]
- ”اے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیوں کر زندہ کرے گا۔“
- بائبل ان تمام باتوں سے بالکل خاموش ہے۔ بائبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کسی دینی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتی۔
- ① بائبل نے اگر کوئی ایسا ذکر بھی کیا جو قرآن مجید میں نہیں تو وہ یہ ہے کہ ”ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو سکھایا تھا کہ تو کہنا کہ میں اس کی بہن ہوں“ (12-11 پیدائش)
- ② بائبل نے لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سرہ کے کہنے سے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام اور بیوی ہاجرہ علیہا کو گھر سے نکال دیا تھا۔ 10-14 درس 21 باب۔ وہ بے چارے بیابان میں بھٹکتے پھرتے رہے۔
- اس بیان سے ابراہیم علیہ السلام کے رحم اور انصاف پر بہت سے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔
- لیکن قرآن مجید نے جب اس واقعہ کا ذکر کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیوی اور بچے کو نکالا نہ تھا بلکہ توحید کی

منادی پھیلانے کے لیے ایک مرکز منتخب فرمایا تھا اور تو حید کی تعلیم کو تمام دنیا تک پہنچانے کے لیے اپنے کنبے کو دور دراز مالک تک پھیلا دیا تھا:

﴿رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ﴾ [ابراہیم: 37]

”اے رب! میں نے اپنے کنبہ میں سے چند کو اس وادی میں جہاں زراعت نہیں ہوتی ہے تیرے عزت کے گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے رب! میری غرض یہ ہے کہ وہ نماز کو قائم کریں۔ اس لیے اے اللہ! تو لوگوں کے دلوں کو ان کی جانب مائل کر دے۔“

یہ ایسی پاک غرض ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رفعت شان کو نہایت اعلیٰ بنا دیتی ہے۔ جملہ وجوہات کو دیکھ کر بھی کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کے مضامین بائبل سے لیے گئے ہیں۔ غرض بائبل ان تمام باتوں سے بالکل خاموش ہے جن کا ذکر قرآن مجید نے بھر ترح کر دیا ہے۔ بائبل ابراہیم علیہ السلام کی کسی دینی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتی۔

حضرت لوط علیہ السلام

① لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا انجام کتاب پیدائش باب 19 میں ہے۔ بائبل نے حضرت لوط علیہ السلام کی مساعی تبلیغ کا ذرا بھی ذکر نہیں کیا لیکن قرآن مجید نے ان کے زبردست دلائل وعظ کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿وَلَوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ﴾ [الاعراف: 80]

”لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے بھی نہیں کیا۔“

② بائبل نے لوط علیہ السلام کی عورت کے نمک کا کھمبا بن جانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس نے چھپے کو پھر کر دیکھ لیا تھا۔ (26 درس 19 باب) لیکن قرآن مجید نے ظاہر کیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی خیانت کرتی تھی۔

﴿كَانَتْ تَخْتُ عِبْدَئِنَّا مِنْ عِبَادِنَا صَالِحِينَ فَخَافْنَا هُمَا﴾ [الاحقاف: 10]

”لوح اور لوط (علیہ السلام) کی جو روئیں ہمارے دو صالح بندوں کے تخت میں تھیں مگر انھوں نے ان دونوں کی خیانت کی۔“

③ اب بائبل جس مضمون کو خاص طور پر بیان کرتی ہے وہ لوط کی دونوں بیٹیوں کا قصہ ہے۔ دیکھو باب 19۔ مگر قرآن مجید ایسے قصوں سے بالکل پاک ہے۔

اس ناپاک قصہ کا بطلان خود بائبل سے بھی ثابت کیا جاسکتا ہے۔ دیکھو پیدائش (31-32) 19۔ پلوٹی نے اس فعل قبیحہ کے جواز میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ زمین پر کوئی مرد نہیں جو تمام جہان کے دستور کے موافق ہمارے پاس اندر آوے۔“ یہ دلیل بالکل غلط ہے کیوں کہ (23، 20) 19 میں شہر صغر کی موجودگی اور سلامتی کا ذکر ہے، پھر وہ لڑکیاں کیوں کر کہہ سکتی تھیں کہ زمین پر کوئی مرد نہیں ہے۔ ہم باور کر سکتے ہیں کہ یہ داستان ہی بے اصل ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

کتاب پیدائش کے 26 باب میں حضرت اسحاق علیہ السلام کا ذکر ہے اور جو بیان اس میں قرآن مجید سے زائد ہے وہ یہ ہے

”اضحاق جرار میں رہا اور وہاں کے باشندوں نے اس سے اس کی جو روکی بابت پوچھا وہ بولا کہ وہ میری بہن ہے“ (درس 6)
قارئین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیا اس فقرہ کا قرآن مجید میں نہ ہونا اس کی شان کو گھٹا سکتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

باب 25، کتاب پیدائش سے معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام اور عیسو دو توام بھائی تھے اور پیدائش کے اعتبار سے عیسو بڑا تھا۔
اب مندرجہ ذیل امور پر غور کیجیے۔

- اول: 29 درس میں ہے: ”کہ یعقوب نے لپسی پکائی اور عیسو جنگل سے آیا اور وہ ماندہ ہو گیا تھا۔
30 اور عیسو اور یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ اس لال لال میں سے کچھ مجھے کھانے کو دے کیوں کہ میں ماندہ ہو گیا ہوں۔
31 تب یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ آج ہی اپنے پلوٹھے ہونے کا حق میرے ہاتھ ہے۔
32 عیسو نے کہا کہ کچھ میں تو مرے جاتا ہوں سو پلوٹھا ہونا میرے کس کام آوے گا؟
33 تب یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ آج ہی میرے سامنے قسم کھا اس نے اس کے سامنے قسم کھائی اور اس نے اپنے پلوٹھے ہونے کا حق یعقوب کے ہاتھ ہی ہے۔
34 تب یعقوب علیہ السلام نے عیسو کو روٹی اور مسور کی دال دی۔ اس نے کھایا اور پیلا اور اٹھ کر چلا گیا۔ سو عیسو نے اپنے پلوٹھے ہونے کا حق ناجیز جانا۔

قارئین ذرا غور کریں کہ اوپر کے قصے سے کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کی کوئی تعریف نکلتی ہے جنہوں نے حقیقی بھائی کو مسور کی دال اور روٹی اس وقت تک نہ دی جب تک اس سے وہ حق نہ لے لیا جو قدرت نے اسے عطا کیا تھا۔
شکر ہے کہ قرآن مجید میں یہ داستان موجود نہیں۔

دوم: کتاب پیدائش کا 27 باب پڑھیے، جس میں یہ مذکور ہے کہ اسحق علیہ السلام نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کو کہا کہ وہ شکار کا گوشت باپ کے لیے لائے اور باپ اسے برکت دے گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ماں نے حضرت یعقوب کو عیسو جیسا لباس پہنایا ان کا حلیہ عیسو جیسا بنایا اور ان کے ہاتھ بکری کا گوشت پکا کر اسحق علیہ السلام کے پاس بھیجا اور یعقوب علیہ السلام نے باپ سے کہا میں عیسو ہوں۔ شکار کھائے اور برکت دیجیے اور حضرت اسحق علیہ السلام اس دھوکے میں آگئے اور یعقوب علیہ السلام کو وہ برکت دی۔ جو عیسو کو دینا چاہتے تھے۔

شکر ہے کہ قرآن میں یہ قصہ بھی نہیں ہے۔

سوم: 34 باب پیدائش میں دنیہ دختر یعقوب علیہ السلام کا قصہ ہے۔ پھر اسی باب میں مذکور ہے کہ فرزند ان یعقوب علیہ السلام نے امیر حوی حمور سے یہ معاہدہ کر لیا کہ آئندہ کے لیے بیٹوں کی لیت و دیت جاری ہو جائے گی مگر پھر لادی و شمعون تلواریں لے کر اس شہر پر گئے۔ سب مردوں کو اور سکم و حمور کو قتل کر ڈالا۔ ان کی بیٹری، بکریاں، گائے، بیل، گدھے اور جو کچھ شہر یا کھیت میں تھا سب دولت، سب بچے اور ان کی جو روئیں لوٹ کر لے گئے۔“

شکر ہے کہ قرآن مجید میں اس کی بابت ایک حرف بھی نہیں۔

چہارم: 35 باب 22 درس میں ”روبن جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا پلوٹھا بیٹا تھا اور اس کی سوتیلی ماں کا قصہ ہے۔“
شکر ہے کہ یہ قصہ بھی قرآن مجید میں نہیں۔

پنجم: 28 باب کتاب پیدائش۔ یہوداہ جو حضرت یعقوب کا تیسرا بیٹا ہے اور اس کی بہو تمر کا قصہ ہے۔

بائبل نے یہوداہ کو الزام سے بچانے کے لیے کہا ہے۔ اس نے نہ جانا کہ یہ میری بہو ہے۔“ (16 درس) لیکن عذر کے بعد پھر بھی یہوداہ پر کسی ایک عورت کے ساتھ آلودہ ہونے کا جرم و گناہ قائم رہتا ہے اور یہ جرم ایسے شخص کے متعلق جو نبی کا بیٹا اور نبی کا پوتا اور نبی اسرائیل کے چندا نبیاء ما بعد کا باپ ہو بہت سخت ہے۔

شکر ہے کہ قرآن مجید اس پاک گھرانے کے کسی شخص پر ایسے الزام نہیں لگا تا بلکہ یوں تعریف کرتا ہے:-

﴿وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ [الاعراف: 137]

”اللہ تعالیٰ کا پاک فرمودہ نبی اسرائیل پر پورا ہوا۔“

ان سب باتوں کو چھوڑ کر قرآن مجید نے جو کچھ خود بیان کیا ہے جو بائبل میں مذکور نہیں اس سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی عظمت نمایاں ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ فی الواقع اسرائیل (مرد خدا) کا خطاب پانے کے اہل تھے۔

① قرآن مجید بتاتا ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ہی سے ایک برگزیدہ بنیے اور ایک برگزیدہ پوتے کی بشارت عطا فرما دی تھی۔

﴿فَبَشِّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَآءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾ [ص: 71]

”ہم نے سارہ علیہا السلام کو اسحق (علیہ السلام) اور اسحق (علیہ السلام) کے بعد یعقوب (علیہ السلام) کی بشارت دی۔“

② قرآن مجید بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام اور ان کے والد پر خاص خاص الطاف فرمائے اور دنیا میں ان کے لیے ثنائے جمیل اور ذکر خیر باقی رکھا۔

﴿وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۚ وَوَهَبْنَا لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيمًا﴾

[مریم: 49-50]

”ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحق و یعقوب علیہم السلام دیے اور ان کو نبی بنایا اور ان سب کے لیے سچی اور بلند ترین تعریف عطا کی۔“

ان بیانات کو پڑھ کر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ بیانات بائبل سے ماخوذ ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کا احوال کتاب پیدائش کے باب 37 اور پھر باب 39 سے 50 تک ہے۔ اگرچہ یہ بارہ (12) باب حضرت یوسف علیہ السلام کی توصیف سے بھرے ہوئے ہیں لیکن ایک فقرہ حضرت یوسف علیہ السلام پر جزدیا گیا ہے۔

”یوسف علیہ السلام ان کے باپ کے پاس ان کے برے کاموں کی خبر لاتا تھا۔“ درس 2 باب 37 اس فقرہ سے یہ ظاہر ہے کہ

یوسف علیہ السلام (نعوذ باللہ) ایک چغل خور تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کے بھائی برے کام کرنے والے تھے۔

① قرآن کریم نے بھی یوسف علیہ السلام کا قصہ دو رکوع میں بیان کیا ہے لیکن وہ بہت سی باتوں میں بائبل کے بیان سے زیادہ ملیخ اور ممتاز ہے۔

﴿قُرْآنِ پَاکِ مِیْنِ هَے کَہ یَعْقُوبُ عَلَیْہِ السَّلَامُ﴾ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سن کر یہ تعبیر بتائی تھی: ﴿يَجْعَلُكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُسَبِّحُ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ﴾ [یوسف: 6] ”اللہ تعالیٰ تجھے برگزیدہ کرے گا اور تجھے علم تعبیر سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت کو پورا کرے گا۔“

﴿۱﴾ بائبل میں خواب کا ذکر تو ہے، مگر اس تعبیر کا ذکر نہیں۔ گو وہ مضمون موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بتائی ہوئی تعبیر انہی لفظوں میں پوری ہو گئی تھی۔

﴿۲﴾ قرآن مجید میں ہے کہ جب بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو چاہ میں گرا دینے پر اجماع کر لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت یوسف علیہ السلام کو ان کے اطمینان خاطر کے لیے بتا دیا تھا:

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ [یوسف: 15]

ہم نے یوسف علیہ السلام کو وحی کی کہ تو ان کو ان کے کام کی خبر دے گا اور وہ تجھے نہ پہنچانتے ہوں گے، یعنی ایک وقت تجھ کو وہ مقتدرت ہوگی کہ تو ان کے افعال پر تنبیہ کرے گا۔ لیکن بائبل میں اس کا ذکر نہیں۔

﴿۳﴾ قرآن پاک میں ہے کہ ”امراة العزيز“ کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے چیرا بن کا پچھلا حصہ پھٹ گیا تھا اور عورت ہی کے خاندان میں سے ایک نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ چیرا بن کے سامنے کا حصہ پھٹ گیا ہو تو یوسف علیہ السلام ملزم ہے ورنہ عورت ملزمہ ہے اور اس زبردست دلیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی و بے لوثی عزیز پر ثابت ہو گئی تھی۔ تب اس نے یوسف علیہ السلام سے درگزر کرنے کی التجا کی تھی اور عورت کو الزام دے کر کہا تھا کہ وہ اپنے گناہوں سے استغفار کر لے۔

﴿يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا سَعَىٰ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ﴾ [یوسف: 29]

”یوسف! تو اس تہمت کا خیال نہ کر۔ اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی اللہ تعالیٰ سے مانگ کیوں کہ خطا تیری ہے۔“

﴿۴﴾ قرآن پاک سے مستنبط ہوتا ہے کہ مصر کی اور بہت سی عورتوں نے بھی مل کر یوسف علیہ السلام کو زن عزیز کی بات مان لینے اور بہکانے میں کوشش کی تھی اور وہ سب ناکام رہی تھیں، مگر بائبل اس سے بھی خاموش ہے۔

﴿۵﴾ قرآن پاک نے بتایا ہے کہ جب زندان میں قیدیوں نے یوسف علیہ السلام سے اپنے اپنے خواب کی تعبیریں پوچھیں تو یوسف علیہ السلام نے اول ان کو توحید کی تعلیم دی اور اپنے فرض تبلیغ کو ادا کیا تھا۔

﴿يَا صَاحِبِي السِّجْنِ ۗ أَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۚ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاءُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۗ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۗ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۗ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [یوسف: 39-40]

”اے زندان کے ساتھیو! ذرا غور کرو کہ بہت سے رب اچھے یا ایک زبردست اللہ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ کے سوا تم جس جس چیز کی پوجا کرتے ہو وہ خالی نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے گھڑ لیے۔ اللہ نے ان کی بابت کوئی بھی دلیل نہیں

اتاری۔ یاد رکھو کہ حکم دینے کا حق اللہ ہی کو ہے اور اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو۔ اسی کا نام دین محکم ہے لیکن بہت لوگ ہیں جو اتنی بات بھی نہیں جانتے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کیسے عالی پایہ نبی تھے جو زندان میں پہنچ کر بھی اپنے فرض تبلیغ سے قاصر نہیں رہے۔ دعوت الی اللہ زندان میں بھی جاری رکھی اور ہدایت خلق کا جو وقت اور جو موقع مل گیا اسے ضائع نہ کیا۔ یہ پاک نظیر ان سب لوگوں کے لیے جو وعظ و ہدایت کا کام اپنے لیے پسند کرتے ہیں، بہترین ہدایت ہے۔ لیکن بائبل میں یہ مذکور ہی نہیں۔

﴿۹﴾ بائبل میں ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو فرعون نے تعبیر خواب کے لیے طلب کیا تو وہ جھٹ اس کے پاس چلے گئے مگر قرآن مجید میں ہے کہ انہوں نے جیل سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا اور پہلے اپنے الزام کے متعلق تحقیقات کیے جانے پر زور دیا۔

﴿۱۰﴾ قرآن مجید میں ہے کہ زمان مصر نے بھی یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی پر ہیر گاری، نیز مستقل مزاجی اور عزت نفس کی گم ہداشت پر بہترین شہادت ملتی ہے۔

﴿۱۱﴾ ﴿حَاسِبْ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ﴾ [یوسف: 51]

”پناہ بخدا! ہم نے تو یوسف علیہ السلام پر کوئی برائی محسوس نہیں کی۔“

اور خود زین عزیز نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت بیان اور طہارت نفس کی شہادت دیتے ہوئے سارا الزام اپنے اوپر لے لیا تھا۔

﴿۱۲﴾ قَالَتْ امْرَاةُ الْعَزِيزِ النَّحْنُ حَضَخَصَّ الْحَقُّ زَانَا وَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَاِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخْنَهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخٰنِيْنَ ۝ وَاَمَّا بَرِّيْٓ اِنَّ النَّفْسَ لَأَمّٰرَةٌۢ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ﴾

”زن عزیز نے کہا اب تو سچ ثابت ہو گیا خود میں نے یوسف کو بھلا نا چاہا اور وہ سچا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ یوسف جان لے کہ میں اسے پس پشت (بھی) کوئی الزام نہیں دیتی ہاں اللہ بھی خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا اور میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتی ہوں یوں کہ نفس تو برائی ہی کے لیے کہا کرتا ہے۔ بجز اس شخص کے جس پر میرے رب کی عنایت ہو۔“ [یوسف: 51-53]

لیکن بائبل ان اوصاف کے بیان میں ساکت ہے ایسے ہی دیگر مضامین اس سورہ مبارکہ میں ہیں جو بائبل میں نہیں ہیں۔ جن سے بیسیوں مسائل اور نکات آئندہ کے لیے بھی مستخرج ہوتے ہیں۔ میری کتاب ”الجمال والکمال“ (تفسیر سورہ یوسف) کو دیکھنا چاہیے۔

قارئین رحمۃ اللعالمین جلد اول کے ملاحظہ سے دیکھ سکتے ہیں کہ تمام سورہ مبارکہ کیوں کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارک کے لیے بہ طور پیشین گوئی بھی ہے۔

ان جملہ افادات کے بعد کیا اب بھی یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بائبل کے مضامین سن کر ان کو اپنی زبان میں ڈھال لیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام کا جس تفصیل اور تطویل کے ساتھ بائبل میں ذکر ہے اتنا اور کسی نبی کا نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی دوسری کتاب خروج

اور تیسری کتاب احبار اور چوتھی گنتی اور پانچویں کتاب استثنا اسی اولی العزم نبی کے حالات میں ہیں۔ قرآن مجید میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا تذکرہ بہت ہے۔ اس قدر اور کسی نبی کا نہیں، تاہم مجموعہ اس کا حجم بائبل کی مندرجہ بالا چار کتابوں میں سے ایک کتاب کے برابر بھی نہیں۔

مضامین کے لحاظ سے ہم اکثر مقامات کا اقتباس کریں گے۔

① 14 درس 4 باب خروج میں ہے کہ ”تب خداوند کا غصہ موسیٰ پر بھڑکا یہ اس موقع پر ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رسالت کو قبول کرنے سے عذر کیا ہے۔ مگر قرآن مجید اسی موقع پر بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نہایت الفت و شفقت سے سمجھایا تھا۔

﴿يَا مُوسَى لَا تَخَفْ لِي إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُؤْمِنُونَ﴾ [النمل: 10]

”اے موسیٰ (علیہ السلام) ڈرو نہیں، ہمارے ہاں رسول ڈرا نہیں کرتے۔“

② 60 درس 60 باب خروج میں ہے عمام نے اپنے باپ کی بہن یوکتہ سے بیاہ کیا۔ وہ اس سے دو بیٹے جنی: ایک ہارون دوسرا موسیٰ۔ معلوم نہیں کہ بائبل کا مقصود اس بیان سے کیا ہے۔ قرآن مجید سے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی بڑی تعریف نکلتی ہے۔

④ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ﴾ [القصص: 7] ”ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی۔“

واضح ہو کہ دنیا میں ایسی عورتیں بہت ہی کم ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی براہ راست آئی۔ قرآن مجید سے ایسی شرف والی عورتیں مادر موسیٰ، مادر عیسیٰ علیہ السلام ہی معلوم ہوتی ہیں اور بائبل سے مادر اسماعیل علیہ السلام کی بھی یہی منزلت معلوم ہوتی ہے اور مادر اسماعیل علیہ السلام کے سامنے تو دو بار فرشتہ خود آیا اور اس نے اللہ کا پیغام اور زمان مستقبل کی بشارت ان کو پہنچائی تھی۔ دیکھو (11-7) 16، 17، 21 کتاب پیدائش۔

⑤ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر مادر موسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں فرمایا ہے:

﴿كُلًّا لَّا أَنْ رَبَّنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا﴾ [القصص: 10] اگر ہم اس کے قلب پر اپنا رابطہ نہ رکھتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مادر موسیٰ علیہ السلام کے قلب پاک کو اللہ تعالیٰ سے رابطہ حاصل تھا۔

③ کتاب خروج 7/1 میں ہے۔ ”پھر خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لیے خدا سا بنایا۔ ناظرین فقرہ ”خدا سا“ پر غور کریں اور دیکھیں کہ کیا توحید کی تعلیم اسی طرح دی جایا کرتی ہے؟ اگر کوئی شخص اللہ کا مشہ بن سکتا ہے تو اللہ کی وحدانیت ذات اور وحدانیت صفات کیوں کر قائم نہیں رہ سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ [الشوری: 11]

”کوئی بھی چیز اللہ کی مثال جیسی نہیں۔“

﴿فَلَا تَصْرُبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ﴾ [النمل: 74]

”اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو۔“

④ 11' 712' خروج میں ہے: "کہ مصر کے جادوگروں نے بھی اپنا اپنا عصا پھینکا اور وہ سانپ ہو گیا۔"

② 718' خروج میں ہے کہ جادوگروں نے بھی مصر کی زمین پر مینڈک چڑھائے۔

③ (16-17) 8' میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے گرد پر عصا کو مارا اور اس سے تمام ملک میں جوئیں پیدا ہو گئیں۔

18 درس میں ہے "جادوگروں نے بھی چاہا کہ اپنے جادوؤں سے جوئیں نکالیں پر نہ نکال سکے۔"

19 درس میں ہے: "تب جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ یہ خدا کی قدرت ہے۔"

جادوگروں کا ذکر بائبل میں صرف اسی قدر ہے اور ان کے انجام کی بابت خاموش ہے۔ لیکن قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿فَالْقِيَ السَّحْرَةَ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ ۖ قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرٌ كُمْ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَا قِطْعَنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَلَا صَلْبَتِكُمْ فِي جُدُوعِ النَّخْلِ زَوَلْتَعْلَمَنَّ إِنَّمَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَىٰ ۖ قَالُوا لَنْ نُؤْتِيَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيْنَتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ إِنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۖ إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِنَغْفِرَ لَكَ خَطَايَانَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللَّهُ خَبِيرٌ وَأَبْقَىٰ﴾ [طہ: 70-73]

"ساحروں نے اللہ کو سجدہ کیا اور زبان سے کہا کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے اللہ پر ایمان لے آئے فرعون نے کہا تم میری اجازت کے بغیر ایمان لے آئے ہو؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ تمہارا بڑا ہے اسی نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ اب تمہارے ہاتھ پاؤں ادھر ادھر سے کاٹوں گا اور اونچے درخت کی شاخ سے تم کو پھانسی دوں گا۔ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم سے عذاب میں اشد کون ہے اور کون باقی رہنے والا ہے؟ انھوں نے کہا ان روشن دلیلوں پر اور اپنے پیدا کرنے والے پر ہم تجھے اختیار نہیں کریں گے۔ تجھ کو جو کرنا ہے وہی کر لے تو اس دنیوی زندگی ہی میں کچھ کر سکتا ہے۔ ہم تو اپنے رب پر ایمان لائے ہیں تاکہ وہ ہماری خطاؤں کو اور اس قصور کو کہ تیرے مجبور کرنے سے ہم نے جادو کا کام کیا ہے معاف فرمائے اور اللہ بہت بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔"

اس بیان قرآنی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معجزات موسوی سحر کی قسم سے نہ تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت نے کیوں کہ ساحروں کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیا تھا اور یہ بھی فصیح ملتی ہے کہ انسان کو دنیا کے کسی دباؤ یا کسی مصیبت کے اندیشہ سے اظہار اسلام میں تامل نہیں کرنا چاہیے اور یہ بھی حکم ملتا ہے کہ ترک اسلام کے لیے خواہ کیسے بھی عذاب اور دکھ دروئیے جائیں مگر مومن کو لازم ہے کہ جان پر کھیل جائے لیکن اسلام سے منہ نہ پھرائے اور دنیا کے فانی کو آخرت باقی پر ترجیح نہ دے۔

ان بہترین اسباق کا بائبل میں کہیں ذکر تک نہیں۔

⑤ کتاب خروج 24/ (9-11) پڑھو 9۔ تب موسیٰ اور ہارون اور ندب اور ایبید اور ستر (70) بزرگ اسرائیل اوپر گئے اور انھوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا۔ 10۔ اور اس کے پاؤں کے تلے جیسے نیلم کے پتھر کی کچھری اور اس کی شفا کی جرم آسان کی مانند تھی۔ 11۔ اور بنی اسرائیل کے امیروں پر اس نے اپنا ہاتھ نہ رکھا۔ انھوں نے خدا کو دیکھا اور کھایا اور پیا۔

قارئین! انھوں نے اللہ کے پاؤں بھی دیکھ لیے اور نیلم جیسی رنگت بھی دیکھ لی۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کے سارے جسم کی رنگت بھی نیلم جیسی ہوگی۔ ہندوؤں نے غالباً اسی مقام کو پڑھ کر گہنیا جی کی نیلی رنگت ظاہر کرنا سیکھا ہے۔ بھلا جس اللہ کے جسم کی شفافی اور رنگت کو دیکھ لیا گیا ہو، اس کے جسم ہونے میں کیا شبہ رہ گیا۔ اللہ اکبر! ایسے ہی مقام ہیں جو بندوں کو شرک جلی میں ڈال دیتے ہیں۔ قرآن پاک تو اللہ سبحانہ کی تقدیس کرتا اور اسے جسم و جسمانیات سے بالاتر بتاتا ہوا فرماتا ہے:

﴿لَا تَدْرِيهُ الْآبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْآبْصَارَ﴾ [الانعام: 103]

”ابصار اس کا اور اک نہیں کر سکتے، وہ ابصار کا اور اک رکھتا ہے۔“

قارئین اندازہ کریں کہ کیا تعلیم قرآنی بائبل کی تعلیم سے ماخوذ ہو سکتی ہے؟

﴿بَاب 32﴾ کتاب خروج کو ایک سے 6 درس تک پڑھ جاؤ اس میں درج ہے کہ ”ہارون نے سونے کا چھڑا ڈھال کر بنایا اور کہا اے بنی اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر سے نکال لایا پھر ہارون نے اس کے لیے قربانیاں کیں۔“ ایک ایسے نبی پر جو موسیٰ کا بھائی اور اللہ کا برگزیدہ اور خیمہ عبادت کا امام ہو یہ الزام کہ اس نے اپنے ہاتھ سے بت بنایا اور خود اس کے سامنے قربانیاں پیش کیں اور اسے اسرائیل کا الہ بتایا نہایت سخت الزام ہے اور مسلمانوں کی نگاہ میں تو ایسے افعال کا مرتکب ادنیٰ درجے کا مسلمان کہلانے کا بھی استحقاق نہیں رکھتا چہ جائیکہ وہ نبی ہو اور امام بنی اسرائیل بھی۔ شکر ہے کہ رب کریم نے اپنے پاک کلام قرآن مجید کے ذریعے سے اس غلطی کی اصلاح فرمائی کہ یہ فعل ”سامری“ کا تھا۔

﴿فَكَذَّبْتَ الْقَبِيلَ السَّامِرِيَّ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُوَارٌ فَقَالُوا هَذَا إِلَهُكُمْ وَإِلَهُ مُوسَى﴾

”اسی طرح سامری نے ڈالا پھر سامری نے ان کے لیے ایک چھڑے کی صورت نکالی، جس کی آواز چھڑے جیسی تھی۔“

تب لوگوں سے کہا کہ یہی تمہارا اور موسیٰ کا اللہ ہے۔“ [طہ: 87-88]

قرآن مجید میں یہ بھی ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف یہ دریافت کیا تھا کہ ان گمراہوں کو انھوں نے کیوں نہ روکا۔

﴿قَالَ يَا هَارُونَ مَا مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوا ۖ أَلَا تَتَّبِعُنِي ط﴾ [طہ: 92]

”موسیٰ نے کہا: اے ہارون! جب تو نے ان کو گمراہ دیکھا تھا تب تجھے کس چیز نے روکا کہ میری پیروی نہ کرے۔ یعنی تبلیغ نہ کرے۔“

اس کے جواب میں حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ جواب بھی بیان فرما دیا۔

﴿إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَتَمَّ تَرْفُئُ قَوْلِي﴾ [طہ: 94]

”مجھے ڈر ہوا کہ تو کہے گا تو نے بنی اسرائیل میں تفریق کر دی اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔“

الحمد للہ! کہ قرآن مجید نے اس بزرگوار کی شان کو صاف کر دیا، ورنہ اہل کتاب تو اپنے امام کو بت ساز اور بت پرستی کی ترغیب

دینے والا بتا رہے تھے۔

کیا اب بھی کوئی دانش مند کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید قصص میں بائبل کے مضامین کو دہراتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام

① کتاب دوم سونیل کے 11 باب کو پڑھو جس میں مسماۃ بنت سبغ زوجہ تھی اور یاہ اور داؤد کا ذکر ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ پھر داؤد نے عورت کو اپنے گھر میں ڈال لیا۔ وہ اس کی جو رو بنی۔ یہ کام خداوند کی نظر میں برا ہوا۔

شکر ہے کہ قرآن مجید میں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت کوئی ایسا قصہ نہیں۔ قرآن پاک تو ان کی تعریف پھیلاتا ہے اور فرماتا ہے:

﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ﴾ [س: 26]

”اے داؤد! میں نے تجھے الارض (وعدہ کی زمین) کا خلیفہ کیا ہے۔ لوگوں میں راست بازی سے حکومت کیا کرو۔“

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی سورہ ص میں جو بیان بدیں الفاظ ہے:

﴿وَهَلْ أَسَلْتَنَّا لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾ [س: 21] اس میں ”یہی اور یا“ والا قصہ بیان کی گیا ہے

لیکن ایسی بات خوش فہمی کی وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جن کے دماغ میں پہلے سے بائبل کے قصہ نے قبضہ کر رکھا ہے ورنہ قرآن مجید کے پاک کلام میں تو اس قصہ کی طرف اشارہ تک نہیں پایا جاتا اور لطف یہ ہے کہ بائبل میں اس قصہ کا جو قرآن پاک میں ان جھگڑنے والوں کے آنے اور دیوار کو پھاندا کر اندر جانے کی بابت ہے کچھ ذکر نہیں ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں جدا گانہ قصے ہیں۔

قرآن مجید نے جس قصہ کا بیان کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ والیان سلطنت اور حاکمان ملک کو نقلی عبادت کے مقابلہ میں معدلت گستری اور انصاف رسانی کی جانب توجہ زیادہ تر مبذول رکھنی چاہیے نیز صاحبان حکومت کو اپنے قیام کے لیے ایسی جگہ پسند کرنی چاہیے جہاں فریادیوں کی رسائی بہ آسانی ہو سکے اور غریب رعایا کو داری کے لیے زیادہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ ②

② کتاب 2 سونیل کے باب 13/14 کو پڑھو جس میں امنون بن داؤد اور اس کی تمہر کا قصہ ہے۔ پھر ابی سلوم بن داؤد جو تمہر کا حقیقی بھائی ایک ماں سے تھا کہ اس نے امنون کو دعوت کے بہانے سے بلایا اور اپنے نوکروں کو حکم دے کر قتل کرادیا۔

③ سونیل 20/16 میں ابی سلوم بن داؤد اور اس کی سوتیلی ماں کا قصہ ہے۔

شکر ہے کہ قرآن مجید میں ایسے قصے نہیں جن کو تفصیلاً ذکر کرنا بھی ہم نے نامناسب سمجھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

بائبل کے اولین سلاطین باب 3 کے درس 5 میں ہے: ”خداوند رات کے وقت سلیمان کو خواب میں دکھائی دیا اور خدا نے کہا جو تو چاہے کہ میں تجھے دوں، سو مانگ۔“

9 درس میں ہے: ”سلیمان نے عرض کیا تو اپنے بندے کو ایسا سمجھنے والا دل عنایت کر کہ وہ تیرے لوگوں کی عدالت کرے تاکہ میں نیک اور بد میں امتیاز کروں۔“

12 درس میں خدا کا ارشاد ہے: ”میں نے ایک عاقل اور سمجھ دار دل تجھ کو بخشا ایسا کہ تیری مانند تجھ سے آگے نہ ہو اور نہ تیرے

بعد تجھ سے برپا ہوگا۔“

④ مضمون بالا کی تحریر سے چند ماہ بعد مجھے کتاب الفصل 10 بن حزم بیہودہ کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ اس امام نے دلائل سے ان لوگوں کے فہم کا بطلان کیا ہے جو ان جھگڑنے والوں کو فرشتے بتاتے ہیں جو بکریوں سے مراد عورتیں لیتے ہیں۔ جو انما فتاہ سے مراد کسی گناہ کا ہونا لیتے ہیں۔ دیکھو جلد چہارم ص 18۔ کتاب مذکور

اولین سلاطین کے 6 باب 11 درس میں سلیمان پر خدا کا کلام اترا ندرج ہے۔ اس قدر توصیف و محامد کے بعد سلاطین اول کے 11/4 میں یہ بھی ہے جب سلیمان بوڑھا ہوا تو اس کی جو روؤں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر دیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کی طرف مائل نہ تھا۔ 5 سلیمان نے صیدانیوں کی دیوی عتارہ اور بنی عمون کی نقرتی ملکوم کی پیروی کی اور یوں ہی اس نے اپنی ساری جو روؤں کی خاطر کیا جو اپنے معبودوں کے حضور بخور جلایا کرتی تھیں۔

قارئین! ذرا انصاف کریں کہ جس برگزیدہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے مشرف کیا جس سے اللہ تعالیٰ ہم کلام رہا ہو جس کو ایسا عاقل دل دیا گیا ہو کہ اس سے پہلے اور پیچھے کسی کو نہ ملا ہو، جس نے رب قدوس کی عبادت کے لیے بیت المقدس بنایا ہو کیا اس کا بت پرست ہو جانا ممکن ہے؟ کیا ایسے شخص کو اس کی بیویاں بت پرستی پر (جس کی شان ﴿مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ [53: السج: 23] ہے) مائل کر سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، یقیناً نہیں۔ قربان جائیے قرآن پاک کی تعلیم کے جس نے قطعی الفاظ میں فرمایا:

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ﴾ [البقرہ: 102] "سلیمان (علیہ السلام) نے کبھی کفر نہیں کیا۔" اور فرمایا:

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ [نمل: 16] "سلیمان (علیہ السلام) اپنے (باپ) داؤد کا وارث بنا۔"

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کا وارث صرف سلیمان کو بتایا ہے۔ حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سترہ (17) فرزندان ذکر تھے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہاں وراثت سے مراد مال و اسباب کی وراثت نہیں، بلکہ کلام الہی ہے۔ اس آیت کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ کتاب اول سلاطین 11/4 میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کی طرف مائل نہ تھا۔ جیسا کہ اس کے باپ داؤد علیہ السلام کا دل تھا۔ اس فقرہ کے بعد جب ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ [نمل: 16] پڑھا جائے گا تو ثابت ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و رضوان اور نبوت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا وہی وجہ ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کا ہے۔ اور وراثت نبوت میں وہی داؤد علیہ السلام کے وارث تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام

بائبل میں کتاب ایوب الگ ہی ہے جو 42 صفحات پر بخط باریک ختم ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں ان کا نام دو جگہ سورہ نساء و انعام میں انبیاء کی ذیل میں آیا ہے۔ اور دو جگہ ان کا قصہ ہے۔ دونوں جگہ دو دوسطروں میں اسے ختم کیا گیا ہے۔

سورہ انبیاء میں ہے:

﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ إِنِّي مُسِيئٌ ضَالٌّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَذِكْرًا لِلْعَابِدِينَ﴾ [الانبیاء: 83-84]

"ایوب علیہ السلام کا ذکر کرو جب اس نے اپنے اللہ سے یہ عرض کیا کہ مجھے تکلیفیں پہنچی ہیں اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ ہم نے اس دعا کو قبول کر لیا، اس کی تکلیفیں دور کر دیں۔ اسے کتبہ دو چند عطا کیا۔ یہ ہماری رحمت تھی اور عبادت کرنے والے اسے یادداشت رکھ سکتے ہیں۔"

حضرت داؤد علیہ السلام کے چھ (6) بیٹوں کے نام جو یہ مقام حرمون پیدا ہوئے 21 سوئیل 2/3 تا 5 میں اور گیارہ (11) بیٹوں کے نام جو یہ ظلم میں پیدا ہوئے۔ 2۔ سوئیل 13/2 میں ہیں۔

بائبل نے بھی 42 صفحات کے بعد نتیجہ یہی نکالا ہے جیسا کہ ایوب 42/10 سے ظاہر ہے۔ عجیب بات جسے بائبل نے بیان کیا ہے اور قرآن مجید میں اس پر اشارہ تک نہیں ہے یہ ہے ایوب 1/6 ایک دن ایسا ہوا کہ نبی اللہ آئے کہ خداوند کے حضور میں حاضر ہوں اور شیطان بھی ان کے درمیان آیا ہے۔ اب خداوند نے شیطان سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے۔ 2/ باب کے 2 درس میں پھر یہی الفاظ ہیں۔ غور کرو کہ شیطان کا نبیوں کے ساتھ شامل ہو کر اللہ کے حضور میں پہنچ جانا کسی قدر ناممکنات سے ہے۔ اس میں اللہ کے نبیوں کی کس قدر ہنگام ہے۔ اللہ کے دربار کی کس قدر توجہ ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بیان سے کون سی خوبی مقصود تھی۔

الحمد للہ کہ قرآن مجید میں یہ فقرہ نہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر لوقا نے اپنی انجیل کے 1/5 تا 25 میں کیا ہے اور قرآن مجید کی سورہ مریم کے رکوع اول میں اس کا بیان ہے۔ لوقا نے زکریا علیہ السلام کی دعا کا مضمون نہیں لکھا جو قرآن مجید میں ہے۔ حالانکہ اس دعا ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی کو فرزند کی خواہش کیوں تھی؟ آیا انہی اغراض پر جس کی وجہ سے سب لوگ فرزند کی تمنا کیا کرتے ہیں یا دینی مقصد کے لیے قرآن مجید میں ہے کہ زکریا علیہ السلام نے کہا تھا کہ بیٹا ایسا ملے جو

﴿يَرْبِي وَيُؤْتِ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ﴾ [مریم: 6] ”میرا وارث اور آل یعقوب (بنی اسرائیل) کا وارث ہو۔“

ان الفاظ سے واضح ہے کہ قوم کی بہبود و فلاح اور دین الہی کی اشاعت اور قیام کے لیے وہ ایک نبی فرزند کے متمنی تھے اور یہی وہ وجہ ہے جو حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو استجابت حق کا مستحق بناتی ہے۔ لفظ ارث سے دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ زکریا علیہ السلام کا دعا مقولہ و غیر مقولہ کے وارث کا سوال کرتے ہیں۔ کیوں کہ اگر یہی معنی ہو تو حضرت زکریا علیہ السلام کا واحد بیٹا آل یعقوب کا جو کروڑوں کے شمار میں تھے کیوں کروارث بن سکتا تھا؟ آل یعقوب کے لفظ پر مزید غور مطلوب ہے کہ یہاں بنی اسرائیل نہیں کہا گیا یہ دونوں دلائل باور کروائیں گے کہ نبی فرزند کی بابت استدعا کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا فوراً بشارت حق کا مژدہ لائی تھی۔ لوقا نے 1/25 میں صرف یہ الفاظ لکھے ہیں: ”خداوند نے مجھ پر نظر کی، میرے ساتھ ایسا کیا تاکہ لوگوں میں سے میری شرمندگی دور کرتے۔“ یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ زکریا علیہ السلام نے فرزند کی تمنا صرف انہی اغراض سے کی تھی جو عموماً دنیا داروں کی اولاد سے وابستہ ہوتی ہیں۔

2۔ لوقا 1/20 میں لکھا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے زکریا علیہ السلام کو یہ کہا تھا کہ تو گونگا ہو جائے گا اور جس دن تک یہ چیزیں واقع نہ ہوں بول نہ سکے گا۔ اس لیے کہ تو نے میری باتوں کا جو اپنے وقت پر پوری ہوں گی یقین نہ کیا۔

اس سے دو باتیں نکلیں:

① حضرت زکریا علیہ السلام کا گونگا بنایا جانا بطور سزا کے تھا کہ انہوں نے جبریل علیہ السلام کی بات کا یقین نہ کیا۔

② گونگے پن کی مدت موعود بچے کی ولادت تک تھی۔

قرآن پاک میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس بشارت کی بابت علامت کا سوال کیا تھا اور رب العالمین نے تین دن تک بول نہ سکے کو علامت قرار دیا تھا۔

قارئین! دیکھ سکتے ہیں کہ کیا یہ مضمون قرآن پاک اپنے سے پہلی کتاب سے لیتا ہے یا اس کی کمی کی اصلاح کرتا اور ذکر یا علیہ السلام کو ایک عیب (مزایابی) سے بچاتا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

انجیل میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یوحنا، ہتسمہ دینے والا لکھا گیا ہے۔ ان کا ذکر لوقا 75 تا 1/80 میں اور پھر 1 تا 3/20 نیز 19/7 تا 29 میں ہے۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر سورہ مریم و آل عمران میں ہے اور بہت اختصار کے ساتھ ہے۔ سورہ مریم میں ہے:

﴿ يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ وَحَنَانًا مِن لَّدُنَّا وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيًّا ۝ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝﴾ [مریم: 12-14]

”اے یحییٰ کتاب (شریعت) کو خوب تمام۔ ہم نے اسے لڑکپن ہی میں نبوت اور نرم دلی اور پاکیزگی دی تھی۔ وہ خدا ترس اور ماں باپ سے عمدہ سلوک کرنے والا تھا اور وہ نہ ظلم پسند تھا اور نہ نافرمان تھا۔“

اور سورہ آل عمران میں ان کی صفت ان الفاظ میں ہے:

﴿ مُصَلِّيًا ۚ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَتَسْبُّدًا وَحُصُورًا ۚ وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝﴾ [آل عمران: 39]

”وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والا اور سید اور عورتوں سے الگ رہنے والا اور نبی صالحین میں سے تھا۔“

یہ بارہ (12) صفات ایسی ہیں [1] جو مجموعہ لوقا میں نہیں ملتی ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں باوجود اختصار سے بہت زیادہ بیان کرتا ہے اور یہ غلط ہے کہ وہاں سے لیتا ہے۔

حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہ السلام

قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک انسان بتاتا ہے۔

اور عیسائی ان کو خداوند کہتے ہیں۔

قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ بتاتا ہے اور عیسائی ان کو ”ابن اللہ“ کہتے ہیں۔

اس لیے واقعات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائی کچھ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ انجیل سے ماخوذ ہیں۔ اس لیے ان کے متعلق زیادہ طول کی حاجت نہیں۔

البتہ قرآن مجید کا یہ احسان عیسائیت پر ہمیشہ رہے گا کہ اس نے یہود کو کاذب ٹھہرایا اور مریم علیہا السلام کو صدیقہ بنا کر ابن مریم علیہ السلام کی شان کو بلند فرمایا اور اس طرح انجیل یوحنا 16 باب کا وہ فقرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر صادق ہوا کہ وہ میری بزرگی کرے گا۔

[1] بارہ صفات درج ذیل ہیں:

- | | | | | | | | | | |
|----|--------------------|----|-------------|---|------------------|---|--------------------|----|----------|
| 1 | کتاب | 2 | نبوت | 3 | نرم دلی | 4 | پاکیزگی | 5 | خدا ترسی |
| 6 | والدین سے حسن سلوک | 7 | علم سے نفرت | 8 | نافرمانی سے بچنا | 9 | کلمۃ اللہ کی تصدیق | 10 | سید |
| 11 | عورتوں سے الگ رہنا | 12 | نبی صانع | | | | | | |

افضلیت سید المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِمْ وَاٰلِہٖمْ وَسَلَّمَ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي بَعَثَ فِي كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيدًا وَجَاءَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى جَمِيْعِ اٰخْوَانِهِ مِنَ النَّبِيِّنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ صَلَوةً كَثِيْرًا كَثِيْرًا
اما بعد! نبی ﷺ کی افضلیت کا مسئلہ ہر مسلمان کا ایمان ہے، بلکہ ایمان کی جان ہے، اس مسئلہ کا بیان، بیان کرنے والے کے لیے آسان نہیں۔

بعض اوقات اس مسئلہ میں ایسا اسلوب کلام اختیار کیا جاتا ہے، جس سے ذات سبحانہ و تعالیٰ پر نقص لازم آتا ہے یا ایسے پیرایہ میں ذکر ہوتا ہے کہ دیگر انبیاء ﷺ کی تنقیص شان نمایاں ہوتی ہے اور اس سے وہی صورت منبہہ پیدا ہو جاتی ہے جس کو حدیث میں تخمیر بین الانبیاء بتایا گیا ہے اور اہل اسلام کو اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حدیث شریف لَا تُخَيِّرُوا بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ ۱ کو علمائے سلف نے بیان افضلیت نبی ﷺ کا مانع نہیں ٹھہرایا۔ متقدمین میں سے امام ابو نعیم اصفہانی ۲ اور قاضی عیاض ماگنی ۳ نے اس مسئلہ پر خوب بیان فرمایا۔ ۴ قرآن مجید میں ہے: ﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ﴾ [البقرہ: 253] ”یہ رسول ہیں۔ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔“ اس ارشاد سے فضیلت بین الرسل کا وجود تحقق ہو گیا۔ اب اگر قرآن مجید سے نبی ﷺ کی فضیلت کا ثبوت ہو جائے تو ظاہر ہے کہ وہ کسی بندہ کی طرف سے تخمیر بین الانبیاء کا فعل نہ ہوگا، بلکہ مراد ربانی کا بیان اور تفسیر ہوگی جو باتفاق علماء جائز اور ضروری ہے۔

انہی وجوہات سے میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس باب میں صرف آیات قرآنیہ سے تمسک کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے صورت منبہہ (تخمیر) سے بچائے اور علمائے کرام سے التماس ہے کہ جس طرز کی ابتداء اس احقر نے باہم بے بضاعتی کی ہے اسے درجہ کمال و اتمام تک پہنچایا جائے۔

یہ مضمون اپنی موجودہ صورت میں خود راقم کے نزدیک بھی ہنوز نامکمل ہے اور اس کی تکمیل کے لیے چند دقیق مضامین بہ شرح و بسط لکھنے کی ضرورت تھی جن کو میں نے جلد سوم میں شامل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

اس مضمون میں صرف انہی انبیاء کرام ﷺ کے اسمائے مبارک کا ذکر کیا گیا ہے، جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض معزز قارئین کسی مقام کو پڑھ کر تصور فرمائیں کہ اس سے افضلیت کا ثبوت کیوں کر نکالا لیکن جب وہ دیکھیں گے کہ فضائل کثیرہ ایسے ہیں جن سے خاص خاص نبی یا رسول مخصوص پائے جاتے ہیں اور ان فضائل کا بروز و ظہور وجود ہا و وجود نبی اکرم ﷺ میں بھی پایا جاتا ہے تو اس وقت آشکارا ہو جائے گا کہ قَبِيْلَهُمْ اَفْتَدِيْهِ كَمَا مَفْهُومِ يَهٗ۔

ع آچھے خوبیاں ہمہ دارند تو تجا داری

۱ بخاری: 3414، مسلم: 2373، ۲ ابو نعیم مصنف کتاب حلیۃ الاولیاء اعلام محدثین سے ہیں۔ ولادت 336ھ وفات 430ھ نام احمد بن عبد اللہ بن احمد بن علی۔
۳ عیاض بن موسیٰ صوبہ فریاط کے شہر ہند کے قاضی، فقہ تفسیر حدیث، ہوساز علوم کے امام تھے۔ شارح الاوار اور کتاب الفقہاء کے مصنف، ولادت 476ھ وفات 544ھ

حضرت آدم علیہ السلام

آدم علیہ السلام کے فضائل بہت ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں بھی وہ فضائل موجود ہیں۔

① اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾ [البقرة: 31] ”اللہ نے آدم علیہ السلام کو سب اسماء سکھائے“
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا ذکر یہ طور شاگرد و بانی فرمایا ہے اور کچھ شک نہیں کہ جس نفس قدسی کی تعلیم خود خدائے عالم نے فرمائی ہو اس کا علم و فضل نام و اکمل ہوگا۔

﴿وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: 151]

”یہ رسول تم کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور ایسے (علوم) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر یہ طور استاد عالم فرمایا ہے۔ لفظ کتاب کے تحت میں جملہ شرائع الہیہ آجاتے ہیں اور لفظ حکمت کے تحت میں جملہ علوم فاضلہ و نافعہ داخل ہیں اور فقرہ ﴿مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: 151] کے تحت میں عالم ملکوت اور جہان قلب کے وہ سب اسرار و غوامض آجاتے ہیں جن سے تا زمان بخت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم عالم مادی کے کان نا آشنا اور مستعدن دنیا کے قلوب بے بہرہ تھے۔

② اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ قَنُوسِي﴾ [طہ: 115]

”ہم نے آدم (علیہ السلام) سے پہلے عہد لیا تھا مگر وہ بھول گیا۔“

اس آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کی صفت بشریت کا اظہار فرمایا گیا ہے اور بتایا کہ نسیان لازم بشریت ہے۔ اس لیے کسی شخص کو شایان نہیں کہ آدم علیہ السلام کے ایک فعل یا ترک فعل پر جس کا صدور بوجہ نسیان ہوا خوردہ گیری کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں علیم و حکیم فرماتا ہے:

﴿سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسِي﴾ [الاعلى: 6]

”ہم تجھے پڑھاتے رہیں گے اور تجھ سے نسیان نہ ہوگا۔“

اس آیت میں سنقر نك پہلی آیت کے لفظ عَلَّمَ آدَمَ کے معنی کو ظاہر کر رہا ہے اور بتاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خود باری تعالیٰ الْمُقَرَّبِي (حرفاً حرفاً سکھانے والا) فرمایا ہے۔

③ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسیان کی نفی کر دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ عوامل بشریت کو رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی لگاؤ نہیں،

﴿فَلَنَلْقَىٰ آدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَةٍ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾ [البقرة: 37]

④ واضح ہو کہ تین احادیث صحیحہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سہواً ذکر ہے۔ حدیث ذی الیدین میں دو رکعت پر سلام اور حدیث ابن مسعود میں دو رکعت سے قیام حدیث ابن مسعود میں ظہر کی پانچ رکعتوں کا پڑھا جانا بیان کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ احادیث بھی آیات قرآنی کی معارض نہیں۔ اول تو یہ کہ نسیان اور شے ہے سہواً اور شے ہے۔ نسیان میں ذہول و غفلت و آفت ذہن شامل ہیں اور سہواً صرف ایک شغل کے لیے آتا ہے۔ قرآن مجید ہر دو آیات مذکورہ بالا میں لفظ نسیان ہے سہواً نہیں۔ دوم نسیان کا تعلق علم سے ہے اور سہواً کا فعل سے۔

”آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات پائے اور رب نے آدم پر توجہ کی۔“
اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وحی سے مشرف فرمایا، نیز اس فعل ناخوش آئند کے اثر سے حضرت آدم علیہ السلام کو پاک ٹھہرایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یمن و برکت کی بابت فرمایا گیا ہے:

﴿وَيَسْمَعُ اللَّهُ السَّاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِغَلْمِيبِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ﴾ [الشوری: 24-25]

”اللہ تعالیٰ اپنے کلمات سے باطل کو جو کرتا ہے اور حق کو حق ٹھہراتا ہے۔ وہ دلوں کی بات کا جاننے والا ہے۔ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔“

اس آیت میں ان کلمات کا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ذکر ہے۔ نیز ان کلمات کی تاثیر و فیوض کا بھی جو امت محمدیہ کو اس سے حاصل ہونے والے ہیں۔

﴿۴﴾ آدم علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿وَلَا تَقْرَبْنَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ فَأَزَّاهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ﴾ [البقرة: 35-36]

تم دونوں اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ تب تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ مگر شیطان نے ان دونوں کو پھسلا یا اور جہاں تھے وہاں سے نکلوا یا اور ہم نے کہا اترو۔ تم میں سے بعض بعض کا دشمن ہے۔“

اس آیت میں ایک شجرہ کا ذکر بطور آزمائش گاہ کے ہے اور صورت خلاف پائے جانے پر ظلم بر خود اخراج، ہبوط عداوت، یک دیگر کا ذکر بطور نتیجہ کے فرمایا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال میں بھی ایک شجرہ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے کلام میں ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَابَهُمْ فَتَحَا قُرَيْبًا وَمَعَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَ بِهَا﴾ [الت: 18-19]

”ان سب مومنوں سے جب وہ درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر رہے تھے اللہ راضی ہوا۔ اللہ نے ان کے دلوں کی حالت کو جان لیا پھر اس پر سکینہ نازل فرمایا نیز ان کو فتح قریب دی اور مقام کثیرہ بھی دیے جن کو وہ حاصل کریں گے۔“

یہاں بھی ایک شجرہ آزمائش گاہ ہے اور اس آزمائش کا نتیجہ رضوان الہی خلوص قلب، نزول سکینہ و حال استقبال کی فتوحات و مقام حاصل ہے۔

﴿۵﴾ آدم علیہ السلام کی بابت اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے:

﴿قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا﴾ [البقرة: 34]

”ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، انہوں نے سجدہ کیا۔“

اس آیت سے آدم علیہ السلام کی رفعت شان بخوبی نمایاں ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ﴾ [الاحزاب: 56]

”اللہ اور اللہ کے فرشتے نبی ﷺ پر صلوٰۃ بھیجا کرتے ہیں۔“

بُصَلُّونَ میں استمرار پایا جاتا ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ صلوٰۃ ہر نبی ﷺ، ملائکہ کے اشغال دائمی میں سے ہے اور چونکہ رب العالمین نے بھی صلوٰۃ کو ذات قدسی سے نسبت دی ہے، اس لیے نبی ﷺ کی شان بلند کی رفعت بہت برتر ہو جاتی ہے۔

حضرت اور لیس علیہ السلام

حضرت اور لیس علیہ السلام کا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ہے:

① اللہ تعالیٰ ان کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا﴾ [مریم: 56] ”وہ بہت راست گو نبی تھا۔“

نبی ﷺ کی صفت میں فرمایا گیا ہے:

﴿الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ﴾ [زمر: 33] ”وہ جو صدق کو لے کر آیا۔“

② حضرت اور لیس علیہ السلام کے حق میں ہے:

﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ [مریم: 57] ”ہم نے اور لیس علیہ السلام کو درجہ عالی پر بلند کیا۔“

اس آیت سے حضرت اور لیس علیہ السلام کی بلندی شان بخوبی نمایاں ہے۔

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ [الم نشر: 4] ”ہم نے تیرے ذکر کو رفعت عطا کی۔“

اس کی تفسیر حدیث قدسی میں یوں ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام آتا ہے نبی ﷺ کا اسم گرامی بھی ضرور آتا ہے۔ اذان تکبیر، تشہد، خطبہ نماز، کوئی ایسا مقام نہیں جہاں اسم ہمایوں کا مذکور نہ ہوتا ہو۔ مقام دعا میں حضور ﷺ کا مبارک نام درود شریف میں آ جاتا ہے۔ یہ جملہ اقسام مناسک اسلام میں ہیں۔ انبیائے پیشین نے حضور ﷺ کے مقام ولادت، دارالہجرت، حلیہ، مکارم اخلاق، محاسن فضائل کا ذکر یہ کثرت کیا ہے۔ مجموعہ ہائیکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت یسعیاہ، حضرت یرمیاہ، حضرت دانیال، حضرت خرقی ایل، حضرت جنحوق، حضرت ملائکہ، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محمد محمدی اور نعوت احمدی ﷺ کو عجیب عجیب اسلوب سے بیان فرمایا ہے اور یہ امر رفعت ذکر کی روشن ترین دلیل ہے۔

مندرجہ بالا پیشین گوئیوں کا مفصل ذکر اور شرح ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کی جلد سوم میں ہوگی۔

حضرت الیاس علیہ السلام

امام بخاری رحمہ اللہ کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ حضرت اور لیس نبی ﷺ کا نام ہی حضرت الیاس ہے۔ اس لیے ان کا ذکر

حضرت اور لیس علیہ السلام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے کہ ایسا علیہ السلام نے بعزل بت کے خلاف وعظ فرمایا اور لوگوں کو توحید کی دعوت دی تھی۔

﴿إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ﴾ [الصافات: 124-125]

”ایسا علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے کہ بعزل کو تو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو۔“

کسی بت کا نام لے کر تردید کرنا بڑی جرأت کا کام ہے، کیوں کہ اس سے سخت خصومت پیدا ہوتی ہے۔ نبی علیہ السلام نے بھی مشہور دیویوں کے نام لے کر بت پرستوں پر حجت الہی قائم فرمائی اور ان کو توحید کی جانب دعوت فرمائی تھی۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿الْحَرَّاتِ الْعَمَّ اللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ ۝ وَمَنَاةَ الْفَالِغَةَ الْأُخْرَىٰ ۝ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ۝ تِلْكَ إِذْ قَسَمَ

ضِيَاؤُا ۝ إِنَّ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَائُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ط إِنَّ يَتَّبِعُونَ إِلَّا

الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ﴾ [النجم: 19-23]

”کیا تم نے لات اور عزیٰ کو اور پھر تیسری منات کو دیکھا۔ کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہوں اور اللہ کے لیے بیٹیاں۔ یہ تو

بھونڈی بانٹ ہے۔ لوگو! یہ تو نام ہی نام ہیں جو تم نے رکھ لیے ہیں اور تمہارے باپ دادوں نے گھڑ لیے ہیں۔ اللہ نے

اس بات کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ تم تو اپنے ہی گمان اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کر رہے ہو حالانکہ تمہارے پاس

تمہارے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چون کہ بہت سے بتوں کے خلاف اپنی آواز کو بلند فرمایا تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سخت امتلاؤں کا قتل

(برداشت) فرمانا پڑا۔

حضرت نوح علیہ السلام

نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں۔ انھوں نے توحید کی تبلیغ میں مساعی جلیلہ فرمائیں اور جملہ مصائب کو طیب قلب اور

انشریح صدر سے برداشت کیا۔ کتاب حمید میں ان کا ذکر متعدد مقامات پر ہے۔

﴿۱﴾ دو جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ایک ہی آیت میں جمع فرمایا گیا ہے اور ہر دو جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو تقدم دیا گیا ہے۔

﴿۱﴾ ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالتَّيِّبِينَ مِنْ بَعْدِهِ﴾ [النساء: 163]

”ہم نے تجھ پر وحی بھیجی جیسا کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد انبیاء (علیہم السلام) پر وحی بھیجی تھی۔“

﴿۲﴾ ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ﴾

”جب ہم نے انبیاء (علیہم السلام) سے ان کا بیٹاق لیا اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم (علیہ السلام) اور عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام)

سے بیٹاق لیا۔“ [الاحزاب: 7]

آیت اول میں بتایا گیا ہے کہ جملہ انبیاء کی وحی کی حقیقت ایک ہی ہے۔ دوسری آیت میں اولوالعزم رسولوں کے نام بتائے

ہیں۔ ذرا غور کرو کہ حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جو نام بیان ہوئے ہیں، ان میں ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

انتضائے ترتیب یہ تھا کہ حضور ﷺ کا نام کسی علیہ السلام بن مریم علیہا السلام کے بعد ہوتا مگر نہیں وہ تو سب سے پہلے بیان فرمایا گیا ہے۔

﴿2﴾ نوح علیہ السلام کی شان میں فرمایا گیا ہے:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ﴾ [نوح: 1] ”ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔“

سورہ توبہ و شعراء و سورہ ص و ہود وغیرہ میں بھی نوح علیہ السلام کا اپنی ہی قوم کے لیے رسول ہونا بیان ہوا ہے۔ نبی ﷺ کے بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۗ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۗ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾

”اے محمد ﷺ! ان سب کو جو نسل انسانی کے اندر داخل ہیں بتا دے کہ میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جو

آسمان اور زمین کا مالک ہے اس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں۔“ [الاعراف: 158]

آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام خدائی میں محمد ﷺ کی رسالت کو وسیع فرمایا ہے۔

﴿3﴾ نوح علیہ السلام کا قول اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے:

﴿وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [اشعراء: 114]

”میں ایمان والوں کو اپنے سے جدا نہ کروں گا۔“

اس آیت سے نوح علیہ السلام کا خلق اور امت مومنہ پر شفقت و الطاف کا حال اصل معلوم ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْعُدُوَّةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾ [الانعام: 52]

”جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اسی کی رضا چاہتے ہیں تو ان کو اپنے سے الگ نہ کر۔“

﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو فرمایا:

﴿يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ أُمَّمٍ مِّمَّنْ مَعَكَ﴾ [حود: 48]

”اے نوح! کشتی سے ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر اور تیرے ساتھ کے گروہوں پر ہیں اتر۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو گروہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے ان پر اللہ تعالیٰ نے معیت رسول کی وجہ سے برکتوں کو نازل فرمایا تھا۔

نبی ﷺ کی امت کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿1﴾ ﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّيٰ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ﴾ [الحزاب: 43]

”اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے ہیں۔“

﴿2﴾ ﴿يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُنْعِمَ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [المائدہ: 6]

”اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت کا اتمام کرے تاکہ تم شکر کیا کرو۔“

﴿3﴾ ﴿لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْسَ الشَّيْطٰنِ وَيَلْبِسَ عَلٰی قُلُوبِكُمْ وَيُخَيِّبَ بِهِ الْاَفْءَامَ﴾ [الانفال: 11]

”تاکہ تم کو اس سے پاک کرے اور شیطانی میل کچیل کو تم سے دور کرے۔ تمہارے دلوں کو ملائے اور تمہارے پاؤں جمائے۔“

ہر سہ آیات پر غور کرو۔ صلوٰۃ، تطہیر، اتمام نعمت، دوری رجز شیطان، ارتباط قلوب، ثبات اقدام کے وعدے اصحاب النبی ﷺ کے ساتھ فرمائے گئے ہیں اور جو لوگ ﴿وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ يَاحْسَانَ﴾ [البقرہ: 100] کے مصداق ہیں وہ بھی ان سب وعدوں میں ان ہی کے تحت میں داخل ہیں۔ یہ جملہ برکات امت محمدیہ کو نبی ﷺ کے اتباع و محبت کی وجہ سے عطا ہوئی ہیں۔

حضرت ہووعلیہ السلام

① ہووعلیہ السلام کی نبوت پر قوم کی جرح یہ تھی کہ وہ بشر ہیں۔

قرآن مجید میں ان کے الفاظ یہ ہیں:

﴿وَمَا تَرْكُ إِلَّا يَنْشُرُوا مِثْلَنَا﴾ [ہود: 27] ”ہم تو تجھے اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں۔“

نبی ﷺ پر بھی کفار کا بڑا اعتراض یہ تھا:

﴿أَبَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا رَسُولًا﴾ [بنی اسرائیل: 94] ”کیا اللہ نے بشر کو رسول بنایا۔“

② ہووعلیہ السلام کے سامنے قوم کے مال دار لوگ کہا کرتے تھے:

﴿وَمَا تَرْكُ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَادُوا بِبَادِي الرُّؤْيٰى﴾ [ہود: 27]

”ہم دیکھتے ہیں کہ وہی لوگ تمہارے پیچھے ہو گئے ہیں جو ہم میں سے رذیل اور موٹی عقل کے ہیں۔“

امتیان نبی ﷺ کو بھی تکبر ان مکہ یوں ہی کہا کرتے تھے:

﴿أَلَوْ مِّنْ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ﴾ [البقرہ: 13]

”کیا ہم بھی وہی مان لیں جو بے سمجھ لوگ مان گئے ہیں۔“

یہ جموں نے مغرور جن لوگوں کو سبھا، بتاتے تھے، زمانہ نے دیکھ لیا کہ وہی لوگ امن بسیط کے پھیلانے والے، مساوات کا سبق دینے والے، عرب، مصر، ایران، شام، عراق و فلسطین کو علم اور تہذیب و تمدن اور شائستگی دینے والے تھے اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ کا منصب رفیع کس قدر اعلیٰ ہے۔ جب حضور ﷺ کے اتباع والوں کی شان یہ ہے۔

③ ہووعلیہ السلام کافروں کے سامنے فرماتے ہیں:

﴿وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾ [الانعام: 50]

”میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے قبضہ میں اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، نہ یہ کہتا ہوں

کہ میں فرشتہ ہوں۔“

یہی الفاظ سورہ انعام کے پانچویں رکوع (آیت 50) میں ہیں اور ان کے شروع میں لفظ ”قل“ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ان الفاظ کے سنا دینے کا حکم دیا تھا۔ ان الفاظ کے سنانے سے مدعا یہ ہے کہ اللہ کا نبی اپنی نسبت کسی خوش اعتقاد ہی کے ظنون کو پسند نہیں کرتا۔ ان کے لیے وہی سچی تعریف کافی ہے جس کا مستحق اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا ہے۔

④ ہووعلیہ السلام کا نانا ہر ایم ہر ایم سے خوشتر کا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام

اللہ پاک نے بتایا ہے کہ صالح علیہ السلام کے وعظ خالص توحید کے استحکام اور بطلان شرک کی بابت ہوا کرتے تھے:

﴿ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوا لَهُمْ تَتوبوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ ﴾ [مور: 61]

”اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا اور کوئی تمہارا معبود نہیں۔ اسی نے تم کو خاک سے بنایا اور اس میں آباد کیا۔ پس اسی سے بخشش مانگو اور اسی کی جانب توبہ کرو، میرا پروردگار قریب ہے اور قبول کنندہ بھی ہے۔“

نبی کریم ﷺ کا وعظ پہ ربانی یہ ہوتا تھا:

﴿ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ طَلَبْتُمْ لِيَوْمِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۝ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۝ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ، دِينِي فَأَعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ قُلْ إِنَّ الْخَيْرَ لِنَ الْخَيْرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط أَلَا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴾ [الزمن: 10-15]

”کہہ دے (اے پیغمبر!) کہ اے ایمان لانے والوں! اللہ کی توفیق اختیار کرو۔ سبھا دے کہ اللہ کی زمین میں جو نیکی کرتا ہے اس کے لیے نیکی ہی نیکی ہے۔ (سبھا دے) کہ اللہ کی زمین فراخ ہے کوئی عبادت کرنے میں روک ٹوک کرے تو تم وہ جگہ چھوڑ دو۔ (سبھا دے) کہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے اندازہ دے گا۔ بتا دے مجھے یہ حکم ملا ہے کہ عبادت کروں اللہ کی خالص کر کے واسطے اس کے عبادت اور یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلے فرماں برداری کروں۔ بتا دے مجھے تو ڈر ہے کہ اگر نافرمانی کروں گا تو اس بڑے دن کا عذاب بھی سامنے ہے۔ بتا دے کہ وہی اللہ ہے اسی کی عبادت میں خلوص سے کرتا ہوں۔ یہی میرا دین ہے۔ اب لوگوں کی مرضی جس کی پوجا چاہیں کریں۔ بتا دے خسارے والے وہ ہیں جو قیامت کے دن وہ خود اور ان کا کنبہ خسارے میں رہیں گے۔ (یا د رکھو) یہی کھلم کھلا لوٹنا (خسارہ) ہے۔“

مندرجہ بالا آیات پر جو نبی ﷺ کی تبلیغ کے مضامین پر جامع ہے، غور کرو حضور ﷺ کیسے کیسے اسلوب بدیہ (خوبصورت) کے ساتھ توحید کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

حضرت خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نبی کریم ﷺ کو نہایت قرب اور مشاکلت کلی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ حضور ﷺ مکہ میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فرمایا: ﴿ وَاتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ﴾ اس لیے واقعات ذیل خاص غور کے لائق ہیں۔

ﷻ صالح علیہ السلام کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر کا ہے۔

1] ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

﴿يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ [الانبیاء: 69]

”اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جانا۔“

نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿كَلَّمَآ أَوْ قَدَّوْا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَاءَ مَا اللَّهُ﴾ [الانعام: 64]

”وہ جب جنگ کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے۔“

2] ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو بنایا:

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ﴾ [البقرہ: 127]

”جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کرتے تھے۔“

نبی ﷺ نے اس کعبہ کو قبلہ بنانے کے لیے منتخب کر لیا اور رب العالمین نے حضور ﷺ کے میلان قلب کو دیکھ کر اسی کے

موافق حکم نازل فرمایا:

﴿قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾ [البقرہ: 144]

”ہم نے تیرے رخ کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھا، ہم تجھے اس قبلہ کی طرف جسے تو پسند کرتا ہے، پھیر دیں گے۔“

3] ابراہیم علیہ السلام نے بت خانہ کے بتوں کو توڑا۔

﴿فَجَعَلْنَاهُمْ جُذًا ذَا﴾ [الانبیاء: 58]

”پس انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔“

نبی ﷺ نے کعبہ کے 360 بتوں کو باہر نکلوا کر دائی حکم بطلان صنم پرستی کا صادر فرمایا:

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ [الاسراء: 81]

”حق آ گیا، باطل چلا گیا، باطل تو جاتے رہنے والا ہی ہے۔“

4] ابراہیم علیہ السلام نے ابتدائی عمر میں ایک بیوی پر اکتفا کر کے پھر آخر عمر میں متعدد نکاح کیے۔ نبی ﷺ نے بھی اسی سنت ابراہیمی پر

عمل فرمایا:

5] ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں میں حج کا اعلان کیا۔

﴿وَإِذْ نَادَىٰ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ [الحج: 27]

لوگوں میں حج کا اعلان کر دے۔

نبی ﷺ نے فرضیت حج کا حکم مع شرائط استطاعت سنایا۔

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ [آل عمران: 97]

”اور لوگوں پر اللہ کی طرف سے فرض ہے جو اس گھر کی طرف جانے کی استطاعت رکھے وہ حج کرے۔“

6] اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو الْبَعْضُ فِي صِفَتِ جَلِيلِهِ فِي دُنْيَاكَ سَائِمًا مُمُونًا بنایا۔

﴿قَدْ تَحَانَّتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَّآؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا

تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ﴿الممتحنة: 4﴾

”تمہارے لیے عمدہ نمونہ ابراہیم علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے بھی بیزار ہیں اور جن کی عبادت تم اللہ کے سوا کرتے ہو ان سے بھی بیزار ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام دنیا کے لیے اَلْحَبُّ فِيهِ اللَّهُ کی صفت جیلہ میں بہترین نمونہ ٹھہرایا اور ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

”اللہ کا رسول بہترین نمونہ ہے ان سب کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر کرتے ہیں۔“ [البقرہ: 21]

یہ ظاہر ہے کہ یہی ہر دو صفات ہیں، جن سے ایمان باللہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ ان صفات میں یہی پورا عظیم اور سید ولد آدم تمام عالم کے لیے اسوہ قرار دیئے گئے ہیں۔ دنیا کو ضرورت ہے کہ ان بہترین و اکمل ترین کی سیرت اور افعال و اقوال سے بخوبی واقف ہو، تاکہ ہر قول ہر فعل ہر عمل اسی نمونہ کے مطابق کیا جائے۔ جو منظور شدہ بارگاہ سرمدی ہو۔

﴿اللَّهُ تَعَالَىٰ نَبِيُّ اللَّهِ﴾ کے خلق کی تعریف فرمائی ہے اور ارشاد کیا:

﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ [التوبہ: 114] ”ابراہیم علیہ السلام بہت نرم دل اور بردبار تھا۔“

نبی ﷺ کے خلق کی بھی کلام مبین میں صفت فرمائی گئی۔ فرمایا:

﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقِي عَظِيمٌ﴾ [التلم: 4] ”تو بزرگ ترین اخلاق پر متصرف ہے۔“

﴿فِيمَا رَحِمَةٍ مِنَ اللَّهِ لَنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا نَفُتُوا مِنْ حَوْلِكَ﴾

”یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تجھے نرم خو بنایا، اگر تو درشت طبع، سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔“ [آل عمران: 159]

﴿اللَّهُ تَعَالَىٰ﴾ نے منکر و وجود باری تعالیٰ کے ساتھ جو مناظرہ کیا تھا وہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

﴿فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالسَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ﴾ [البقرہ: 258]

”اللہ تعالیٰ تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال دے۔“

نبی ﷺ نے بھی منکر حشر اجساد پر جو دلائل قائم کیے ہیں وہ کتاب حکیم میں درج ہیں۔

﴿قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ

نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقَدُونَ﴾ [نہ: 79-80]

”کہہ دے مردہ کو وہی زندہ کرے گا جس نے اسے بار اول پیدا کیا تھا۔ وہ ہر پیدائش کی حالت کا خوب علم رکھتا ہے۔ وہ

جس نے سبز درخت سے آگ کو نکالا جس سے تم روشنی لیا کرتے ہو“

ہر دو واقعات میں مشابہت کلی اس طرح بھی قائم ہو جاتی ہے کہ دلائل ابراہیمی بھی تعلیم من اللہ کا نتیجہ تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے بتا دیا ﴿تِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ﴾ [الانعام: 83] اور براہین محمدی ﷺ بھی وحی من اللہ ہیں۔ اسی آیت کے

آغاز میں لفظ ”قل“ اس راز کا انکشاف کر رہا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر زادہ (بھتیجے) ہیں۔ نبی بی سارہ کے بعد سب سے پہلے یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور ظلیل الرحمن علیہ السلام کی محبت میں انہوں نے ہجرت الی اللہ کی تھی۔
 ① قوم نے ان کو اخراج کی دھمکی دی تھی۔

﴿لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُمَخَّرِينَ﴾ [اشعراء: 167]

”اے لوط! اگر تو ہم کو نصیحت کرنا نہیں چھوڑے گا تو یہاں سے نکال دیا جائے گا۔“

نبی کریم ﷺ کے اخراج کی بھی تجاویز کی گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے:

﴿تَكُونُوا آيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ﴾ [البقرہ: 13]

”اپنی سوگندوں (قسموں) کو توڑ دیا اور رسول کو باہر نکال دینے کا قصد کر لیا۔“

② لوط علیہ السلام کی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ ان جامع الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

﴿كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثَ﴾ [الانبیاء: 74]

”وہ خباثت والے کام کیا کرتے تھے۔“

نبی کریم ﷺ کی شاء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ [الاعراف: 157]

”ہمارا نبی لوگوں پر خبیث عادتوں، ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتا ہے۔ ان کے بوجھ اتارتا ہے اور ان کی گردنوں سے

طوق نکالتا ہے۔“

③ لوط علیہ السلام کی مدد اور ان کے اعداء کی تباہی کے لیے فرشتوں کا اترنا قرآن پاک میں مذکور ہے۔

﴿يَا لُوطُ إِنَّا رَمَلْنَاكَ لَن يَصِلُوا إِلَيْكَ﴾ [صافات: 81]

”اے لوط! ہم تیرے رب کے فرستادے ہیں، تیرے دشمن تیرے قریب نہ آسکیں گے۔“

نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ مدد فرشتوں کی بابت فرماتا ہے:

﴿يُمَدِّدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ﴾ [آل عمران: 125]

”اللہ تمہاری مدد پانچ ہزار (5000) فرشتوں سے جن کی مدد پر اور فرشتے بھی ہوں گے، فرمائے گا۔“

مؤلف کتاب کے ایک نعتیہ قصیدہ کا مطلع ہے:

اے از جہاں و ہرچہ درو برتر آمدہ
 بہر تو قدسیاں مدد لشکر آمدہ

④ حضرت لوط کا زمانہ 1898 قمری مسیح پایا جاتا ہے۔ ان کی وفات کا زمانہ معلوم نہیں ہوا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

① قرآن مجید حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ [مریم: 54] ”وہ وعدہ کا سچا تھا۔“

نبی ﷺ کے وعدوں کو پورا ہونے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مومنین کی زبان سے فرمایا ہے۔

﴿هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ﴾ [الاحزاب: 22]

”یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ اللہ اور رسول نے ہم سے کیا تھا اور اللہ اور رسول نے سچ فرمایا تھا۔“

② حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صفت میں فرمایا گیا ہے:

﴿كَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ﴾ [مریم: 55] ”اپنے کنبہ کو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتا تھا۔“

اس آیت میں سکھایا گیا ہے کہ اصلاح اول کنبہ سے شروع ہونی چاہیے۔

نبی ﷺ کو فرمایا گیا ہے:

① ﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ [طہ: 132] ”اپنے کنبہ کو نماز کا حکم دے اور اسی پر قائم رہ۔“

② ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [اشعراء: 214] ”اپنے کنبے کو زیادہ تر نزدیکوں کو (خصوصیت سے) ڈرا دے۔“

ہر دو آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے اہل کے علاوہ اقارب کو بھی خاص اہتمام سے تبلیغ فرمائی تھی۔

③ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَهَدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ [البقرہ: 125]

”ہم نے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے عہد لیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف والوں، احتکاف والوں اور رکوع و سجود

والوں کے لیے پاک کرو۔“

یہ ظاہر ہے کہ اس عہد میں حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کی شاخ داخل ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند دومان فرزند یعنی نبی ﷺ نے دنیا کو یہ حکم سنایا۔

﴿فَوَلَّوْا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ [البقرہ: 144] ”تم اپنے منہ مسجد الحرام کے سامنے کے رخ پھیر دو۔“

اس حکم سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ ہی نے بتایا کہ کعبہ ہی تمام مساجد دنیا کا قبلہ ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

اسحاق علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں مفرداً کم آیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ یا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ یا

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ ان کا اسم گرامی آتا ہے۔

① اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

① حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر پوری 100 سال کی تھی جب حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔ یہ 40 سال کے تھے جب ان کی شادی رابعہ خاتون سے ہوئی۔ دو گھر برادر ابراہیم کی

پہلی ہیں۔ 60 سال کے تھے جب ان کے ہاں توام بنے جسے واہر یعقوب پیدا ہوئے۔ زیادہ تر فلسطین میں رہے۔ 180 سال کی عمر پا کر والد کی قبر کے برابر مدفون ہوئے۔

﴿ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ ﴾ [الصافات: 112] ”ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی۔“
اس سے ظاہر ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت ان کی پیدائش سے پیشتر دی گئی تھی اور یہ بڑا منصب اور فضیلت ہے۔

② نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے لوگوں سے کہا تھا:
﴿ مَبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ﴾ [الف: 6]
”میں احمد رسول کی جو میرے بعد آئیں گے بشارت دیتا ہوں۔“

حضرت یعقوب علیہ السلام

① حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک وعظ جو انھوں نے بیٹوں کو مخاطب کر کے فرمایا، قرآن مجید میں مذکور ہے:
﴿ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَالِإلهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهِهِمْ وَآحَدًا وَنَحْنُ لَهُ، مُسْلِمُونَ ﴾ [البقرہ: 133]
”یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے پوچھا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔؟ وہ بولے تیرے اللہ کی اور تیرے باپ دادوں ابراہیم واسماعیل واسحاق علیہم السلام کے اللہ کی جو اکیلا معبود ہے۔ ہم عبادت کریں گے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔“
نبی ﷺ کا پیغام بھی کل دنیا کے لیے یہی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرہ: 21-22]
”اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تم اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور اوپر سے پانی اتارا، پھر پانی سے میوے بنائے کہ تم کھاؤ۔ بس اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک نہ بناؤ۔ جب تم جانتے ہو کہ (اللہ تعالیٰ کے برابر کوئی بھی نہیں)“

② حضرت یعقوب علیہ السلام کی تعلیم یہ تھی:

﴿ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهًا، لَا يَنْسُ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ﴾ [یوسف: 87]
”اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی ناامید مت بنو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید تو کافر ہی ہوا کرتے ہیں۔“
نبی ﷺ کی تعلیم بھی امت کو یہ ہے:

① جوان ہو کر ماموں کے گھر گئے۔ اس کی دو لڑکیوں سے نکاح کیا۔ بیس (20) سال وہاں رہ کر وہیں شام کو آئے۔ وہاں ہی کے وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو اسراہیل کا خطاب دیا۔ ان کی واپسی کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ یہاں آ کر برادران یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو چاہو میں گرایا جب حضرت یوسف علیہ السلام کا پتا لگ گیا۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹوں، پوتوں اور ان کی ازواج سمیت کنبہ کے 68 لوگوں کے ساتھ مصر گئے۔ وہاں 17 سال رہے، 147 سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ 40 دن تک ان کے جسم میں خوشبو بھری گئی۔ پھر لاش کو کنعان لائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔

﴿ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾ [آل عمران: 139]

”ہمت نہ ہارو، غم زدہ نہ بنو، تم ہی غالب رہو گے جب تم مؤمن ہو۔“

③ زیاں کار گنہگار فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام سے درخواست کرتے ہیں:

﴿ يَا أَبَتَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ﴾ [یوسف: 97]

”اے باپ! ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی مغفرت چاہو، ہم تو جان بوجھ کر خطا کرنے والے ہیں۔“

اور یعقوب علیہ السلام ان کو فرماتے ہیں:

﴿ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَفُورُ الرَّحِيمُ ﴾ [یوسف: 98]

”میں اپنے رب سے تمہارے لیے مغفرت کا سوال کروں گا اور وہ تو خطاؤں کو ڈھانپنے والا، عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔“

رب العالمین کل اہل عالم سے فرماتا ہے اور ان کو رحمت عالم کی شان بتاتا ہے:

﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ﴾

”جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر یہ تیرے پاس آئیں اور اللہ سے بخشش چاہیں اور رسول بھی ان کے لیے

بخشش چاہے تب وہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ تو بہت التفات اور رحم فرمانے والا ہے۔“ [النساء: 64]

نبی ﷺ کی شان بلند کو معلوم کرنے کے لیے ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُولُ﴾ [النساء: 64] پر غور کرنا چاہیے۔ یہی راز ہے کہ

ہر دعا کے اول و آخر درود شریف پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ کیوں کہ عہد نبوی ﷺ کے لوگوں کو یہ مبارک موقع حاصل تھا کہ

حضور ﷺ پر نور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لیے دعا کرائیں۔ اس عہد ہمایوں کے انقراض کے بعد اہل عالم کے واسطے صرف یہی

طریقہ رہ گیا کہ حضور ﷺ پر درود بھیج کر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کا مستحق خود کو ٹھہرائیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ فِي الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَفِي مَلَائِئِ الْأَعْلَى إِلَى يَوْمِ الدِّينِ

حضرت یوسف علیہ السلام

حدیث پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کو الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم فرمایا گیا ہے:

قرآن مجید میں ان کے رویا کا ذکر ہے:

﴿ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ﴾ [یوسف: 4]

”میں نے گیارہ (11) تارے اور سورج، چاند کو دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔“

حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ خواب چند سال کے بعد اس طرح پورا ہوا کہ یوسف علیہ السلام کے والدین اور گیارہ کے گیارہ بھائی

ان کے مل جانے پر سجدہ گزار ہوئے تھے۔ خواب پورا ہوا مگر لمبی مدت کے بعد پورا ہوا اور درمیانی زمانہ میں بھائیوں کی عداوت کی وجہ سے

حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت سی تکالیف اٹھانی پڑیں اور بھائیوں کو بھی ان کی علیحدگی کے بعد مصائب چھیلنے پڑے۔ بھائی یہ نہ سمجھتے تھے کہ

یوسف علیہ السلام کا ان کے اندر رہنا باعث یمن و برکت ہے۔

نبی ﷺ کے خواب کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے۔

﴿لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ بِالْحَقِّ لِنُدْحُلِّنَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ﴾ [الفتح: 27]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب بالکل سچا کر دکھایا۔ خواب یہ تھا کہ (مسلمان احرام کے لباس میں) پر امن، سر منڈوائے ہوئے اور بال کترائے ہوئے، ان شاء اللہ داخل مسجد الحرام ہوں گے اور ان کو کسی مخالف کا ڈرا خوف نہ ہوگا۔“

- ① یہ خواب ایک سال ہی کے بعد پورا ہو گیا تھا۔ مکہ سے نبی ﷺ کے علیحدہ رہنے کی مدت آٹھ (8) سال تھی اور اہل مکہ اس عرصہ میں قحط و وبا کے مصائب کے شکار رہے تھے، یوسف علیہ السلام کا خواب تھوڑا سا استعارہ لیے ہوئے تھا مگر نبی ﷺ کا خواب استعارہ و تعبیر سے بالاتر اور بالکل صورت ظاہری کا مظہر تھا۔ چنانچہ آیت بالا میں لفظ بالحق کا لطیف اشارہ اسی جانب ہے۔
- ② یوسف علیہ السلام پر امراة العزیز کے نام سے بہتان لگایا گیا اور نبی ﷺ پر امراة زید کے نام سے افتراء پردازی کی گئی۔ ہر دو واقعات میں اگر اندرونی امتیاز ہے تو یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر فعل سوء (کار بد) کا بہتان باندھا گیا اور نبی ﷺ پر نکاح کر لینے میں الزام تراشی کی گئی۔

③ یوسف علیہ السلام کے خلاف ان کے بھائیوں نے مشورہ کیا تھا وہ یہ تھا۔

﴿اقتلوا یوسفَ او اطلو حوہ ارضاً﴾ [یوسف: 9]

”یوسف علیہ السلام کو قتل کر دو یا کسی جگہ پر پھینک دو۔“

نبی ﷺ کے خلاف بھی قریش نے جو مشورہ کیا وہ یہ تھا۔

﴿اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ اَوْ يَقْتُلُوكَ اَوْ يُخْرِجُوكَ﴾ [الانفال: 30]

”جب کافر تیرے لیے خفیہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ تجھے قید کریں یا وطن سے خارج کریں یا قتل کریں۔“

یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے چاہ سیاہ میں گرا بھی دیا تھا، مگر نبی ﷺ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دشمنوں کے ہر شر سے محفوظ رکھا۔

④ یوسف علیہ السلام کی خدمت میں ان کے بھائی عرض کر رہے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَاهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا﴾

”اے حاکم! ہم پر اور ہمارے کنبہ پر قحط کی تکلیف ہے اور ہم سرمایہ بھی تھوڑا لائے ہیں مگر تو ہم کو پورا ناپ دلا دے اور ہم پر اپنی مہربانی فرما۔“

[یوسف: 88]

نبی ﷺ کے بعد حضور ﷺ کی قوم بھی قحط شدید کی جس زبوں حالت تک پہنچ گئی تھی اس کا ذکر آیت ذیل میں ہے۔

(جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے تفسیر کی ہے جو صحیح بخاری میں ہے)

﴿فَارْتَعِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

”اس روز کا انتظار کر جس روز آسمان پر دھواں ہی دھواں نظر آئے گا۔ جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا اور لوگ پکاراٹھیں گے

کہ یہ تو بہت دردناک عذاب ہے۔“ [الدخان: 10-11]

حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے بھائیوں کو غلہ دلایا تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بنی امیہ کو حکم دے کر نجد سے اہل مکہ کے لیے غلہ بھجوا یا تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام ایک مشرک، مال دار، ترازو کش قوم میں مبعوث ہوئے تھے۔ اس لیے ان کے مواعظ توحید کے بعد زیادہ تر اموال کے متعلق ہوتے تھے۔

① اللہ تعالیٰ نے ان کا وعظ اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿يَقَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ﴾ [سورہ: 85]

”اے قوم! ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کی چیزوں میں گھٹانا نہ ڈالو۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی امت کو اس بارہ میں جو تعلیم دی ہے وہ آیات ذیل سے ظاہر ہے:-

﴿وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ﴾ [الرحمن: 9]

”تول کو انصاف کے ساتھ قائم کرو اور تول میں گھٹانا نہ ڈالو، (ڈنڈی نہ مارا کرو)“

﴿وَنِيلَ لِلْمُظْلَمِينَ ۝ الَّذِينَ إِذْ كَانُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۖ وَإِذَا كَانُوا لَهُمْ أَوْزَنُوا لَهُمْ يَخْسِرُونَ﴾

”تھپیف والوں پر عذاب دوزخ ہے۔ یہ وہ ہیں کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو اپنا گھرا کر لیتے ہیں اور جب

لوگوں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تب ان کو گھٹانا پہنچاتے ہیں۔“ [المطففين: 1-3]

② اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بابت بتایا ہے:

﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ بِشُعَيْبٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا﴾ [الاعراف: 88]

”قوم کے متکبر سرداروں نے کہا: اے شعیب! ہم تجھے اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کے اخراج اور ان کی نصرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے:

﴿الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾

”مہاجر لوگ جو اپنے گھروں اور ملکیتوں سے نکالے گئے وہ اللہ کے فضل اور خوشنودی کے جو یا اور اللہ تعالیٰ اور رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کرنے والے ہیں۔“ [المجرا: 8]

③ کفار نے حضرت شعیب علیہ السلام کے دلائل سے عاجز ہو کر یوں کہا تھا:

﴿بِشُعَيْبٍ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ﴾ [9/التوبہ: 9]

”اے شعیب علیہ السلام! تیری بہت سی باتیں جو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسے ہی کفار کے ساتھ سابقہ پڑا تھا جس کا ذکر آیت ذیل میں ہے:

﴿ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِيْ اَكْتِنَةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَيْهِ وَفِيْ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنَكَ حِجَابٌ ﴾ [نمل: 5]

”کافروں نے کہا کہ ہمارے دل تیری دعوت سے دور ہیں اور ہمارے کانوں میں تیری بات سننے کے لیے گرانی ہے

اور ہمارے تیرے درمیان پردے پڑے ہوئے ہیں۔“

یہودیوں نے بھی آنحضرت ﷺ کو یہی جواب بت پرستوں کا سادیا۔

﴿ وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ﴾ [البقرہ: 88]

”یعنی ہمارے دلوں پر تیرے خلاف چڑھے ہوئے ہیں، تیری تعلیم وہاں تک نہیں جاسکتی۔“

④ حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا تھا:

﴿ يٰشُعَيْبُ اَصْلُوْكَ تَاْمُرُكَ اَنْ تَتْرُوْكَ مَا يَعْْبُدُ اٰبَاؤُنَا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْ اَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ ﴾ [صود: 87]

”اے شعیب! کیا تیری نماز یہ بھی ضروری ٹھہراتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے بتوں کو چھوڑ دیں۔ کیا تیری نماز اس

سے بھی روکتی ہے کہ ہم اپنا روپیہ پیسہ سے جس طرح چاہیں ویسا بیویاں پار کیا کریں۔“

معلوم ہوتا ہے کہ یہ سود خوار قوم چاہتی تھی کہ نماز پڑھ کر نبی کو بھی خوش کر دیں اور اپنے آبائی شرک پر رہ کر سود خوری پر بھی قائم رہیں، لیکن اگر نماز اور سود دونوں ساتھ ساتھ نہ نبھ سکیں تو ایسی نماز کو دور ہی سے سلام کر دیں اور اگر ایسی نماز بت پرستی کے ساتھ جمع نہ ہو سکے تو نبی کی کوئی بھی بات نہ مانیں۔ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بھی کسی مال دار شخص کے دل میں اسلام لانے سے پیشتر ایسی آرزو ہو اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی امید ختم کرنا شروع کر دی اور مسلمانوں کو کامل الایمان بنانے کے لیے ہی حکم دیا ہو۔

﴿ يَآٰيٰهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۗ اِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاذْنُوْا بِحَرْبٍ

مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاِنْ تَبْتِغُوْا فَلَکُمْ رُؤُوسُ اَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرہ: 278-279]

”اے ایمان لانے والو! اگر تم مومن بن گئے ہو تو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور سود کی جو رقم وصول کرنی ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اور رسول کے ساتھ جنگ کا اعلان سمجھ لو اور اگر پھر باز آ جاؤ تب تمہارا اس الممال تم کو

ٹلے گا، نہ تم دوسرے پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہوگا۔“

راقم مضمون کے نزدیک اس حکم سے متبادر ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی رقم قرضہ مع سود کی ناش (دعویٰ) کرے تو قاضی اسلام

اس کے تمام دعوے کو خارج کر دے، کیوں کہ اس الممال ملنے کی صورت ان تبتتم کی شرط پر منحصر ہے۔

حضرت کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام

انبیاء بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام ایک شان خاص کے نبی ہیں۔ تورات میں درج ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی نبی بنی اسرائیل

میں نہیں ہوا۔ ①

① موسیٰ علیہ السلام کے حالات پڑھتے وقت مجھے گمان ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یثیبی ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ دریا میں ڈالنے کے لیے

والدہ موسیٰ علیہ السلام کو وحی کا ہونا پھر ان کا خبرتا بوت لانے کے لیے اپنی بیٹی ہی کو بھیجنا ان کے والد بزرگوار کا مذکورہ پایا جانا، اس گمان کو قوی

کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں سانس لینے سے پیشتر تیمم بن جحکے تھے۔

② موسیٰ علیہ السلام کی تربیت آسیہ مکرمنے کی تھی اور وہ فضیلت کی مستحق ٹھہریں۔ اس طرح حلیمہ سعدیہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شفقت ماورائے کابرتا کرتی تھیں اور وہ پیغمبر کے منصب پر فائز ہوئیں۔

③ موسیٰ اپنے مخالفین سے بچ کر نکل گئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے محاصرین کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے گھر سے غار ثور کو تشریف لے گئے تھے۔

④ موسیٰ علیہ السلام کو دختر شعیب علیہا السلام نے ان کی قوت و امانت کے اوصاف سے پہچانا تھا اور خدیجہ الکبریٰ علیہا السلام نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف صدق و امانت کو دیکھ کر اپنا دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کر دیا تھا۔

⑤ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمانے کا واقعہ بیان فرمایا ہے:

﴿ فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ۝ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يُمُوسَى إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴾ [الفصص: 29-30]

”جب موسیٰ علیہ السلام (دس برس حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس رہ کر) مدت پوری کر کے اپنی بیوی کو لے کر رات کو روانہ ہوا تب اس نے طور کی جانب آگ دیکھی اس نے اپنے اہل سے کہا، یہیں ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے (میں جاتا ہوں) شاید وہاں سے کچھ خبر راہ کی ملے یا آگ میں سے کوئی انگارہ لے آؤں کہ تاپ سکو۔ جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچا تب اس مبارک جگہ میں میدان کے داہنے کنارے کے ایک درخت سے یہ آواز دی گئی اے موسیٰ علیہ السلام میں اللہ ہوں، سب عالموں کا پالنے والا۔“

اس نظارہ کا تعلق جہاں تک حیات سے ہے اس کا ذکر آگ، وادی، شجرہ، اور ندا کے الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نظارہ کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے اور ہم ان آیات کو جو اس نظارہ پاک سے متعلق ہیں درج کرتے ہیں۔

﴿ مَسْحَانِ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ، لِنُرِيَهُ، مِنْ آيَاتِنَا ﴾ [الاسراء: 1]

”پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندہ کو شب شب مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا (اور واپس لایا) وہ مسجد جس کے گرد و نواح کو ہم نے برکت دی ہے۔ یہ سیراں لیے تھی کہ اپنے بندہ کو ہم اپنی آیات دکھائیں۔“

فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ ۝ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ۝ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ﴾ [النجم: 13-18]

”اس کا دوبارہ نزول بھی دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ اس وقت سدرہ کو ڈھانپ

رکھا تھا۔ نبی کی آنکھ نے جو کچھ وہاں دیکھا اس کی دید میں کچھ بھی شبہ نہیں ہوا اور نہ آنکھ اس نظارہ کے وقت ادھر ادھر ہوئی۔ نبی نے اللہ کی بڑی بڑی آیتوں کو دیکھا۔“

فرمایا: ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى﴾ [انجم: 11]

”آنکھ نے جو کچھ دیکھا دل نے اسے نہیں جھٹلایا یعنی نظارہ کی حقیقت پر دل تصدیق کرتا ہے۔“

﴿فَأَوْحَىٰ إِلَيَّ عَبْدِي مَا وَوَحَىٰ﴾ [انجم: 10]

”پھر اللہ نے اپنے بندہ پر وحی کی جو کی۔“

یہ نظارہ جس قدر روحانیت اور رویت یعنی یقین قلبی پر حاوی ہے اس کا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ اور پھر رسول اللہ ﷺ کے سوا کس کو ہو سکتا ہے مگر الفاظ کی شوکت اور معانی برتری مطہوم کی رفعت اس بے چوں و چگلوں کی کیفیت کو تعقل انسانی کے سامنے اس طرح مشکل بنا رہی ہیں اور قلب و دماغ اس سے متلذذ و متکلیف بھی ہو رہے ہیں اور مع ہذا گہری حیرت اور عمیق درر بودگی کو بھی ساتھ ساتھ لیے ہوئے ہیں۔

﴿مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ﴾ اور نبی اسرائیل کا فرعون نے تعاقب کیا تھا اور بالکل قریب پہنچ جاتا ہے تو نبی اسرائیل پکاراٹھتے ہیں۔

﴿إِنَّا لَمُنذِرٌ مُّكُونٌ﴾ [اشعراء: 61] ”ہم تو پکڑے گئے۔“

موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ﴾ [اشعراء: 62]

نہیں، ایسا نہیں، میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ میری رہبری فرمائے گا۔“

ذرا غور کرو کہ موسیٰ علیہ السلام اس معیت ربانی میں اپنی قوم کو اپنے ساتھ شامل نہیں فرماتے، جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ قوم ہنوز ایسے پست درجہ پر تھی کہ اس معیت کی اہلیت ان میں نہ تھی۔

نبی ﷺ کو بھی ایسا ہی موقع پیش آیا، حضور اقدس ﷺ اور حضور ﷺ کے یارِ عار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کھوہ کے اندر ہیں اور کفارنا شجار یلغار کرتے ہوئے اس کے کنارے پر آگئے ہیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زبان خاموش ہے مگر اندرون قلب میں ضرور اندوہ کا ایک جوش ہے۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں:

﴿لَا تَحْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَنا﴾ (سورہ توبہ) ”ابو بکر دل کا فکرو دور کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

موسیٰ علیہ السلام کے لفظ مَعِيَ اور نبی ﷺ کے لفظ مَعَنَا پر تدریک کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ کا جذب کس قدر قوی ہے کہ اپنے ساتھی کو بھی اسی معیت الہی میں شامل فرما لیتے ہیں جو حضور ﷺ فداء الہی و انمی کو خود حاصل تھی۔

﴿بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ نے موسیٰ علیہ السلام کے حکم جہاد کی تعمیل کرنے سے انکار کیا اور یوں گستاخانانہ کی جناب میں کہا تھا:

﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾ [المائدہ: 24]

”تو اور تیرا رب جاؤ اور دونوں جنگ کرو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔“

﴿﴾ جملہ آیات پر ڈرامہ بر سے غور کرنا چاہیے کہ نبی ﷺ کی نظر و بصیرت اور وحی و رویت اور سان و جوارح کا تزکیہ کیسے اسلوب بدیع میں فرمایا گیا ہے۔

﴿ فَإِنَّمَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴾ [المائدہ: 26]

”ان لوگوں پر وعدہ کی زمین کا داخلہ حرام ہے۔ چالیس (40) سال تک یہ اسی زمین میں چکر لگاتے رہیں گے تو ان فاسقوں کا (اسی فیصلہ کی وجہ سے) افسوس نہ کرنا۔“

یہ حکم رب العالمین نے ان کی سزا میں دیا تھا۔

بنی اسرائیل کا یہ قصور چالیس (40) سال کے بعد معاف ہوا اور پھر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے ساتھ جہاد کیا اور ظفر یاب ہوئے۔

نبی علیہ السلام کے عہد ہمایوں میں بھی ایسا ہی واقعہ کچھ گنوار لوگوں کے ساتھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سِتْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَسِتْرٌ مِّنَ اللَّهِ إِلَى الْقَوْمِ الْوَالِيَةِ أَيُّ قَوْمٍ شَدِيدٍ تَقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسَلِّمُونَ فَإِن تَطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ﴾ [التج: 16]

”اے نبی! اعراب (بادیہ نشینوں) کو جو تیرے ساتھ چھڑ گئے تھے کہہ دیجیے کہ عنقریب تم کو ایک سخت جنگ جو قوم کے ساتھ لڑنے کے لیے دعوت دی جائے گی یا تو ان سے تمہاری لڑائی ہوگی یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ اگر تم نے اس وقت حکم مانا تب اللہ تعالیٰ تم کو بہترین اجر عطا فرمائے گا۔“

سورہ فتح کا نزول 7ھ میں ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ان مخلفین کو کبھی دعوت نہ دی گئی تھی، کیوں کہ قرآن مجید ہی نے ان مخلفین کو جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلنے کی ایک دفعہ اجازت بھی چاہی تو یہ بھی بتا دیا تھا۔

﴿ قُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ﴾ [التوبہ: 83]

”اے نبی! کہہ دے کہ اب تم کو میری معیت میں خروج کا کبھی بھی موقع نہ ملے گا اور میری معیت میں تم کسی دشمن سے جنگ نہ کرو گے۔“

البتہ 11ھ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جملہ اشخاص و اقوام کو دعوت الی الجہاد دی تھی اور چند در چند عساکر ان کی دعوت پر جمع ہوئے تھے۔ اس واقعہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت آشکارا ہے کہ بنی اسرائیل اور مسلمانوں دونوں کا قصور ایک ہی تھا۔ ان کا گناہ چالیس (40) سال کی آوارہ گردی و حیرانی کے بعد معاف ہوا تھا اور مسلمانوں کا قصور چار (4) سال کے اندر ہی اندر۔ ضمناً یہ بھی ثابت ہوا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دعوت فی الواقع الہی حکم تھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بالکل یوشع بن نون علیہ السلام کی خلافت کی سی تھی۔ یہ تشبیہ کامل ہو جاتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ارض موعودہ کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دی تھی اور بشارت یوشع بن نون علیہ السلام کے ہاتھ پر پوری ہوئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارض موعودہ کی فتح کی نوید مسلمانوں کو دی تھی اور اس کا ایفاء ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہی کے مبارک عہد میں ہوا تھا۔

﴿ فرعون کی عداوت اور بنی اسرائیل پر لشکر کشی کا نتیجہ اللہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ فَأَخْرَجْنَاهُمْ مِنْ جَنَّتٍ وَعَيْبُونَ ۝ وَكُنُوزٌ وَمَقَامٌ كَرِيمٌ ۝ كَذَلِكَ طَوَّأْنَاهَا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴾

”پھر ہم نے ان کو بانوں اور چشموں اور خزانوں اور ستھرے مکانوں سے نکال دیا۔ ایسا ہی ہوا اور ہم نے ان سب چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا۔“ [اشعراء: 57-59]

نبی ﷺ پر بھی کفار نے اتراب و عسا کر کے ساتھ حملہ کیا تھا جس کا تہیجہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح ظاہر فرمایا:

﴿وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيمًا ۝ وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرَبَقًا يُغْتَلَبُونَ وَ تَأْسِرُونَ فَرِيقًا ۝ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ وَ أَرْضًا لَمْ تَطْكُوهَا وَ كَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا﴾ [الاحزاب: 25-27]

”اللہ نے کافروں کو دلی رنج کے ساتھ واپس کر دیا۔ وہ کچھ بھی بہتری حاصل نہ کر سکے اور مومنوں کی جنگ کے لیے اللہ تعالیٰ خود کافی ہوا۔ ہاں اللہ تعالیٰ تو قوی و غالب ہے۔ اللہ نے ان اہل کتاب کو جو حملہ آوروں کے مددگار ہوئے تھے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں کو رعب سے بھر دیا تم نے ان میں سے ایک حصہ کو قتل کیا، ایک حصہ کو اسیر کیا، اللہ نے تم کو، ان کی زمین اور گھروں اور مالوں کا اور اس زمین کا جس پر تمہارا لشکر بھی تہ گیا تھا وارث کر دیا۔ ہاں اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔“

⑨ موسیٰ علیہ السلام نے عطیہ نبوت کا مژدہ پا کر عرض کیا تھا:

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي﴾ [طہ: 25] ”اے رب! میرا سینہ کھول دے۔“

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ [الم نشر: 1] ”کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔“

⑩ موسیٰ علیہ السلام نے فرانس نبوت کی گراں باری کا اندازہ کر کے عرض کیا تھا:

﴿وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي هَارُونَ﴾ [طہ: 29]

”میرے کنبہ میں سے ہارون کو میرا وزیر (وزیر) اٹھانے والا (بوجھ بٹانے والا) بنا دے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حق میں ارشاد فرمایا:

﴿وَوَضَعْنَا عَنكَ وَزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ﴾ [الم نشر: 2-3]

”اس بوجھ کو جس نے تیری پشت کو جھکا دیا تھا ہم نے تجھ سے اتار دیا۔“

⑪ موسیٰ علیہ السلام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں:

﴿وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَى﴾ [طہ: 84]

”تیری جانب آنے میں اے رب میں نے اس لیے جلدی کی کہ تو راضی ہو جائے۔“

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى﴾ [النحل: 5] ”تیرا رب تجھے اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔“

پہلی آیت میں رضوان ربانی مطلوب ہے اور دوسری آیت میں رضائے محمدی ﷺ منطوق۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

حضرت ہارون علیہ السلام کی دعوت پر نبوت عطا ہوئی تھی۔ ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بڑے بھائی تھے۔ ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا و التجا پر نبوت عطا ہوئی تھی۔

بائبل میں ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق عبادت خانہ کا اہتمام تھا اور وہی امام جماعت تھے۔

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود امامت فرماتے اور مومنین ان کے ساتھ ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ﴾ [المرسل: 20]

”اللہ جانتا ہے کہ تو دو تہائی شب سے کم اور نصف شب اور ایک تہائی شب کے وقت عبادت کے لیے قیام کیا کرتا ہے

اور تیرے ساتھ والوں میں سے بھی ایک گروہ ایسا ہی کیا کرتا ہے۔“

﴿الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ۖ وَ تَقَلُّبِكَ فِي السَّاجِدِينَ﴾ [الشعراء: 218-219]

”اللہ تجھے دیکھتا ہے، جب تو سجدہ کرنے والوں کے اندر رکوع و سجود کرتا اور قیام کیا کرتا ہے۔“

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے فرمایا گیا ہے:

﴿وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا﴾ [التقصص: 34] ”ہارون (علیہ السلام) میرا بھائی، وہ تو مجھ سے بہت زیادہ فصیح البیان ہے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارون علیہ السلام کمال فصیح تھے۔

فصاحت و بلاغت ایک وجدانی شے ہے اور الفاظ میں اس کی تصویر دکھانا مشکل ہے۔ ایک فاضل کا قول ہے:

فصاحت آنت کہ درگزارش زباں کج کج نشود

و بلاغت آنت کہ معنی کثیر در الفاظ اندک گفتہ شود

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ فصاحت و بلاغت کا تعلق الفاظ سے بھی ہے اور معانی سے بھی۔ اسلوب کلام سے بھی اور مناسب موقع سے بھی، قائل کی شان اور مستمع کی حیثیت سے بھی اور ملکی و قومی شخصی خصوصیت سے بھی۔ جب کلام ان جملہ اوصاف پر حاوی ہو، تو کچھ شک نہیں کہ وہ فصاحت و بلاغت کے ذرہ اعلیٰ پر پہنچ جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک میں یہ جملہ اوصاف اس فرادانی سے موجود ہیں کہ جو ہر شناس کو اندازہ فصاحت لگانے میں اعتراف قصور کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔ نمونہ کے لیے چند اقوال مبارکہ درج کرتا ہوں۔ وضاحت بیان، ایجاز کلام، جزل الفاظ، صحت معانی کا اندازہ، ماہرین فن پر منحصر ہے۔

① مَا هَلَكَ امْرَأٌ عَرَفَتْ قَدْرَهُ ”جو کوئی اپنی قدر جان لیتا ہے، وہ ہلاک نہیں ہوتا۔“

② حُبَّكَ لِلشَّيْءِ بَعِيمٌ وَ بُصْمٌ كَسَى شَيْءٍ كِي حُبَّتِ انْسان كواندھا بہرہ كر دیتی ہے۔

③ يَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى او پر كا ہاتھ نیچے كے ہاتھ سے بہتر ہے۔ دینے والے كا درجہ لینے والے سے برتر ہے۔

① حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو سال پیشتر 1453 ق۔ م کو طور پر جبروم کی مرحلہ سے ملاقات و گفتگو پائی۔ بائبل کتاب کنفی 28/20 قسط۔

② الشفاء للفاضل فی عیاش: 174/1، منہا للصفاء للسیوطی: 11/11، ابوداؤد: 5130، کنز العمال: 44104، الدرر المنکھر للسیوطی: 71، مستدرک: 194/5

④ مستدرک: 5704، الاستدک للابن عبد البر: 605/8، کنز العمال: 16077، 16153، مستدرک: 4/2، 4474

- ④ الْخَيْرُ كَثِيرٌ وَقَلِيلٌ فَأَعْلَهُ، نیکی کے اقسام تو بہت ہیں مگر کرنے والے کم ہیں۔ ①
- ⑤ رَحِمَ اللَّهُ عَبْدًا قَالَ خَيْرًا فَعَنِمَ أَوْ سَكَّتْ فَسَلِمَ اللَّهُ اس بندہ پر رحم کرے کہ بولتا ہے تو اچھی بات ہی کہتا ہے۔ یہ تو وہ ہے جو بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے یا چپ رہتا ہے تو اپنے آپ کو بچا لیتا ہے۔ ②
- ⑥ ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ فَأَمَّا مُنْجِيَاتٌ: (1) فَخَشِيَةُ اللَّهِ فِي الْبَيْتِ وَالْعَلَانِيَةُ (2) وَلَا فَيْصَادُ فِي الْغَيْبِ وَالْفَقْرُ (3) وَالْحُكْمُ بِالْعَدْلِ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ. وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ (1) فَشَحُّ مَطَاعٍ (2) وَهُوَ مُتَّبِعٌ (3) وَأَغْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ ③

نجات دہندہ تین (3) باتیں ہیں اور ہلاک کنندہ بھی تین (3) باتیں ہیں۔ نجات دہندہ یہ ہیں: (1) ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرنا۔ (2) فراخ دستی و شگفتی میں میانہ روی کرنا۔ (3) عدل کرنا خواہ وہ فریق مقدمہ سے خوش ہو یا ناخوش ہو، ہلاک کنندہ یہ ہیں: (1) نخل جو تم پر حکم کرنے لگے۔ (2) خواہش بے جا جس کے پیچھے تم لگ چلو۔ (3) خود پسندی۔

⑦ لَا تَزَالُ أُتْبِئِي بِخَيْرٍ مَا لَمْ تَرَى الْأَمَانَةَ مَغْنَمًا وَالصَّدَقَةَ مَعْرُومًا. ④

”میری امت ہمیشہ بہبود میں رہے گی جب تک امانت کو لوٹ نہیں سمجھے گی اور صدقہ کو جرمانہ نہیں خیال کرے گی۔“

اب میں اصل مطلب کی جانب عود کرتا ہوں، نبی ﷺ کی فصاحت و بلاغت کے متعلق قرآن مجید میں معاندین کی زبان سے کہا گیا ہے: ﴿سِحْرٌ يُوقِنُ﴾ [المدثر: 24] ”وہ کلام تو جادو ہے جو اثر کرتا ہے۔“

مخالفین نے اسے جادو کہا، یا کچھ اور مگر شہادت موجود ہے کہ حضور ﷺ کا کلام زبان سے نکلنے ہی دلوں میں جاگزیں ہوتا ہے اور دلوں پر قبضہ کر لیتا تھا۔

سخن کز دل آید بود دل پذیر

الغرض نبی ﷺ کی فصاحت و بلاغت ملک میں اس درجہ مسلمہ تھی کہ مخالفین کے زمرہ میں نبوت سے انکار کرنے والے تو پائے جاتے تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی فصاحت و بلاغت سے انکار کرنے والا جزیرہ نمائے عرب میں کوئی موجود نہ تھا اور نہ آج تک کسی شخص نے خواہ کسی مذہب و ملت کا ہو عربیت میں مہارت حاصل کرنے کے بعد اس کا انکار کیا ہے۔

فقرہ بالا میں میں نے جزیرہ عرب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عرب کے مختلف اقطار میں مختلف لغت اور لہجے پائے جاتے تھے۔ نبی ﷺ کے اس کلام کو دیکھو جو حجازیوں کے ساتھ تھا۔ پھر اسے جو اہل مدینہ کے ساتھ۔ علی ہذا حضور ﷺ کے ان کلمات پر جو اہل کندی اور قطن عجمی اور طبرستان ہندی اور ابوہریرہ بن نمط ہمدانی و دیگر ملوک عجم و فرمان روایان حضرموت کو ارشاد فرمائے غور کرو ہر لغت ہر لسان میں فصاحت کے بحر و خار و جزن ہیں کہ کئی مدنی بھی منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔

حضرت السبع علیہ السلام

السبع یا سبع علیہ السلام وہی ہیں، جن کو بائبل نے یوشع بن نون علیہ السلام کہا ہے۔ ⑤

① جامع مسانید ابی حنیفہ: 107/1، تاریخ بغداد و البلد اوی: 177/8، مجمع الزوائد: 125/1، کنز العمال: 43066، تاریخ الصحاب: 203/1، ② التتار لغتاضی عباسی: 174/1، معانی الصحاح للسیوطی: 11، موارد اللسان للسیوطی: 128، ③ احواف سعادت المستعین: 124/8، مجمع الزوائد: 91/1، أمالی الطبری: 218/2، کشف الخفا للعلیونی: 185، ④ ترمذی: 2210، تاریخ بغداد للخطیب: 158/3، ⑤ یوشع بن نون علیہ السلام نے 1426 ق م پر عمر 110 سال وفات پائی۔ 25 سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلافت دہوت کی وادی زمین کا نبی نے فتح کیا۔ کتاب نشو و نما: 24/29

① سورہ کہف میں ان کو فقی موسیٰ کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں نبی ﷺ کے فقی یعنی زید کا بھی ذکر ہے۔

② اٰلِیْسَ عَلَیْهِ السَّلَامُ کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿ قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ اللَّهَ عَلَيْهِمَا ﴾ [النمل: 23]

”ان لوگوں میں سے جو اللہ سے ڈرنے والے تھے دو شخصوں نے جن پر اللہ عزوجل نے انعام کیا تھا کہا۔“

اس آیت میں ان کا وصف اَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا کے الفاظ سے فرمایا گیا ہے۔

قرآن مجید میں حضرت زید بنی نوح کا ذکر بھی ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے:

﴿ اَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ﴾ [الاحزاب: 37]

”اللہ نے اس پر انعام کیا اور رسول ﷺ نے بھی اس پر انعام کیا۔“

③ حضرت اٰلِیْسَ کا نام سورہ ص میں آیا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے سے مِنَ الْاَنْعِيَانِ بتایا ہے۔

نبی ﷺ کو اور حضور ﷺ کی جمعیت میں امت کو خیر کلی کے عطا ہونے کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

﴿ مَا يَوْذُوْا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِّنْ رَبِّكُمْ ﴾ [البقرہ: 105]

”اہل کتاب میں کفر والے اور مشرک یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر خیر نازل ہو۔“

حضرت داؤد علیہ السلام

داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی عزت کو بحال کرنے والے اسباط دو ازوہ (12 قبیلے) کے تفرقہ کو جمعیت سے بدل دینے

والے مکرین حق سے جہاد کرنے والے، ملک اور قوم کو عزت و رفعت دینے والے حکومت اور نبوت کے جامع تھے اور صفات بالا میں نبی

کریم ﷺ سے مشابہت رکھنے والے ہیں۔ مزید برآں حضرت داؤد علیہ السلام نے قدم بہت لڑو نبوی ﷺ کے متعلق بنی اسرائیل

کو بہت سے امارت و علامات بتائی ہیں اور بشارات دی ہیں۔

① اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی مدح میں فرمایا ہے

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ﴾ [النمل: 15]

”ہم نے داؤد اور سلیمان (علیہما السلام) کو علم عطا کیا۔“

بے شک نعمت علم سب سے برتر نعمت ہے۔ خصوصاً انبیاء علیہم السلام کا علم جو براہ راست رب العالمین سے ان کو ملا کرتا ہے اور اس لیے

اللہ تعالیٰ نے صراحت فرمادی ہے۔

﴿ وَ كَلَّمَا اٰتَيْنَاهُ حُكْمًا وَ عِلْمًا ﴾ [الانبیاء: 79]

”اور ہم نے سب نبیوں کو حکم اور علم عطا فرمایا۔“

نبی ﷺ کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ﴾ [النساء: 113] ”اور جو کچھ تو نہ جانتا تھا اس کی تجھے تعلیم دی۔“

نیز فرمایا ہے:

﴿ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴾ [الزمر: 114] "اے رب مجھے علم میں بڑھا دے"

پہلی آیت سے واضح تھا کہ حضور کو جملہ علوم کی تعلیم ابتدا ہی میں دی گئی تھی۔ اب دوسری آیت سے آشکارا ہے کہ حضور ﷺ کا علم ساعت بہ ساعت، لحظہ بہ لحظہ ترقی پذیر زیادت میں تھا۔

② حضرت داؤد علیہ السلام کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا ﴾ [سبأ: 10] "اور ہم نے اپنی طرف سے داؤد علیہ السلام کو فضل عطا فرمایا۔"

نبی کریم ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے:

﴿ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴾ [النساء: 113] "تجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔"

③ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

﴿ يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ ﴾ [ص: 26]

"اے داؤد علیہ السلام! ہم نے تجھے الارض کا خلیفہ بنا دیا۔ اب تو لوگوں کا فیصلہ راست بازی سے کیا کر اور خواہش کے پیچھے نہ چلنا۔"

"الارض" وعدہ کی زمین کو کہتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام اسی زمین کے خلیفہ ہوئے تھے۔ وعدہ کی زمین کو اللہ تعالیٰ نے اولاد

ابراہیم علیہ السلام کے لیے تیار ہی محشر لکھ دیا ہے۔ بشارت مندرجہ آیت سے پیشتر حضرت داؤد علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے

حضرت داؤد علیہ السلام کو بڑھایا اور ان کو "الارض" کا خلیفہ بنایا۔

قرآن مجید میں نبی ﷺ کو خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر ایمان لانے والوں کو اس الارض کا خلیفہ بنائے گا۔

﴿ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَسْتَخْلِفُنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفْنَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيَحْكُمَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ﴾ [النور: 55]

"اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تم میں سے ان کے ساتھ جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے ہیں کہ اللہ ان کو الارض کا خلیفہ

بنائے گا، جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لیے ان کے دین کو جسے اللہ ان کے واسطے پسند کر چکا ہے

حکمین بنائے گا۔ وہ میری ہی عبادت کیا کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کریں گے۔"

آیت پر تدار کرنے سے اسور ذیل بہ صراحت واضح ہوتے ہیں۔

① آیت کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو نزل آیت سے پیشتر ایمان اور عمل صالح کے اوصاف سے موصوف تھے۔

② آیت میں خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

③ اس خلافت کا عطیہ منجانب اللہ تعالیٰ ہوگا۔

④ یہ خلافت اس الارض کی ہوگی، جس کی خلافت قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو دی تھی۔

⑤ اس خلافت کا نشان ایک یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے پسند کردہ دین کو عزت و تمکنت ملے گی۔

- ⑥ اس خلافت کا نشان ایک یہ ہوگا کہ اس بسیط قائم ہو جائے گا اور خوف و ہراس اٹھ جائے گا۔
 ⑦ اس خلافت والے اللہ کے بڑے عبادت گزار مخلص بندے ہوں گے۔
 ⑧ اس وعدہ کے اندر دو سے زائد مسلمان داخل ہیں کیوں کہ **يَسْتَخْلِفُونَهُمْ** میں ضمیر جمع موجود ہے اور عربی میں دو سے زائد کے لیے صیغہ جمع آتا ہے۔

ضروری ہے کہ آیت کا زمانہ نزول معین کیا جائے۔ واضح ہو کہ یہ آیت سورہ نور کی ہے اور سورہ نور میں قصہ اٹک بھی مذکور ہے ⑩ یہ قصہ غزوہ مریسج میں ہوا اور یہ غزوہ 5ھ کا ہے۔ ہاں واقعہ اٹک کے بعد وعدہ خلافت کا الحاق اس حکمت پر مبنی ہے کہ جھوٹی دنیا کے کذاب لوگوں نے صدیق **عَلَيْهِ السَّلَام** کے دل کو صدمہ پہنچایا۔ اور رب العالمین نے اس وعدہ سے ان کی دل دہی فرمائی۔ **وَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ** نتیجہ یہ ہے کہ آیت کا نزول 5ھ کا ہے اور اس سے فائدہ یہ حاصل ہوا کہ خلافت کے واسطے جن لیے جانے کا اعزاز صرف انہی ساتتین کو تھا، جو 5ھ سے پیشتر ایمان اور عمل صالح کے اوصاف سے موصوف تھے۔ خلفائے اربعہ کو دیکھو۔ وہ سب 5ھ سے بہت پہلے مشرف ہدایمان ہیں۔ امام حسن **عَلَيْهِ السَّلَام** کو بھی انہی میں شامل کرو، جنہوں نے 9 ماہ خلافت کی تھی۔ ⑪ کیوں کہ ان کا وجود بھی 3ھ سے رونق افروز عالم تھا۔ اب تاریخ کو دیکھیے کہ ابو بکر **عَلَيْهِ السَّلَام** و عمر **عَلَيْهِ السَّلَام** ہی وہ ہیں جنہوں نے اسلام میں سب سے پیشتر اس الارض پر خلافت پائی تھی۔ چون کہ خلفائے اربعہ کو جو عطیات ملے، وہ سب نبی **عَلَيْهِ السَّلَام** پر ایمان لانے کے طفیل تھے، اس لیے اختلاف سے نبی **عَلَيْهِ السَّلَام** ہی کی فضیلت آشکار ہوتی ہے۔

⑫ حضرت داؤد **عَلَيْهِ السَّلَام** کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالنَّالَةَ الْحَدِيدَ﴾ [10:1۰] ”ہم نے لوہے کو اس کے لیے نرم بنا دیا۔“

نبی **عَلَيْهِ السَّلَام** کے لائے ہوئے کلام پر ایمان لانے والوں کے احوال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿تَلِينُ جُلُودَهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكِ اللَّهُ يَهْدِي بِهٖ مَن يَشَاءُ﴾ [الزمر: 23]

”ان کے جسم، ان کے قلب اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جسے چاہتا ہے اسے عطا فرماتا ہے۔“

حضرت سلیمان **عَلَيْهِ السَّلَام**

حضرت سلیمان **عَلَيْهِ السَّلَام** حضرت داؤد **عَلَيْهِ السَّلَام** کے نامور فرزند ہیں۔ باپ کے سترہ (17) بیٹوں اور اٹھارہ (18) بیٹیوں میں سے یہی صحیح طور پر اپنے نامور باپ کے قائم مقام تھے اور اس لیے قرآن مجید میں ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ [النمل: 16] کی تخصیص فرمائی گئی ہے۔

⑬ حضرت سلیمان **عَلَيْهِ السَّلَام** نے جو کتنے سفیران سہا سے فرمائی تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان **عَلَيْهِ السَّلَام** کو زور مال دنیوی کی پرواہ نہ تھی۔

﴿أَتِمِدُّونَ بِمَالٍ قَمَّآ أَنَانِي اللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّا أَنَاكُمْ﴾ [النمل: 36]

”کیا تم مال سے میری مدد کرتے ہو، مجھے تو جو کچھ اللہ نے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے۔“

⑭ واقعہ حضرت مائتہ **عَلَيْهِ السَّلَام** کی عصمت پر الزام سے متعلق ہے جس کی برأت کا اعلان اللہ رب العزت نے اس سورہ میں فرمایا۔ ⑮ سیدنا حسین **عَلَيْهِ السَّلَام** کی مدت خلافت کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) چھ ماہ (2) چھ ماہ، بارہ دن (3) اٹھ ماہ۔ (اسد الغابۃ ذکر حسین بن علی **عَلَيْهِ السَّلَام**)

نبی ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنِي﴾ [الضحى: 8]

”اللہ نے دیکھا کہ آپ بڑے کنبے والے ہیں۔ پس اللہ نے آپ کو غنی عطا فرمائی۔“

② اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابت فرمایا ہے:

﴿وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ﴾ [سبا: 12]

نبی ﷺ کے حالات کے بیان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِذْ جَاءَ نُكْمٌ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا﴾ [الاحزاب: 9]

”جب لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر ہوا کو اور ان لشکروں کو جو تم نے نہ دیکھے تھے بھیجا۔“

اس آیت میں ہوا کی اس خدمت کا ذکر ہے، جو اس نے دشمنان اسلام کے تباہ و برباد کرنے میں ادا کی تھی۔ صحیح بخاری کی

حدیث میں ہے: نُصِرْتُ بِالصَّبَاءِ ”بادِ صامیری نصرت کا آلہ بنا دی گئی ہے۔“ ③

قرآن مجید میں امت محمدیہ کے متعلق بھی لفظ ریح کا استعمال ہوا ہے، گو اس کے معنی ”اس جگہ“ دوسرے ہیں۔ فرمایا:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾ [النحل: 46]

”اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ آپس میں نزاع نہ کرو پھر تم گر جاؤ گے اور تمہاری ہوا نکل جائے گی۔“

غرض حضرت سلیمان علیہ السلام کے زیر حکومت ایک ریح تھی اور اولین مسلمانوں کے قبضہ میں بھی ایک ریح۔ ہمارے باہمی نزاع

نے اس ”ریح“ کو کھودیا اور مسلمانوں کی ہوا بگڑ گئی۔

③ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی شوکت کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿وَحَشِيرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ﴾ [النمل: 17]

”سلیمان علیہ السلام کے لیے جن اور آدمی اور پرند کے لشکر جمع کیے گئے۔“

① نبی ﷺ کے احوال مبارکہ میں بھی ان تینوں کا ذکر آیا ہے۔

جنوں کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اسْتَمِعَ نَقْرٌ مِنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ﴾ [الجن: 1-2]

”کچھ جنوں نے قرآن سنا تو وہ بولے کہ ہم نے عجیب کتاب کو جو نہایت پڑھی جانے والی ہے سنا ہے۔ وہ ہدایت کی راہ

دکھاتی ہے۔ اس لیے ہم اس پر ایمان لائے۔“

② بنی آدم کے لشکروں کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۖ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾ [الاحزاب: 2-1]

”اللہ کی نصرت اور فتح آگئی اور تو نے لوگوں کو دیکھ لیا کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔“

③ مسلم: 617، مسند احمد: 228/1، تہذیب: 364/3، حاکم: 458/2، مجمع الزوائد: 65/6، کنز العمال: 32071

طیر کی خدمات کا ذکر اس سورہ مبارکہ میں ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيلِ ۗ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۗ وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيلَ ۗ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ ۗ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّا كُوِيَ ﴾ [نمل: 1-5]

”کیا تو نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے اصحابِ فیل کے ساتھ کیسی کی۔ کیا ان کے مقصد ان ارادوں کو ملیا میٹ نہیں کر دیا اور ان پر ابابیل پرندے بھیجے جو ان کے اوپر سنگریزے پھینکتے تھے پھر ان کو کھائے ہوئے بھس جیسا بنا دیا تھا۔“

جملہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ واقعہ ارہام نبوت تھا اور اس لیے یہ بھی نبی کریم ﷺ کے فضائل میں سے ہے۔ الفاظ قرآنی میں بھی اَلَمْ تَرَ اور رَبُّكَ میں دو دفعہ خطاب کے صیغے مستعمل ہوئے ہیں اور یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ مفسرین ﷺ کا بیان بالکل مراد رسانی کی وضاحت ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام

یہ شہر نینوا کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ وہاں ایک لاکھ (100000) سے زائد آبادی تھی۔ لوگوں نے نبی کی اطاعت سے انکار کیا۔ حضرت یونس علیہ السلام ان سے خفا ہو کر وہاں سے چلے آئے تب لوگ پچھتائے حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے حکم سے دوبارہ گئے اور سب لوگ مسلمان ہو گئے۔

① اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کے حال میں فرماتا ہے:

﴿ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ ﴾ (الصافات: 143)

”مچھلی نے ان کو قہر بنا لیا۔“

یونس علیہ السلام مچھلی کے شکم میں تین (3) دن تک رہے تھے۔

نبی ﷺ بھی تین (3) دن تک غار کے شکم میں رہے تھے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَابِيْ اَتَيْنِيْنَ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ ﴾ [البقرہ: 40]

”جب کافروں نے اس کو نکال دیا تھا اور اس وقت نبی دو میں دوسرا تھا اور وہ دونوں اس وقت غار کے اندر موجود تھے۔“

یونس علیہ السلام کا شکم مای میں جانا بھی سرکش قوم سے علیحدہ ہونے کے بعد تھا اور نبی ﷺ کا شکم غار میں رہنا بھی ہجرت از مکہ کے وقت تھا۔

② اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام کی بابت فرماتا ہے:

﴿ فَلَوْ لَا اَنَّكَ كَانَّ مِنَ الْمَسْتَحِيْنِ ۗ لَلَيْتَ فِيْ نَبْطِيْ ﴾ [الصافات: 143]

”اگر وہ تسبیح نہ کرتا تو مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتا۔“

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شکم مای میں جانے کے بعد بھی یونس علیہ السلام ذکر الہی سے غافل نہ ہوئے تھے۔

نبی ﷺ کا غار کے اندر یا دالہی میں تر زبان ہونا اور معیت ربانی سے شاد کام ہونا قرآن مجید کی آیت ذیل میں ہے:

﴿ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾ [البقرہ: 40]

”غم نہ کر اللہ تعالیٰ تو ہمارے ساتھ ہے۔“

③ حضرت یونس علیہ السلام (یونس) بن ماری کا زمانہ تقریباً 862 ق م ہے۔ یونس نبی کی کتاب مجموعہ بائبل میں شامل ہے۔

- ③ یونس علیہ السلام کی تسبیح کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔
- ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ [النبا: 88]
- ”کوئی بھی معبود نہیں مگر تو۔ تو پاک ہے اور میں اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔“
- اس آیت پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور بندہ کی تقصیر کو جمع کر دیا گیا ہے۔
- نبی ﷺ نے بھی ایک جواب میں ہردوا امور کو جمع فرمایا ہے۔
- ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا﴾ [نہی اسرائیل: 93]
- ”کہہ دے میرا رب پاک ہے، میں تو ایک بشر و رسول ہوں۔“
- اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی تزیینہ بھی فرمائی اور اپنے آپ کو بھی تزیینہ سے محفوظ رکھا۔
- ④ اس قسم کی دیگر آیات بھی ہیں، جہاں ہردوا اصول کو جمع کیا گیا ہے۔
- ﴿فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُوجَعُونَ﴾ [النس: 83]
- ”پاک ہے وہ مالک جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی جان ہے اور تم سب اسی کی طرف جانے والے ہو۔“
- ② دعا سکھائی گئی۔

- ﴿سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ [آل عمران: 91] تو پاک ہے، ہم کو عذاب آگ سے بچا۔
- ④ یونس علیہ السلام کی دعا کی بابت اللہ تعالیٰ نے مومنین برحق اور رسول علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے۔
- ﴿وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ [النبا: 88]
- ”یعنی ایمان والوں کو اس تسبیح کے ورد سے اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے نجات دے گا جیسی یونس علیہ السلام کو دی تھی۔“

حضرت ایوب علیہ السلام

ایوب علیہ السلام بڑے درجے کے نبی ہیں۔ سورہ نساء کے آخری رکوع میں ان کا نام اور اس مقام سے ظاہر ہے کہ ان پر وحی رہائی کا نزول ہوا۔

- ① اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:
- ﴿إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا﴾ [ص: 44] ”ہم نے اسے صابر پایا۔“
- صبر فضائل محمودہ میں سے اعلیٰ فضیلت ہے اور دین و دنیا کا کوئی منصب عالی نہیں ہو سکتا جب تک کہ صفت صبر حاصل نہ ہو، چنگلی ارادہ، ثبات و استقلال اور توکل علی اللہ درحقیقت صبر ہی کی شاخیں ہیں۔
- اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی صفت میں فرماتا ہے:
- ﴿وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾ [النحل: 127]
- ”تیرا صبر تو خاص اللہ کے لیے ہے (اور تیرا صبر تو) خاص اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہے۔“

اس آیت میں نبی ﷺ کے لیے دو صفات کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ اول صبر، دوم: خلوص۔

فرمایا: ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ [الطور: 48]

”اپنے رب کے حکم سے صبر کر تو تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔“

عالم محبت میں یہ فقرہ عجیب دل آویز اور مسرت خیز ہے۔

② اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿يُنْعِمُ الْعَبْدُ﴾ [س: 30] ”اچھا بندہ۔“

نبی ﷺ کا عبودیت میں کامل ہونا مقامات متعددہ میں ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ معراج نبویہ حضور ﷺ کے مراتب میں سے

مرتبہ اقصیٰ ہے، اسی جگہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کا ذکر لفظ عبودیت سے فرمایا:

﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ﴾ [بنی اسرائیل: 1]

”پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے شب و شب اپنے بندہ کو سیر کرائی۔“

نبی ﷺ کی صفت نماز میں بھی حضور ﷺ کا ذکر لفظ عبودیت سے کیا گیا ہے۔

﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى عَبْدًا إِذَا صَلَّى﴾ [العلق: 9-10]

کیا اس سرکش کو دیکھا کہ جب میرا بندہ نماز پڑھتا ہے تو وہ روکتا ہے۔

﴿وَ أَنَّهُ، لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ﴾ [الجن: 19] ”جب اللہ کا عبد کھڑا ہو کر اسے پکارتا ہے۔“

عالم نبوی راز ہے کہ نماز کو معراج المؤمنین کہا گیا ہے۔

③ اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کی صفت میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّهُ، أَوْابٌ﴾ [س: 30] ”وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔“

ان کے رجوع الی اللہ کا واقعہ قرآن مجید میں اسی طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

﴿نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ﴾ [س: 41]

”اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ مجھے شیطان دکھ اور تکلیف سے چھو گیا ہے۔“

اس سے ظاہر ہے کہ وہ دکھ اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ دعا میں حسن ادب کی پوری مراعات

فرماتے تھے۔ دکھ درد وغیرہ کو ذات سبحانی کی طرف نسبت دینے سے اجتناب کرتے تھے۔

نبی ﷺ کا زندگی کے ہر لمحہ میں رجوع الی اللہ فرمانا اس آیت سے واضح ہے۔

﴿إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ

الْمُسْلِمِينَ﴾ [الانعام: 162-163]

④ حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ اہل کتاب نے 1520 ق۔م تجویز کیا ہے۔ اظہار کے بعد وہ 14 ہزار (14000) بمحیطوں 20 ہزار (20000) اونٹوں ایک ہزار

(1000) جڑے نسل، ایک ہزار (1000) گدھے کے مالک، سات (7) بیویوں تین (3) بیٹیوں کے باپ تھے۔ 140 سال عمر پائی۔

”میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی بھی شریک نہیں (لوگو) مجھے ایسا ہی بتانے کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلے اس حکم کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔“

حضرت زکریا علیہ السلام

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا﴾ [مریم: 2]

”یہ تیرے پروردگار کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا (علیہ السلام) پر فرمائی۔“

نبی ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِأَنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَاسِيًّا﴾ [الاسراء: 87]

”تیرے رب کی رحمت ہے۔ اور اس کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔“

بیز فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ [الانبیاء: 107]

”ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا دیا ہے۔“

اس مقام میں نبی ﷺ کا اسم مبارک ”رحمت“ رکھ دیا ہے۔ یعنی پیکر نورانی کو رحمت مشکل فرمایا ہے اور یہ عاقبت درجہ کا شرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا ہے:

﴿إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا﴾ [مریم: 3]

”جب اس نے نہایت پست آواز سے اپنے رب کو پکارا۔“

یہ دعا قبول کی گئی تھی اور ان کو یحییٰ علیہ السلام نامی فرزند کی بشارت دی گئی تھی۔ اس سے زکریا علیہ السلام کی بڑی تعریف نکلتی ہے کہ باوجود فقدان اسباب ظاہر یہ ان کی دعا کو قبول فرمایا گیا۔

نبی ﷺ کے متعلق اللہ عز و جل فرماتا ہے:

﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾ [البقرہ: 144]

”ہم نے تیرے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھا۔ ہم تجھے اس قبلہ کی طرف پھرا دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے۔“

اس آیت سے نبی ﷺ کا نہایت شرف اور احترام ظاہر ہوتا ہے کہ جس امر کی جانب قلب اطہر میں میلان اور وجہ انور میں تقرب ہی پیدا ہوتا ہے، جسے ہنوز دل سے زبان پر نہیں لایا گیا۔ اسے اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔

معاملہ اہم تھا۔ ہزاروں انبیاء کے تسلیم کردہ قبلہ کا تبدیل کرنا تھا مگر باری تعالیٰ کو جب کہ حبیب کی پسند اور میلان طبع کا پورا کرنا اس سے بھی زیادہ مقدم تھا۔ قبلہ بدل دیا گیا اور صاف طور پر فرما دیا گیا:

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنُعَلِّمَ مَنِ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقْبَيْهِ﴾ [البقرہ: 143]

”قبلہ کو جس پر تو ہے، قبلہ اس لیے کیا گیا ہے کہ رسول کی پیروی کرنے والوں اور اگلے پھر جانے والوں کی ہم انگ انگ شناخت قائم کر دیں۔“

حضرت یحییٰ علیہ السلام

① یحییٰ علیہ السلام اپنے والد بچہ ہرم (عمر سیدہ) زکریا علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں، جو انھوں نے محراب مسجد میں مانگی تھی:
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے بوڑھے باپ ابراہیم علیہ السلام (جو قوموں کے باپ ہیں) کی دعا کا نتیجہ ہیں، جو انھوں نے تعمیر بیت اللہ کے وقت بہ شمولیت حضرت اسماعیل علیہ السلام مانگی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ﴾ [البقرة: 127-129]

”جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہ السلام) بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔ تب وہ دعا کر رہے تھے۔ (ایک دعا کرتا اور دوسرا آمین کہتا تھا) کہ اے سميع و عليم! اس عمارت کو قبول فرما اور ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار رکھ اور ہماری ذریت کو بھی فرماں بردار بنا اور اے ”تسوآب رحيم“ ہم کو جملہ آداب سکھا اور ہماری فرمانبرداری سے ہمیں ہی میں سے ایک عظيم الشان رسول مبعوث فرما۔“

② اللہ تبارک تعالیٰ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بابت فرماتا ہے:

﴿مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ﴾ [آل عمران: 39]

”ایک کلمہ کی جو اللہ کی جانب سے ہوگا تصدیق کرنے والا۔“
 قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ کہا ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان کا مصدق بتایا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدوم ہیمنت لزوم کی خبر لوگوں کو دی تھی اور اس کے فضائل سے لوگوں کو باخبر بنایا تھا۔
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عزوجل نے ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ (اپنے سے پہلوں کی تصدیق کرنے والا) رکھا ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق انبیاء کے کام کو زیادہ وسعت کے ساتھ سرانجام فرمایا ہے۔

① نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ایسے انبیاء کے اسمائے مبارک سے اطلاع دی اور ان کے حالات بیان فرمائے جن سے اہل کتاب بھی واقف نہ تھے۔ مثلاً ہود، صالح، شعیب علیہم السلام۔

② بعض انبیاء کی نبوت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی، جن کی تکذیب اہل کتاب کرتے تھے۔ مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصدیق بہ مقابلہ یہود و نصاریٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق بہ مقابلہ یہود۔

③ پھر اس سے بڑھ کر ایک وسیع ترین اصول تمام دنیا کی آگاہی کے لیے ظاہر فرمایا جس سے دنیا کے لوگ بالکل بے خبر تھے۔

بنی اسرائیل کا دعویٰ تھا کہ بنی اسرائیل کے سوا اور کسی قوم کو نبوت عطا نہیں کی گئی۔

پارسیوں کا دعویٰ تھا کہ مدآبادیوں وغیرہ کے سوا جو سب ایرانی نژاد تھے اور کسی قوم کو نبوت نہیں دی گئی۔ یہی دعویٰ ہندوؤں کا تھا اور یہی دعویٰ چین والوں کا تھا اور یہی دعویٰ قدیم مصریوں کا تھا۔ گویا ہر قوم اپنے دعویٰ میں دنیا کی تمام قوموں کو جھوٹا بتاتی تھی اور اس

سے وہ منافرت اور جدائی پیدا ہوتی تھی، جس نے قوموں کو قوموں سے اور ملکوں کو ملکوں سے الگ کر رکھا تھا۔ نبی ﷺ ہی نے ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ [المائدہ: 46] کا لقب حاصل کر کے اس عقیدہ کو کھولا۔ اس راز کو آشکارا کیا اور مختلف آیات قرآنی کی تلاوت فرمائی، جن میں مختلف الفاظ اور متنوع اسلوب کے اندر بتایا گیا۔

﴿وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ [الفاطر: 24]

”کوئی امت نہیں مگر یہ کہ اس میں نذیر ہوا ہے۔“

﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ [الرعد: 7] ”ہر قوم میں ایک ہادی ہوا ہے۔“

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رُسُولٍ إِلَّا يَلْسَانٍ قَوْمِهِ﴾ [ابراہیم: 4]

”ہر رسول کو ہم نے اس کی قوم کی زبان میں بھیجا۔“

﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا﴾ [احقاف: 84]

”قیامت کے دن ہم ہر امت میں سے اپنا ایک شہید، اللہ کا گواہ، اٹھائیں گے۔“

یہ پاک تعلیم جس قدر وسیع ہے اسی قدر قوموں میں محبت بڑھانے اور برادرانہ تعلقات مضبوط کرنے والی بھی ہے۔

③ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سید بھی فرمایا ہے۔ [آل عمران: 39] اور نبی کریم ﷺ کو بھی اسی خطاب سے مخاطب کیا ہے۔

فرمایا: یونس۔ اے سید.....! [یونس: 1] ④

④ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حُصُوراً [آل عمران: 39] بھی فرمایا: نبی علیہ السلام بھی ”حصور“ تھے۔ حصور کے لغوی معنی حصر

کردہ، شدہ، بازداشت ہیں جس سے مراد بزرگوار ہوتا ہے۔ جس کا محافظ خود رب العالمین ہو۔ چنانچہ نبی ﷺ کے متعلق فرمایا گیا

ہے: ﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ [المائدہ: 67] ”اللہ تعالیٰ تیری حفاظت سب طرح کے لوگوں سے فرمائے گا۔“

”حصور“ کے معنی وہ شخص بھی کیے گئے ہیں جو باوجود قوت عورتوں کی جانب ملتفت نہ ہو جس شخص کو نبی ﷺ کی سیرت پر عبور

ہے وہ جانتا ہے کہ 25 سال کی عمر تک نبی ﷺ نے شادی نہ کی تھی۔ اس عمر کے بعد شادی ہوئی تو نبی ﷺ کی طلب اور شوق پر

نہیں بلکہ خود منکوحہ کے اشتیاق و التجار پر جس کی قبولیت اس لیے ہوئی کہ حضور ﷺ کسی کے سوال کو رد نہ فرمایا کرتے تھے۔ پھر عالم سیرت

کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ 53 سال کی عمر تک صرف ایک ہی بیوی حضور ﷺ کے گھر میں تھی۔ 50 سال کی عمر تک صرف خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

اور 53 سال کی عمر تک صرف سوہدہ بنتی بنتی اور یہ دونوں جو یکے بعد دیگرے نکاح میں آئیں۔ اس وقت اپنی جوانی کو پورا کر چکی تھیں۔ ایسی

عورت سے مناکحت پر رضامند ہونا اور محصور رہنا صرف اسی کا کام ہے، جسے اس جنس لطیف کی خصوصیات نفیسہ اپنی جانب ملتفت نہ کر سکتی

ہوں۔ ان کے بعد دیگر نکاح جس طرح ہوئے ان کا بیان قارئین ہمارے مضمون امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں ملے گا۔ جس سے واضح ہوگا

کہ نبی کی خواہش کا ان میں کچھ دخل نہ تھا۔

ہاں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کو بھی پڑھو:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْتَ أَجُورَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا آفَاءَ اللَّهِ عَلَيْكَ وَ

① یہ معنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ دیکھو کتاب الشفاء ص: 16

بَنِي عَمِّكَ وَبَنِي عَمَّتِكَ وَبَنَاتِ خَالَكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ أَلَيْسَ هَاجِرُونَ مَعَكَ وَامْرَأَةٌ مُؤْمِنَةٌ إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿

”اے نبی! ہم نے تیرے لیے حلال کر دی ہیں۔ (1) تیری بیویاں جن کے مہر تو ادا کر چکا ہے۔ (2) اور وہ عورتیں جو اللہ کے دیے ہوئے نئے میں سے تیرے داہنے ہاتھ لگیں (3) اور چچا کی بیٹیاں (4) اور تیری پھوپھیوں کی بیٹیاں (5) اور ماموں کی بیٹیاں (6) اور خالادوں کی بیٹیاں، جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہو (7) اور وہ مومن عورت جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے۔ یہ شرطیکہ نبی اس سے نکاح کا ارادہ بھی رکھتا ہو۔ یہ خالص تیرے لیے ہے اور مومنین کے لیے نہیں۔“ [27:50]

ان ہفت گانہ (7) اقسام کی عورتوں میں سے مؤرخ کو نظر آئے گا کہ حضور ﷺ کے نکاح میں صرف پہلی اقسام ہی کی عورتیں ہیں، دیگر اقسام کی کوئی عورت نہیں۔

قسم دوم کے تحت میں ایک دو نام بیان کیے جایا کرتے ہیں، مگر ان کی صحت میں بہت بحث ہے، ممکن ہے کہ کوئی شخص حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نام کو قسم چہارم کے تحت پیش کرے۔ ہم تسلیم کریں گے کہ یہ ام المومنین حضور ﷺ کی پھوپھی زاد ہیں، مگر ان کا شمار تو قسم اول میں ہو چکا ہے۔ غرض جس مقدس ہستی نے باوجود اجازت ربانی اور حلت قرآنی ان اقسام کی عورتوں کی جانب کبھی نظر التفات بھی نہ کی ہو، اس کے تصور ہونے میں کیا کلام ہے۔

﴿يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ كُوْنِيْ بِمِثْلِ مَا كُوْنُوْا بِهٖمْ﴾ کو نبی بھی فرمایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو قرآن پاک میں گیارہ (11) دفعہ ﴿يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ سے مخاطب کیا گیا ہے اور بائیس (22) دفعہ حضور ﷺ کا ذکر باسم نبی فرمایا ہے۔

﴿يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ کو ﴿خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ﴾ [مریم: 12] ”فرمایا گیا ہے یعنی اے نبی ﷺ! کتاب کو قوت سے تمام۔“ نبی ﷺ کی بابت فرمایا گیا ہے:

﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [البقرہ: 2] ”لوگوں کو کتاب اور حکمت سکھانے والا۔“

﴿يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ کی شان میں ہے:

﴿حٰنَآءٌ مِّنْ لَّدُنَّا﴾ [مریم: 13] ”اللہ کی جانب سے نرم خو، نرم دل“

نبی ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَآ اَنْفَضُوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ [آل عمران: 159]

”یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے تجھے نرم بنایا، اگر تو بد خو یا سخت دل ہوتا تو لوگ تیرے پاس سے بھاگا کرتے (اور استغفار سے محروم رہتے) پس آپ ان کی تقصیرات کو معاف کیا کریں اور ان کے لیے بخشش کی دعا کر دیا کریں۔“

﴿يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ﴾ کو زکوٰۃ فرمایا گیا ہے۔ یعنی وہ سحرے اور پاکیزہ تھے۔

نبی ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَيُؤْتِكِهِمْ﴾ ”وہ لوگوں کو پاکیزہ بنانے والا ہے۔“

﴿۹﴾ یحییٰ علیہ السلام کی صفت میں فرمایا گیا ہے۔

﴿وَسَكَانَ تَقْوَى﴾ [مریم: 13] ”وہ بہت تقویٰ والا ہے۔“

نبی ﷺ کے دربار میں حاضر رہنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا﴾

”پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنین پر سکینہ نازل فرمایا اور کلمہ تقویٰ کا لازم مومنین کے ساتھ کر دیا اور یہ مومنین اس کلمہ کے سب سے زیادہ حق دار اور سب سے بڑھ کر اہل بھی ہیں۔“ [التح: 26]

﴿۱۰﴾ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو ﴿بَوَّأَ بَوَّالِدَيْهِ﴾ [مریم: 14] ”ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا فرمایا گیا ہے۔“

نبی کریم ﷺ تو یتیم تھے۔ ماں باپ سے سلوک کرنے کا موقع ہی نہ تھا۔ حضور ﷺ کی نبوت کے عہد مبارک میں ام ایمن بنتی زینبہ تھیں۔ یہ جمن تھیں اور یہ بوٹھی تھیں۔ انھوں نے حضور کو گود میں کھلایا تھا۔ نبی ﷺ ان کی نہایت عزت فرمایا کرتے اور ان کی ملاقات کے لیے گھر جایا کرتے اور ”امیٰ بَعْدَ اُمیٰ“ کے لقب سے ان کو یاد کیا کرتے۔ ماں کے بعد یہی میری ماں ہے۔ ان کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنہما کو ایک زانو پر ایک طرف اور امام حسن رضی اللہ عنہما کو زانو پر دوسری طرف لے کر بیٹھتے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے تایا تھے۔ ان کو صِنَوَ اَبی (باپ کا ہمسر) بتایا کرتے تھے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفت نبی ﷺ میں کس قدر کامل تھی۔

حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام

حضرت مسیح علیہ السلام کی شان بلند انبیائے کرام رضی اللہ عنہم کے زمرہ میں نہایت نمایاں ہے۔

﴿۱﴾ قرآن حکیم میں ہے کہ ان کی جدہ (ثانی صاحب) نے ان کی والدہ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش کے وقت یہ دعا کی تھی۔

﴿يَا أَيُّهَا عِيسَىٰ ابْنُ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكَ إِذْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَ وَآتَيْنَاكَ مِثْقَالَ الذَّرَّةِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ [آل عمران: 36]

”میں اس لڑکی کو اور اس کی نسل کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔“

نبی ﷺ کو بھی استعاذہ کے متعلق یہی تعلیم دی گئی تھی۔

﴿وَقُلْ رَبِّ اعْوِذْ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ اعْوِذْ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ﴾

”اے پروردگار! میں وسوسہ شیطان سے تیری پناہ لیتا ہوں اور اے پروردگار مجھے تیری ہی حفاظت درکار ہے۔ اس

بارہ میں کہ شیطان میرے حضور میں آسکیں۔“ [المومنون: 97-98]

﴿۲﴾ فرقان حمید میں مریم و عیسیٰ رضی اللہ عنہما کی بابت ہے:

﴿وَأَوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ﴾ [المومنون: 50]

”ہم نے مریم اور ابن مریم رضی اللہ عنہما کے لیے ایک بلند جگہ میں ٹھکانا بنایا۔“

یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد طفلی کے متعلق ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ ان کی پرورش میں الہی سامان تھے۔ نبی کریم ﷺ کی

بابت الحی القیوم فرماتا ہے:

﴿ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَآوَىٰ ﴾ [النبي: 6]

”تو دنیا میں یتیم ہو کر آیا تھا۔ پھر اللہ ہی نے تیرا گھکانا بنایا۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیدائش کے وقت بے پدر تھے۔ حضانت پداری سے مجبوری میں ہر دو مقدسین یکساں حالت میں ہیں۔

③ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام، کلام اللہ میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿ اِنِّي عَبْدُ اللَّهِ اَنْتَابِي الْكِتَابِ وَ جَعَلَنِي نَبِيًّا ﴾ [مریم: 30]

”میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قادر ذوالجلال فرماتا ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَ لَمْ يُجْعَلْ لَهٗ عِوَجًا ۝ قِيَمًا ﴾ [الکہف: 1]

”حمد ہے اس کی جس نے اپنے عبد پر کتاب کو نازل کیا اور اس کتاب میں کوئی کجی نہ رہنے دی، بلکہ اسے پاکدار (صداقت) بنایا۔“

④ عیسیٰ علیہ السلام کا فرمودہ ہے جو کتاب اللہ میں ہے۔

﴿ وَ جَعَلَنِي مَبَارَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ﴾ [مریم: 31]

”مجھے مبارک بنایا جہاں کہیں بھی میں رہوں۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اپنی امت کو اس مبارکی کے حاصل کرنے کے متعلق قرآن پاک میں یہ ہے۔

﴿ فَسَلِّمُوا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبْرَكَةً طَيِّبَةً ﴾ [النور: 61]

”تب اپنے لوگوں پر سلام بھیجو۔ تمہارے لیے اللہ کی جانب سے یہ مبارک طیب تحفہ ہے۔“

⑤ عیسیٰ علیہ السلام ان احکام کا ذکر کرتے ہیں، جو ان کی شریعت میں واجب العمل تھے۔

﴿ وَاَوْصَانِي بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴾ [مریم: 31]

”اللہ نے مجھے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک زندہ رہوں۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معبود حقیقی کا فرمان ہے:

﴿ وَاَعِذْ رَبِّكَ حَتّٰى يَأْتِيَنَّكَ الْيَقِيْنُ ﴾ [الحجر: 99]

”موت آنے تک اپنے پروردگار کی عبادت کیے جا۔“

⑥ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں رب القدس فرماتا ہے:

﴿ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ﴾ [البقرہ: 87]

”ہم نے روح القدس سے اس کی مدد کی۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں معین التین نے فرمایا:

﴿ وَاَيَّدْنٰهُ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا ﴾ [الانبیاء: 40]

”ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لشکروں سے مدد دی جن کو انسانوں نے نہیں دیکھا۔“

نیز فرمایا!

﴿هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنُصْرِهِ﴾ [الانفال: 62] ”اللہ نے تیری تائید اپنی نصرت سے کی ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ [النحل: 102]

”کہہ دے کہ اس کلام ربانی کو روح القدس نے کریمے رب کی طرف سے حق کے ساتھ آئے۔“

فرقان حید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا مدعا آیت ذیل کے اندر بیان کیا گیا ہے۔

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي إِسْمُهُ أَحْمَدٌ﴾ [الصف: 6]

”عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، میں توراہ کی جو مجھ سے پہلے

آئی ہے تصدیق کرتا ہوں اور میں اس رسول کی تم کو بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔“

صحیح علیہ السلام نے اپنی رسالت کے دو مقصد بیان کیے: تصدیق توراہ اور بشارت احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم درج کریں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ہر دو مقاصد کے متعلق کیا کیا۔

① تصدیق تورات:

حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا: نمبر 17 یہ خیال مت کرو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتاب کو منسوخ کرنے آیا ہوں، میں منسوخ

کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔ نمبر 18 کیوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین مل نہ جائیں ایک لفظ

یا شوش توراہ کا ہرگز نہ مٹے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ انجیل متی 5 باب 17 و 18 درس۔

یہ کلام معجز نظام جس استحکام کے ساتھ فرمایا گیا ہے اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کے مقصد

اولین کو پورا فرمایا۔

② بشارت ﴿إِسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ [الصف: 6]

اس بشارت میں دو لفظ زیادہ تر قابل تدریس ہیں۔

اول: ﴿وَمِنْ بَعْدِي﴾ اس سے یہ ضروری ظہور ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا وہی شخص ہو جس کی بشارت

حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور اس مبشر اور عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی تیسرا شخص جو رسول بھی ہو اور احمد نام بھی رکھتا ہو۔ حائل نہ ہو، کیوں

کہ اگر ایسا ہوتا تو ایک وجہ التباس کی ہو سکتی تھی۔ الفاظ آیات کا یہ مفہوم کچھ ہمارا ہی طبع زانو نہیں ہے، بلکہ ”شفاء“ میں قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے

اور ”خصوصیات صغریٰ“ میں امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ نے اور ”انسان العیون“ میں ابن رحلان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اسم پاک

احمد ایسا نام ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کسی ایک انسان کا بھی نہیں رکھا گیا۔

دوم: قابل تدریس اسْمُهُ أَحْمَدُ کہ کیانی الواقع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ واضح ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام دو

ہیں: احمد اور محمد ﷺ۔ اسم پاک احمد حضور ﷺ کی والدہ نے بشارت ردیہ کے موافق رکھا اور اسم پاک محمد حضور ﷺ کے دادا نے رکھا۔ ان دونوں اسموں کا مادہ ایک ہی ہے یعنی دونوں اسم مبارک ”حمد“ سے بنتے ہیں۔ اسم پاک احمد، حمد سے فعل التفضیل ہے اور اسم پاک محمد ﷺ حمد سے مفعول کے وزن پر ہے۔ امام ابن القیم بیہقی نے کتاب ”جلاء الافہام“ میں تحریر کیا ہے کہ علماء کے ایک گروہ کا قول ہے۔ انہی میں ابو القاسم نسفی بیہقی وغیرہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا اسم مبارک احمد ﷺ پہلے رکھا گیا اور اسم مبارک محمد ﷺ بعد میں رکھا گیا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت میں حضور ﷺ کا اسم مبارک احمد واقع ہوا ہے۔ [1]

اس ثبوت میں کہ احمد حضور ﷺ کا اسم مبارک ہے ہم دلائل پیش کریں گے۔

احادیث

- [1] امام ابن سعد بیہقی نے طبقات الکبیر میں روایت کی ہے:
- عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ أُمِرْتُ أُمَّتٌ وَهِيَ حَامِلَةٌ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُسَمِّيَهُ أَحْمَدًا - [2]
- امام باقر بیہقی فرماتے ہیں کہ آمنہ کے شکم مبارک میں نبی ﷺ تھے اس وقت آمنہ کو حکم ہوا تھا کہ وہ بچہ کا نام احمد رکھیں۔
- [2] امام ابن سعد بیہقی نے طبقات الکبیر میں بروایت مرفوع بیان کیا ہے۔
- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ يَعْني ابْنَ الْحَنَفِيَّةِ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّيْتُ أَحْمَدًا. [3]
- محمد ابن حنفیہ بیہقی کہتے ہیں، میں نے اپنے باپ علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرا نام احمد ﷺ رکھا گیا تھا۔

- [3] خصائص الکبریٰ میں تہمتی بیہقی کی روایت مندرج ہے:
- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ الْجَارُودُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَأَسْلَمَ وَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ وَجَدْتُ وَصْفَكَ فِي الْإِنجِيلِ وَلَقَدْ بَشَّرَكَ ابْنُ التَّوَلٍ
- ”ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جاردو بن عبد اللہ (جو ملک یمن کے سب سے بڑے عالم عیسائی تھے) آئے اور اسلام لائے تھے اور انہوں نے کہا کہ اس اللہ کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میں نے آپ کا وصف انجیل میں دیکھا ہے اور بتول کے فرزند (عیسیٰ) نے آپ ہی کی بشارت دی تھی۔“
- [4] امام ابن سعد بیہقی نے طبقات الکبیر میں روایت کی ہے:

عَنْ سَهْلِ مَوْلَى عَشِيمَةَ أَنَّهُ كَانَ نَصْرَانِيًّا مِنْ أَهْلِ مَرِيَسَ وَكَانَ يَقْرَأُ الْإِنجِيلَ فَذَكَرَ أَنَّ صِفَةَ النَّبِيِّ

[1] یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی ﷺ کو حمد سے مناسبت خاص ہے۔ حضور ﷺ کا اسم مبارک احمد اور محمد ہے۔ حضور ﷺ کے مقام شفاعت کا نام مقام محمود ہے۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں میدانِ محشر میں جو راہیت ہوگا اس کا نام ”لوا بکمد“ ہے۔ اور حضور کی امت کا نام ”ممتا دون“ ہے اور حضور ﷺ پر نازل شدہ کتاب کا الحمد للہ سے آغاز ہوتا ہے۔

[2] طبقات ابن سعد: 1/118 - [3] الطبقات لابن سعد: 1/118 -

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الانجیل و هو من ذریۃ اسماعیل اسمہ احمد۔^[1]
 سہل مولیٰ شیمہؓ کہتے ہیں کہ اہل مرہس کے اندر ایک نصرانی تھا، جو انجیل پڑھا کرتا تھا، اس نے بتایا کہ نبی ﷺ کی
 صفت انجیل میں درج ہے، وہ اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہوں گے اور ان کا نام احمد ہوگا۔^[2]
 صحیح مسلم میں بروایت جبیر بن معظم عن ابیہ ہے:

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِي أَسْمَاءَ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي
 مَحَا اللَّهُ بِي الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشِرُ النَّاسَ عَلَى قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔^[3]
 کہا نبی ﷺ نے فرمایا، میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ﷺ ہوں، میں احمد ﷺ ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے
 میرے ذریعے سے کفر کو مٹا دیا، میں حاشر ہوں کہ سب لوگ میرے قدم پر قیامت کو اٹھیں گے، میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔
 یہی حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے۔^[4]

صحیحین کی حدیث پر غور کرنا چاہیے کہ نبی ﷺ نے (5) نام بتائے۔ ان میں سے دو اسم محمد و احمد ﷺ نام کے معنی نہیں
 بتائے اور (3) اسم ماحی، و حاشر و عاقب کے معنی بتائے ہیں۔ اس لیے صاف ثابت ہو گیا کہ محمد و احمد حضور ﷺ کے ذاتی نام ہیں۔
 اگر ان میں سے کوئی ایک نام بھی وضعی ہوتا تو اس کے معنی بھی اس طرح بیان فرمادیتے، جیسا کہ اسم نمبر 3، نمبر 4، نمبر 5 کے معنی بتائے تھے۔

دوم اشعار

ائمہ تاریخ کے نزدیک مسلمہ اشعار عرب کی شہادت کسی واقعہ کے متعلق ایسی ہی یقینی ہے جیسا کہ ائمہ لغت کے نزدیک کسی لفظ
 کے استعمال کے لیے اشعار قدما کی شہادت قطعی ہوتی ہے۔

[1] اشعار قبل از ولادت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

1) تیج، جس کا نام قرآن مجید میں بھی آیا ہے، یمن کے بادشاہوں میں سے تھا۔ اس نے یثرب پہنچ کر اوس اور خزرج و یہود
 سے جنگ کی تھی۔ اہل یثرب دن کو لڑتے اور رات کو تیج کی مہمانی کرتے۔ تین شب اسی طرح گزر گئیں۔ تیج شرمندہ ہوا اور اس نے صلح کی
 درخواست کر دی۔ معاہدہ صلح کے طے کرنے کی غرض سے اچھے بن الحجاج اوسی اور بنیامین قرظی مامور ہوئے۔^[5] اچھے نے تیج سے عرض کیا
 کہ ہم تو آپ ہی کی قوم میں سے ہیں۔ ہم سے کیوں جنگ کی گئی۔ بنیامین یہودی نے کہا کہ آپ اس شہر کو فتح نہیں کر سکتے۔ تیج نے
 کہا کیوں؟ کہا یہ شہر ایک نبی کی فرودگاہ ہے جو قریش میں سے ہوگا۔ تیج نے اس پر یہ شعر پڑھا۔

أَلْقَى إِلَيَّ نَصِيحَةً كَسَى أَزْدَجُرُّ عَنْ قَرِيْبَةٍ مَحْجُوْرَةٍ بِمُحَمَّدٍ

اس نے مجھے نصیحت کی کہ میں اس آبادی سے ہٹ جاؤں جو محمد کی وجہ سے محظوظ رکھی گئی ہے!

پھر یہ اشعار تعریف کیے:

[1] الطبقات لابن سعد: 118/1 [2] یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر علماء فقہ تورات کو اور بعض فقہ انجیل کو مجموعہ بائبل کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔
 [3] مسلم: 6102، مصنف عبدالرزاق: 19657، حمیدی: 555، اشعرا للترمذی: 196، کنز العمال: 36165، بخاری: 4896 [4] جو قرظہ سے قرظی کہلاتے ہیں۔
 [5] اوس و خزرج کا نسب اہل یمن سے ملتا ہے۔ یہ یثرب نام کے بعد مدینہ میں آ گئے تھے۔

شَهِدْتُ عَلَى أَحْمَدَ أَنَّهُ رُسُولٌ مِنَ اللَّهِ بَارِيءٌ النَّسَمِ
فَلَوْ مَدَّ عُمَرُ إِلَى عُمُرِهِ لَكُنْتُ وَزِيرًا لَهُ وَابْنَ عَمِّ
”میں شہادت دیتا ہوں کہ احمد ﷺ اس اللہ کے رسول ہیں جو جان آفرین ہے۔ اگر میری عمر اس کی عمر تک لمبی ہو تو میں ضرور اس کا وزیر اور ابن عم بنوں گا۔“

تلمسانی کا قول ہے کہ اشعار بالا بطور تواتر ثابت ہوئے ہیں۔ [1]

② قس بن ساعدہ نجران کا اسقف اور حکمائے عرب میں سے تھا۔ اس کے اشعار ہیں

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي! لَمْ يَخْلُقِ الْخَلْقَ عَبَثًا
ارْسَلَ فِيْنَا أَحْمَدًا خَيْرَ نَبِيِّ قَدْ بَعَثَ
لَمْ نُجِنْنَا مِنْهُ سُدًى مَنْ بَعَثَ عَيْسَى وَانْكَرَتْ
صَلَّى عَلَيْهِ اللَّهُ مَا حَجَّ لَهُ رُكُوبٌ وَحَسَتْ

② اشعار جو نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں لکھے گئے۔

① حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم الموبد بروح القدس، نبی ﷺ کی نعت میں فرماتے ہیں:

مَنْ يَشِدُّ فِي اللَّيْلِ الْبَهِيمِ جَبِينُهُ يَلُحُّ بِمِثْلِ مِصْبَاحِ الدُّجَى الْمُتَوَقِّدِ
جب شب تاریک میں اس کی پیشانی نمایاں ہوتی ہے تو روشن چراغ کی طرح چمکا کرتی ہے۔
فَمَنْ كَانَ أَوْ مَنْ قَدْ بَكُونُ كَأَحْمَدَ نِظَامٍ لِحَقِّي أَوْ نِجَالًا لِمُلْحَدِ
حق کو استحکام دینے اور ٹھکانہ بنانے میں احمد جیسا نہ کوئی تھا اور نہ آئندہ کوئی ہوگا۔

یہ اشعار دیوان حسان میں موجود ہیں اور ان پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شہادت امام ابن عبدالبر رضی اللہ عنہ کی کتاب ”الاستیعاب“ میں موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان اشعار کو پڑھا اور فرمایا:

كَانَ وَاللَّهِ كَمَا قَالَ فِيهِ شَاعِرُهُ

بخدا! نبی ﷺ ایسے ہی تھے جیسا کہ آپ کے شاعر نے ان ابیات میں کہا ہے۔

② کعب بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے شعرائے خاص میں سے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ ان تین بزرگواروں میں سے ہیں، جن کی توبہ قبول کیے جانے کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ وہ غزوہ احد کے متعلق فرماتے ہیں۔

غُدَاةً أَسَابَتْ بِأَسَافِهَا جَمِيعًا بَنُو الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ
صبح کے وقت تمام بنو اوس و خزرج نے اپنی اپنی تلواروں کو سنبھال کر حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل کی۔
وَأَشْيَاعُ أَحْمَدٍ إِذْ شَايَعُوا عَلَى الْحَقِّ ذِي السُّورِ وَالْمَنْهَجِ
اشیاع احمد (مہاجرین) نے بھی ایسا ہی کیا وہ سب نبی ﷺ کے ساتھ حق پر چلتے ہیں۔

③ اگر تلمسانی کا یہ فقرہ اس روایت میں نہ ہوتا تو میں ان اشعار کو درج کرنے کی ضرورت نہ سمجھتا۔

④ کعب بن مالک رضی اللہ عنہما واقعہ خیبر کے متعلق فرماتے ہیں:

وَنَحْنُ وَرَدْنَا خَيْبَرَ وَأَفْرُؤَةَ بِكُلِّ قَلْبِي عَارِي الْأَشَاجِعِ نَدْوِدُ
”ہم خیبر اور اس کے قلعوں تک پہنچے، ہمارا جوان پھر بیٹلا اور عمدہ بچاؤ سے لڑنے والا تھا۔“

يَرَى الْقَتْلَ مَجْدًا إِنْ أَصَابَ شَهَادَةً مِنْ اللَّهِ يَرْجُوهَا وَقُوْرًا بِأَحْمَدٍ
”ہم میں سے ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ اگر شہادت ملی تو ایسا مرنا، اللہ کے ہاں سے فضیلت اور احمد کی خوشنودی حاصل کرنے کا سبب ہوگا۔“

③ اشعار جو نبی ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام جنی اللہ نے پڑھے:

① حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما ایک لمبے قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

أَطَالَتْ وَقُوْرًا تَذُرُّ الْعَيْنُ جُهْدَهَا عَلَى طَلَبِ الْيَدِي فِيهِ أَحْمَدُ

آنکھ پوری طاقت سے بہ رہی ہے اور میں اس قبر کے ڈھیر پر دیر سے کھڑا ہوا ہوں جس کے اندر احمد رضی اللہ عنہما ہیں۔

فَبُورِ كُنْتُ يَا قَبْرَ الرَّسُولِ وَبُورِ كُنْتُ بِلَادِ نَسْوَى فِيهِ الرَّشِيدُ الْمُسَدَّدُ

اے قبر رسول ﷺ تو مبارک ہے اور اے عرب تو مبارک ہے کہ تیرے اندر نبی کی (جو رشید المسدد ہیں) خواب گاہ ہے۔

② خاتم الخلفاء علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو جب خوارج نے کہا کہ وہ ان کے سامنے اپنے ایمان کی تجدید کریں اور از سر نو داخل فی الاسلام ہوں تو انہوں نے زبان مبارک سے یہ اشعار پڑھے تھے۔

يَا شَاهِدَةَ الْخَيْرِ عَلَيَّ فَاشْهَدِي إِنِّي عَلَى دِينِ النَّبِيِّ أَحْمَدُ

مَنْ شَكَّ فِيَّ فَسَيُكْفَرُ اللَّهُ فَيَاتِي مَهْتَدِي ③

”اے اللہ کی بات کہنے والے تو گواہ رہنا کہ میں نبی احمد رضی اللہ عنہما کے دین پر ہوں۔ اللہ کے بارہ میں اور کوئی شک پر ہو تو ہو میں تو ہدایت یافتہ ہوں۔“

④ جگر گوشہ رسول سیدہ بتول سلام اللہ علیہا کے اشعار اپنے والد احمد مصطفیٰ رضی اللہ عنہما کی وفات پر ہیں۔

صَبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَوْ أَنَّهَا صَبَّتْ عَلَيَّ الْأَيْتَامُ صِرُونٌ كَيْسَانَا

مَاذَا عَلَيَّ مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدَ أَنْ لَا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ عَوَالِيَا

مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دن پر آ پڑتیں تو رات بن جاتا، جو کوئی قبر احمد رضی اللہ عنہما کو گھلے اس پر کیا واجب ہے؟ یہ واجب ہے کہ وہ مدت العمر خوشبو نہ سونگھے۔

ان جملہ حوالہ جات سے ہمارا مقصود باقتضائے تمام یہ ہے کہ نبی ﷺ کا اسم مبارک احمد حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے اور حیات کے اندر اور ارتحال کے بعد یعنی ہر زمانہ ہی میں مسلم و محقق رہا ہے۔ قبل از ولادت یہی پاک نام عرب، یمن، نجران اور شام کے

یہودیوں اور عیسائیوں میں معروف تھا اور ہر فرقہ اپنی فتح و نصرت کو حضور ﷺ کی تشریف آوری و رونق افروزی عالم پر منحصر سمجھتا تھا۔ حضور ﷺ کے شاعران خاص اور ذوی القربی حضور ﷺ کو اس نام سے یاد کیا کرتے تھے۔

ہم نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت سے پیشتر عرب میں یا کسی دیگر ملک میں جہاں زبان عربی متداول تھی کسی شخص کا نام احمد نہیں رکھا گیا۔ یعنی قدرت الہیہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام والی بشارت کو جو حق نبی کریم ﷺ تھی پونے چھ سو سال تک اس قدر محفوظ کیا کہ اس عرصہ میں کوئی بھی اس نام سے موسوم نہیں کیا گیا۔ اب اسی دلیل کی تزییل میں ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد اسم ہمایوں و گرامی کا امت محمدیہ میں بطور یمن و تبرک کس قدر زیادہ استعمال ہوا۔ کیوں کہ حضور ﷺ کے بعد یمن بعد من بعد ہی کی شرط اٹھ چکی تھی اور التباس کا مظنہ جاتا رہا تھا۔ اب صرف حصول یمن و برکت مقصد رہ گیا تھا۔ اس لیے قدرت الہیہ نے جیسا کہ نبی ﷺ کی ولادت سے پیشتر اس امر کی صیانت و حفاظت فرمائی تھی کہ بشر اصلی اور موعود حقیقی کے سوا اور کوئی شخص بھی اس اسم برائے نام بھی موسوم نہ ہو۔ اس طرح رحمت ربانی کا اقتضا یہ ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد اس اسم سامی کی خوب اشاعت ہو، اور ہر موسوم شخص گویا اپنے نام ہی سے یہ ثابت کرنا رہے کہ اس اسم کا بشر دنیا میں آچکا ہے اور بشارت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی صداقت دنیا پر آشکار ہو چکی ہے۔

پس میں چاہتا ہوں کہ ایک فہرست ایسے علمائے محدثین و مفسرین و فقہاء و علماء شاہان و امراء کی پیش کروں جو اسم احمد ﷺ سے اسلام میں موسوم ہوئے تھے۔ اگر ایسے اسماء کا بلاستیعاب استقصا کیا جاتا تو ایک جلد درکار ہوتی مگر اس جلد اسم مبارک احمد کے اعداد 53 کے مطابق تحریر کیے جاتے ہیں:

ائمہ محدثین رضی اللہ عنہم (10)

- ① احمد بن حنبل (ابو عبد اللہ) امام اہل السنۃ والجماعت کے ازائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم
- ② احمد بن الحسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ الخافظ الکبیر ابو بکر تہیتی رضی اللہ عنہ
- ③ احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان (ابو عبد الرحمن امام نسائی) رضی اللہ عنہ
- ④ احمد بن محمد بن ابراہیم النیشاپوری المفسر المشہور ابو اسحاق العلوی رضی اللہ عنہ
- ⑤ احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق الاصہبانی (الخافظ ابو یوسف) رضی اللہ عنہ
- ⑥ احمد بن یحییٰ بن اسحاق الراوندی (ابو الحسین) رضی اللہ عنہ
- ⑦ احمد بن علی بن ثابت بن احمد الخافظ ابو بکر المعروف بالخطیب البغدادی رضی اللہ عنہ
- ⑧ احمد بن محمد بن احمد سلمۃ الاصہبانی (الخافظ ابو طاہر) رضی اللہ عنہ
- ⑨ احمد بن الحسین بن یحییٰ بن سعید الہمدانی ابو الفضل الخافظ المعروف بدیع الزمانی رضی اللہ عنہ
- ⑩ احمد بن عبد الحلیم بن عبد اللہ بن ابی القاسم الحرانی دمشقی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ابو العباس رضی اللہ عنہ

فقہائے محققین رضی اللہ عنہم (19)

- ⑪ احمد بن عمرو بن شریح (ابو العباس) رضی اللہ عنہ

- 12) احمد بن ابی احمد المعروف بابن القاص الطبري الفقيه (ابو العباس) رحمته الله
- 13) احمد بن عامر بن بشير بن حامد المروزي القاضى ابو حامد رحمته الله
- 14) احمد بن محمد بن احمد المعروف بابن القحطان ابو البغدادي (ابو الحسين) رحمته الله
- 15) احمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك الازدي الطحاوي (ابو جعفر) رحمته الله
- 16) احمد بن ابی طاهر محمد بن الاسفراييني (الشيخ ابو حامد) رحمته الله
- 17) احمد بن محمد بن احمد بن القاسم الضبي الحمايلي رحمته الله
- 18) احمد بن محمد بن جعفر ابو الحسين المعروف (قدوري) رحمته الله
- 19) احمد بن ابی داؤد فرج بن جرير الايادي القاضى (ابو عبد الله) رحمته الله
- 20) احمد بن محمد بن عبد الرحمن الهروي القاشاني (ابو عبيد) رحمته الله
- 21) احمد بن علي بن محمد الوكيل ابو الفتح المعروف بابن برهان رحمته الله
- 22) احمد بن محمد المظفر الخواني (ابو المظفر) رحمته الله
- 23) احمد بن موسى بن يونس بن محمد المارطي (ابو الفضل شرف الدين) رحمته الله
- 24) احمد بن محمد بن ابو الفضل المعروف بابن الخازن ابو الفضل رحمته الله
- 25) احمد بن فارس بن زكريا بن محمد الرازي (ابو الحسين) رحمته الله
- 26) احمد بن محمد الحسين ابو بكر تاصح الدين رحمته الله
- 27) احمد بن منير بن احمد طرابلسي (ابو الحسين مذهب الدين) رحمته الله
- 28) احمد بن علي بن ابراهيم الغساني الاسواتي (القاضي الرشيد) رحمته الله
- 29) احمد بن عبد الغني بن احمد اللغني المالكى (ابو العباس) رحمته الله

عرفائے کاملین (4)

- 30) احمد بن محمد بن محمد بن احمد الطوسي الغزالي (ابو الفتوح، برادر امام غزالي) رحمته الله
- 31) احمد سرهندي الشيخ الامام المجتهد والفقہ ثاني، قاروقی رحمته الله
- 32) احمد المدعو بشاره ولي الله المحدث بن شاه عبد الرحيم الفقيه المدلوي رحمته الله
- 33) احمد بريلوي السيد الامام المجاهد في سبيل الله رحمته الله

وزراء و امراء (6)

- 34) احمد بن محمد بن عبد الكريم بن بعل الكاتب ابو العباس صاحب كتاب الخراج رحمته الله
- 35) احمد بن عبد الله بن سليمان التتويجي (ابو الجلاء، الموي) رحمته الله

- 36 احمد بن عبد الملك الأصبجي الأندلسي ذي الوزارتين الأعلیٰ رحمته
- 37 احمد بن يارون الرشيد بن المهدي البهشمي (ابو العباس) رحمته
- 38 احمد بن طولون صاحب ديار مصرية (ابو العباس) رحمته
- 39 احمد بن المستنفر بن الظاهر (ابو القاسم) رحمته

شعراء ادباء (12)

- 40 احمد بن الحسين بن الحسين بن عبد الصمد الجعفي الكوفي ابو الطيب المستنعي رحمته
- 41 احمد بن محمد الدارمي المصطفي المعروف بالنامي (ابو العباس) رحمته
- 42 احمد بن محمد بن اسماعيل بن ابراهيم طباطبائي رحمته
- 43 احمد بن محمد بن انطاكي (ابو حامد الشاعر) رحمته
- 44 احمد بن جعفر بن موسى بركي النديم رحمته
- 45 احمد بن محمد بن العاصمي بن محمد الأندلسي (ابو عمرو) رحمته
- 46 احمد بن عبد الله بن احمد بن غالب الخزازي الأندلسي القرطبي (ابو الوليد) رحمته
- 47 احمد بن الخولاني الأندلسي المعروف بابن الآبار رحمته
- 48 احمد بن يوسف السلبي (ابو نصر) رحمته
- 49 احمد بن محمد بن علي العلي المشقي (ابو عبد الله) رحمته
- 50 احمد بن محمد بن احمد المديني النيشاپوري (ابو الفضل) رحمته
- 51 احمد بن عبد الله بن احمد الغضائفي القاسمي (ابو العباس) رحمته

تجويزين (2)

- 52 احمد بن محمد بن اسماعيل بن يونس المرادي المصري ابو جعفر رحمته
- 53 احمد بن بكر بن بقية العبدي ابو طالب رحمته

یہاں تک جو کچھ مذکور ہوا فضیلت خاتم النبیین ﷺ کا بیان مرسلین رب العالمین کے فضائل کے ساتھ ساتھ تھا مگر حضور ﷺ کی نعوت عالیہ اور محامد متکاثرہ ایسے بھی ہیں جن میں حضور ﷺ کی آیت مبارکہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کی جلد سوم میں ہوگا۔ خاتمہ باب سے پیشتر اس جلد ایک مختصر سا مضمون جو ایک آیت مبارکہ کے تحت میں لکھا گیا ہے درج کر دیتا ہوں۔ امید ہے کہ مہربان صادق و قہین مخلص اسے بھی باب ہذا سے متناسب پائیں گے۔ اللہ جل و علائی کریم ﷺ کو یوں مخاطب فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا [آب: 45-46]

شَاهِدًا

قرآن مجید میں نبی ﷺ کو شاہد بھی فرمایا گیا ہے اور شہید بھی مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو۔

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا ﴾ [آب: 45]

﴿ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا ﴾ [الت: 8]

﴿ وَفِي هَذَا لَيَكُونُ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ ﴾ [م: 78]

﴿ وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴾ [البقرہ: 143]

﴿ وَجَنَّتْ بَكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴾ [النساء: 41]

شہادت امر کے واقع کو بیان کرنا اور دوسرے شخص کو اپنے بیان کے ذریعے سے اس امر کا باور کرانا۔

نبی ﷺ کی شہادت جسے حضور ﷺ نے ادا کیا اور جسے ادا فرما کر لوگوں کو تین کے درجے تک پہنچایا۔ امور ذیل کے متعلق تھی۔ ہستی باری تعالیٰ، تقدیس ذات و تہذیبہ صفات، سلسلہ وحی، وجود نبوت، اعمال کا جزا و سزا سے تعلق، جزا و سزا کی حقیقت، وجود عالم ارواح، علوم مابعد الطبیعیہ۔ ان امور کو جس وضاحت اور کمال علم اور روشن دلائل اور براہین قاطعہ سے نبی ﷺ نے بیان فرمایا اور پھر اپنے گفتار و کردار سے اس صداقت کے تین کو لحدوں اور دہریوں اور منکروں اور مادہ پرستوں کے قلوب میں مستحکم فرمایا۔ یہ حضور ﷺ کا حصہ تھا، معلوم ہوتا ہے کہ قدرت الہیہ اور حکمت ربانیہ نے نبی کریم ﷺ کو دنیا کے سامنے بطور اپنے گواہ کے پیش کیا ہے۔ یہ ایک ثانوی حقیقت ہے کہ گواہوں کی قلت یا کثرت کسی معاملہ کے ثبوت و نفی پر ذرا متاثر نہیں، بلکہ شہادت کو قوت دینے اور صداقت کے درجہ تک پہنچانے والی جو شے ہے وہ شاہد کی شہادت، اعتبار اور راست بازی ہے۔ نبی ﷺ کی راست بازی، اور اعتبار کی یہ حد تھی کہ جب کفار نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ تم نے کیوں کر محمد ﷺ کو رسول اللہ تسلیم کر لیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ہونٹ جھوٹ بولنے والے کے نہیں۔ ہر قل نے ابوسفیان کے جواب میں کہا تھا کہ جس شخص نے کبھی کسی مخلوق پر بھی جھوٹ نہیں بولا، ناممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگے۔ ابو جہل جیسے الدانخصام نے کہا تھا کہ محمد ﷺ میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا مگر تیری تعلیم پر میرا دل نہیں جمتا۔

صداقت اور اعتبار ہو تو ایسا ہو کہ خواہ کوئی شہادت کو قبول کرتا ہے یا نہیں، لیکن شہادت دہندہ کی شہادت کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکالنا یا قبول ابوسفیان نہیں نکال سکتا، بلکہ ہر شخص دل میں سمجھ گیا ہے کہ اس کے خلاف اب کشتائی کرنا اپنی ہنسی کرنا اور خود کو ذلیل کرنا ہے۔ حضور ﷺ نے اس شہادت کو دشت و جبل میں آشکارا کیا۔ بیابان اور شہروں کے سب اور قلب تک پہنچایا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ کے نعرہ سے فضاے ارض و سما کو بھر دیا اور سننے والوں کے دل و دماغ کو شک و انکار اور تذبذب و گمان کے ہوائے فاسد سے خالی کر دیا۔ اللہ اکبر! شاہد کس زبردست شہادت سے اٹھا ہے، جس کے منہ سے نکلنے ہی وہی کلمہ شہادت ہر ایک کی زبان پر رواں ہے اور کیا عجیبی، کیا عربی، کیا شرقی، کیا غربی ہر ایک اسی شہادت کا کلمہ خواں ہے۔ شاہد خاموش نہیں ہو جاتا جب تک ہزار ہزار اور ہزار ہزار در شمار بندوں کو ﴿ وَتَكُونُوا شَهِدَاءَ عَلَى النَّاسِ ﴾ [م: 78] کے فرض پر آمادہ نہیں کر لیتا اور اسود و احمر اور عبید و ملوک کو ﴿ وَتَكُونُوا قَوَّامِينَ

لِلَّهِ شُهَدَاءُ بِالْقِسْطِ ﴿۸﴾ [المائدہ: 8] کے وجوب امری کا پابند نہیں ٹھہرا دیتا۔

شاہد کی صداقت پر لاکھوں شاہد نہیں موجود ہو گئے ہیں، ملکوں اور قوموں، جزیروں اور دایوں نے اس کی شہادت سے ایقان حاصل کر لیا ہے۔ تب شاہد اس داوری گاہ سے عزم رحلت فرماتا ہے اور چلتے وقت بھی ان سب کو یہ سنا دیتا ہے: أَنْتُمْ قَسَاءٌ لَوْ أَنَّ عَيْنِي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ قَالُوا بَلَّغْتَ وَ أَدَيْتَ وَ نَصَحْتَ فَقَالَ بِأَصْبِعِهِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَ يَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ اللَّهُمَّ اشْهَدْ اللَّهُمَّ اشْهَدْ اللَّهُمَّ اشْهَدْ ﴿۹﴾

پھر وہ پوچھتا ہے کہ لوگو، وہ قاضی جہاں، رب زمین و زماں جب دریافت فرمائے گا کہ میں نے اپنی شہادت کو کیوں کر ادا کیا ہے۔ تو آپ کیا بتائیں گے سب کے سب متفق اللفظ بول اٹھتے ہیں، اہی حضور نے تو جتنا کچھ فرمایا تھا اسے خوب ہی فرمایا۔ حضور ﷺ نے تبلیغ و تفہیم کا حق ادا کر دیا۔ حضور ﷺ نے تو اپنی شہادت سے معاملہ کو کھوٹا کھرا پن الگ الگ کر کے دکھا دیا۔ شاہد آسمان کی جانب انگشت شہادت اٹھاتا پھر لوگوں کی طرف جھکاتا اور اپنے بیچنے والے سے مخاطب ہو کر عرض کرتا ہے۔ الہی! میری شہادت کو سن لے، میری گواہی کا تو خود گواہ رہنا، ان لوگوں کے بیان کو محفوظ فرمالینا۔

ایسے شاہد پر دل و جان خود بخود قربان ہوتے ہیں جو داوری گاہ عالم اس شہادت کے لیے اکیلا آیا اور لاکھوں لوگوں کو گواہ بنا گیا۔ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو شاہد اور شہید فرما کر حضور ﷺ کی بہترین خوبی سے دنیا کو آگاہ فرمایا ہے۔ دوسری صفت حضور ﷺ کی

مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا

فرمائی گئی ہے۔ تمام قرآن مجید پر نظر ڈال جائے۔ کسی نبی کی نسبت عَلَيْهِمْ وَعَلَىٰ نَبِيِّنَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِمَشِيرًا وَ نَذِيرًا دونوں لفظ وارد نہیں ہوئے۔ نبی ﷺ کی شان میں مَبَشِّرًا وَ نَذِيرًا کے لفظ بھی ہیں اور بِمَشِيرًا وَ نَذِيرًا بھی اور چون کہ یہ فضیلت جامعیت نبی کریم ﷺ ہی کی ذات مبارک میں پائی گئی ہے۔ اس لیے یہ اوصاف حضور ﷺ کے علوم حجت نبوت کا اظہار کرنے میں خاص ہیں۔

بشارت کے متعلق دیکھیے کہ کہیں تو مومنین کو اس امر کی بشارت دی گئی ہے کہ:

﴿بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَثِيرًا﴾ [الزّاب: 47]

”مومنین کو بشارت سنا دیجیے کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

”ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی بشارت ہے۔ اللہ کے فرمودہ میں تبدیلی نہیں ہے۔ یہ بشارت

بہترین کامیابی ہے۔“ [یونس: 64]

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿ قَبَسِرْ عِبَادِ ٱلَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ ٱلْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۗ ﴾ [الزمر: 17-18]

”ان بندوں کو بشارت سنا دے جو بات سنتے ہیں اور پھر سب سے اچھے طریقہ پر چلتے ہیں۔“
یہ سب روحانی اور اخلاقی بشارات ہیں اور انہی کے لیے مسلمانوں کو ابھارا اور تیار کیا گیا ہے۔
”انذار“ کے معنی ڈرانا کیے جاتے ہیں لیکن ڈرانا صحیح طور پر انذار کے مفہوم کو ادا نہیں کر سکتا بلکہ اس کے مفہوم کو الٹ دیتا ہے۔
انذار کے معنی تو یہ ہیں آدمی کو اس کے ہونے والے نقصان سے آگاہ کر دیا جائے۔

انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کو ان کے افعال ناشائستہ کے عواقب بد سے آگاہ کیا کرتے تھے اور برے انجام اور برے نتیجہ کی خبر دیا کرتے تھے۔ یہ صفت دل سوزی و ہمدردی سے پیدا ہوتی ہے، خدا ترسی اور رحم دلی سے ظہور پکڑتی، محبت نوع انسانی اور حب جنس سے اشاعت پاتی ہے۔ نبی ﷺ کے مبارک حالات سے ان جملہ اوصاف کا بہ درجہ کمال ہونا بخوبی ثابت ہے اور اسی لیے راہ گم کردہ قوم کو غلط راستہ کی کئی اور اس کے خطرات سے آگاہ کرتے رہنا حضور کا خاصہ فطرت ہو گیا تھا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ تم چلتی آگ کی خندقوں میں منہ کے بل پروانہ وار گر رہے ہو اور میں کمر سے پکڑ پکڑ کر تم کو خندق سے پیچھے ہٹا رہا ہوں۔^[1]

دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ

نبی ﷺ نے دعوت الی اللہ کو جس سرگرمی سے شروع کیا اور جس کامیابی تک پہنچایا وہ حضور ﷺ کی ہی کا حصہ ہے۔
① اس پہاڑی کے وعظ کو دیکھو، جس پر سے يَا آلَ فَهْرٍ وَيَا آلَ غَالِبٍ کی آواز سے عرب کو حضور ﷺ نے بلایا تھا۔
② اس خلوت کو دکھا کہ خیال کرو، جہاں مکہ سے دور اور دامن کوہ کے سایہ میں ارقم بن ابوقریم کے گھر کے اندر خفیہ خفیہ تعلیم دی جاتی تھی۔
③ کوہ طائف کا واقعہ یاد کرو، جہاں حضور ﷺ کا خون جسم سے بہ رہا تھا، جوتے میں جم رہا تھا اور زبان پر دعوت الی اللہ کا وعظ جاری تھا۔
④ عکاظ کے بڑے سالانہ میلے پر نظر ڈالو، جہاں نبی ﷺ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قُوْا لِلّٰهِ اِلٰهًا تَفْلِحُوْا کا نعرہ لگا رہے ہیں اور سنگ دل ابولہب حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے جا رہا اور حضور ﷺ کو دیوانہ بنا رہا ہے۔
⑤ مکہ سے باہر پہاڑیوں کی گھائی عقبہ کا تصور کرو، تاریکی چھا گئی ہے، بے پناہ مسافر پر خطر مقام پر ٹھہرنا نہیں چاہتا ہے، مگر راستہ کی صعوبت اور خطرات راہ کے تصور سے یثرب کے قافلہ کو اسی جگہ ٹھہر جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ نور عالم ﷺ اسی تاریکی میں ایک دشتا اس لیے گام فرما رہے ہیں کہ شاید کسی ایک نفس ہی کے کان میں اپنی دعوت کی آواز پہنچا سکیں۔
⑥ کوہ نعیم کے دامن تک نظر کو بڑھاؤ، چالاک دشمن نے حضور ﷺ کو بے یار و مددگار اور آرام میں دیکھ کر حضور ﷺ کی تلوار پر قبضہ کر لیا ہے۔ حضور ﷺ کو گستاخانہ لہجہ اور منکبہ انداز سے جگایا ہے۔ حضور ﷺ کو دیکھتے ہیں کہ دشمن سر باختہ ایک تیغ آختہ کے ساتھ کھڑا ہے اور پوچھتا ہے کہ اب تم کو کون بچائے گا؟ حضور ﷺ اس وقت بھی دعوت الی اللہ کے فرض کو فراموش نہیں کرتے۔ اسے وہی..... مبارک نام سناتے ہیں، جو خائف انسان کے زنگ آلود دل کا حجاب اٹھا دیتا، جو قلب مردہ کو حیات تازہ عطا کرتا ہے۔
⑦ راہ ہجرت کی سیر کرو، سینکڑوں میل کا سفر درپیش ہے، خشک پہاڑیوں اور بے آب و گیاہ میدانوں سے دو اونٹ گزر رہے ہیں جنہوں نے راہ میں کہیں آرام نہیں لیا ہے۔ حضور ﷺ کے ہم رکاب دو مخلص اور ایک وفادار ہے کینہ دوز دشمن کے تعاقب کا ہر لحظہ خطر و لگا ہوا ہے اور یہی اندیشہ راہواروں اور ہر دوں کو تیز گامی سے لیے جا رہا ہے۔ پھر بھی نبی ﷺ دعوت الی اللہ کے فرض کو نہیں بھول گئے ہیں۔

[1] مسلم: 5954، 5958، ترمذی: 2874، مسند احمد: 392/2، کنز العمال: 31920، مسند امام احمد: 493/3، مجمع الزوائد: 21/6، دلائل النبوة: 380/5، بیہقی:

ام معاہد الخراجیہ، سراقہ بن مالک المدنی اور بریدہ بن الحسیب سلمی اور اسکے ستر (70) ساتھی وغیرہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس شکل بیان ہی میں آب حیات پیا، اور چشمہ زندگی حاصل کیا ہے۔

﴿۱۸﴾ آٹھ (8) یوم کی شباروزی تک وود کے بعد اللہ کا رسول قبا پہنچ گیا ہے۔ صبر آ زما سفر نے بے زبان حیوانوں کو بھی تھکا دیا ہے مگر حضور ﷺ اس دعوت الی اللہ کے شوق کی تعمیل میں دوسرے ہی دن ایک مسجد کے قیام کا اہتمام فرما رہے ہیں، جہاں سے حَسْبِيَ عَلِيُّ الصَّلَوةِ اور حَسْبِيَ عَلِيُّ الْفَلَاحِ کی صدا ہر صبح و مساپہاڑیوں سے نگرانی، منافلوں کو جگاتی، شائقوں کو بلاتی، آج تک اس داعی کی پکار کو تازہ کر رہی ہے۔

﴿۱۹﴾ حضور ﷺ قبا سے مدینہ کو جاتے ہیں، اہل مدینہ زن و مرد، پیر و جوان، یہود و نصاریٰ، صابی و ترسا بھی اہل ایمان کی طرح ہمہ راہ چشم اور ہمہ تن شوق بن رہے ہیں۔ راہ ہی میں نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور اللہ کا رسول ﷺ اسی جگہ دعوت الی اللہ کے لیے ظہر جاتا ہے۔ بنی سلیم کے قلوب سلیم کو تقویٰ کے رنگ سے رنگین بناتا، رضوان ربانیہ کی نوید سے شاد کام فرماتا ہے۔

﴿۲۰﴾ مدینہ میں بنو اشہل اور بنو غفار، اوس و خزرج کا ہر شخص دل و دیدہ کو حضور ﷺ کے فرش راہ بنائے۔ بانی وائیں، پائی وائیں عرض کر رہا ہے، مگر حضور ﷺ دعوت الی اللہ کے لیے ابن سلول کے پاس جاتے ہیں، کوچہ میں صاف زمین پر اس کے قریب جا بیٹھتے ہیں۔ وہ ناک چڑھاتا، تیوری پر تیوری ڈال کر رومال کو منہ پر رکھ لیتا ہے اور زبان سے کہتا ہے: محمد ﷺ تم نے گرد سے اور تمہاری سواری نے اپنی بو سے میرے دماغ کو پریشان کر دیا۔

نبی کریم ﷺ پنس پڑے اور آیات قرآنیہ کی تبلیغ فرما کر دعوت الی اللہ کا اتمام فرماتے ہیں۔

﴿۲۱﴾ ربیع بنت معوذ کی ایک شب کی بیانی ہوئی دلہن کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور اسے دعوت الی اللہ فرماتے ہیں۔ وہاں انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو حریہ اشعار خریہ لہجہ میں پڑھتے ہوئے سنتے ہیں تو ان کو بھی عقائد صحیحہ کی تلقین فرماتے ہیں۔

﴿۲۲﴾ سستی ہوئی جان توڑتی ہوئی نواسی کو گود میں لیتے ہیں، اس وقت بھی دعوت الی اللہ میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اکلوتے پچا ابراہیم کی لاش پر بیٹھتے ہیں، اس وقت بھی حاضرین کو خط اور رضاء الہیہ کے معانی سمجھاتے، استقامت کا نمونہ دکھاتے ہیں۔

﴿۲۳﴾ آخری مرض ہے، گیارہ (11) دن کے تپ شدید اور درد میں ذرا تخفیف ہوئی ہے۔ ضعف اس قدر ہے کہ پاؤں کے بل کھڑا نہیں ہوا جاتا، مگر دعوت الی اللہ میں وہی سرگرمی ہے۔ سر پر پٹی باندھے ہوئے عباس رضی اللہ عنہما علی بنی النبی کے کندھوں پر سہارا دیے ہوئے مسجد میں تشریف لاتے ہیں۔ منبر پر کھڑا نہ ہوا جاتا ہے اور نہ چڑھا جاتا ہے، اس کے زیریں زینہ پر بیٹھ جاتے ہیں اور نصیحت و مواظبہ مودعہ سے دعوت الی اللہ کی تکمیل فرماتے ہیں۔

﴿۲۴﴾ آخری دن ہے، سفر آخرت میں صرف پانچ (5) گھنٹہ کا وقفہ رہ گیا ہے۔ مسلمان صبح کی نماز کے لیے مسجد میں جمع ہیں، نبی ﷺ ضعف اور شدت درد سر کی وجہ سے اپنے بستر پر جسے کھجوروں کے پٹھوں سے نرم بنایا گیا ہے۔ لیٹے ہیں، دعوت الی اللہ کا فرض پھر حضور ﷺ کے قلب پاک میں تازہ حرارت پیدا کرتا ہے۔ مسجد اور حجرہ مبارک کے درمیان جو پردہ پڑا ہوا تھا اسے ہٹاتے ہیں، تھوڑی دیر تک تبسم کے ساتھ اس نظارہ کا ملاحظہ فرماتے ہیں جو ایک اللہ کی عبادت کے لیے سینکڑوں مسلمانوں کے ایک دل و یک جہت و یک آواز ہونے سے پیدا ہو گیا تھا۔ اب پھر زمین پر گھسٹتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور اس بڑے مجمع کے سامنے پھر آخری دفعہ دعوت الی اللہ کی نورانی مثال قائم فرماتے ہیں۔

﴿۱۵﴾ آخری گھڑی ہے، بیوی، بیٹی، نواسی، نواسے اس تنگ حجرہ میں جمع ہیں، جس کے اندر دس (10) سے زیادہ اشخاص کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ اس وقت بھی دعوت الی اللہ اور ترحم برعباد اللہ کی تعلیم زبان پر ہے۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ و ما ملکت ایمانکم نماز، نماز اور لوٹنڈی نلام کے حقوق۔ ﴿۱۶﴾

﴿۱۶﴾ آخری سانس ہے۔ دیدہ حق بین کو آسمان کی جانب بلند کیا ہے، اس پاک نام کا اعلان فرماتے ہوئے جس کی دعوت عمر بھر دیتے رہے۔ اَللّٰهُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی کہتے ہوئے چشم حق بین کو فانی نظاروں سے بلند کر لیا ہے۔ ﴿۱۷﴾ ہم کو تاریخ بشر ایسا نمونہ دکھانے سے قاصر ہے، جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دعوت الی اللہ ہی میں پورا ہوا ہو اس لیے ذاعبّاسا اَلّٰی اللّٰہ بِاَذْنِہِ کا خطاب نبی ﷺ ہی کی ذات مبارک سے خاص معلوم ہوتا ہے اور اسی لیے خداوند کریم نے حضور ﷺ کو اس صفت سے معرف فرمایا ہے۔

سِرَاجًا مُنِیْرًا

سورہ فرقان اور سورہ نوح میں آفتاب کو سِرَاجًا اور سورہ نبا میں ﴿سِرَاجًا وَّهَاجًا﴾ [78: النساء: 13] فرمایا ہے، ﴿سِرَاجًا مُنِیْرًا﴾ [33: الاحزاب: 46] مگر ایسا لفظ جس کا استعمال ذات پاک نبوی ﷺ کے سوا اور کسی کے لیے نہیں فرمایا گیا۔ نظام شمسی میں آفتاب کا بہت بڑا درجہ ہے، کیوں کہ اس نظام کے جملہ سیارگان کا قبلہ اعظم جس کا طواف ان اجرام پر لازم ہے، یہی نیر اکبر ہے۔

عالم کون و فساد میں بھی آفتاب کی بہت بڑی ضرورت ہے، اس کی حرارت کا نور ہر ایک شے کے وجود اور قیام پر گہرا اثر رکھتا ہے۔ ہاں عالم مادی کا آفتاب ایسا ہی ہے۔

اب رب کریم عالم روحانی کے نیر اعظم کو اپنے نور ﴿۱۸﴾ میں دکھاتا ہے اور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کو سِرَاجًا مُنِیْرًا کے خطاب سے روشناس عالم فرماتا ہے۔ سچ ہے کہ جملہ سیارگان سماء نبوت کا مدار اعظم بھی ہیں اور عالم شریعت کی بقائے دوام کی علت اولیٰ بھی۔ (ﷺ)

آفتاب رات کی تاریکی کو دور کرتا ہے اور سراج منیر نے ظلمت کفر و شرک کو مٹو کر دیا ہے۔ آفتاب کی روشنی سب تاروں پر چھا جاتی ہے، انھیں چھپا لیتی ہے۔ سراج منیر کی شریعت بھی تمام شریعتوں کی تمکین ثابت ہوتی ہے۔ آفتاب کی روشنی جرائم کا ارتکاب روک دیتی ہے۔ سراج منیر ﷺ کے نور نے بھی معاصی کو بند کر دیا ہے۔

آفتاب ایک وقت میں کرہ ارض کے ایک ہی پہلو کو روشن کر سکتا ہے، لیکن اسی سراج منیر ﷺ نے وقت واحد میں جاہلیت کی ظلمت و جہالت کی تاریکی، کفر و شرک کی سیاہی، رسوم کے اندھیرے، رواج کی گھٹا، تقلید کی تیرگی کو اپنی نورانی شعاعوں سے اٹھا کر دلوں کو نور ایمان سے دماغوں کو عقائد صحیحہ کے لمعات سے، آنکھوں کو کتاب مبین کے مطالعہ سے اللہ کی نورانی تعلیم سے دھندلے تذبذب کو دلائل ساطعہ سے، تاریک ظنون کو براہین مبینہ سے روشن فرمادیا۔ اس روشنی میں ہر ایک نے حقیقت اشیا کو دیکھا اور ہر ایک کی نگاہ خود اپنے آپ کو دیکھ سکے کے قابل ہوئی۔ وہ جو انسانیت کی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے اب خود اصحابی کَالنَّجْوٰمِ بِاٰیٰتِہِمۡ اَقْنَدٰیہِمۡ اِهْتَدٰیہِمۡ ثابت ﴿۱۹﴾ ایوداد: 5156، سماء: 290/6، کنز العمال: 2165، بخاری: 6297، مسلم: 6509، 6348، 4463، ﴿۲۰﴾ قرآن مجید کو بھی "نور" کہا گیا ہے۔

ہوئے۔ [۱] وہ جو حمایت سے راہ و راہنما گم کردہ تھے۔ اب خود خطر راہ بنے۔
 بعض شہرہ چشم (چمگاڑ) آفتاب کی روشنی میں چند حیا جاتے ہیں اور بعض یوم طبع (الو) رات کی تاریکی ہی میں پروبال کھولتے
 ہیں۔ یہی حال ان تیرہ درونوں کا ہے جو انوار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاب نہیں لاسکتے اور ضوہ رسالت سے مستحیر نہیں ہوتے۔ مومنین کو تو اس
 سراج ربانی پر پروانہ وارثا رہونا ضروری ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَيِّدِ مُحَمَّدٍ قَوْلَهُ وَسَلَّمَ

[۱] میزان الاعتدال: 1511، 2299، الکافی فی تخریج الکشاف: 94، احکام السعادات: 20/223

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [الانبیاء: 107]

اس آیت مبارکہ کو زیب عنوان کرتے ہی مجھے خیال آیا، قرآن مجید کو دیکھنا چاہیے کہ لِّلْعَالَمِينَ کا لفظ کن کن اشیاء یا اشخاص کے متعلق آیا ہے؟ مجھے مندرجہ ذیل آیات میں یہ لفظ ملا:

- ① ﴿ اِنَّ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [الانعام: 90]
- ② ﴿ اِنَّ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [یوسف: 104، ص: 87]
- ③ ﴿ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [القم: 52]
- ④ ﴿ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [الانبیاء: 71]
- ⑤ ﴿ اَوَّلُ بَيْتٍ وَّضَعْنَا لِلنَّاسِ لَلَّذِي بَكَرْنَا وَّهَدَى لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [آل عمران: 96]
- ⑥ ﴿ فَانجَيْنَاهُ وَاَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَّجَعَلْنَاهَا اٰیَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [الحجرات: 15]
- ⑦ ﴿ وَّجَعَلْنَاهَا وَاٰنِهَا اٰیَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [الانبیاء: 91]
- ⑧ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعَالَمِينَ ﴾ [الروم: 22]

آیات بالا پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ آیت نمبر 1، 2، 3 میں قرآن مجید کو ”ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ“ فرمایا گیا ہے۔ اور اس میں کلام نہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے، جو جملہ عالمین کے لیے ”ذکر“ ہے۔

نبی ﷺ کا اسم مبارک تو اس مصدر کے ساتھ ”مذتکر“ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ فَذِكْرٌ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَتِّكِرٌ ﴾ [الغاشیہ: 21]

آیت نمبر 4، 5 میں اللہ تعالیٰ نے لفظ برکت کا استعمال کیا ہے۔ آیت نمبر 4 بیت المقدس کے لیے ہے اور آیت نمبر 5 ”بیت الحرام“ کے لیے۔ مسلمان ان دونوں مسجدوں کو اسی ادب و احترام کا مستحق سمجھتے ہیں جو کلام الہی میں ان کے لیے ظاہر فرمائے گئے ہیں اور چونکہ لفظ برکت ہر دو کے لفظ کے لیے مشترک ہے اور لفظ ھُدَىٰ بیت الحرام کے لیے خاص ہے اور زائد ہے، اس لیے بیت الحرام کا درجہ بھی بیت المقدس سے زیادہ تسلیم کیا گیا ہے۔

آیت نمبر 6، 7، 8 میں لفظ آیت کے استعمال ہوا ہے اور اس کا مصداق ان مختلف آیات میں متعدد ہے۔

آیت نمبر 6 میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو یا اہل کشتی کو آیت فرمایا گیا ہے۔

آیت نمبر 7 میں حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے فرزند کو آیت بتایا گیا ہے۔

آیت نمبر 8 میں نوع انسانی کی مختلف زبانوں اور تلوں رنگوں کے اختلاف کو آیت بیان کیا گیا ہے۔

اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ صرف قرآن مجید ہے۔

مِيزَانُ لِّلْعَالَمِينَ بيت المقدس وبيت الحرام ہیں۔
اصحاب نوح اور کشتی نوح اور حضرت مریم علیہا السلام و حضرت ابن مریم علیہ السلام اور
اقوام عالم کا اختلاف الوان اور تباہی السنہ ہیں۔

اور لفظ ”رحمت“ ایسا لفظ ہے جس کا استعمال نبی ﷺ نے ہی کے لیے ہوا، حضور ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے لیے نہیں ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [الاعراف: 156] ”میری رحمت ہر ایک سے زیادہ وسیع ہے“

پس جب نبی ﷺ کو جملہ عالمین کے لیے رحمت بنایا گیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کی نبوت بھی جملہ عالمین کے لیے ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ”رحمة للعالمین“ وہی وجود مزکی ٹھہرے گا۔

جس نے اہل عالم، بلکہ عالم در عالم کی بہبود و سود، رفاہ و فلاح، خیر و صلاح، عروج و ارتقا، صفا و بہا کے لیے بلاشبہ غرض اور بلا آمیزش طبع اپنی مقدس زندگی کو صرف کیا ہو۔

- جس نے بندوں کو اللہ سے ملا دیا ہو۔
- جس نے الہی جلوہ انسانوں کو دکھایا ہو،
- جس نے دل کو پاک، روح کو روشن، دماغ کو درست، طبع کو ہموار بنایا ہو۔
- جس کی تعلیم نے امن عامہ کو مستحکم اور مصلحت عامہ کو استوار کیا ہو۔
- جو غریبی و امیری، جوانی و پیری، امن اور جنگ، امید اور ترنگ، گدائی و بادشاہی، مستی و پارسائی، رنج و راحت، حزن و مسرت کے ہر درجہ، ہر پایا اور ہر مقام پر انسان کی رہبری کرتا ہو۔
- جس نے فلک کی بلندی، زمین کی پستی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، سورج کی چمک، چاند کی مک، ذرہ کی پرواز، قطرہ کی طراوت، میں عرفان ربانی کی سیر کرائی ہو۔
- جس کی تعلیم نے درندوں کو چوپانی، بھیڑیوں کو گلہ بانی، رہزنیوں کو جہاں بانی، غلاموں کو سلطانی، شاہوں کو خوانی سکھائی ہو۔
- جس نے خشک میدانوں میں علم و معرفت کے دریا بہائے ہوں۔
- جس نے سنگلاخ زمینوں سے کتاب و حکمت کے چشمے چلائے ہوں۔
- جس نے خود غرضوں کو محبت قومی کا دردمند بنایا ہو۔
- جس نے دشمنوں کو اپنا جگر بند بنایا ہو۔
- دو غریب کا محبت مسکین کا ساتھی
- شاہوں کا تاج آقاؤں کا آقا
- غلاموں کا محسن قیوموں کا سہارا
- بے آسروں کا آسرا بے خانمانوں کا ماوی

- | | |
|--------------------|---------------------|
| □ دردمندوں کی دوا | چارہ گروں کا دردمند |
| □ مساوات کا حامی | اخوت کا بانی |
| □ محبت کا جوہری | اخلاص کا مشتری |
| □ صدق کا منبع | صبر کا معدن |
| □ خاکساری کا نمونہ | رحمت ربانی کا پتلا |
| □ اولین انسان | آخریں رسول ﷺ |

- اگر رحمۃ اللعالمین ﷺ کے لقب سے ملقب نہ ہو تو پھر ان جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہوگا؟
- ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ کو ہی ہے جس نے ملکوں کی دوری، اقوام کی بیگانگی، رنگتوں کا اختلاف، زبانوں کا تباہی دور کر کے سب کے دلوں میں ایک ہی ولولہ، سب کے دماغوں میں ایک ہی تصور، سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا ہو۔
- ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ کو ہی ہے، جو یہودیوں کی طرح نذر و منت کی قبولیت کے واسطے نبی لاوی کا واسطہ ضروری نہیں ٹھہراتا۔
- جو کیتھولکوں (Catholic) کی طرح آسمان کی سنجیاں شخص واحد کے ہاتھ میں سپرد نہیں کر دیتا۔
- جو، روح کی سرگ پانزگ میں دھکیل دینے کی طاقت صرف برہمنوں ہی کو عطا نہیں کرتا۔
- جو خاص رقبہ کے باشندوں کو آسمانی بادشاہت کے فرزند نہیں ٹھہراتا۔
- جو نسل واحد کے افراد ہی کو اللہ کی برگزیدہ قوم نہیں قرار دیتا۔
- جو یہودیوں، عیسائیوں، زرتشتیوں، برہمنوں، جینیوں اور لاماقوں کی طرح اپنے سوا باقی سب پر رحمت و انفضال کے بھرپور خزانے بند نہیں کرتا۔

ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ کو ہی ہے جو بندہ کو اللہ کی حضوری تک لے جاتا ہے اور اسے ﴿أَذْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [المومن 60] کی قدسی آواز سے آشنا بناتا ہے اور خداوند کے درمیان کسی تیسرے کے لیے کوئی رخنہ باقی نہیں چھوڑتا۔

ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ کو ہی ہے جس کے دربار میں:

عداس نینوائی <small>رضی اللہ عنہ</small>	بلال حبشی <small>رضی اللہ عنہ</small>	سلمان فارسی <small>رضی اللہ عنہ</small>
صہیب رومی <small>رضی اللہ عنہ</small>	شامداد زوی <small>رضی اللہ عنہ</small>	طفیل دوسی <small>رضی اللہ عنہ</small>
ذوالکلاع حمیری <small>رضی اللہ عنہ</small>	عدی طائی <small>رضی اللہ عنہ</small>	انامہ نجدی <small>رضی اللہ عنہ</small>
ابوسفیان اموی <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابوذر غفاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابوعامر اشعری <small>رضی اللہ عنہ</small>
کرزفہری <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابوحارث مصطلقی <small>رضی اللہ عنہ</small>	سراقہ مدنی <small>رضی اللہ عنہ</small>

پہلو پہ پہلو بیٹھے نظر آتے ہیں، اتنی قوموں اور اتنے مختلف الدعاوی سرداروں کا مجمع کسی اور جگہ بھی نظر آتا ہے؟

یہاں ہر شخص اپنے اپنے ملک اور اپنی قوم کا حق و کالت ادا کر رہا ہے اور ہر شخص اپنے اپنے دامن دل کی وسعت کے موافق پھولوں سے جھولیاں بھر رہا ہے اور اپنے اپنے ملک کے مشام جان کو ان سے معطر کر رہا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین ﷺ ہی ہے، جس کے دربار میں عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے جو کعبہ کا کلید بردار ہونے سے مجازی قوموں میں اسی اعزاز کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ جو عزت کلیسائے روما کے مند نشین کو آسمان کے کلید بردار ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے۔ اسی کے دربار میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے، نسب عالی کے سلسلہ کو دیکھو تو یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم رضی اللہ عنہم تک منہمی ہوتا ہے۔ قومی و جاہت پر نظر کرو تو یہ ہودان بنو قریظہ بنو قبیقاع و بنو نضیر و خیبر و فدک کا بچہ بچہ انھیں خیر ناوا بن خیر نا کہہ کر یاد کرتا ہے۔ فضیلت علمی اور امامت قوم کی بزرگی کا اندازہ کرنا ہو تو سن لو کہ ربیع بن اور احبار تک سیدنا و ابن سیدنا کہہ کر ان کو مخاطب کرتے ہیں۔ یہی بزرگوار دربار محمدی ﷺ کے صف فعال میں جا گزریں ہے۔ اور دل ہی دل میں یہ کہہ کر خوش ہو رہا ہے

ع تیری مجلس میں جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے

اسی دربار میں صرمہ ابن انس رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہے۔ صحف انبیاء کا عالم ہے۔ شام اور یروشلم کے متواتر سفر کر چکا ہے تو راقہ و انجیل کو قدیم زمانوں میں پڑھا ہے۔ دربار ہرقل میں اس کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے اور دربار جیش میں اس کی کرامتوں کا خوب چرچا ہے۔ عیسائیان حجاز کا گویا سب سے بڑا شب یہی ہے۔ اب وہی ﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ کو بار بار پڑھ رہا ہے اور توحید خالص کی لذت میں مستغرق ہے۔

اسی دربار میں سلمان رضی اللہ عنہ بھی موجود ہے۔ فارس کے بڑے زمیندار کا اکلوتا بیٹا جو زرتشتی مذہب کو چھوڑ کر کاثولیکی عیسائی بنا، پھر اطمینان قلب نہ پا کر دین حق کی طلب میں ایران سے شام، شام سے عراق، عراق سے حجاز پہنچا تھا۔ اب تو دل و جان کو حضور ﷺ کے قدموں کا فرش بنا چکا ہے۔ کوئی شخص اگر ان سے باپ دادا کا نام پوچھتا ہے تو فرمادیتے ہیں، سلمان بن اسلام بن اسلام سبعین مرۃ اسی طرح ستر (70) بار کہتے چلے جاؤ۔

اسی دربار میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی حاضر ہے۔ بت پرستی کی تائید اور بتوں کی حمایت میں شجاعت و مردانگی کے جوہر دکھا چکا ہے۔ احد میں اسلامی لشکر کو فاش شکست دے چکا ہے۔ نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ فتح کا غرور اور غلبہ کا سرور اس کے از دیا و غفلت اور ترقی رعونت کا سبب بن جائے، لیکن رحمت عالم کی خاکساری نے اس فالح کے دل کو بھی فتح کر لیا ہے، وہ خود ہی کھچا کھچا آتا ہے اور لات و عزلی کے توڑنے کی خدمت حاصل کرنے کی التجا کر رہا ہے۔

اسی دربار میں شاہ جیش کا عریضہ پیش ہو رہا ہے، جو سلطنت چھوڑنے اور حاضر خدمت ہو جانے کی اجازت کا خواست گار ہے۔ اسی دربار میں ذوالنجا دین رضی اللہ عنہ موجود ہے جو گھر بار، اہل و عیال چھوڑ کر آیا ہے۔ کبل کا تہ بند کبل کا کرتہ جس پر بھول کے کانٹوں سے بچی گری کی ہے، زیب تن ہے۔ فرط شوق اور جوش انبساط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج شاہ کج کلاہ سے اپنے آپ کو برتر سمجھ رہا ہے۔

ہاں رحمۃ للعالمین ﷺ وہی ہے جو یہودیوں جیسی مخذول و متہور قوم کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے۔

① إِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ

یہود بھی مسلمانوں کی طرف ایک قوم سمجھی جائے گی۔

② وَأَنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرُ عَلَيَّ مَنْ حَارَبَ

جو کوئی ان سے لڑے، مسلمان ان کو مدد دیں گے۔

③ أَنْ بَيْنَهُمُ النَّصْحُ وَالنَّصِيحَةُ وَالْبِرُّ ذُونَ الْإِيمَانِ
مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات خیر اندیشی نفع رسانی نیکی کے ہوں گے۔

④ وَإِنْ بَطَانَةٌ يَهُودٌ كَانُوا فِيهِمْ
یہودیوں کے حلیف بھی اس معاہدہ میں اس کے ساتھ شامل ہیں۔

⑤ وَأَنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُومِ ①
مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔

رحمۃ للعالمین ﷺ ہی ہے، جو خراج گزار اور مفتوح عیسائیوں کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کرتا ہے۔

① لِنَجْرَانَ جَوَارِ اللَّهِ وَذِمَّةَ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَأَرْضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَعَائِلِهِمْ وَشَاهِدِهِمْ وَعَشِيرَتِهِمْ وَتَبَعِهِمْ.

اہل نجران کو اللہ عزوجل کی حفاظت اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کی ذمہ داری حاصل ہوگی۔ ان کی جان اور مذہب اور ملک اور اموال کے متعلق تمام موجودہ اشخاص اور غیر موجودہ اور ان کی قوم اور ان کی پیر و اسی ذمہ داری میں شامل ہوں گے۔

② وَأَنْ لَا يَغْيَرُوا الْمَا كَانُوا عَلَيْهِ. "ان کی موجودہ حالت تبدیل نہیں کی جائے گی۔"

③ وَلَا يَغْيَرُوا حَقَّ مِنْ حُقُوقِهِمْ "ان کے حقوق میں سے کوئی حق بدل نہ جائے گا۔"

④ وَلَا يَغْيَرُوا كَلِمًا تَحْتَ أَيْدِيهِمْ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ ② "اور جو کچھ تمہوڑا بہت ان کے قبضہ میں ہے، اس میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔"

رحمۃ للعالمین ﷺ ہی ہے جو کافروں کو بھی یہ آواز بلند سنا رہا ہے:

﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ "تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔"

رحمۃ للعالمین ﷺ ہی ہے جو دین اور مذہب کے متعلق کل دنیا کو یہ اصول سکھاتا ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ [البقرہ: 256]

"دین کے معاملہ میں کسی پر بوجھ نہیں ہے۔ تحقیق ہدایت اور گمراہی میں ظاہر و باہر امتیاز ہو گیا ہے۔"

پھر اسی سلسلہ میں اپنی حیثیت کو کھلے لفظوں میں ظاہر کرتا ہے۔

﴿وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ﴾ [النور: 54]

رسول کا کام لوگوں کو احکام الہی کا سنا دینا ہے اور بس۔

رحمۃ للعالمین ﷺ ہی ہے جو تمام عالم سے نیکی اور عمدہ سلوک کی تعلیم اس طرح پر دیتا ہے:

﴿لَا يَنْهَى اللَّهُ عَنِ الدِّينِ لَمْ يُقَاتِلُوا فِي الدِّينِ وَ لَمْ يُخْرِجُواكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَ تُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾

[الممتحنہ: 8]

"اللہ تم کو لوگوں کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرنے سے نہیں روکتا، بلکہ اللہ تو ایسے کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے،

② فتوح البلدان بلاذری

① سیرت ابن ہشام: 114/1

لیکن یہ لوگ ایسے ہوں کہ انہوں نے دین کے لیے تم سے جنگ نہ کی ہو اور دین کے لیے تم کو وطن سے نہ نکالا ہو۔“
 رحمۃ اللعالمین ﷺ کی یہی ہے جو دشمنوں کے ساتھ برتاؤ کے طریق کی اسی طرح تعلیم دیتا ہے:
 ﴿ اِذْقِعْ بِاللَّيْلِ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴾ [مائدہ: 34]
 ”بدی کا بدلہ نیکی سے دو۔ پھر جس شخص کے ساتھ تمہاری عداوت ہے، وہ تمہارا گرم جوش حامی بن جائے گا۔“
 رحمۃ اللعالمین ﷺ کی یہی ہے جو اخوت و محبت کا نام نعمت الہی رکھتا ہے اور فرماتا ہے:
 ﴿ فَاصْبِرْ صَبْرًا مِّنْ غَيْرِكَ ﴾ [آل عمران: 103] ”اور تم اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے ہو۔“
 رحمۃ اللعالمین ﷺ کی یہی ہے جو معاملات انصاف میں عداوت و نفرت کے تاثرات سے ہم کو علیحدہ رہنے کا حکم دیتا ہے اور خالص انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے:

﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا قَفْ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدہ: 8]

”کسی قوم سے مخالفت کا ہونا تمہیں انصاف نہ کرنے کی طرف کھینچنے نہ لے جائے، انصاف ہی کرو۔ یہی حق شناسی سے قریب تر ہے اور تقویٰ اختیار کرو تم جو کچھ کرتے ہو اللہ خوب جانتا ہے۔“

فرمایا:

﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدَّقْتُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَ تَعَاوَنُوْا عَلٰى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلٰى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ [المائدہ: 2]

”قوم کی یہ مخالفت کہ انہوں نے تم کو مسجد الحرام سے روک دیا تھا تم کو ادھر نہ لے جائے کہ تم ان پر زیادتی کرنے لگو، تم تو نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ان کی مدد کرو اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ان کا ساتھ نہ دو، اللہ سے ڈرتے رہو۔“
 رحمۃ اللعالمین ﷺ کی یہی ہے، جو شہادت واقعہ کے بعد لوگوں کو اسی طرح تیار کرتا ہے:

﴿ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شٰهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ﴾ [المائدہ: 8]

”اے ایمان والو! اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور انصاف کے ساتھ شہادت دیا کرو۔“

انصاف کا وجود شہادت ہی پر قائم ہے، اس لیے شہادت کی بابت پھر ان الفاظ میں تعلیم دی گئی ہے۔

﴿ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شٰهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوْ الْوَالِدِيْنَ وَ الْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَكُنْ عَيْنًا اَوْ قَلْبًا اَوْ فِئْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ اَوْلٰىۢ بِمَا فَلَآ تَتَّبِعُوْا الْهَوٰى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلَوُّوْا اَوْ تَعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴾ [النساء: 135]

”اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ قیام کرنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ۔ خواہ تمہاری گواہی خود تمہارے خلاف یا تمہارے والدین کے خلاف یا اقرباء کے خلاف ہو (امیر ہو یا غریب کہ رعایت یا رحم کے خیالات تمہیں آتے ہوں) مگر یہ یاد رکھو کہ اللہ ان دونوں سے بڑھ کر ہے۔ دیکھو ایسا نہ کرنا کہ جی شہادت سے عدولی

کر دیا دبی زبان سے کوئی بات کہو گواہی سے ٹل ہی جاؤ۔ یہ باتیں تو خواہش نفس پر چلنے کی ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ خوب جانتا ہے۔“

ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ وہی ہے، جو ہر انسان کو اس کی بیوی کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے:

﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ [الرہم: 21]

”اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہاری بیویوں کو تمہاری جنس کا بنا دیا تاکہ تم ان سے تسلی پاؤ، پھر

تمہارے درمیان محبت اور پیار قائم کر دیا۔ سوچنے والوں کے لیے اس کے اندر بہت سے نشان ہیں۔“

رحمۃ اللعالمین ﷺ وہی ہے، جس نے شوہر بیوی کے رشتہ کو اتنا پاک ٹھہرایا کہ بہشت میں جاتے وقت بھی اس جوڑے کو ایک دوسرے سے الگ نہ کیا، بلکہ یوں خبر دی۔

﴿ اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَآزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴾ [الزخرف: 70]

”تم اور تمہاری بیویاں شادی و نشاط اور نعمت و شادمانی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ۔“

رحمۃ اللعالمین ﷺ وہی ہے جو شوہر اور بیوی کے حقوق کی بابت یہ فیصلہ سنا تا ہے

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ ﴾ [البقرہ: 228]

”عورتوں کے حق شوہروں پر دیے ہی ہیں جیسے شوہروں کے حق عورتوں پر۔“

پھر فوقیت (Seniority) کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے۔

﴿ الْرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ﴾ [النساء: 34]

”مرد غالب ہیں، عورتوں پر بہ وجہ اس فضیلت کے جو اللہ نے (پیدائش سے) ایک کو دوسرے پر دی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر صرف کرتے ہیں۔“

ہاں رحمۃ اللعالمین ﷺ وہی ہے جو ایک انسان کی جان کی قدر و قیمت ان الفاظ میں ظاہر فرماتا ہے:

﴿ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ﴾ [المائدہ: 32]

”مگر کسی شخص نے ایک انسان کو بھی قتل کر دیا (واجب القصاص اور مجرم اس سے الگ ہیں) گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک شخص کی جان بچائی گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی۔“

رحمۃ اللعالمین ﷺ وہی ہے جو خونخوار لڑائیوں کو بند کرتا، حکمرانی کی آرزو یا توسیع ملک کی تمنا یا غلبہ قوت کے اظہار یا جوش انتقام کے دُور کے اصول پر لڑائی کرنے کو قطعاً ممنوع ٹھہراتا ہے۔ وہ جنگ کو صرف مظلوم کی امداد کا آخری ذریعہ، عاجزوں، ورماندوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے ہاتھ سے چھڑانے کا وسیلہ مذاہب مختلفہ اور ادیان متعددہ میں عدل و توازن قائم کرنے کا آخری حیلہ بتاتا ہے۔ دنیا کا رحم دل سے رحم دل شخص بھی ان اصولوں کے لیے لڑائی کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا اور معمولی سمجھ کا انسان بھی ایسی لڑائی کو

سراپا رحمت کہنے میں ذرا تامل نہیں کر سکتا۔ اب اصول بالا پر رحمۃ للعالمین ﷺ کے بتائے ہوئے احکام کو سنو۔

﴿۱﴾ اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنفُسِهِمْ ظِلْمًا وَأَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ وَلَا دَفْعَ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهْدِمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ﴿الْح: 39-40﴾

”جن مسلمانوں سے قتال ہوا، ان کو جنگ کی اجازت دی گئی ہے، کیوں کہ وہ مظلوم تھے اور اللہ ان کی نصرت پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بلا کسی وجہ کے نکالے گئے ہیں۔ صرف اس لیے کہ انہوں نے اللہ کو اپنا پروردگار مان لیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ (یہ اجازت دے کہ) بعض لوگوں (دشمنوں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) کے ذریعہ سے روک نہ دیتا تب عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے معبد، پارسیوں کے مندر مسلمانوں کی مسجدیں (جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے) ضرور گرائی جاتیں۔“

﴿۲﴾ وَمَالِكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَوْلِيَا ﴿النساء: 75﴾

”تم اللہ کی راہ میں اور ضعیف مردوں اور عورتوں اور بچوں کے بچاؤ کے لیے کیوں جنگ نہیں کرتے، حالانکہ وہ دعائیں کر رہے ہیں کہ بارالہ، ہم کو اس ہستی سے نکال جہاں کے باشندے بڑے ظالم ہیں۔“

ان احکام سے واضح ہے کہ اسلام میں جنگ کو اختیار کیا گیا ہے تو نہ ملک گیری کے لیے، نہ ہوس حکمرانی کے لیے، بلکہ ضعیفوں، عورتوں، بچوں کو ظالموں کے پنجے سے رہائی دینے کے لیے جنگ کو اختیار کیا گیا تھا۔ نہ گوارا کا خوف ولا کر کلہ اسلام پر دھوانے کے لیے، بلکہ یہودیوں، عیسائیوں، ترساؤں کے معابد کو حفاظت و حمایت میں مثل مساجد لے کر ان سب کو انہدام سے بچانے کے لیے۔

کیا کسی اور مذہب کی پاک ترین کتاب سے بھی یہ بیان مل سکتا ہے کہ ادیان مختلفہ کے بچاؤ اور ان کی عبادت گاہوں کے قیام کے واسطے کسی قوم نے جنگ کی ہو، اگر نہیں اور ہم کو وثوق کے ساتھ یقین ہے کہ ہرگز نہیں تو سب کو اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہی کی رحمت قلبی کا نتیجہ ہے کہ جنگ کا مقصد ایسا مقدس بنایا، جس سے آج دنیا کا کوئی مذہب انکار نہیں کر سکتا۔

ایسی ضروری جنگ کے لیے رحمۃ للعالمین ﷺ یہ بھی ضروری ٹھہراتے ہیں کہ الٹی میٹم ایک لمبے وقت کا دیا جائے تاکہ اس عرصہ میں باہمی سمجھوتے کی ایسی صورتیں نکل آئیں، جن سے جنگ ٹل بھی جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿فَسَبِّحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ﴾ [التوبہ: 2]

”یعنی تم کو چار ماہ کی مہلت ہے۔“

جنگ میں اتنی مہلت کا دیا جانا ہی رحمت ہے، لیکن جنگ شروع ہو جانے کے بعد مستثنیات کا خاص طور پر ذکر ہے۔

﴿۱﴾ إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ ﴿النساء: 90﴾

”جو لوگ ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں جن سے تمہارا عہد ہے۔“

﴿ اَوْجَاءٌ وَّكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ اَنْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ﴾ [النساء: 90]

”یا وہ جو حاضر ہو کر ظاہر کر دیں کہ وہ تم سے یا اپنی قوم سے جنگ کرنے میں رک گئے۔“
تو وہ جنگ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ چنانچہ صاف لفظوں میں فرمایا۔

﴿ فَاِنْ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَالْقَوْمَ الَّذِيْنَ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴾ [النساء: 90]

”پھر اگر یہ لوگ علیحدہ ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تم سے صلح کی درخواست کریں تب اللہ نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی۔“
خیال کرو یہ احکام کس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ اس جنگ کا مقصد دین کو بھجھ کر قبول کرانے کا ہرگز نہیں۔

غور کرو کہ ایک معاہدہ قوم کا وجود بھی تم کو نظر آئے گا جو مسلمان نہیں، اگر مسلمان ہوتے تو ان سے مسلمانوں کا تعلق ﴿ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ ﴾ [النساء: 90] ہی کا نہ ہوتا، بلکہ وہ تو ﴿ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ﴾ [التوبہ: 11] کے درجے میں ہوتے۔

پھر اس معاہدہ قوم کی بھی اتنی عزت ہے کہ اگر فریق جنگ میں سے کوئی شخص اس کے پاس چلا جائے تو وہ بھی فریق جنگ کے حکم سے نکل جائے گا۔

پھر وہ شخص بھی جنگ سے مستثنیٰ ہو جائے گا جو مسلمانوں سے یہ عہد کر لے کہ وہ نیوٹرل (Neutral) (غیر جانب دار) رہے گا۔
نہ مسلمانوں کا طرف دار ہوگا، نہ ان کے مخالفین کا۔ دیکھو اگر جنگ کی بنیاد مذہب کا ہے جبر قبول کرانا ہوتا تو ان غیر مذاہب والوں کے لیے یہ ضوابط کبھی نہ ہوتے۔

ہاں! رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جو انسانوں کو اخلاق فاضلہ اور فضائل محمودہ اور محاسن جمیلہ اور صفات کاملہ کی تعلیم دیتا ہے۔
ماں باپ کی بابت سکھایا:

﴿ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيرًا ﴾ [بنی اسرائیل: 24]

”ان کے لیے نرمی والے بازوؤں کو زمین پر بچھا دے اور دعا بھی کیا کر کہ اے رب کریم! ان پر رحم کر جیسا کہ انھوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔“

اس حکم میں فرمانبرداری، اطاعت و خدمت گزاری کا بھی حکم دیا اور یہ بھی بتایا کہ ماں باپ کے لیے دعا کرنا بھی ضروری ہے کیوں کہ جس طرح بچہ ماں باپ کی تربیت کا محتاج ہے اس طرح ہر انسان اللہ کے رحم کا محتاج ہے۔
قصور والوں کی معافی کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

﴿ وَتُغْفِرُوْا وَلَيُغْفَرُوْا ۗ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يُغْفَرَ اللهُ لَكُمْ ﴾ [النور: 22]

”چاہیے کہ تم معافی دیا کرو اور درگزر کیا کرو، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تم کو معاف کر دے۔“

معافی دینا انسان کو ذرا مشکل اور شاق گزرتا ہے، اس لیے اسے سمجھایا گیا ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ خود معافی دینے کو پسند نہیں کرتا۔ گویا یہ اصول بتایا۔ معاف کرو تم کو بھی معاف کیا جائے گا۔
زنا کی برائی کے متعلق بھی استدلال کا ایسا ہی طریق اختیار کیا گیا ہے

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْاِئِمَّ، كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَاءَ سَبِيْلًا ﴾ [الاسراء: 32]

”زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ تو بے حیائی اور برار راستہ ہے۔“

برے راستہ کے لفظ پر غور کرنا چاہیے۔

ایک عیاش مزاج شاید اپنی شوریدگی طبع کی حالت میں زنا کو کچھ معیوب نہ سمجھتا ہو مگر اسے غور کرنا چاہیے کہ کسی کی بہو بیٹی کو اپنے بستر پر بلانا تو اسے ناگوار نہیں گزرتا لیکن کیا اسے یہ بھی ناگوار نہیں ہے کہ اسکی بیٹی، بہو غیر کے بستر پر جائے۔ اس کی غیرت اسے پسند نہیں کرتی تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ شخص خود اپنے طرز عمل سے ایسی ہی برائیوں کا راستہ بنا رہا ہے؟ یہ راستہ سب سے پہلے اس کے گھر تک سیدھی سڑک بن جائے گا۔

رحمۃ للعالمین ﷺ وہ ہے جس نے شراب اور جوئے کی حرمت کا حکم تمام عالم کو سنایا۔ شراب کو ”رجس“ اور ”عمل شیطان“ اور بنائے عداوت و سبب بغض و سرمایہ غفلت اور اللہ تعالیٰ سے دوری کا ذریعہ بنایا۔ یہ فیصلہ اس زمانہ کا ہے جب تمام دنیا شراب پر لٹو تھی۔ جب بزرگوار Saint Palر کی ہدایت کے پابند سادہ پانی پینے کو معیوب سمجھتے تھے۔ جب ایران شراب کے پیالہ کو جام جم سمجھتا تھا۔ جب ہندوستان دیوتاؤں اور ٹٹا کروں کے تقرب کے لیے اس کا استعمال ضروری سمجھتا تھا۔ جب بہت سے مراسم دینی و دنیوی کی تکمیل شراب کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔ جب عرب کے کسی شاعر و زبان آور کا کلام اس کی توصیف سے خالی نہ ہوتا تھا۔ اسلام کے اس حکم کا تیرہ سو (1300) برس تک دنیا نے مقابلہ جاری رکھا تھا۔ لیکن یورپ کی جنگ عظیم (14 تا 1918ء) نے اس حکم کی اصلیت کو منکشف کر دیا۔ شاہ برطانیہ جارج پنجم نے ترک سے نوشی میں اول قوم کو خود مومن بن کر دکھایا۔ پھر روس و انگلستان و فرانس میں ایک حد تک اس پر عمل کیا گیا۔ امریکہ نے شراب تیار نہ کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ فی الواقع ترک شراب ایک رحمت ہے۔

اور جس وجود پاک نے سب سے پہلے دنیا کو اس مسئلہ کی ہدایت کی وہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہے۔ ایسے احکام قرآن مجید اور حدیث پاک سے سینکڑوں کی تعداد میں شمار کیے جاسکتے ہیں

قارئین غور سے معلوم کریں گے کہ ہم نے اس مضمون میں جن مسائل کا ذکر کیا ہے، یہ خالص ایسے مسائل ہیں کہ مسلم و غیر مسلم ہر دو مساوی طور پر ان سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ مستفید ہو رہے ہیں۔ ان مسائل کے ترک کر دینے کے بعد تمدن کے قیام اور شانگلی کے وجود کی بقا ہی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے دنیا کو ماننا پڑے گا کہ نبی ﷺ فی الواقع رحمۃ للعالمین ﷺ تھے۔

البتہ اہل اسلام کے ساتھ نبی ﷺ کو التفات خاص ہے اور یہ لوگ اس آفتاب حقیقت سے زیادہ تر منور ہونے کی سعی کیا کرتے ہیں۔ اس لیے رب العالمین نے حضور ﷺ کی صفت میں فرمایا۔

﴿بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ﴾ [البقرہ: 128]

دیکھو رحمت کے ساتھ یہاں رافت کا اضافہ ہو گیا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو نبی ﷺ کی رحمت و رافت سے استغناء کرتے ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ
سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ

حُبُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

غزلیات و ابیات کے شہد لفظ ”عشق“ کا استعمال اکثر کیا کرتے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث پاک کے ماہرین سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ہر دو کلام پاک میں لفظ عشق کا استعمال نہیں ہوا ہے۔ [1]

قاموس میں ہے: **الْمُجْنُونُ فَنُونٌ وَالْعِشْقُ مِنْ قَسَبِهِ يَسْتَجْلِبُهُ الْمَرْءُ عَلَى نَفْسِهِ بِإِسْتِحْسَانٍ بَعْضُ الصُّوَرِ وَالشَّمْسَانِلِ** یعنی جنون کی بہت سے اقسام میں سے عشق بھی جنون کی ایک قسم ہے۔ اس مرض کو انسان اپنے نفس پر بعض صورتوں یا خصالتوں کے اچھا سمجھ لینے سے خود وارد کر لیا کرتا ہے۔

پس جب عشق کے معنی قسے از جنون ہوئے تو ضروری تھا کہ اللہ اور رسول ﷺ کے کلام پاک میں اس لفظ کا استعمال نہ کیا جاتا اور اسے فضائل محمودہ یا محاسن جمیلہ سے شمار نہ کیا جاتا۔ بیشک قرآن حکیم اور احادیث رسول کریم ﷺ میں لفظ محبت کا استعمال ہوا ہے اور اس سے ثابت ہو گیا کہ محبت ہی صفت کمال انسانی ہے۔

محبت اور عشق میں یہ بھی فرق ہے کہ محبت روح کے میلان سمجھ کا نام ہے اور عشق میں اس شرط کا پایا جانا ضروری نہیں۔ محبوب وہ ہے جو فی الواقع اپنے کمالات علیہ کی وجہ سے محبت کیے جانے کے شایاں ہو۔ معشوق وہ ہے جسے کسی نے اچھا سمجھ لیا ہو۔ محبوب ہی ہے، خواہ کوئی محبت پیدا ہو یا نہ ہو مگر معشوق معشوق نہیں جب تک کوئی اس کا عاشق موجود نہ ہو۔ غالباً مشہور مثل ”بیلی را بہ چشم مجنون باید دید“ کے واضح نے انہی معانی کو ایک دوسرے اسلوب میں بیان کر دیا ہے۔

بعض نے محبت کے معنی شوق الی المحبوب بیان کیے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ محبت ایثار المحبوب کا نام ہے۔ بعض نے کہا کہ محبت اسے کہتے ہیں کہ قلب کو مراد محبوب کا تابع بنا دیا جائے۔ میرے نزدیک یہ تعریف محبت تو وہی ہے جو ہم اوپر لکھا آئے ہیں اور یہ معانی تو صرف ثمرات محبت کو بیان کرتے ہیں۔

محبت روح انسانی کی وہ صفت نورانی ہے جو جسم انسانی میں آنے سے پیشتر بھی روح کے اندر پائی جاتی اور کار فرما تھی۔ حدیث شریف **الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ** الخ کی اسی معنی کی جانب اشارہ کرتی ہے۔

محبت کے مدارج محبوب کے مدارج پر منحصر ہوتے ہیں۔ محبوب جتنا زیادہ ارفع و اعلیٰ ہوگا محبت کا درجہ بھی اسی قدر ارفع و اونچی ہوگا۔ محبت کو ذات و صفات محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہوگا اسی قدر زیادہ استحکام سے اس کا اس کی جانب میلان ہوگا۔

﴿يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ [البقرہ: 165]

”مشرک لوگ شرکاء کے ساتھ اللہ کی محبت جیسی محبت کیا کرتے ہیں مگر جو ایمان والے ہیں ان کی محبتیں اللہ کے ساتھ

[1] ولا يحفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لفظ العشق في الحديث صحيح البصير زاد المعاد ج 2 ص 96 و واضح ہو کہ حدیث من عشق فلعف فمات فهو شهيد او حدیث من عشق و كنتم و علف و صبوا الخ ہر دو صحیح نہیں۔ ابن جوزی نے بعض موضوعات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کا راوی صرف سوید بن سعید ہے۔ اور انہی حدیث نے اس کی بہت سخت ترین الفاظ استعمال کیے ہیں۔

بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔“

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سیرت النبی ﷺ کے لکھنے کا مقصد اس خاکسار کا بلکہ جملہ علمائے کبار کا یہی ہے اور یہی ہونا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے وجود باوجود کے متعلق پڑھنے والے کے قلوب کو ایمان، فواد کو ایقان، روح کو راحت اور صدر کو انشراح حاصل ہو جائے اور محبت کا وہ پاک چشمہ جو شس و خاشاک علاقے سے دب گیا تھا یا سنگلاخ جہل میں رک گیا تھا پھر فوراً وارا سی بلندی تک موجزن ہو جائے جس بلندی سے چلا تھا۔

محبت ہی یاس کو دھکیل دینے والی اور مصائب کو کشادہ پیشانی کے ساتھ جھیل لینے والی ہے۔ محبت ہی دل کی زندگی اور زندگی کی کامیابی ہے۔ محبت ہی کامیابی کو دوام و بقا کا تاج پہناتی اور پھر اس بقا کو تخت ارتقا پر بٹھاتی ہے۔

محبت ہی ہے جس کی صفت میں حبیب اللہ ﷺ نے فرما دیا ہے:

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ ۝

ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ محبت کی بنیاد کسی کمال اصلی پر ہوتی ہے۔ سینکڑوں اشخاص حاتم خانی سے محبت رکھتے ہیں اس لیے نہیں کہ انھیں اس کی جاکماد سے کوئی پیسہ یا پائی ملی ہے بلکہ اس لیے کہ ایسے اشخاص کو صفت جو دستا سے محبت ہوتی ہے۔ سینکڑوں اشخاص نوشیرواں عادل سے محبت رکھتے ہیں نہ اس لیے کہ ان کو کسی مظلمہ میں داد دے یا کسی دعویٰ میں ڈگری اس کی داوری گاہ سے ملی ہو بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ صفت عدل اور داد کو نمود بختے ہیں۔

سینکڑوں اشخاص رستم و اسفندیار کی داستان کو پورے جوش سے پڑھتے یا سرگرمی سے سنا کرتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کی فتوحات میں حصہ دار ہیں، بلکہ اس لیے کہ صفت مردانگی و شجاعت سے ان کو محبت ہوتی ہے۔

بیمبوں اشخاص سقراط و افلاطون کے نام محبت اور پیار سے لیا کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ بھی ان کے مدرسہ خاص میں جس کے دروازے عوام پر ہمیشہ بند رہتے تھے کچھ اسباق سن چکے ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ علم و حکمت کے خود قد روان ہوتے ہیں۔

بیمبوں اشخاص شیکسپیر (William Shakespeare)، ہومر (Homer)، فرڈوسی و سعدی، لیبید و جنتی، بیاس اور دامیک کی فصاحت و بلاغت کے بیان میں اپنی تمام تر قوت گویائی کو صرف کر دیا کرتے ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ بھی اس شہرت دہی کے اجارہ دار ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ لوگ راز فطرت انسانی کے مشتاق ہوتے ہیں اور ہر شخص کی مدح کو جو اس فن میں تکلم کرے پسند کرتے ہیں۔

یہاں جس ہستی مزی کی محبت کا مذکور ہے اس کی شان بلند کا تعقل کرنے کے لیے خیال کرو۔

ایک آدم علیہ السلام اتاہت الی اللہ کارا ز آ شکارا کرنے والا

ایک اور لیس علیہ السلام علوم اولین و آخرین کا درس دینے والا

ایک نوح علیہ السلام اسرار و اعلان سے تبلیغ کرنے والا

ایک ابراہیم علیہ السلام گنہگاروں کے لیے رب العزت سے درگزر اور رحمت کا سوال کرنے والا

ایک اسماعیل علیہ السلام	بیت اللہ کو معظم ٹھہرانے والا
ایک یعقوب علیہ السلام	رب قادر سے عہد باندھنے والا
ایک یوسف علیہ السلام	بدخواہ اور بداندیش پر رحم کرنے والا
ایک موسیٰ علیہ السلام	قوم کو برگزیدہ بنانے والا
ایک ہارون علیہ السلام	امام فصیح
ایک یحییٰ علیہ السلام	مبلغ متواضع
ایک داؤد علیہ السلام	قوم کو اجتماعی قوت دینے والا
ایک سلیمان علیہ السلام	اللہ کے لیے پاک گھر بنانے والا

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ جَمِيعِ إِخْوَانِهِ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ

ہاں! وہ جس کے منہ میں اللہ کا کلام ہونے کی خبر موسیٰ علیہ السلام نے دی۔

ہاں! وہ جسے عیسیٰ علیہ السلام نے روح الحق بتایا۔

ہاں! وہ جس کی بیعت و جلال سے داؤد علیہ السلام نے دشمنوں کو مرعوب بنایا۔

ہاں! وہ جس کے حسن و جمال کا نشید سلیمان علیہ السلام نے مقدس میں گایا۔

وہ جس کی حمد سے حقوق علیہ السلام نے عالم کو پرآوازہ کیا۔

وہ جس کے خیر مقدم کی تہنیت سے طلا کی علیہ السلام نے اللہ کے گھر کو جلال دیا۔

وہ جس کے لباس اور ران پر ”شہنشاہوں کا شہنشاہ، خداوندوں کا خداوند“ لکھا ہوا یوحنا نے پڑھا۔

وہ جس کے پیچھے آسمانی فوجوں کا چلنا صاحب مکاشفات نے مشاہدہ کیا۔

کیا کوئی صاحب بصر، صاحب دل!

ایسے محبوب، ایسے محمود، ایسے مصطفیٰ، ایسے محمد ﷺ پر دل و جان سے فدا نہ ہوگا؟ اور اس فدا ہونے والے کو اپنے لیے عاقبت

شرف اور انتہائی کمال انسانیت نہیں سمجھے گا۔

یاد رکھو کہ آیت ذیل میں اسی راز کا انکشاف کیا گیا ہے۔

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاءُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ﴾ [التوبہ: 24]

”سب لوگوں کو سنا دے کہ اگر تم کو ماں باپ، بیٹے بیٹیاں، زن و شوہر، قوم و قبیلہ اور مال جو تم نے جمع کیا ہے اور تجارت جس کے خسارہ کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جن میں بسنا تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے وہ سب زیادہ پیارے ہیں اللہ اور رسول سے

اور راجح میں جہاد کرنے سے تب تم منتظر رہو کہ اللہ تمہارے لیے اپنا کوئی حکم دے۔“
اس آیت میں جن جن شخصیتوں یا چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی محبت عام میلان انسانی کے موافق مسلمہ ہے اور اسی لیے رب العالمین نے جو ﴿ فَطَوَّرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ﴾ [اروم: 30] کا مالک ہے ان سب کے ساتھ انسانی محبت کی نفی نہیں فرمائی اور نبی نہیں کی بلکہ تفریق درجات کے سبق کی تعلیم دی ہے ع

گر فرق مراتب نہ کسی زندگی !

یہی راز صحیحین میں اس حدیث پاک عن انس رضی اللہ عنہما میں کھولا گیا ہے۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَاٰلِدَيْهِ وَوَالِدَيْهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ①

”کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں بن سکتا جب تک اسے رسول اللہ کے ساتھ ماں باپ اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔“

صحیح مسلم میں ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِيهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ②

”کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اسے اس کو اہل و مال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔“

ہمارا اعتقاد ہے کہ نبی کریم ﷺ نہ صرف محبوب بلکہ حبیب ہیں یعنی حضور ﷺ کے دو صفات عالیہ اور فضائل محکاثرہ اور محاسن جمیلہ اور نعوت رفیعہ جنہوں نے حضور ﷺ کو حبیب اللہ اور محبوب خلق اللہ بنا دیا ہے۔ ثبات و استقرار رکھتے اور دوام و بقا سے متمکن ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ نبی ﷺ کے محاسن اخلاق اور شرف افعال کے اول چند نمونے پیش کروں اور پھر دکھاؤں کہ ایسی صفات عالیہ کے مالک سے کون شخص محبت کرنا نہیں چاہتا۔

جو دو سخا کا بیان

① جنگ حنین میں چھ ہزار (6000) قیدی، جو بیس ہزار (24000) اونٹ، چار ہزار (4000) بکریاں، چار ہزار (4000) اوقیہ (چھٹا تک) چاندی نئیمت میں حاصل ہوئی تھی۔ نبی ﷺ نے ان میں سے ایک چیز کو بھی نہیں چھوا۔ گھر سے جس خیر و برکت کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ اس طرح واپس گئے۔

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيرًا وَلَا أَوْصِي بِشَيْءٍ ③

”نبی ﷺ نے اپنی وفات کے بعد کوئی سکہ چاندی یا سونے کا بکری یا اونٹ دنیا میں نہیں چھوڑا اور نہ کسی شے کی بابت کوئی

وصیت ہی فرمائی۔“

③ معنی بن زیاد نے حسن سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک سوالی آیا، فرمایا: بیٹھو، اللہ دے گا، پھر دوسرا آیا، پھر تیسرا

① بخاری: 13، 14، 15، سلم: 169، نسائی: 5031، ابن ماجہ: 66، بخاری: 15، سلم: 168، نسائی: 5029، 5028، ابن ماجہ: 67

② ایک اوقیہ میں چالیس (40) درہم ہوتے ہیں۔ (اسلامی اوزان ص: 84) ③ ابوداؤد: 2863، بخاری: 2695، ترمذی: 215، اشعاع الخرمی: 406۔

آیا۔ حضور ﷺ نے سب کو بٹھا لیا۔ حضور ﷺ کے پاس دینے کو اس وقت کچھ نہ تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے چار اوقیہ چاندی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ حضور ﷺ نے ایک ایک اوقیہ تو ان تینوں میں تقسیم کر دیا اور ایک اوقیہ کی بابت پکار بھی دیا۔ مگر کوئی لینے والا نہ اٹھا۔ رات ہوئی تو حضور ﷺ نے وہ چاندی اپنے سر ہانے رکھ لی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ حضور ﷺ کو نیند نہیں آتی۔ اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ پھر ذرا لیٹ کر اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے پوچھا: حضور ﷺ کو آج کچھ تکلیف ہے؟ فرمایا: نہیں۔ انھوں نے پوچھا: تب کوئی خاص حکم اللہ کا آیا ہے جس کی وجہ سے یہ بے قراری ہے؟ فرمایا: نہیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر حضور ﷺ آرام کیوں نہیں فرماتے۔؟ اس وقت حضور ﷺ نے وہ چاندی نکال کر دکھائی۔ فرمایا: یہ ہے جس نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے۔ مجھے ڈر لگا کہ مبادا یہ میرے پاس ہی ہو اور میری موت آجائے۔ [1]

[4] ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ دِينًا فَعَلَىٰ وَ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ۔ [2]

”جو مسلمان قرض چھوڑ مرے گا، میں اسے ادا کروں گا اور جو مسلمان ورثہ چھوڑ مرے گا اسے اس کے وارث سنبھال لیں گے۔“

[5] جابر بن عبد اللہ صحابی انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَا سَبَّلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا [3]

”نبی کریم ﷺ سے کبھی کسی چیز کا بھی سوال نہیں کیا گیا جس کے جواب میں حضور نے ”لا“ (نہیں) فرمایا ہو۔“

اس حدیث کا مفہوم کسی نے یوں ادا کیا ہے:

زفت لا پہ زبان مبارکش ہرگز مگر بِأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

ان روایتوں کو دیکھو اور ان کے معانی پر غور کرو، ثابت ہو جائے گا کہ نبی ﷺ نے فی الحقیقت آجود الناس بالخیر (نیکیوں

میں سب سے زیادہ سخاوت والے) تھے۔

عدل و انصاف کا بیان

[1] نبی ﷺ کی اس صفت کا اعتراف اعدا بھی کرتے تھے۔ ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعثت سے پیشتر بھی لوگ اپنے

مقدمات کو نبی ﷺ کے حضور میں فیصلہ کے لیے لایا کرتے تھے۔ [2]

[2] حجر اسود کے نصب کرنے میں جو جھگڑا قریش میں ہو گیا تھا، اس کا ذکر ”رحمۃ للعالمین“ جلد اول میں موجود ہے۔ قابل ذکر یہ ہے کہ

قرارداد یہ تھی، جو کوئی شخص اب سب سے پہلے کعب میں آئے وہی حکم قرار پائے۔ نبی ﷺ آنکھ لکھے، تو لوگوں کی خوشی و مسرت کی کوئی حد نہ

تھی اور خوش ہو ہو کر پکارتے تھے:

هَذَا مُحَمَّدٌ هَذَا الْأَمِينُ قَدْ رَضِينَا بِهِ۔ [3]

”لو، محمد ﷺ آگئے، ان کے فیصلہ پر تو ہم سب ہی خوش ہیں۔“

[1] اعلام النبوة: 155 [2] ترمذی: 2090، ابوداؤد: 3343، نسائی: 1962، احمد: 330/3 [3] بخاری: 6034، مسلم: 2311

[4] شفا: 95 [5] سیرت ابن ہشام: 129/1، مستدرک حاکم: 458/1

تین انصاف ہو تو ایسا ہو کہ فیصلہ سننے سے پیشتر ہی ہر مخالف اس فیصلہ پر رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔
 (۱) فاطمہ نامی مکہ کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جس سے حضور ﷺ نہایت محبت کیا کرتے تھے
 بھولے پن سے اس کی سفارش کر دی، ناخوش ہو گئے اور فرمایا کہ تم حدود الہی میں سفارش کرتے ہو، دیکھو اگر میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ایسا
 کرتی تو میں وہی فیصلہ کرتا جو اس کے لیے کروں گا۔ (۲)

نجیدت و شجاعت کا بیان

نجیدت اس صفت کو کہتے ہیں کہ موت کے سامنے نظر آنے پر بھی اعتقاد علی انفس قائم رہے۔ شجاعت قوت غصیبہ کے اس کمال کو کہتے
 ہیں جو انتیاد عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کے ان صفات کے متعلق بیسیوں روایات اور راویوں کے یمنی مشاہدات موجود ہیں۔
 حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے نام اور ان کی شجاعت کے بلند کارناموں سے کون ناواقف ہوگا، وہی فرماتے ہیں:
 إِنَّا كُنَّا إِذَا حَمَسَى النَّاسُ وَأَحْمَرَّتِ الْحَدَقُ اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَمَا يَكُونُ أَحَدٌ أَقْرَبَنَا إِلَى
 الْعَدُوِّ مِنَّا (۳)

”جب گھمسان کا رن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا ہے، اس وقت ہم نبی ﷺ کی اوٹ لیا
 کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے آگے دشمن کی جانب نبی ﷺ ہی ہوتے تھے۔“
 (۱) جنگ حنین میں دشمنوں نے پہاڑ کے ورہ میں بیٹھ کر تیروں کا ایسا بیڑہ برسا یا کہ حضور ﷺ کی بارہ ہزار (12000) فوج کا منہ موڑ
 دیا۔ کسی نے اس واقعہ کے متعلق براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔
 قَالَ نَعَمْ لَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَقْرَأْ لَمْ يَقْرَأْ لَمْ يَقْرَأْ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُهُ عَلَى بَعْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَ أَبُو سُفْيَانَ أَخَذَ لِبِجَامِهَا
 وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ أَنَا النَّبِيُّ لَا تَكْذِبُ (۲)

تو براء نے کہا: ہاں! مگر رسول اللہ ﷺ تو پھر بھی نہ بھاگے، میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اپنے سفید شجر پر چڑھے ہوئے
 ہیں۔ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی رضی اللہ عنہ نے لگام پکڑ رکھی ہے اور آپ فرما رہے ہیں انا النبی لا کذب۔
 شجر پر سوار ہونا ہی ثبات و استقلال کی دلیل ہے۔ بھاگنے والا تو تیز گام گھوڑے کو پسند کیا کرتا ہے۔ سفید شجر کا انتخاب بھی مردانگی کی
 دلیل ہے، ورنہ لڑائی میں ایسے رنگ کا جانور پسند کیا جاتا ہے جو ذرا سی گرو غبار میں چھپ جائے۔ فوج کی خاکی وردی کا مدعا بھی یہی ہے۔ بارہ
 ہزار (12000) فوج کے بھاگ جانے پر میدان میں کھڑے رہنا بھی کوہِ قمل ہی کا کام ہے۔ ایسے وقت میں خود بول بول کر اپنی شناخت
 دشمن کو کرانا اور اسی دعوے کو دہرانا جو حملہ آوروں کے کینہ و عداوت کا موجب تھا صرف قمر نبوت ﷺ ہی کا خاصہ نور پاشی ہے۔
 اس واقعہ کے متعلق عباس رضی اللہ عنہم عم النبی ﷺ کی روایت ہے۔

وَلَى الْمُسْلِمُونَ مُدْبِرِينَ فَطَلِقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِرُكْحَصُ بَعْلَتُهُ نَحْوَ الْكُفَّارِ وَ أَنَا أَخَذْتُ لِبِجَامِهَا أَكْفُهَا
 إِزَادَةً أَنْ لَا تَسْرَعُ وَ أَبُو سُفْيَانَ أَخَذَ بِرُكْحَابِهَا (۳)

(۱) بخاری: 3475، مسلم: 1688، ابوداؤد: 74373، ترمذی: 1430، ابن ماجہ: 2547، دارقطنی: 2302، احمد: 62/2، (۲) مسلم: 4616، اسد الغابہ: 138/1
 (۳) بخاری: 4317، مسلم: 4615، 4616، بخاری: 4315، مسلم: 4616، 4612

مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اس وقت نبی ﷺ فخر کو ایز لگانے اور دشمن کی جانب بڑھانے لگے۔ میں نے لگام اور ابو سفیان نے رکاب پکڑ لی۔ اس ارادہ سے کہ حضور ﷺ کو آگے بڑھنے سے روک دیں۔

صحیح مسلم میں اسی واقعہ کے متعلق پھر یہ الفاظ ہیں۔

نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْلَتَهُ ①

نبی ﷺ اپنے ٹچر سے اتر پڑے۔

یہ شجاعت کی غایت الغایت ہے کہ جس شخص کے سامنے سے بارہ ہزار (12000) فوج بھاگ رہی ہے، حضور ﷺ اس کے مقابلہ کے لیے اپنی سواری آگے لے جا رہے ہیں اور جب اہل بیت کے دو شخص عم اور ابن العم نے سواری کو روک لیا تو حضور ﷺ پیادہ ہو کر آگے بڑھنے کو ہیں۔

③ صحیحین میں انس بن مالک سے روایت ہے، مدینہ میں ایک رات غل سا ہوا لوگ سبھے چھاپے آ پڑا۔ سب لوگ مل کر آبادی سے باہر اس شور کی جانب کو چلے۔ آگے چلے تو انہیں نبی ﷺ واپس ہوتے ہوئے ملے۔ حضور ﷺ گھوڑے پر سوار اور تلوار حمال کیے ہوئے تھے۔ یعنی آواز سن کر سب سے پہلے اور تن تبا تفتیش کو تشریف لے گئے تھے اور ہم سے فرما رہے تھے: لَمْ تَزِغُوا لَمْ تَزِغُوا۔ ڈرو نہیں، ڈرو نہیں۔ ④

④ قارئین کو بیعت العقبہ کی بنیادی ملاقات کا واقعہ تو یاد ہی ہوگا کہ شب تاریک اور منزل پر خطر کے خوف سے ایک قافلہ پہاڑ کی گھاٹی میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور آبادی تک پہنچنے کی جرأت نہیں کرتا اور نبی ﷺ جن کی جان کا دشمن مکہ کا ایک ایک شخص تھا ایسے وقت اور ایسے مقام میں اس لیے چکر لگا رہے ہیں کہ شاید کسی راہ گم کردہ ضلالت کو ہدایت فرما سکیں۔

⑤ تمام دنیا کے مقابل سچے اصول کی اشاعت کے لیے کھڑے ہونا اور ایک ایسے ملک میں جہاں خونریزی و سفاکی ہی کی حکومت تھی۔ ہر ایک مذہبی ضلالت کا اعلان کرنا، کسری و قیصر و جش کے حکمرانوں اور عرب کے جنگ جو قبائل کے خشم و غضب کی پروا نہ کرنا شجاعت اور قوت قلب کا بہترین نمونہ دکھاتا ہے جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

تواضع کا بیان

مسکت و تواضع نبی ﷺ کی صفت لازم تھی، تواضع ہی تھی کہ ٹچر اور حمار پر سواری فرماتے۔ دوسرے کو ساتھ سوار کر لیتے۔ مسکینوں، غریبوں کی عیادت فرماتے، فقراء کے برابر جا بیٹھتے، صحابہ کے درمیان مل جل کر بیٹھ جاتے۔ اپنی نشست کے لیے نہ جانب صدر کی ضرورت سمجھتے نہ کوئی ایجازی نشان بناتے، غلاموں اور خادموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے۔ بازار سے سودا خرید کر اور خود اٹھا کر لے آتے۔ اپنے جانور کو خود چارہ ڈالتے، اونٹ کی زانو بندی کر دیتے۔ گھر کے چھوٹے چھوٹے کام کاج اپنے ہاتھ ہی سے کیا کرتے تھے۔ جب ہزاروں جان نثار ایسی خدمت سرانجام دینے کو اپنی سعادت دارین سمجھنے والے موجود اور آمادہ بھی ہوتے۔

انس بن مالک کہتے ہیں حضور ﷺ حج کو تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ جو چادر حضور ﷺ کے اوپر تھی اسکی قیمت چار

① بخاری: 4317، مسلم: 4616، ② بخاری: 2627، مسلم: 2307، ابوداؤد: 4988، ترمذی: 1685

(4) درہم سے زیادہ نہ ہوگی۔^①

یہودان بنو قریظہ کی جانب تشریف لے گئے تو اس روز حضور ﷺ حمار پر سوار تھے جس کی باگ کھجور کے پٹھے کی رسی سے بنی ہوئی تھی اور اس کی پشت پر صرف کھجور کی صف^② پڑی ہوئی تھی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دکان سے پانچ ماہ خریدے، اٹھنے لگے تو دکاندار نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بوسہ دینا چاہا، حضور ﷺ نے ہاتھ کو جھٹ پیچھے ہٹا لیا اور زبان مبارک سے فرمایا:

هَذَا تَفْعَلُهُ الْأَعَاجِمُ بِمَلُوكِهِمْ وَ لَسْتُ بِمَلِكٍ إِنَّمَا أَنَا رَجُلٌ مِّنْكُمْ۔^③

”یہ تو مجھی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تم ہی سے ایک ہوں۔“

حیاء کا بیان

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ هِيَ خِدْرٌهَا كَانَ إِذَا تَكْرَمَ شَيْنًا عَرَفْنَا هِيَ وَجْهَهُ مُتَفَقِّعًا عَلَيْهِ۔^④

نبی ﷺ پردہ کشمین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلیں تھے۔ کوئی کمروہ چیز دیکھ لیتے تو زبان سے کچھ نہ فرماتے۔ حضور ﷺ کے چہرہ پر کراہت کے آثار نمایاں ہو جاتے۔

① اسی صفت حیا کا اثر تھا کہ کسی کو زور و زور کسی عیب کے متعلق کچھ نہ فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

إِنَّهُ كَانَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ بِهِ أَنْزُ صَفْرَاءَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَكَاذُ يُوَاجَهُ أَحَدًا بِشَيْءٍ يُكْرِهُهُ فَلَمَّا قَامَ قَالَ لِلْقَوْمِ لَوْ قُلْتُمْ لَهُ يَدْعُ هَذِهِ الصَّفْرَاءَ۔^⑤

ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں زعفران کا رنگ لے ہوئے آیا۔ حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ کسی کے سامنے ایسی بات نہ کہا کرتے تھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ جب وہ چلا گیا تو حضور ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کاش تم اس سے کہہ دیتے کہ وہ اس رنگ کو چھوڑ دے۔

② بعض اوقات لوگوں کی طول کلامی سے حضور ﷺ تھک جاتے یا زیادہ بیٹھے رہنے کی وجہ سے مجبور ہو جاتے تب بھی حیا کی وجہ سے خود تکلیف اٹھاتے اور ان سے کچھ نہ فرماتے۔

شفقت و رافت کا بیان

① ایک گنوار آیا، اس نے سوال کیا، حضور ﷺ نے اسے دے دیا اور پوچھا کہ ٹھیک ہے۔ وہ بولا: نہیں، تم نے میرے ساتھ کچھ بھی سلوک نہیں کیا۔ مسلمان یہ سن کر بے تابانہ اس کی طرف اٹھے حضور ﷺ نے اشارہ کیا کہ رک جاؤ، پھر حضور ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور گھر سے لاکر اور بھی کچھ دیا۔ وہ خوش ہو کر دعا دینے لگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تیرا پہلا کلام میرے اصحاب کو ناگوار گزارا تھا۔ کیا

① شاہل الترمذی: 333، ② ”کھجور کی صف“ میں نے ”اکاف من لیف“ کا ترجمہ کیا ہے۔ یہ لفظ شاہل ترمذی میں ہے ③ منائل الصفاء: 23، الشفاء للعباس: 267/1، ④ بخاری: 3562، مسلم: 2320، ابن ماجہ: 4180، ⑤ شاہل ترمذی: 345، 184، ہاشم الموابہب: 173

تم پسند کرتے ہو کہ ان کے سامنے بھی اس طرح کہہ دو جس طرح اب میرے پاس کہہ رہے ہوتا کہ ان کے دل بھی تیری طرف سے صاف ہو جائیں۔ وہ بولا ہاں۔ میں کہہ دوں گا۔ پھر اگلے دن یا شام ہی کو وہ گنوار گیا۔ آپ ﷺ نے اصحاب سے فرمایا کہ اب یہ مجھ سے خوش ہے، کیوں ٹھیک ہے نا! وہ بولا، ہاں! اور پھر دعا دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا، ایک شخص کی اونٹنی بھاگ گئی لوگ اس کے پیچھے دوڑے، وہ آگے ہی آگے بھاگتی رہی۔ مالک بولا تم سب ٹھہر جاؤ، میری اونٹنی ہے اور میں ہی اسے سمجھ سکتا ہوں۔ لوگ ہٹ گئے۔ اونٹنی گھاس پات کھانے میں لگ گئی۔ مالک نے آگے سے جا کر اسے چا پکڑا اور کاٹھی ڈال لی۔ میری اور اس گنوار کی مثال تو ایسی ہی تھی۔ اگر تم اسے اسی حالت پر قتل کر دیتے تو بے چارہ جہنم میں جاتا۔^[1]

(2) نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تھی کہ اے اللہ میری اس عرض کو مضبوط عہد سمجھا جائے کہ اگر میں کسی شخص کو ازراہ بشریت بددعا دے بھی بیٹھوں تو میری اس بددعا کو بھی اس کے حق میں رحمت و برکت اور زکوٰۃ و تقرب بنا دینا۔^[2]

(3) امام احمد و طبرانی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کو گرفتار کر کے نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اور عرض کیا گیا کہ یہ حضور کے قتل کا ارادہ کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے اسے تسلی دے کر فرمایا کہ تم اس الزام سے نہ ڈرو (پھر اسے رہا کر کے یہ بھی فرمایا کہ) اگر تیرا ارادہ بھی ہوگا تو تو قابو نہ پاسکے گا۔^[3]

عفو و کرم

عفو کی صورت اس وقت حقیق ہوتی ہے کہ جرم ثابت ہو اور مجرم کو سزا دینے کی طاقت حاصل ہو پھر معافی دی جائے۔ کرم کے معنی میں داد و بخش یا عزت افزائی کی صورت شامل ہے۔ عفو کے بغیر بھی پائی جاتی ہے اور عفو کے ساتھ بھی اس وقت اس کی شان اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ کے عفو و تقصیر کے ساتھ عموماً کرم بھی پایا جاتا تھا۔

(1) صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا۔ حضور ﷺ کی چادر کو زور سے کھینچا، چادر کا کنارہ حضور ﷺ کی گردن میں کھب گیا اور نشان پڑ گیا۔ وہ اعرابی بولا: محمد ﷺ میرے دو اونٹ ہیں ان کی لاد کا کچھ سامان مجھے بھی دو۔ کیوں کہ جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے، نہ تیرے باپ کا۔ نبی ﷺ چپ ہو گئے، پھر فرمایا، مال تو اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔ پھر پوچھا: جو برتاؤ تم نے مجھ سے کیا تم اس پر ڈرتے نہیں ہو؟

اعرابی بولا: نہیں۔

پوچھا: کیوں؟

اعرابی: مجھے معلوم ہے کہ آپ برائی کے بدلے برائی نہیں کیا کرتے۔

نبی ﷺ ہنس دیے اور حکم دیا کہ ایک اونٹ کے بوجھ کے جو ایک کی کھجوریں دی جائیں۔^[4]

(2) حضور ﷺ نے زید بن سعد یہودی کا قرض دینا تھا، وہ تقاضا کے لیے آیا، حضور ﷺ کے کندھے کی چادر اتار لی اور کرتہ پکڑ کر سختی سے بولا کہ عہد المطلب کی اولاد بڑی نادہندہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھلکا اور سختی سے جواب دیا۔ نبی ﷺ تمہیں فرماتے

[1] کتاب القضاء: 55، بخاری مع الصحیح: 205/11، مسلم: 2601، کتاب النکاح: 40، نسائی: 10903، 471/3، المعجم الکبیر: 2183،

[2] بخاری: 3149، مسلم: 1057، ابن ماجہ: 1533، نسائی: 4780،

رہے اس کے بعد عمرؓ سے فرمایا:

أَنَا وَهُوَ كُنَّا إِلَىٰ غَيْرِ هَذَا مِنْكَ أَحْوَجُ يَا عَمْرُؤُ تَأْمُرُنِي بِحُسْنِ الْقَضَا وَتَأْمُرُهُ بِحُسْنِ التَّقَاظِي۔
عمرؓ تم کو مجھ سے اور اس سے اور طرح کا برتاؤ کرنا تھا۔ تم مجھے کہتے کہ ادا لگی ہوئی چاہیے اور اسے کھاتے کہ
تقاضا مجھے لفظوں میں کرنا چاہیے۔

پھر زید کو مخاطب کر کے فرمایا:

لَقَدْ بَقِيَ مِنْ أَجَلِهِ ثَلَاثٌ ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں۔

پھر عمر فاروقؓ سے فرمایا، جاؤ اس کا قرض ادا کرو اور جس صاع زیادہ بھی دینا، کیوں کہ تم نے اسے چھڑکا بھی تھا۔^[۱]

۳ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کوہ محمم سے 80 شخص یہ ارادہ کر کے اترے کہ نبی ﷺ کو قتل کر دیں، (حضور ﷺ دامن کوہ میں اترے ہوئے تھے) انہوں نے اپنے کام کے لیے نماز صبح کا وقت انتخاب کیا تھا (جس میں نبی کریم ﷺ لمبی قراءت پڑھا کرتے تھے) وہ آئے اور پکڑے گئے۔ نبی ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا۔^[۲]

۴ ابوسفیان بن حرب اموی وہ شخص تھا جس نے احد، احزاب وغیرہ میں حضور ﷺ پر فوج کشی کی تھی وہ قبل از اسلام دوران ایام جنگ گرفتار ہو گیا۔ حضور ﷺ نے نہایت مہربانی سے اس سے کلام فرمایا:

وَنَحْكَ يَا أَبَا سُفْيَانَ أَلَمْ يَأْنِ لَكَ أَنْ تَعْلَمَ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

”افسوس! ابوسفیان ابھی وقت نہیں ہوا کہ تم اتنی بات سمجھ جاؤ کہ اللہ کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔“

ابوسفیان بولا:

يَا بِي أَنْتَ وَ أُمِّي مَا أَحْلَمْتُكَ وَ أَوْصَلْتُكَ وَ أَكْرَمْتُكَ.

”میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان آپ کتنے برباد کرتے قربت کا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دشمنوں پر غفور و کرم کرنے والے ہیں۔“^[۳]

۵ زینب بنت الحارث بن سلام خیبر کی یہودیہ نے گوشت میں زہر ڈال کر حضور ﷺ کو کھلایا، اس نے اقبال جرم بھی کر لیا، نبی ﷺ نے پھر بھی اسے معاف فرما دیا۔^[۴]

زہد فی الدنیا

واقعات زہد کے بیان میں میں نے اس زمانہ کے حالات کو لیا ہے، جب نبی ﷺ کا حکم تام عرب میں نافذ تھا۔ جب بحرین سے جیش تک حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا جاتا تھا تا کہ معلوم ہو جائے کہ نبی ﷺ کا زہد اضطرابی نہ تھا بلکہ اختیاری تھا۔ اس کا سبب

[۱] رواہ البیہقی مفصلاً۔ کتاب الظفا میں: 45، واضح ہو کہ وزن صاع ہمارے 80 روپے تو کہیر کے حساب سے دو ہیر ساڑھے تین چھٹا تک کا ہوتا ہے۔ یہی واقعہ ابن سعد کے اسلام کا موجب ہوا۔ اس نے سنا تھا کہ نبی موعود کا علم ہر جہالت پر سابق ہوگا اور شدت جہل اس کے علم کی افزائی کا سبب ہوگی۔ اسی جیشین کوئی کی آزمائش کے لیے اس نے یہ حرکات کی جیس کثر اعمال: 15050، مستدرک حاکم: 2237، مجمع الروا: 239/8، بیہقی: 52/6 [۲] مسلم: 4679، ابوداؤد: 2688، ترمذی: 3264، احمد: 124/3 [۳] کثر اعمال: 1436، مجمع اللیبر للطبرانی: 7264، الظفا: 229/1، مناقب الصفا: 18، مجمع الروا: 166/6 [۴] بخاری: 5777، 2617

لا چاری نہ تھا بلکہ فطری سبک روحی کہ علائق مادی سے پیوستگی پسند بھی نہ کر سکتے تھے۔
 (۱) ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ نے کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا اور کبھی فاقہ کا شکوہ کسی سے نہیں فرمایا۔ ناداری حضور ﷺ کو غشی سے زیادہ پیاری تھی۔ کبھی ایسا ہوتا کہ بھوک کی وجہ سے رات بھر نیند نہیں آئی مگر اگلے دن کاروزہ پھر رکھ لیتے تھے۔ اگر حضور چاہتے تو اللہ تعالیٰ خزائن ارض کی کنجیاں اور ثمرات و تسخعات کی زندگی کی افزائشیں سب ہی عطا فرما دیتا۔

میں حضور ﷺ کی فاقہ کی حالت دیکھ کر رو پڑا کرتی، اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے پیٹ پر پھیرا کرتی (کہ فاقہ کیسا دہب گیا ہے) اور کہا کرتی، واری جاؤں، دنیا میں سے اتنا ہی قبول کر لیجئے جو جسمانی طاقت کو قائم رکھنے کو کافی ہو تو جواب میں فرمادیتے۔
 يَا عَائِشَةُ مَا لِي وَالْدُّنْيَا أَخْوَانِي مِنْ أَوْلَى الْعَزْمِ مِنَ الرَّسْلِ صَبْرًا وَعَلَى مَا هُوَ أَشَدُّ مِنْ هَذَا فَمَضُوا عَلَيَّ حَالِهِمْ فَقَدَّمُوا عَلَيَّ رَيْبِهِمْ فَكَرَمَ مَا بَيْنَهُمْ وَأَجْزَلَ ثَوَابِهِمْ فَأَجِدُنِي أَسْتَحْيِي أَنْ تَرَ قَهْتُ فِي مَعِيشَتِي أَنْ يَقْصُرُ لِي عَدَاؤُهُمْ وَمَا مِنْ شَيْءٍ هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ اللَّحْوِ قِي يَا خَوَانِي وَأَخِيْلَانِي (۱)
 ”عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے دنیا سے کیا کام، میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ حالت پر صبر کیا کرتے تھے۔ وہ اسی چال پر چلے اور اللہ کے سامنے گئے اللہ نے ان کو اکرام کیا اور ان کو پورا پورا ثواب دیا۔ اب اگر میں آسودگی کی زندگی کو پسند کرتا ہوں تو مجھے یہ بھی شرم آتی ہے کہ کل کو ان سے کم رہ جاؤں۔ دیکھو مجھے تو جو چیز سب سے زیادہ پیاری ہے وہ یہ ہے کہ اپنے بھائیوں اور خلیوں سے جا ملوں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس گفتگو کے بعد حضور صرف ایک ہی مہینہ تک رونق افروز عالم رہے اور پھر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔
 اللَّهُمَّ وَاجِبِي الْمَدْحُورَاتِ وَبَارِيءِ الْمَسْمُوكَاتِ وَجَبَّارِ الْقُلُوبِ عَلَيَّ فِطْرَتِيهَا شَقِيَّتِيهَا وَمَسْعِدَهَا اجْعَلْ سِرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَاصِي بَرَكَاتِكَ وَرَاقَةَ تَحَنُّنِكَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الْخَاتَمِ لِمَا سَبَقَ وَالْفَاتِحِ لِمَا أُغْلِقُ وَالْمُعَلِّينِ الْحَقِّ بِالْحَقِّ وَالِدَّامِعِ لِحَبِشَاتِ الْإِبْطِيلِ كَمَا حَبَّلَ فَاضْطَلَعَ بِأَمْرِكَ لِطَاعَتِكَ مُسْتَوْفِرًا فِي مَرْضَاتِكَ بِغَيْرِ نَكَلٍ عَنْ قَدَمٍ وَلَا وَهْنٍ فِي عَزْمٍ دَاعِيًا لَوْ حَبِكَ حَافِظًا لِعَهْدِكَ مَا حَبَسَا عَلَيَّ نَفَاذِ أَمْرِكَ حَتَّى أُوْرِي قَبْسًا لِقَابِسِ آلاءِ اللَّهِ تَصِلُ بِأَهْلِهِ أَسْبَابَهُ بِهِ هُدَيْتِ الْقُلُوبَ بَعْدَ خَوْصَاتِ الْفِتَنِ وَالْإِثْمِ وَأَبْهَجُ مَوْضِعَاتِ الْأَعْلَامِ وَمُنِيرَاتِ الْإِسْلَامِ وَتَائِيْرَاتِ الْأَحْكَامِ فَهَوَّ أَمِينُكَ الْمَأْمُونُ وَخَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُونُ وَشَهِيدُكَ يَوْمَ الدِّينِ وَبَعِيْثُكَ نِعْمَةً وَرَسُولُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً (۲)
 ”اے مبسوطات کے پھیلانے والے اے مرفوعات کو بلند کرنے والے، اے شقی و سعید کے دلوں کو ان کی فطرت پر درست کرنے والے، اے بزرگ ترین درود اور ترقی کرنے والی برکتوں اور مہربانی سے بھری ہوئی محبت کو محمد ﷺ پر نازل فرما، وہ تیرا بندہ، تیرا رسول، نبوت کا خاتم اور بند دروازوں کا قاتح۔ وہ حق کا حق کے ساتھ اعلان کرنے والا، وہ بطلان کی فوجوں کو کچل دینے والا، ذمہ داریوں کو پورا کرنے والا، وہ جس نے ذرا سی اغزش قدم یا ذرا سی سستی عزم کے بغیر تیرے حکم پر تیری اطاعت میں قیام کیا اور تیری خوشنودی کو پورا کیا۔ وہ تیری وحی کا محافظ، تیرے عہد کا نگہبان، وہ

(۱) کتاب الشفاء، 63، اخلاق، 268: 3
 (۲) الحزب الاظم منزل الساس

تیرے حکم کے نفاذ کا دلدادہ، وہ جس نے راہِ گمراہوں کے لیے سر راہِ مشعلِ جلائی (جس کے اسبابِ بفضلِ الہی ان لوگوں کو مل جاتے ہیں) وہی محمد ﷺ جس کے سبب سے ان دلوں کو جو کفر و گناہ میں غوطے کھا رہے تھے، نجات ملی، وہ جس کی وجہ سے روشن دلائل کے جھنڈے نمایاں ہوئے۔ ضیائے اسلام چمکی اور نورانی احکام کی روشنی پڑی۔ وہ امین و مامون، وہ تیرے علم مخزن کا خزینہ دار، وہ قیامت کے دن تیرا گواہ، وہ تیری نعمت کا اٹھایا ہوا اور تیری رحمت کا فرستادہ، وہ سچا رسول ﷺ۔“

۲) علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کی سنت (طریقہ) کیا ہے: فرمایا:

- | | | |
|---|----------------------------------|--------------------------------------|
| □ | الْمَعْرِفَةُ وَأَسُّ مَالِي | میرا اس المال (اصل سرمایہ) معرفت ہے۔ |
| □ | وَالْعَقْلُ أَصْلُ دِينِي | میرے دین کی بنیاد عقل پر ہے۔ |
| □ | وَالْحُبُّ أَسَاسِي | میری بنیاد محبت ہے۔ |
| □ | وَالشُّوقُ مَوَكِّبِي | میری سواری شوق ہے۔ |
| □ | وَذِكْرُ اللَّهِ إِلَيَّ | میرا نہیں ذکر الہی ہے۔ |
| □ | وَالثِّقَةُ كُنْزِي | میرا خزانہ اعتماد علی اللہ ہے۔ |
| □ | وَالْحُزْنُ رَفِيقِي | میرا ساتھی غم دل ہے۔ |
| □ | وَالْعِلْمُ سَلَاحِي | میرا ہتھیار علم ہے۔ |
| □ | وَالصَّبْرُ رِدَائِي | میرا لباس صبر ہے۔ |
| □ | وَالرِّضَاءُ غَيْمَتِي | میرا مالِ نغمیت رضائے سبحانی ہے۔ |
| □ | وَالعِجْرُ فَخْرِي | میرا فخرِ عجزِ بدرگاہِ ربانی ہے۔ |
| □ | وَالزُّهْدُ حِرْقِي | میرا پیشہ زہد ہے۔ |
| □ | وَالْيَقِينُ قُوَّتِي | میری خوراک یقین ہے۔ |
| □ | وَالصَّدَقُ شَفِيعِي | میرا شفیعِ صدق ہے۔ |
| □ | وَالطَّاعَةُ حَسْبِي | میرا اندوختہ طاعتِ الہی ہے۔ |
| □ | وَالجِهَادُ خُلُقِي | میرا خلقِ جہاد ہے۔ |
| □ | وَقُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ | میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ |

عام اخلاق

۱) ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شہادت نبی ﷺ کی نبوت سے پیشتر کے اخلاق کی بابت برہنہ پانزدہ (15) سالہ تجربہ یہ ہے:

- إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحْمَ آپ قرابتوں سے سلوک کرنے والے ہیں۔

- وَتَحْمِيلُ الْكَلِّ در ماندوں کو سواری دینے والے
- وَتَكْسِيبُ الْمَعْدُومِ ناداروں کو سرمایہ دینے والے
- وَتَقْرَى الضَّيْفَ مہمانوں کی خدمت کرنے والے
- وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ مصیبت زدوں کی اعانت فرمانے والے

②) بتاتی ہے ابوقادہ سے روایت ہے کہ نباشی کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو نبی ﷺ بہ نفس نفیس ان کی آسائش کا اہتمام فرماتے تھے۔ صحابہ نے عرض کی کہ خدمت کے لیے ہم حاضر ہیں۔ فرمایا ہاں! مگر انہیں کاناوا لاصحابنا مکر مین وانہی احب ان اکافیہم ان لوگوں نے حبش میں میرے صحابہ کی عزت کی تھی، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ خود ہی ان کی ضرورت کو پورا کروں۔ ③

③) انس بن مالک رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے دس (10) سال نبی ﷺ کی خدمت کی۔ اس عرصہ کے دوران مجھے کبھی ہشت تک نہیں کی۔ میں نے کوئی کام کر لیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیوں کیا؟ کوئی کام نہ کیا تو یہ نہ پوچھا کہ کیوں نہ کیا۔ ④

حضور ﷺ نے مجھے ایک کام کے لیے فرمایا، میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا، میرے دل میں یہ تھا کہ میں جاؤں گا، میں وہاں سے نکلا تو لڑکوں کے ساتھ کھیل میں لگ گیا۔ (آقا ز خدمت کے وقت حضرت انس کی عمر 8 سال کی تھی) نبی ﷺ بھی وہاں آ گئے۔ میری گردن پر ہاتھ رکھا۔ میں نے لوٹ کر دیکھا تو حضور ﷺ ہنس رہے تھے اور فرمایا پیارے انس! اب تو اس کام کو جاؤ۔ میں نے عرض کیا: ہاں، میں اب جاتا ہوں۔ ④

④) نبی ﷺ کثیر السکوت تھے۔ بلا ضرورت نہیں بولا کرتے تھے۔ جب بولتے تھے تو بات کا کوئی ضروری جز باقی نہ رہ جاتا تھا اور کوئی فضول لفظ استعمال نہ ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کی مجلس حلم و حیا اور خیر و امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ تبسم ہی حضور ﷺ کا ہنستا تھا۔ اصحاب بھی حضور ﷺ کے سامنے تبسم ہی پر اکتفا کرتے تھے۔ ⑤ حضور ﷺ کی راست گوئی ایسی مسلمہ تھی کہ نضر بن حارث جیسا جانی دشمن ایک دن قریش سے کہنے لگا کہ محمد ﷺ بچپن ہی سے تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ، سب سے زیادہ سچا۔ سب سے بڑھ کر امانت دار مانا جاتا تھا۔ اب جو اس کی داڑھی کے بال پک گئے اور اس نے اپنی تعلیم تمہارے سامنے پیش کی تو تم نے کہہ دیا کہ وہ ساحر ہے، نہیں، نہیں، اللہ کی قسم! وہ ساحر تو نہیں ہے۔ ⑥

المختصر اس بحرنا پیدا کنار کی شنوری مجال ہے اور خلاصۃ المقال یہ ہے کہ کیا ایسے اخلاق فاضلہ کا ہادی ایسے محاسن جلیلہ کا مالک، ایسے اشراف اقوال کا صاحب، ایسے جمیل السجایا کا متحمل ایسا ہے کہ اس سے محبت کی جائے؟ یا ایسا ہے کہ اس سے محبت نہ کی جائے؟ میں تو زور سے کہوں گا کہ جو کوئی بھی ایسا محمد ﷺ ایسے ستودہ، ایسے محمودہ، ایسے وجود باوجود ایسے مصطفیٰ، ایسے برگزیدہ سے محبت نہیں کرتا، وہ فی الحقیقت ان جملہ اخلاق و صفات سے محبت نہیں رکھتا اور اس لیے وہ خود بھی ان اخلاق و صفات سے متصف ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اعاذنا اللہ منہا۔!

آ ۱۶: ہم تو محبت کریں اور محبت کرنا ان سے سیکھیں، جن کو اللہ نے خود اپنے پیارے کی محبت و صحبت کے لیے چن لیا تھا۔

① بخاری: 4956، مسلم: 253، 160، 233، 232/6، ② دلائل النبوة: 307/2، تحف السعاده: 102/7، الفقیہ والحدیث: 118/2، ③ بخاری: 6038، مسلم: 2309، ترمذی: 2015، اشعائل: 345، ④ مسلم: 2310، 2309، ترمذی: 2015، اشعائل: 346، ⑤ شفاء: 11، ⑥ الشفاء: 60

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ محبت ہی ادب و توقیر رکھاتی ہے اور محبت ہی اتباع و اطاعت پر آمادہ کرتی ہے، تعظیم وہی ہے جس کا منشا محبت ہو اور اکرام وہی اکرام ہے جس کا مبداء محبت ہو۔

[5] عروہ بن مسعود ثقفی کو قریش نے صلح حدیبیہ سے پیشتر اپنا سفیر بنا کر حضور عالی ﷺ میں روانہ کیا تھا، اسے سمجھایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے حالات کو ذرا غور سے دیکھے اور قوم کو آ کر بتائے۔ عروہ نے دیکھا کہ نبی ﷺ وضو کرتے ہیں تو بقیہ آب وضو پر صحابہ یوں گرے پڑتے ہیں گویا بھی لڑ پڑیں گے۔ حضور ﷺ کے لعاب و فیروہ کو زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہی روک لیا جاتا ہے، جسے وہ منہ پر مل لیتے ہیں۔ حضور ﷺ کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے سب دوڑے پھرتے ہیں۔ حضور ﷺ کچھ بولتے ہیں تو سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ تعظیم کا یہ حال دیکھ کر حضور ﷺ کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ عروہ نے یہ سب کچھ دیکھا اور قوم سے آ کر بیان کیا۔ لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا اور قیصر کا دربار بھی۔ نجاشی کا دربار بھی دیکھا، مگر اصحاب محمد بنی ﷺ جو تعظیم محمد ﷺ کی کرتے ہیں وہ تو کسی بادشاہ کو بھی اپنے دربار اور ملک میں حاصل نہیں۔ [1]

[6] زید بن وہب رضی اللہ عنہما کو کفار نے پکڑ لیا اور قریش نے قتل کے لیے ان سے خرید لیا تھا۔ جب ان کو سولی دینے کے لیے چلے تو ابوسفیان بن حرب نے اس سے کہا: زید تجھے اللہ ہی کی قسم تم چاہتے ہو؟ کہ محمد ﷺ کو پھانسی دی جاتی اور تم اپنے گھر میں آرام سے ہوتے۔ زید رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ کی قسم میں تو یہ نہیں چاہتا کہ میری رہائی کے بدلے نبی ﷺ کے پائے مبارک میں اپنے گھر کے اندر بھی کاٹا لگے۔

ابوسفیان حیران رہ گیا اور یوں کہا کہ میں نے تو کسی کو بھی نہ دیکھا جو دوسرے شخص سے ایسی محبت رکھتا ہو، جیسے اصحاب محمد بنی ﷺ کو محمد ﷺ سے ہے۔

[7] عبید اللہ بن یزید رضی اللہ عنہما صحابی کا ذکر ہے، انھوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ مجھے اہل و مال سے زیادہ پیارے ہیں، جب حضور ﷺ مجھے یاد آتے ہیں تو میں گھر میں ننگ نہیں سکتا۔ آتا ہوں اور حضور ﷺ کو دیکھ کر تسلی پاتا ہوں، مگر میں اپنی موت اور حضور ﷺ کی موت کا تصور کر کے کہا کرتا ہوں کہ حضور ﷺ تو فر دوس برس میں انبیاء کے درجہ بلند پر ہوں گے۔ میں اگر بہشت میں پہنچا بھی تو کسی ادنیٰ مقام میں ہوں گا اور وہاں حضور ﷺ کا دیدار نہ پاسکوں گا۔

نبی ﷺ نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی اور اس کے قلب کو سکینہ عطا فرمایا:

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾ [4: النساء: 69]

”جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ کا انعام ہوا۔“

ایک اور صحابی کا ذکر ہے۔ وہ نبی ﷺ خدمت میں آتے تو حضور ﷺ ہی کی جانب تاک لگائے دیکھتے رہتے۔ نبی ﷺ نے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ وہ بولے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا ہی میں اس دیدار کی بہار لوٹ لوں، آخرت میں حضور ﷺ کے مقام رفیع تک تو ہماری رسائی نہ ہوگی۔ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آیت بالا (وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ) کو نازل فرمایا۔ [2]

نبی ﷺ نے حدیث انس رضی اللہ عنہما میں صاف ہی فرمادیا۔

مَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ [3] ”جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے، وہ میرے ساتھ ہوگا۔“

[1] تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر: 3/145

[2] تفسیر طبری: 8/235

[3] بخاری: 4328, 189

اس حدیث کی ابتدا میں ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے فرمایا اگر تو ایسی صبح وشام میں زندگی بسر کرتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کا کینہ نہ ہو، تو ضرور ایسا ہی کر۔ پھر فرمایا، یہی میری روش ہے۔ جس نے میری روش کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی۔^[1]
جنگ احد کا ذکر ہے۔ ایک عورت کا بیٹا، بھائی، شوہر قتل ہو گئے تھے۔ وہ مدینہ سے نکل کر میدان جنگ میں آئی۔ اس نے پوچھا کہ نبی ﷺ کیسے ہیں۔ لوگوں نے کہا: بھرا اللہ وہ تو بخیریت ہیں۔ جیسا کہ تو چاہتی ہے۔ بولی نہیں، مجھے دکھا دو کہ حضور ﷺ کو دیکھ لوں۔ جب اس کی نگاہ چہرہ مبارک پر پڑی تو وہ جوش دل سے بول اٹھی۔ کُلُّ مُصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ، آپ زندہ ہیں تو اب ہر مصیبت کی برداشت آسان ہے۔^[2]

عبداللہ بن ابی ریحس المناقین تھا اور اس کا فرزند عبداللہ صادقین میں سے تھا، اس نے نبی ﷺ سے گزارش کی کہ تُوَسِّئْتُ لَكَ تَيْبَتٌ بِرَأْسِهِ اَگر حضور ﷺ چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر لے آؤں۔ نبی ﷺ نے انکار کر دیا۔^[3]
عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مجھے کوئی بھی پیارا نہ تھا مگر میرے دل میں حضور ﷺ کا جلال اس قدر تھا کہ میں آنکھ بھر کر حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی ﷺ کے اصحاب مہاجرین و انصار بیٹھے ہوتے۔ ان میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے۔ حضور ہاہر تشریف لاتے تو کوئی بھی حضور ﷺ کی جانب نگاہ بلند نہ کرتا۔ ہاں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما دیکھا کرتے حضور ﷺ ان کو دیکھا کرتے۔ حضور ﷺ بھی تبسم فرماتے اور وہ بھی تبسم فرماتے ہوتے تھے۔ نبی ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ قریش نے کہا تم بیت الحرام میں آگے ہو۔ طواف تو کر لو۔ انھوں نے جواب دیا کہ نبی ﷺ سے پیشتر میں کبھی طواف نہ کروں گا۔
علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمہاری محبت کیسی ہوتی تھی۔ فرمایا بخدا! نبی ﷺ ہم کو مال و اولاد سے، فرزند و مادر سے زیادہ محبوب اور اس سے زیادہ پیارے تھے، جیسا شخص خدا پانی پیاسے کو ہوتا ہے۔^[4]

جذبات محبت کو دیکھنا ہو!

تو اس وقت دیکھ جب کوئی صحابی نبی ﷺ کا ذکر کرتا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَ لَا مَبْسُتٌ خَرًّا وَ لَا حَوْبَرًا وَ لَا شَيْئًا كَانَ الْيَتِيمُ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَ لَا شَمَمْتُ مِنْ سَكَا قَطُّ وَ لَا عِطْرًا كَانَ أَطْيَبُ مِنْ عَرُوقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔^[5]

رسول اللہ ﷺ خوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ میں نے ریشم کا دبیز یا باریک کپڑا یا کوئی اور شے ایسی نہیں چھوئی جو نبی ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ میں نے کبھی کوئی کستوری یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی ﷺ کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والا ہو۔

[1] رواہ الترمذی [2] زرقانی جلد 6 ص 290 یہ خاتون بلند پایہ محدثہ و محدثہ عمر بن الجموح انصاریہ ہیں۔ (محمد سلیمان) [3] اسد الغابہ 297/3 [4] یہ مثال عرب جیسے ملک میں بخربنی کھج میں آسکتی ہے، جہاں پانی نہ ملنے سے بیبیوں اشخاص ہنگاموں میں مرجاتے ہیں [5] شامل ترمذی صحیحین میں عطری جگہ نمبرہ اور عرق کی جگہ رکھ ہے۔

جابر بن سرہ جیؓ سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا نبی ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا چمکیلا تھا تو بول اٹھے:

لَا بَلُّ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ ①

”نہیں، نہیں حضور ﷺ کا چہرہ تو آفتاب و مہتاب جیسا تھا۔“

انس جیؓ کہتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ كَانَ عَرْفُهُ اللَّوْلُو ②

”نبی ﷺ کا رنگ سفید روشن تھا۔ پسند کی بوند حضور ﷺ کے چہرہ پر ایسی نظر آتی تھی، جیسے موتی۔“

جابر بن سرہ جیؓ کہتے ہیں نبی ﷺ مسجد سے نکل کر گھر کو چلے تو بچوں نے حضور ﷺ کو گھیر لیا۔ حضور ﷺ ہر ایک کو پیار دیتے، اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ میرے رخسار پر بھی حضور ﷺ نے ہاتھ رکھا۔ مجھے ٹھنڈک سی پڑ گئی اور ایسی خوشبو آئی، گویا وہ ہاتھ ابھی جوئے عطار سے نکالا گیا تھا۔ ③ علی مرتضیٰ جیؓ فرماتے ہیں۔

مَنْ رَأَاهُ بَدِيهَةً هَابَةً وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ يَقُولُ نَاعِيَةً لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ ④

”جو کوئی یکا یک حضور ﷺ کے سامنے آ جاتا وہ دہل جاتا، جو پہچان کر پاس آئیٹھتا وہ شیدا ہو جاتا۔ دیکھنے والا کہا کرتا کہ میں نے حضور ﷺ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا پیچھے نہیں دیکھا۔“

ربیع بنت معوذ جیؓ صحابیہ ہیں۔ ان سے عمار بن یاسر کے پوتے نے کہا کہ نبی ﷺ کا کچھ حلیہ بیان فرمائیے، انھوں نے فرمایا:

لَوْ رَأَيْتَهُ رَأَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً ⑤

اگر حضور ﷺ کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج نکل آیا:

جابر بن سرہ جیؓ کہتے ہیں، چاند رات تھی، نبی ﷺ حله حراء اوڑھے لیٹ رہے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا، کبھی

حضور ﷺ پر نگاہ ڈالتا تھا۔

فَإِذَا هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي مِنَ الْقَمَرِ ⑥

بالآخر میں نے تو یہی سمجھا کہ حضور ﷺ چاند سے زیادہ خوشنما ہیں۔

اس روایت کا لفظ عِنْدِي عجیب طور پر لذت دید اور ذوق نظارہ کو ظاہر کر رہا ہے۔

وہی چہرہ جس کے دیدار سے جابر جیؓ کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں، عبد اللہ بن سلام جیؓ کے قلب کو منور کرتا ہے۔ حدیث

ترمذی میں ہے، حضرت عبد اللہ جیؓ کہتے ہیں، میں آپ کو دیکھنے گیا تھا: فَلَمَّا اسْتَبَيَّنْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ

كَذَّابٍ، یعنی مجھے تو چہرہ نظر آتے ہی عرفان ہو گیا کہ جھوٹے میں یہ بات کہاں؟

ام سلیم جیؓ جو انس بن مالک جیؓ کی والدہ ہیں، ایک نیک مائی ہیں۔ نبی ﷺ کبھی کبھی دو پہر کو ان کے گھر سوتے، بستر

چمڑے کا تھا۔ حضور ﷺ کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا۔ ام سلیم جیؓ پسینے کی بوندوں کو جمع کر لیتیں اور شیشی میں بہ احتیاط رکھ لیتی تھیں۔

① بخاری: 3552، داری: 64، احمد: 281/4 ② بخاری: 3561، مسلم: 2330، داری: 61 ③ بخاری: 3553، مسلم: 6052، مشکوٰۃ: 5789

④ ترمذی: 3647، شاہک ترمذی: 7، دلائل النبوة: 269/1 ⑤ بخاری: 60، مجمع الزوائد: 280/8 ⑥ اشعائل للترمذی: 10، داری: 57، ترمذی: 2811

نبی ﷺ نے ان کو ایسا کرتے دیکھا تو پوچھا تو انھوں نے کہا:

عَرَفْتُكَ نَجْعَلُهُ فِي طِينِنَا وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطَّيِّبِ ۝

”یہ حضور ﷺ کا پینہ ہے۔ ہم اسے عطر میں ملا لیں گی اور یہ تو سب عطروں سے بڑھ کر عطر ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایام خلافت میں رات کو گشت کے لیے نکلے، سنا کہ ایک عورت دھنک رہی ہے اور یہ اشعار پڑھ رہی ہے۔

عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى صَلَاتُهُ عَلَى الطَّيِّبُونَ الْأَخْيَارِ

قَدْ كَانَ قَوْمًا بَغَى بِالْأَسْحَارِ يَأْتِيَتْ شِعْرِي وَالْمَنَابِيا اَطْوَارِ

هَلْ تَجْمَعُنِي وَحِيَّي السَّادِ

محمد ﷺ پر ابرار کے درود اس پر طیوں و اخیار درود پڑھ رہے ہیں وہ تو راتوں کو جاگنے والے، سحر کو رونے والے تھے۔ موت

تو بہتری طرح آتی ہے۔ کاش! مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد بھی مجھے حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہما وہ ہیں بیٹھ گئے، روتے رہے اور چند دن تک صاحب فراش رہے۔

مجھے جذبات محبت کا دکھانا مقصود ہے۔

ذرا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما کے ان چند اشعار کو دیکھو جو وفات نبوی ﷺ پر ہیں۔

حِينَا يَفِيكَ الصَّرْبَ لَهْفِي لَيْتَنِي

أَقْبِمُ بَعْدَكَ بِالْمَدِينَةِ بَيْنَهُمْ

فَظَلْتُ بَعْدَ وَفَاتِهِ مَتَلَدًّا

أَوْحَلْ أَمْرًا لَللَّهِ فِينَا عَاجِلًا

فَنَقُومُ مَسَاعِنًا فَنَلْقَى طَيْبًا

وَاللَّهُ أَسْمَعُ مَا حَيَّتْ بِهَالِكِ

صَلَى اللّٰهُ وَمَنْ يَحْفَ بِعَرْشِهِ

عَيْبَتْ قَبْلَكَ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ

يَا لَهْفٍ نَفْسِي لَيْتَنِي لِمَ أَوْلِدُ

يَا لَيْتَنِي أُسْقِيَتْ مِمَّ الْأَسْوَدِ

مَنْ يَوْمَنَا فِي رُوحَةٍ أَوْ فِي عَدِ

مَحْضًا ضَرَابِهِ، كَرِيمِ الْمَحْتَدِ

الْأُبْكِيَتْ عَلَيَّ النَّبِيُّ مُحَمَّدِ

وَالطَّيِّبُونَ عَلَيَّ الْمَبَارِكِ أَحْمَدِ

”جب مٹی نے آپ کو چھپایا تو مجھے دریغ آتا تھا کہ میں کیوں اس سے بیشتر قبر میں نہیں جا چکا تھا کہ اب میں حضور ﷺ کے

بعد مدینہ میں لوگوں کے اندر بھی بیٹھا کروں گا۔ ہائے افسوس! میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ میں تو وفات نبی ﷺ کے بعد از ہوش رفتہ بن

گیا ہوں۔ کاش! کوئی کالا سانپ آئے، مجھے ڈس جائے۔ یا الہی! آج ہی یا کل ہی تک موت آجائے یا قیامت ہی کھڑی ہو جائے کہ ہم

طیب پاک، کریم انفس، جمیل العظیم نبی ﷺ سے جا ملیں۔ اللہ خوب سنتا ہے، میں تو جب تک زندہ رہوں گا محمد نبی ﷺ پر روتا ہی

رہوں گا۔ اللہ اور حاملان عرش اور سب طیب لوگ احمد ﷺ پر درود بھیجیں۔“

صحابہ جنی اللہ سمجھے ہوئے تھے کہ محبت صرف ایمائے لفظی سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔ وودو الغفور نے بھی ان لوگوں کو جو محبت اللہ

کا دعویٰ رکھتے تھے۔ صاف طور پر فرما دیا تھا۔

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي ﴾ اگر اللہ سے محبت ہے تو رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرو۔ اس لیے صحابہ نے اتباع رسول ﷺ میں وہ وہ کام کیے جو ہزاروں سال تک اسلام کی صداقت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلوص اور محبت النبی ﷺ کے صحیح معنی کے مفہوم ظاہر کرتے رہیں گے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کا ادب اور توقیر و تعظیم کیوں کر کیا کرتے تھے۔ مغیرہ کی روایت میں ہے کہ اگر کسی صحابی کو حضور ﷺ کے درد و دل پر دست کی بھی ضرورت پڑا کرتی تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کو کھٹکھٹایا کرتا تھا۔ کوئی صحابی حضور ﷺ کے سامنے ایسی آواز سے نہ بولتا کہ اس کی آواز حضور ﷺ کی آواز سے اونچی ہوتی۔ اس ادب کی تعلیم خود رب برتر نے دی تھی۔

﴿ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﴾ [1:49: الحجرات:2]

”لوگو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔“

ائمہ اعلام اس حکم کو دوام کے لیے قرار دیتے ہیں۔ حدیث نبوی صوت النبی ﷺ ہے۔ حدیث پاک کے ہوتے ہوئے اپنی قائل و قیل کو پیش کرنا یا اپنی رائے اور سمجھ کو شامل کرنا صوت النبی ﷺ پر اپنی صوت کو بلند کرنا ہے۔ نبی ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح بھی فرمائی ہے، جو ان آداب کی پابندی کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَعْضُونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى ﴾

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں، یہ وہی ہیں جن کے دلوں کا امتحان خدا تعالیٰ نے

تقویٰ میں لیا ہے۔ [1:49: الحجرات:3]

پس محبت النبی ﷺ کی ایک علامت ہمارے لیے یہ ہے کہ حضور ﷺ کے کلام اور فرمودہ کی عزت ہمارے دلوں میں ہو اور جب کوئی حکم صحیح طور پر نبی معصوم سے جس کی اطاعت اللہ نے ہم پر فرض کی ہے۔ ہم کو مل جائے اس وقت اس کی قبولیت اور تعمیل میں ہم کو ذرا تاامل اور عذر باقی نہ رہے۔

محبت النبی ﷺ کی ایک علامت یہ ہے کہ حضور ﷺ کا ذکر خیر زبان پر اکثر جاری رہے۔ حدیث پاک ہے:

مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرِهِ. [1]

”جس کسی کو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے وہ اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔“

محبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک علامت یہ ہے کہ آل نبی ﷺ کے ساتھ سچے دل اور شفاف قلب سے محبت ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات میں ہے کہ جب وہ صحابہ کے روزینے مقرر کرنے لگے تھے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اپنے فرزند) کا روزینہ تین ہزار (3000) مقرر کیا اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا تین ہزار پانچ سو (3500) سالانہ۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اسامہ رضی اللہ عنہ کو کون سی فضیلت حاصل ہے، وہ کسی غزوہ میں میری طرح حاضر نہیں رہا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کا باپ تیرے باپ سے اور

وہ خود تجھ سے رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیارے تھے، اس لیے میں نے اپنے پیارے پر نبی ﷺ کے پیارے کو ترجیح دی ہے۔ [1]
 امامین شہیدین حسین علیہ السلام اور ان کے ابویں پھلوں کی محبت عین محبت النبی ﷺ ہے۔ [2] ان کے فضائل یاد رکھنا، بیان کرنا،
 ان کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنا عین محبت نبوی ﷺ ہے۔
 مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سے جن کے اوصاف قرآن مجید و احادیث پاک میں بہ کثرت موجود ہیں۔ محبت رکھنا محبت
 النبی ﷺ ہے۔ اتباع صحابہ رضی اللہ عنہم اور متابعت سنت خلفاء عین محبت النبی ﷺ ہے۔ اس بحث کی تکمیل ان شاء اللہ جلد ثالث میں کی
 جائے گی۔

اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَ حُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنَا إِلَى حُبِّكَ۔



صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ
 سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ
 وَ مَوْلَانَا

[1] ترمذی: 3813، کتاب الخراج ابو یوسف: 24، 25 [2] ترمذی: 3783، 3789، کنز العمال: 34280

﴿وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ﴾ [نہ:5]

واقعات سیرت کو قلم بند کرتے وقت بڑے بڑے فاضل مصنف واقعات کو یوم و تاریخ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ کبھی دن صحیح ہوتا ہے تو تاریخ غلط ہوتی ہے۔ کبھی تاریخ صحیح ہوتی ہے تو دن غلط۔ اس لیے سن ہجری کے متعلق مختصر طور پر لکھا جاتا ہے تاکہ صحیح تطبیق ایام و تواریخ ہجری کے لیے کارآمد ہو۔ اس بارے میں تمام محث جو موجب طوالت اور ہمارے موضوع سے زائد ہیں، چھوڑ دیے گئے ہیں۔

① سنہ ہجری

① یہ سنہ خالص قمری ہے۔ قمری ہجری سال 354 دن سے کم اور 355 دن سے زیادہ کا نہیں ہوتا۔ (یہ سنہ جو لین پیریز کے 1948439 دن گزرنے کے بعد شروع ہوا ہے)۔

② اہل بیت نے سنین قمری کو دور صغیر و کبیر پر تقسیم کیا ہے۔ 30 قمری کا دور صغیر اور (7) دور صغیر یعنی کہ 210 سال قمری کا دور کبیر ہوتا ہے۔ دور صغیر کے 30 سال میں سے 19 سال 354 دن کے اور 11 سال 355 دن کے ہوتے ہیں۔ (اور بلحاظ تعداد ایام ہر دور صغیر 10631 دن کا اور دور کبیر 74417 دن کا ہوتا ہے)۔

③ ہر دور صغیر دوسرے دور صغیر کے ساتھ مماثلت رکھتا ہے کہ جس ترتیب کے ساتھ پہلے دور صغیر میں قمری مہینے 29-29 یا 30-30 دن کے آئے تھے، اس سے ملحق دوسرے دور میں بھی سب قمری مہینے اسی ترتیب کے ساتھ 29-29 یا 30-30 دن کے آئیں گے اور پچھلے دور صغیر کے تمام سال اور مہینے اپنے سے پہلے دور کے برسوں اور مہینوں سے بالترتیب پانچ دن بعد شروع ہوا کرتے ہیں۔

④ دور کبیر کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلے دور کے برسوں اور مہینوں کے مطابق ہوتا ہے۔ یعنی برسوں اور مہینوں کے شروع ہونے کے دن اور ان کے دنوں کی تعداد بالترتیب بالکل وہی ہوتی ہے جو اس سے ماسبق دور میں تھی۔

⑤ دور صغیر 10631 دن کا اور دور کبیر 74417 دن کا ہوتا ہے۔

⑥ نقشہ مندرجہ ذیل میں 1ھ سے 1470ھ تک سالہائے ہجری کے شروع ہونے کا دن رویت عرب کے مطابق درج کیا گیا ہے اور 355 دن کے برسوں کو خطوط وحدانی میں دکھایا گیا ہے۔

غره سنہ ہجری کے دریافت کرنے کا قاعدہ

نقشہ مندرجہ ذیل سے کسی سال ہجری شروع ہونے کا دن معلوم کرنے کے لیے پہلے یہ دیکھیں کہ وہ سال 210 سے کم ہے یا زیادہ۔ اگر 210 سے کم ہے تو اسے 30 پر تقسیم کریں۔ اگر 210 سال سے زیادہ ہے تب اس کو 210 پر تقسیم کریں۔ جتنی بار تقسیم ہو اس ہندسہ کو خانہ (ب) میں اور جتنے سال بعد تقسیم باقی رہیں ان کو خانہ (الف) میں دیکھیں۔ خانہ (الف) کے ہندسہ کی سیدھ میں خانہ (ب) کے ہندسہ کے نیچے جو دن لکھا ہو اسے لے گا، اسی دن سے وہ سال ہجری شروع ہوگا۔

① سنہ ہجری کا پہلا دور کبیر 201ھ پر ختم ہوتا ہے اس میں 10 سال مہد نبوت کے ہیں باقی ماعدہ 200 سال وہ ہیں جو حدیث آیات بعد المائین کے ہیں۔

نقشہ غرہ سنین قمری از 1 ہجری تا 1470 ہجری

دور مائے 30 سالہ (ب)							سالہائے ہجری (الف)				
180	150	120	90	60	30	210	سالہائے ہجری				
یک شنبہ	جمعہ	چهار شنبہ	دو شنبہ	شنبه	پنجشنبه	شنبه	1	9	17	25	جدول ہجری کے مطابق
جمعہ	چهار شنبہ	دو شنبہ	شنبه	پنجشنبه	شنبه	2	10	18	26		
یک شنبہ	جمعہ	چهار شنبہ	دو شنبہ	شنبه	پنجشنبه	3	11	19	27		
شنبه	پنجشنبه	شنبه	یک شنبہ	جمعہ	چهار شنبہ	4	12	20	28		
پنجشنبه	شنبه	یک شنبہ	جمعہ	چهار شنبہ	دو شنبہ	5	13	21	29		
دو شنبہ	شنبه	پنجشنبه	شنبه	یک شنبہ	جمعہ	6	14	22			
شنبه	پنجشنبه	شنبه	یک شنبہ	جمعہ	چهار شنبہ	7	15	23			
چهار شنبہ	دو شنبہ	شنبه	پنجشنبه	شنبه	یک شنبہ	3	16	24	30		

سنین ہجری و عیسوی کی تواریخ و شہور کی مطابقت کے لیے ذیل میں جدول تعداد ایام سالہائے ہجری درج کی جارہی ہے۔ جب کسی سال ہجری کا غرہ اور اس کے مطابق عیسوی تاریخ ماہ و سنہ معلوم کرنا ہو تو جس قدر پورے سال ہجری گزر چکے ہوں ان ہجری سالوں کے دن جدول تعداد ایام سالہائے ہجری کے معلوم کر کے ان میں 227015 دن جمع کریں۔ مجموعہ ایام کے برابر دنوں کا شمار یکم جنوری 1 عیسوی یوم دو شنبہ سے بحساب جدید شمار کریں جیسا کہ سنہ عیسوی جدید کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ جس سال میں تاریخ عیسوی پر وہ دن ختم ہوں اسی تاریخ عیسوی کو سنہ مطلوب ہجری کا یکم محرم ہوگا۔

جدول تعداد ایام سالہائے ہجری			تعداد ایام عیسوی از یکم جنوری 1 یوم دو شنبہ تا آغاز یکم محرم سنین مندرجہ ذیل			جدول تعداد ایام سالہائے ہجری			تعداد ایام عیسوی از یکم جنوری 1 یوم دو شنبہ تا آغاز یکم محرم سنین مندرجہ ذیل		
میزان افزون ایام	تعداد ایام	سالہائے ہجری	میزان افزون ایام	تعداد ایام	سالہائے ہجری	میزان افزون ایام	تعداد ایام	سالہائے ہجری	میزان افزون ایام	تعداد ایام	سالہائے ہجری
5670	355	(16)	232330	354	10	1	227014				
6024	354	17	232658	709	355	2	227068				
6378	354	18	233039	1063	354	3	227723				
6733	355	(19)	233393	1417	354	4	228077				
7087	354	20	233748	1772	355	(5)	228431				
7442	355	(21)	234102	2126	354	6	228786				
7796	354	22	234457	2480	354	7	229142				
8150	354	23	234811	2835	355	(8)	229495				

8505	355	(24)	231565	3189	354	9	229850
8859	354	25	235520	3543	354	10	230204
9313	354	26	235874	3898	355	(11)	230558
9568	355	(27)	236228	4252	354	12	230913
9922	354	28		2607	355	(13)	231267
10276	354	29		4961	354	14	231622
10631	355	(30)		5315	354	15	231976

جدول دورہائے صغیر قمری مع تعداد ایام جدول دورہائے کبیر قمری مع تعداد ایام

تعداد ایام	تعداد سالہائے قمری	تعداد ایام	تعداد سالہائے قمری
148834	420	10631	30
		21212	60
223251	630	31893	90
297686	840	31893	90
372085	1050	42524	120
446502	1260	53155	150
520919	1470	23786	180
		24417	210

⑧ اسلام میں سنہ ہجری کا استعمال بعد خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جاری ہوا۔ یوم اثنیس 30 جمادی الثانی 17ھ جولائی 38ء علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے سنہ کا شمار واقعہ ہجرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے محرم کو اولین شہور مقرر کیا گیا۔

⑨ سن ہجری میں ایک عجیب فضیلت پائی جاتی ہے کہ وہ شروع سے حال تک اپنی صورت مجوزہ پر چلا آتا ہے جو دنیا کے مروجہ سنین میں غالباً کسی سنہ میں نہیں پائی جاتی۔

دوسری عجیب خصوصیت اس کی یہ ہے کہ یہ لحاظ تداول و استعمال بھی سنہ ہجری دنیا کے اکثر مروجہ سنین سے قدیم سنہ ہے۔ اگرچہ وہ اپنے اعداد کے لحاظ سے سنہ ہجری سے زیادہ پرانے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً یکم محرم 1ھ 6 جولائی 5335 جو لین کے مطابق:

⑩ جو لین پیریڈ کا سنہ بظاہر سنہ ہجری سے 5334 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، حقیقت میں یہ سنہ ہجری سے 989 سال بعد 1582ء میں وضع ہوا ہے۔

- ② سنہ عبرانی کے مطابق یکم محرم 1 ہجری کے دن 3۔ آب 4382 عبری تھا۔ اس لیے بظاہر سنہ عبرانی سنہ ہجری سے 4381 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر دراصل یہ سنہ 1582ء میں وضع ہوا ہے۔ ملاحظہ ہوا انسانیکلو پیڈیا برطانیکا۔
- ③ سنہ کل جگ سنہ ہجری سے 3723 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے مگر یورپین مورخ اور ہیبت دان تسلیم کرتے ہیں کہ یہ سنہ چوتھی صدی عیسوی میں وضع کیا گیا تھا۔ یعنی اپنے حساب سے 34 صدیوں کے گزرنے کے بعد اس کا نام عالم وجود میں لایا گیا تھا۔
- ④ سنہ سکندری سنہ ہجری سے 932 سال پہلے کا ہے، مگر اپنے موجودہ ہیبت میں نوزائیدہ ہے۔ کیونکہ یہ شروع میں کئی صدیوں تک قمری مہینوں پر چلتا رہا ہے اور اب اسے شمسی مہینوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔
- ⑤ سمت بروہٹہ کے مطابق یکم محرم 1ھ کے دن 26 ساون سمت 679 تھا، اس لیے بظاہر سمت بروہٹہ سنہ ہجری سے 678 سال پہلے کا معلوم ہوتا ہے، مگر ہندو اور یورپین محققین کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ سمت 898 بروہٹہ سب سے پہلا سال ہے جو سمت بروہٹہ کے نام سے موسوم ہوا چونکہ یکم بہار (طرہ اول) سمت 898 بروہٹہ 23 جمادی الاول 226ھ کے مطابق ہے۔ اس حساب سے سمت بروہٹہ سنہ ہجری سے 225 سال بعد شروع ہوتا ہے۔
- ⑥ تاریخی طور پر سنہ سب سے پہلی دفعہ 478 برطانیق 130ھ میں لکھا گیا تھا، دیکھئے کاسیکل ڈکشنری جی پرائز مطبوعہ لندن 1831ء (ز) عیسوی قدیم انگلستان میں 2 ستمبر 1753ء یوم چہار شنبہ مطابق 3 ذی قعدہ 1165ھ تک جاری رہا۔ 4 ذی قعدہ 1165ھ یوم پنجشنبہ کو حساب جدید کے مطابق 14 ستمبر 1752ء لکھا گیا۔
- ⑦ اسلام نے سال کا شمار قمری حساب پر رکھا ہے اور اس حساب کو شمسی حساب کے برابر کرنے کے لیے کوئی لوند یعنی کیسہ کا مہینہ اختیار نہیں کیا، کیونکہ اسلام دین الفطرت ہے۔ اس لیے ضرور تھا کہ شارع ﷺ اس نوح حساب کو پسند فرماتے، جو فطرت کے اصول پر اور نبی بر مصلحت دین ہے اسلام کی اعلیٰ خصوصیت میں سے ایک خصوصیت مساوات بھی ہے اور ایک خصوصیت اس کی ہمہ گیری بھی ہے۔ اسلام نے ان خصائص کی حصانت و حمایت میں یہ پسند فرمایا کہ اسلامی مہینے اوتے بدلتے موسم میں آیا کریں اور لوند وغیرہ کے اضافے سے اس صفت انقلاب ایام کا سد باب نہ کیا جائے۔ ذرا اسلام کے رکن چہارم ماہ رمضان پر غور کرو کہ اگر نبی ﷺ آؤم ماہ صیام کے لیے کوئی شمسی مہینہ مقرر فرمادیتے یا قمری حساب میں کیسہ (لوند) لگانا منظور فرمالیتے تو نتیجہ کیا ہوتا؟ حضور ﷺ کا مقرر کردہ مہینہ خواہ گرم موسم میں ہوتا یا سرد موسم کا مگر لابدی حالت یہ ہوتی کہ نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ کے لیے آسانی میں اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ تنگی میں پڑ جاتے، کیونکہ ایک عالم علم جغرافیہ سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ دسمبر جو نصف شمالی دنیا کا سرد اور سب سے چھوٹے دن کا مہینہ ہے وہ نصف جنوبی دنیا کا گرم اور طویل دن کا مہینہ ہے۔ پس اسلام کی مساوات جہانگیری کا اقتضائی یہ تھا کہ اسلامی سال قمری حساب پر ہوتا۔ اور قمری حرکات کو انسانی اختراع لوند وغیرہ کی شمولیت سے کالعدم نہ کر دیا جاتا۔ واللہ الحجة البالغة!



(2) جولین پیریڈ (دور جولینی)

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
1929725	20 شعبان 5499		365 دن 6 گھنٹے	جنوری	سہ شنبہ

سنہ جولین پیریڈ جو 1582 مطابق 990ھ میں وضع کیا گیا تھا۔ اس کا آغاز مختلف سنین و تواریخ کی صحیح و تطبیق کی غرض سے کی گئی سنہ عیسوی سے 4713 سال (تسری) پہلے قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے سنہ عیسوی میں 3713 سال جمع کرنے سے جولین پیریڈ کا سال معلوم ہو جاتا ہے۔ سال کی مقدار 365 دن 6 گھنٹے ہے۔ مگر تین سال تک 6 گھنٹے کی کسر کو ترک کیا جائے تو ہر سال 365 دن کا رہ جاتا ہے۔ جب 4 سال میں 6 گھنٹے کی سالانہ کسر سے 24 گھنٹے کا دن ہو جاتا ہے تو وہ ایک دن فروری کے مہینے میں شامل ہو کر فروری کا مہینہ 28 دن کی بجائے 29 دن کا ہو جاتا ہے اور ہر چوتھا سال 366 دن کا ہوتا ہے۔

سنہ جولین پیریڈ کا دور صغیر 28 سال کا ہے، جس کے بعد سال کے مہینے اور دن بدستور سابق واقع ہوتے ہیں۔ اس لیے ذیل میں 28 سال دور جولین پیریڈ کا نقشہ درج کیا جاتا ہے، جس میں جولین پیریڈ کے ہر سال کے شروع ہونے کا دن درج ہے۔

(3) سنہ عبرانی

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
1581728	28 شعبان 4517	347997	13-12 ماہ قمری	تسری	دوشنبہ

نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک کا سال جولین پیریڈ 5284 ہے۔ اس کو 28 سال پر تقسیم کرنے سے 20 سال باقی رہتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 5284 جولین پیریڈ اسی دن سے شروع ہوگا، جس سے دور صغیر کا عیسواں سال شروع ہوا تھا۔ نقشہ مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ عیسواں سال بدھ کو شروع ہوا تھا، اس لیے 20 کی یکم جنوری بدھ کے دن سے شروع کرتے ہیں۔

انیسویں بنی اسرائیل کے زمانے میں سال کا آغاز ماہ نیساں سے کیا جاتا تھا، مگر یہود نے اپنا سال قبل از موسیٰ فصل خریف میں ماہ تسری سے شروع کرنا اختیار کر لیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے عام سے سال کا آغاز ماہ نیساں سے کرنے لگے۔ پھر اسے چھوڑ کر ماہ تسری ہی

(3) آغاز سنہ عیسوی سے 7413 سال پہلے شمار کیا گیا ہے یعنی جولین پیریڈ کا سال (10227) دن کا ہے۔ اس کے بعد تمام سال مہینے اس طرح ایام ہفتہ کے مطابق ہیں، جس طرح دور سابق میں واقع ہوئے تھے۔

سے آغاز سال مانا گیا۔ یہ تبدیلی 358ء میں ہوئی تھی مگر دسویں عیسوی مطابق ہشتم صدی ہجری تک یہود کا اپنا سنہ کوئی نہیں تھا۔ اس وقت تک وہ سنہ سکندری کو اسرائیلی مہینوں کے ساتھ استعمال کرتے تھے۔ پندرہویں صدی عیسوی مطابق نیم صدی ہجری میں یہود نے اپنا سنہ پیداؤش کے نام سے قرار دے کر اس سنہ کا آغاز بہ حساب خود پیداؤش آدم سے ایک سال پہلے اور سنہ سکندری سے 3449 سال پہلے شمار کیا ہے، بروئے حساب یہود پیداؤش آدم کو سنہ سکندری تک 3448 سال گزرے تھے۔ اولین سال یہود کے تیسین ماہ قمری کی پہلی تاریخ 17 اکتوبر 953ء جولین یوم دوشنبہ کے مطابق تھی۔ سینین یہود کا حساب دور 19 سالہ پر رکھا گیا ہے۔ 4331 یہود 16/18 قمر 570 کو سنہ شنبہ کے دن مطابق 29 رجب شروع ہوا تھا۔ یہ سال 354 دن کا تھا۔

دور 19 سالہ میں بارہ بارہ ماہ قمری کے اور سات سال تیرہ تیرہ قمری کے ہوتے ہیں۔ 12 ماہہ سال کو سال بسیط اور 13 ماہہ سال کو سال کیسہ کہتے ہیں۔ پھر سال مکبوس و مبسوط کو تین اقسام پر منقسم کیا جاتا ہے۔

سالہائے مبسوط	سالہائے مکبوس
سال بسیط ناقص: 353 دن	سال کیسہ ناقص: 383 دن
سال بسیط معتدل: 354 دن	سال کیسہ معتدل: 384 دن
سال بسیط کامل یا زائد: 355 دن	سال کیسہ کامل یا زائد: 385 دن

353 دن کا سال ایام ہفتہ میں سے شنبہ یا دوشنبہ کو شروع ہوگا۔ 354 دن کا سال ایام ہفتہ میں سے سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شروع ہوگا۔ 355 دن اور 383 دن کا سال شنبہ و دوشنبہ و پنجشنبہ کو 384 دن کا سال ہمیشہ سہ شنبہ سے شروع ہوگا۔ یہود کا کوئی سال جمعہ، اتوار، بدھ سے شروع نہیں ہوتا۔

سنہ عیسوی میں ستمبر سے پہلے 3760 سال اور ستمبر کے بعد 3761 سال جمع کر دینے سے عبرانی سال معلوم ہو جاتا ہے، آنحضرت ﷺ کی پیداؤش مبارک تک:

دور صغیر	1575311	دن کے
117 سال	6200	دن کے
7 مہینے	207	دن کے
8 ویں مہینے کے	10	دن
کل دن ہوئے =	1581728	دن

اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت 10 یار 4331 عبرانی ہے۔



(4) نوح یا سنہ طوفان

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جو لین پیرید قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے					
1341261	27 ربیع الاول 3838ق	588464	365	توت	پنجشنبہ

طوفان سے ولادت مسیح علیہ السلام تک کی مدت میں عیسائی علماء میں اختلاف ہے کیونکہ تورات عبرانی سے 2348 تورات سامری سے 2998 تورات یونانی سے 3128 سال شمسی مدت کا استخراج ہوتا ہے۔ 130 سال سے 780 سال تک کا باہمی فرق پایا جاتا ہے۔ سنہ طوفان کا دور سات سال کا ہے۔ اس کے بعد سال مبینہ بنتے کے ایام بدستور سابق واقع ہوتے ہیں۔ ابو معشر ثقفی نے بحساب رفتار کوکب طوفان کا تعیین اس وقت کیا ہے جب سہو سیاروں کا اجتماع برج حوت کے 27 درجے سے برج حمل کے پہلے درجہ تک ہوا تھا۔ اسی طرح ابو معشر کے حساب سے 7 عیسوی تک 3102 سال شمسی کی مدت ہوتی ہے۔ اس لیے ابو معشر کی قرارداد مدت آغاز طوفان عیسائیوں کی استنباط کردہ مدت از تورات یونانی سے 26 سال بعد ہے۔

ابو معشر ابو یحییٰ کے حساب سے طوفان کا آغاز سنہ ہجری سے 1359975 دن قبل ہوا تھا۔ اس حساب سے سنہ طوفان کا پہلا دن سنہ عیسوی سے 3102 سال پہلے 17 فروری 1612 جولین یوم پنجشنبہ کے مطابق آتا ہے۔ پروفیسر جرمن یونیورسٹی جس نے المیرونی کی کتاب الآثار الباقیہ کا عربی سے جرمن زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ طوفان کا پہلا دن یوم جمعہ شمار کیا ہے۔ یہ اختلاف اس لیے ہے کہ طوفان کا وقت ابن البازی نے کتاب القرانات میں پنجشنبہ جمعہ کی درمیانی رات کو شروع ہونا لکھا ہے۔ اس لیے طوفان کا پہلا دن بعض اہل علم نے شب طوفان کے پہلا دن جمعہ کو قرار دیا اور بعض اہل علم نے شب طوفان کے بعد کا پہلا دن جمعہ کو قرار دیا۔ قدیم کتب ہیئت میں سنہ طوفان کا آغاز پنجشنبہ کے دن سے شمار کیا گیا ہے۔ ابو معشر ثقفی نے سنہ شمسی کی مقدار 365 دن 6 گھنٹے تسلیم کرنے کے باوجود سنہ طوفان کو شمسی حساب سے قرار دے کر سال 365 دن کا رکھا ہے۔ جس کا ہر مہینہ 30-30 دن کا شمار ہوتا ہے اور 5 دن آخر سال میں بڑھ کر 365 دن پر ختم کیا گیا ہے۔

(5) کل جگ

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جو لین پیرید قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے					

1341260	28 ربيع الاول 3838	588465	منٹ گھنٹے دن 365- 6- 12 26.55853 سیکنڈ	بیساکھ	جمعہ
---------	-----------------------	--------	--	--------	------

سال مبدل کل جگ یوم اعتدال ربیعی سے 58 دن پہلے 17-18 فروری کی درمیانی شب کے 12 بجے سے شروع ہوا تھا۔ اس سال میں اعتدال ربیع کا دن 16۔ اپریل 1612 مطابق 29 جیٹھ یوم یک شنبہ کو ہوا تھا اور سنہ ایک کل جگ کا شمار اس سے ایک سال بعد کیا جاتا ہے۔ مبدل کل جگ کو علم ہیئت کی اصطلاح میں سال صفر کل جگ کہتے ہیں۔

سنہ طوفان اور سنہ کل جگ کے جداگانہ ہونے کی وجہ سے بظاہر سنہ طوفان و سنہ کل جگ دو مختلف سنہ معلوم ہوتے ہیں مگر سنہ طوفان و سنہ کل جگ دونوں ایک ہیں۔ دونوں کا آغاز شب طوفان سے ہوتا ہے۔ سنہ کل جگ کا آغاز بھی طوفان نوح علیہ السلام کے واقعہ عظیمہ کی یادگار ہے۔ سنہ کل جگ کے مطابق تاریخ ولادت یکم جیٹھ 3672 ہے۔

{6} سنہ ابراہیمی

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
944008	5 ربيع الثاني 5/2717		منٹ گھنٹے دن 365- 6-	اکتوبر	یک شنبہ

سنہ عیسوی میں 2014 سال 3 ماہ جمع کرنے سے اسی سنہ عیسوی کے مطابق کا سنہ ابراہیمی ہوتا ہے۔ آرک بشپ اشر نے ولادت ابراہیم کا زمانہ عیسوی سے 1996 سال قبل تحریر کیا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا (دیکھو جلد چہارم مطبوعہ دفعہ نمبر 681) نے ولادت ابراہیم کو 2015 قبل مسیح تحریر کیا ہے جو مطابق یکم اپریل 2699 جولین پیریڈ کے ہے۔ ہم نے اس نقشہ میں انسائیکلو پیڈیا کے بیان کو ترجیح دی ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک ساتویں مہینے کی بیس تاریخ کو تھی۔

{7} بخت نصری

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	شروع سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن

481088	4 شعبان 1411-ق	1448637	365 دن	توت	چہار شنبہ
--------	-------------------	---------	--------	-----	-----------

یہ سنہ بخت نصر اول کے یوم جلوس 26 فروری 3967 جولین اور 747 سال قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے۔ یہ بخت نصر وہ نہیں، جس نے بیت المقدس کو ویران کیا وہ تو اس سے 142 سال بعد تھا۔
اس سنہ کا دور سات سال کا ہے۔ اس کے بعد سال، مہینے، ان ہی ایام ہفتہ کو ہوتے ہیں جس طرح سات سال پہلے گزرے تھے۔
اس سنہ کے مطابق تاریخ ولادت نبوی ﷺ 18 توت 1319 بخت نصری ہے۔

8 سنہ سکندری

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
321987	24 رجب 962	1607738	گھنٹے دن 365- 6	تشرین اول	دوشنبہ

سنہ سکندری آج کل قسطنطنیہ میں سکندری کے نام سے بحیثیت سال شمسی ظاہری ہے۔ اس کا چوتھا سال جس کو 4 پر تقسیم کرنے سے 3 باقی رہتے ہوں 366 دن کا ہوتا ہے، جس میں ماہ شباط بجائے 28 دن کے 29 دن کا لیا جاتا ہے۔ اس سنہ کا دور 28 سال کا ہے جس کے بعد سال و ماہ و ایام ہفتہ دور سابق کے مطابق ہوتے ہیں۔
اس سنہ کو اہل یورپ مقدونیوی یا سلوکی سنہ کہتے ہیں۔ یہ سنہ سکندری وفات سے بارہ سال بعد اس کے جانشین جنرل سلوکس نے باطل فتح کرنے پر جاری کیا تھا۔ اس کا شمار سنہ عیسوی سے 3 ماہ 311 سال قبل یکم اکتوبر 4402 جولینی سے ہوتا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت نبوی ﷺ 20 نیسان 882 سکندری کا ہے۔

9 بکری بروشد

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن

229050	28 شوال 5-700 ق	1700675	مفت گھنٹے دن 365-6-12 36.55853 سینڈ	بیساکھ	شنبہ
--------	--------------------	---------	---	--------	------

سمت بروہہ اگرچہ بظاہر شمسی سال معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں یہ سنہ شمسی نہیں بلکہ شمسی کو مکی سال ہے، کیونکہ شمسی سال کے مطابق تو دن رات کو برابر ہونا اور بہت چھوٹا اور سب سے بڑا دن ایک ہی مقررہ تاریخ پر واقع ہوتے ہیں اور سمت بروہہ میں فصل ربیع و خریف میں دن رات کا برابر ہونا اور سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن مختلف مہینوں اور تاریخوں میں ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ سنہ بروہہ کا کیم بیساکھ سنہ عیسوی سے 56 سال 9 ماہ 19 دن قبل 13 مارچ 4657 جولین کو آفتاب کے برج حمل میں داخل ہونے سے 10 دن پہلے ہمارے زمانے میں سنہ بکری بروہہ یوم اعتدال ربیعی سے 23 دن بعد 13 اپریل کو شروع ہوتا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت کیم چٹھ سمت 628 ہے۔

﴿10﴾ بکری قمری شمسی سال

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیر یڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	شروع سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
229050	28 شوال 700	1700675	13-12 ماہ قمری	چیت	شنبہ

ہندی قمری شمسی سال بکری سال 12/13 ماہ قمری کا ہوتا ہے۔ ہر ماہ قمری 15-15 دن کے دو حصوں پر تقسیم ہے۔ نصف اول کو بدی پکش کہتے ہیں جو عموماً چاند کی 14 تاریخ سے شروع ہو کر 28 کو ختم ہوتا ہے۔ نصف دوم کو شدی پکش کہتے ہیں۔ یہ پکش روایت ہلال سے ایک دو دن پہلے شروع ہو کر چاند کی 13 کو ختم ہوتا ہے۔ بدی پکش سے پندرہویں دن کا نام اماؤں (اجتماع نیرین) ہے۔ شدی پکش کے پندرہویں دن کا نام پورنماشی (بدر) ہے۔ یہ سال اس وقت شروع ہوتا ہے جب ماہ چیت کے 15 دن گزر کر 15 دن باقی رہتے ہیں۔ اس طرح ماہ چیت قمری کا نصف اول سال ما قبل میں اور نصف دوم سال ما بعد میں شامل ہوا کرتا ہے۔ سال 13 ماہ کا اس وقت ہوتا ہے جب شمسی سال کے کسی مہینہ میں اجتماع نیرین دو دفعہ واقع ہوتا ہے۔ یہ ان شمسی مہینوں میں ہوتا ہے جو 30 دن سے زائد کے ہوتے ہیں۔ تیرہویں مہینے کا نام اوکس ماس ہے جسے لونڈ بولتے ہیں۔ لونڈ کا مہینہ سور یا سدھانتا کے قاعدہ سے اس وقت زیادہ کیا جاتا ہے جب معمولی مہینے کا نصف اول گزر چکا ہو اور نصف ثانی باقی ہو، مگر جنوبی ہندوستان میں لونڈ کا پورا مہینہ معمولی مہینہ سے پہلے زیادہ کرتے ہیں۔

جب کسی ماہ شمسی میں اجتماع نیرین ایک دفعہ بھی نہیں ہوتا تو اس ماہ شمسی کے قمری مہینے کا نام سال کے مہینوں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ اس مہینے کو کشیا (متروک) کہتے ہیں کشیا کا مہینہ منکسر پوس ماگھ کے سوانہ میں ہو سکتا۔ کشیا کی وجہ سے سال 11 ماہ کا رہ جاتا ہے۔ اس کی کو پورا کرنے کے لیے اصل قمری مہینے کے عوض لونڈ کا مہینہ زیادہ کیا جاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کشیا کا مہینہ اسی سال میں

واقع ہوتا ہے جس سال کے ایک ماہ شمسی میں دو دفعہ اجتماع نیرین ہوتا ہے۔ اندریں صورت کشیا کے عوض کا، ایک اوبک ماس کا ہوتا ہے، اس سے کشیا کا سال اکثر 13 مہینے کا اور شانز 12 مہینے کا ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کی پیدائش مبارک تک 627 قمری شمسی سالوں میں 396 سال 12 ماہ 231 سال 13 ماہ۔
یعنی کل 7755 ماہ گزرے تھے مجملہ ان کے 3641 ماہ 29-29 دن کے اور 4114 مہینے 30-30 دن کے تھے۔
اسی طرح 627 قمری شمسی سالوں کے 90-90 دن ہوتے ہیں۔ ان میں 15 دن چیت شدی 628 کے 15 دن بیساکھ ہدی 628 کے۔ 11 دن بیساکھ شی 628 کے شامل کرنے سے تاریخ ولادت باسعادت آنحضرت ﷺ تک 229050 دن ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی ولادت مبارک موئی اکاوش کے دن ہوتی ہے جو ہنود کے اعتقاد میں نہایت مقدس دن سمجھا جاتا ہے۔

(11) عیسوی قدیم

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
208302	6 ہجری الاول 640 ق-5	1721423	گھنٹے دن 365-6	جنوری	شنبہ

سنہ عیسوی حضرت مسیح علیہ السلام کے سال پیدائش سے شروع کیا گیا تھا مگر زمانہ حال کے محققین یورپ نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت اس سنہ سے 4 سال پہلے کی ہے۔ تاریخی طور پر سنہ عیسوی کا سب سے پہلی دفعہ لکھا جاتا 748ء مطابق 130ھ سے ہے۔ اس سنہ کا دور 28 سال کا ہے، جس کے بعد سال مہینے اور مہینوں کی تاریخیں انھیں ایام ہفتہ کو واقع ہوتی ہیں، جس طرح 28 سالہ دور گزشتہ میں ہوئی تھیں۔ مختلف ممالک میں مارچ یا ایسٹریا کرسمس یا ستمبر سے شروع کیا جاتا تھا انگلستان نے 1752ء سے جنوری سے آغاز کیا۔ اب یورپ و امریکہ میں سال کا آغاز اس مہینہ سے مانا جاتا ہے۔

اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 20 اپریل 571ء کو ہے۔

(12) عیسوی جدید

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن

208300	18 جمادی الاول 641 ق	1721425	منٹ گھنٹے دن 365- 5-48 46 سیکنڈ	جنوری	دوشنبہ
--------	-------------------------	---------	---------------------------------------	-------	--------

قدیم حساب میں سال کی مقدار صحیح مقدار سے 11 منٹ 14 سیکنڈ زیادہ تھی۔ اس لیے اعتدال ربیعہ کا دن 21 مارچ تھا اور 1582 میں 11 مارچ۔ اس روز افزوں غلطی کی درستی کے لیے اصلاح کرنی پڑی۔ حالیہ قاعدہ سے یوم اعتدال ربیعہ و خریف سب سے بڑا اور سب سے چھوٹا دن اپنی مقررہ تاریخوں پر ہوتے ہیں اور وہ اندیشہ بھی نہ رہا کہ کبھی سرد موسم کے مہینے گرم یا گرم موسم کے مہینے سرد ی میں آجائیں گے۔ قدیم حساب میں یوم دوشنبہ کو 3 جنوری 1 سنہ عیسوی تھی۔ حساب جدید میں دوشنبہ کو یکم جنوری 1ء قرار دی گئی ہے۔ یہ حساب قدیم ہر پوری صدی کا سال 366 دن کا اور صدی 365 دن کی ہوتی تھی۔ اب یہ حساب جدید پہلی صدی سے 39 صدیوں تک۔ جس صدی کو 400 پر تقسیم کرنے سے باقی کچھ نہ رہے، اس پوری صدی کا سال 366 دن کا اور وہ صدی 365 دن کی ہے۔ اور جو پوری صدی 400 پر تقسیم کرنے سے پوری تقسیم نہ ہو سکتی ان کا سال 365 دن کا اور وہ صدی 365 دن کی ہیں۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 22 اپریل 571ء کو ہے۔

(13) قبلی جدید

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
104696	29 رمضان 349 ق	1825029	منٹ گھنٹے دن 365- 6	توت	جمعہ

یہ سنہ روما کے آخری بت پرست بادشاہ قلیپاٹوس اطالکی کے یوم جلوس 29 اگست 284ء یوم جمعہ سے شروع ہوتا ہے۔ آج کل مصر میں جاری ہے۔ اس سنہ میں 3 سال 365 دن کے اور سال چہارم جسے 4 پر تقسیم کرنے سے 3 باقی رہ جائیں 366 دن کا ہوتا ہے۔ ہر مہینہ 30 دن کا 365 دن کے سال میں 12 مہینوں کے بعد 5 دن کسی کے اور 366 دن کے سال میں 6 دن کسی کے زیادہ کر لیتے ہیں۔ اس سنہ کا دور 28 سال کا ہے۔ اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 25 برمودہ 278 کو ہوتی ہے۔

(14) جلوس نوشیروانی

6	5	4	3	2	1
تعداد ایام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد ایام جولین پیریڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	شروع سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن

14465	14 جمادی الاول 94-ق- ہ	1915260	365	خرداد	شنبہ
-------	---------------------------	---------	-----	-------	------

مجموع میں سنہ کا استعمال ہر بادشاہ کے سال جلوس سے ہوتا تھا۔ نئے بادشاہ کے جلوس سے پہلا مستعمل سنہ متروک ہو جاتا تھا۔ نو شیرواں کا جلوس آغاز سال مجموعے سے 63 دن بعد بروز شنبہ 13/15 ستمبر 531ء مطابق 4 ماہ خرداد کو ہوا تھا اور نبی ﷺ کی ولادت باسعادت یوم جلوس نو شیرواں سے 14464 دن کے بعد 40 جلوس نو شیرواںی میں 18 ماہ سے مطابق 20/22 اپریل 571 کو ہوئی۔ مجموعے کا مستقل سال 365 دن 6 گھنٹے کا ہے، مگر 19 سال تک 6 گھنٹے کی سالانہ کسر کو شمار میں نہیں لاتے۔ جب 120 سال میں 6 گھنٹے سالانہ کی متروک کسروں کے مجموعہ سے 30 دن بن جاتے ہیں۔ تب ایک مہینہ کیسہ 120 ویں سال میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ 120 سال کا دور صغیر اور 12 دور صغیر یعنی 1440 سال کا دور کبیر ہوتا ہے۔ کیسہ کا مہینہ ہر دور صغیر کے بعد اس طرح اضافہ کرتے ہیں کہ پہلے دور کے 120 ویں سال میں تیسرا مہینہ دو بار، اس طرح دور اعظم کے 1440 ویں سال کے بارہویں مہینہ دو بار شمار ہو کر از سر نو ماہ اول سے ماہ کیسہ کا شمار کرتے ہیں۔

یزدجرد آخری بادشاہ فارس کے بعد کیسہ کے بڑھانے کا دستور تو جاتا رہا ہے۔ اب پارسیوں میں یزدجردی سال 365 دن کا اس طرح مستعمل ہے کہ مہینہ 30 دن کا شمار ہوتا ہے اور پانچ دن غمہ مترقہ میں اضافہ کر کے سال کو 365 دن کا شمار کرتے ہیں۔ 5 مجموعے ماہ آبان کے بعد زیادہ کرتے ہیں۔ اور اہل اسلام آخری ماہ کے بعد بڑھاتے ہیں۔ اس طرح ماہ دسے سے آخر سال تک پارسیوں کی تاریخ مؤرخین اسلام کی تاریخ سے 5 دن کم ہوتی ہے سنہ مجموعی کا دور سات سال کا ہے۔

(15) عام الفیل

6	5	4	3	2	1
تعداد اویام شروع سنہ سے تاریخ ولادت نبوی ﷺ تک جس میں یوم ولادت بھی شامل ہے	شروع سنہ کی قمری تاریخ قبل از شروع سنہ ہجری	تعداد اویام جو لین پیر یڈ قبل از آغاز سنہ ہذا	مقدار سال	سال کا پہلا مہینہ	شروع سنہ کا پہلا دن
51/68	18 محرم 53-ق- ہ	1929657 1929674	منٹ گھنٹے دن 354-8-48 34.44 سیکنڈ	جمعرات محرم	یک شنبہ

اصحاب الفیل کا حملہ مکہ معظمہ پر محرم کی 17 تاریخ کو ہوا تھا۔ اس لیے سنہ اصحاب الفیل کا شمار 18 محرم یوم یک شنبہ سے کیا گیا ہے۔ یہ واقعہ بیدائش نبی ﷺ سے 50 دن پہلے کا ہے۔

محرم کے 13 دن

صفر کے 29 دن

ربیع الاول کے 8 دن

کل 50 دن

اس سنہ کے مطابق ولادت مبارک 9 ربیع الاول 1 عام الفیل ہوئی۔

جدول آغاز شہور قمری بابت بست و سہ سال نبوت محمدیہ ﷺ
 بتقدوم و تطبیق و تاریخ و ماہ و سال مسیحی متعلق جلد دوم کتاب رحمۃ اللعالمین

سنین اسلام	محرم	صفر	ربیع الاول	ربیع الثانی
41 میلاد النبی ﷺ	نہیں 4-12-609	شنبہ 3-1-610	یکشنبہ 1-2-610	سہ شنبہ 3-3-610
42	دوشنبہ 23-11-610	چار شنبہ 23-12-610	جمعہ 22-1-611	شنبہ 20-2-611
43	شنبہ 13-11-611	یک شنبہ 12-12-611	سہ شنبہ 11-1-612	چار شنبہ 9-2-612
44	چار شنبہ 1-11-612	جمعہ 1-12-612	شنبہ 20-12-612	دوشنبہ 29-1-613
45	دوشنبہ 23-10-613	منگل 20-11-613	نہیں 20-12-613	جمعہ 18-0-614
46	جمعہ 11-10-614	شنبہ 9-11-614	دوشنبہ 9-12-614	بدھ 8-1-615
47	منگل 30-9-615	نہیں 30-10-615	جمعہ 28-11-615	اتوار 28-11-615
48	اتوار 19-9-616	دوشنبہ 8-10-616	بدھ 17-11-616	نہیں 16-12-616
49	نہیں 8-9-617	شنبہ 8-10-617	اتوار 6-11-617	منگل 6-12-617
50	دوشنبہ 28-8-618	بدھ 27-9-618	نہیں 26-10-618	شنبہ 25-11-618
51	شنبہ 18-8-619	اتوار 16-9-619	منگل 16-10-619	بدھ 14-11-619
52	بدھ 6-8-620	جمعہ 5-9-620	شنبہ 4-10-620	دوشنبہ 3-11-620
53	شنبہ 27-7-621	منگل 25-8-621	نہیں 24-9-621	جمعہ 23-10-621
1 ہجری	جمعہ 27-7-622	یک شنبہ 15-8-622	دوشنبہ 12-9-622	منگل 12-10-622
2	منگل 5-7-623	نہیں 4-8-623	جمعہ 2-9-623	اتوار 2-10-623
3	اتوار 6-6-624	دوشنبہ 3-7-624	بدھ 22-8-624	نہیں 20-9-624
4	نہیں 13-6-625	شنبہ 13-7-625	اتوار 11-8-625	منگل 10-9-625
5	دوشنبہ 3-6-626	بدھ 2-7-626	نہیں 21-7-626	شنبہ 30-8-626
6	شنبہ 23-5-627	اتوار 21-6-627	منگل 21-7-627	بدھ 19-8-627
7	بدھ 11-5-628	جمعہ 10-6-628	شنبہ 9-7-628	دوشنبہ 8-8-628
8	اتوار 30-4-629	منگل 30-5-629	بدھ 28-6-629	جمعہ 28-7-629
9	جمعہ 20-4-630	شنبہ 19-5-630	دوشنبہ 18-6-630	منگل 17-7-630

سین اسلام	محرم	سفر	ربیع اول	ربیع الثانی
10	منگل 631-4-9	نہیں 631-5-9	جمعہ 631-6-7	اتوار 631-7-7
11	شنبہ 632-3-28	دوشنبہ 632-4-27	بدھ 632-5-27	نہیں 632-6-25
41 میلاد النبی	چار شنبہ 610-4-1	جمعہ 610-5-1	شنبہ 610-5-30	دوشنبہ 610-6-29
42	دوشنبہ 611-3-22	سہ شنبہ 611-4-20	نہیں 611-5-20	جمعہ 611-8-18
43	جمعہ 612-3-10	یک شنبہ 612-4-19	دوشنبہ 612-5-8	چار شنبہ 612-6-7
44	سہ شنبہ 613-2-27	نہیں 613-3-29	جمعہ 613-4-27	یک شنبہ 613-5-27
45	اتوار 614-2-17	دوشنبہ 614-2-18	بدھ 614-4-17	نہیں 614-5-6
46	نہیں 615-2-6	شنبہ 615-3-8	اتوار 615-4-6	منگل 615-5-6
47	دوشنبہ 616-1-26	بدھ 616-3-25	جمعہ 616-3-26	شنبہ 616-4-24
48	شنبہ 617-1-15	اتوار 617-2-13	منگل 617-3-15	بدھ 617-4-13
49	چار شنبہ 618-4-1	جمعہ 618-1-3	شنبہ 618-3-4	دوشنبہ 618-4-3
50	دوشنبہ 619-12-25	منگل 619-1-23	نہیں 619-2-22	جمعہ 619-3-22
51	جمعہ 620-12-14	شنبہ 620-1-12	دوشنبہ 620-2-11	منگل 621-3-1
52	منگل 621-12-2	نہیں 621-1-1	جمعہ 621-1-30	اتوار 621-3-1
53	اتوار 622-11-22	دوشنبہ 622-12-21	بدھ 622-1-20	نہیں 622-2-18
1 ہجری	نہیں 623-11-11	شنبہ 623-12-11	اتوار 623-1-9	منگل 623-2-8
2	دوشنبہ 623-10-31	بدھ 623-11-30	نہیں 623-12-29	شنبہ 624-1-28
3	شنبہ 624-10-20	اتوار 624-11-18	منگل 624-12-18	بدھ 625-1-16
4	بدھ 625-10-9	جمعہ 625-11-8	شنبہ 625-12-7	دوشنبہ 626-12-26
5	اتوار 626-9-28	منگل 626-10-28	نہیں 626-11-27	جمعہ 627-1-6
6	جمعہ 627-9-18	شنبہ 627-10-17	دوشنبہ 627-11-16	منگل 627-12-15
7	منگل 628-9-6	نہیں 628-10-6	جمعہ 628-11-4	اتوار 628-12-4
8	شنبہ 629-8-26	دوشنبہ 629-9-25	بدھ 629-10-25	نہیں 629-11-23
9	نہیں 630-8-16	جمعہ 630-9-14	اتوار 630-10-14	دوشنبہ 630-11-12
10	دوشنبہ 631-8-5	بدھ 631-9-4	نہیں 631-10-3	شنبہ 631-11-2

سنین اسلام	محرم	سفر	ربیع الاول	ربیع الثانی
11	شعبہ 632-7-25	اتوار 632-8-23	منگل 632-10-22	بدھ 632-11-21
41 میلاد النبی	سہ شعبہ 610-7-28	خمیس 610-8-27	جمعہ 610-9-25	یک شعبہ 610-10-25
42	یک شعبہ 611-7-18	دوشنبہ 611-8-26	بدھ 611-9-15	خمیس 611-10-24
43	خمیس 612-7-6	شعبہ 612-8-5	دوشنبہ 612-9-4	سہ شعبہ 612-10-3
44	دوشنبہ 613-6-25	چار شعبہ 613-7-25	جمعہ 613-8-24	شعبہ 613-9-22
45	شعبہ 614-6-17	اتوار 614-7-21	منگل 614-8-13	بدھ 614-9-11
46	بدھ 615-6-4	جمعہ 615-7-21	شعبہ 615-8-2	دوشنبہ 615-9-1
47	دوشنبہ 616-5-24	منگل 616-6-22	خمیس 616-7-22	جمعہ 616-8-2
48	جمعہ 617-5-13	شعبہ 617-6-11	دوشنبہ 617-7-11	بدھ 617-8-10
49	منگل 618-5-2	خمیس 618-6-1	جمعہ 618-6-30	اتوار 618-7-30
50	اتوار 619-4-22	دوشنبہ 619-5-21	بدھ 619-6-20	خمیس 619-7-19
51	خمیس 620-1-10	شعبہ 620-1-10	اتوار 620-6-6	منگل 620-7-8
52	دوشنبہ 621-3-30	بدھ 621-4-29	خمیس 621-5-28	شعبہ 621-6-2
53	شعبہ 622-3-20	اتوار 622-4-18	منگل 622-5-18	بدھ 622-6-16
1 ہجری	بدھ 623-3-9	جمعہ 623-4-8	شعبہ 623-5-7	دوشنبہ 623-6-6
2	اتوار 624-2-26	منگل 624-3-27	خمیس 624-4-26	جمعہ 624-5-25
3	جمعہ 625-2-15	شعبہ 625-3-16	دوشنبہ 625-4-15	منگل 625-5-14
4	اتوار 627-1-25	دوشنبہ 627-2-23	چار شعبہ 627-3-5	خمیس 627-4-23
5	خمیس 628-1-25	جمعہ 628-2-12	اتوار 628-3-13	منگل 628-4-12
6	دوشنبہ 629-1-14	بدھ 629-2-1	خمیس 629-3-2	شعبہ 629-4-1
7	شعبہ 629-12-13	اتوار 630-1-21	منگل 630-2-2	بدھ 630-3-21
8	بدھ 630-12-12	خمیس 631-1-10	شعبہ 631-2-9	دوشنبہ 631-3-11
9	اتوار 631-12-1	منگل 631-12-31	بدھ 631-1-29	خمیس 632-3-27
10	جمعہ 632-11-2	شعبہ 632-12-19	دوشنبہ 633-1-18	منگل 633-2-16

قصیدہ

درحمد باری تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ

خدائے عزوجل کے لیے ہے شکر نعم
زیادہ حد عدد سے ہے جس کے فضل و کرم

<p>وہی ملک ہے، وہی مستعان، وہی معبود وہی ہے عاقر ذنب اور وہی ہے قابل توب وہی ہے رافع عزو عطا و مجد و عطا جلال اس کا ہی آفاق کے لیے ہے محیط کمال عقل ہے درخان کنہ میں قاصر صونہ قدرت باری کا ہے کہ صفحہ چرخ ہے شان صنعت صانع کہ ارض کا یہ کرہ اسی کے حکم سے قائم جبال شاتھ ہیں اسی کے فیض سے باغ حدوث ہے شاداب اسی کی داد سے مدہ کو ملا ہے سکھ سیم اسی نے فرش زمین کو بچھا دیا ہموار اسی کے قصد میں پویندہ ہیں الوف ملل اسی کے خوض میں ہے تہ نشین دریا در اسی کا نور ہے چشم جہاں کی بینائی اسی کی آیت قدرت سے ہے ہبوب ریاح اسی آیت قدرت سے ہے تلمع برق اسی کی آیت قدرت سے ہے نزول میاہ اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ مردہ زمین</p>	<p>وہی الہ، وہی ہادی رہ اقوم وہی ہے ناز ارض و سما و نور و ظلم وہی ہے دافع درد و بلا و درنج و سقم نوال اس کا ہے ارزاق کے لیے مقسم زبان نطق بیان ثنا میں ہے اکلم ہجوم نجم سے ہوتا ہے اطلس معلم دور ہبزہ سے بنتا ہے صفحہ ملعم اسی کے امر سے سائر ہے نیر اعظم اسی کے نام سے قلب سلیم ہے خرم اسی کے جود سے مائی کو کیسہ درہم اسی نے سلک ثریا کو دیا درہم اسی کی حمد میں گوئندہ ہیں صنوف ام اسی کے شوق میں ہے آسمان گرا شبنم اسی کا حکم بقا و فنا کا مستلزم جو بادلوں کو ہے کرتی فراہم و درہم چمک میں جس کی ہے نیم ورجا کی شان بہم کہ مرگ وزیست کی ملتی نظیر ہے پیہم حیات تازہ سے باروگر ہوئی منضم</p>
--	--

اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ خاک سیاہ
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ لیل و نہار
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ بین بہار
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ گنبد چرخ
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ انسان کی
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ ہوتا ہے
 اس کے امر سے تھامے ہوئے ہیں سب طائر
 اسی کے حکم سے ٹھہرے ہوئے ہیں یہ اجار
 اس کے نور تجلی سے طور ہے روشن
 اسی کی ذات مقدس حقیق سجدہ ہے
 اسی کی جناب میں ہوتی ہے عرض رب اغفر
 اسی کی غایت حمد و ثنا ہے لا اھسی
 وہی ہے ایک وحید اور لا شریک لہ
 غنی و مقتدر و باسط وود و جلیل
 سلام و مومن و قدوس و والی و باری
 احد ہے اور صمد کم یسبذ و کم یؤکذ
 ہے شرک جو اسے کہتا ہے صرف رب النوع
 اسی کے خلق ہیں اور اس کو پانہیں سکتے
 شریک خلق میں اس کے نہ مادہ ہے نہ روح
 و گر ہے صدق ارادت تو برگ برگ گیاہ
 مرے کریم ذوالجلال والا کرام
 ہے ایک حکم میں تیرے حیات اور ممات
 اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ وہ جس

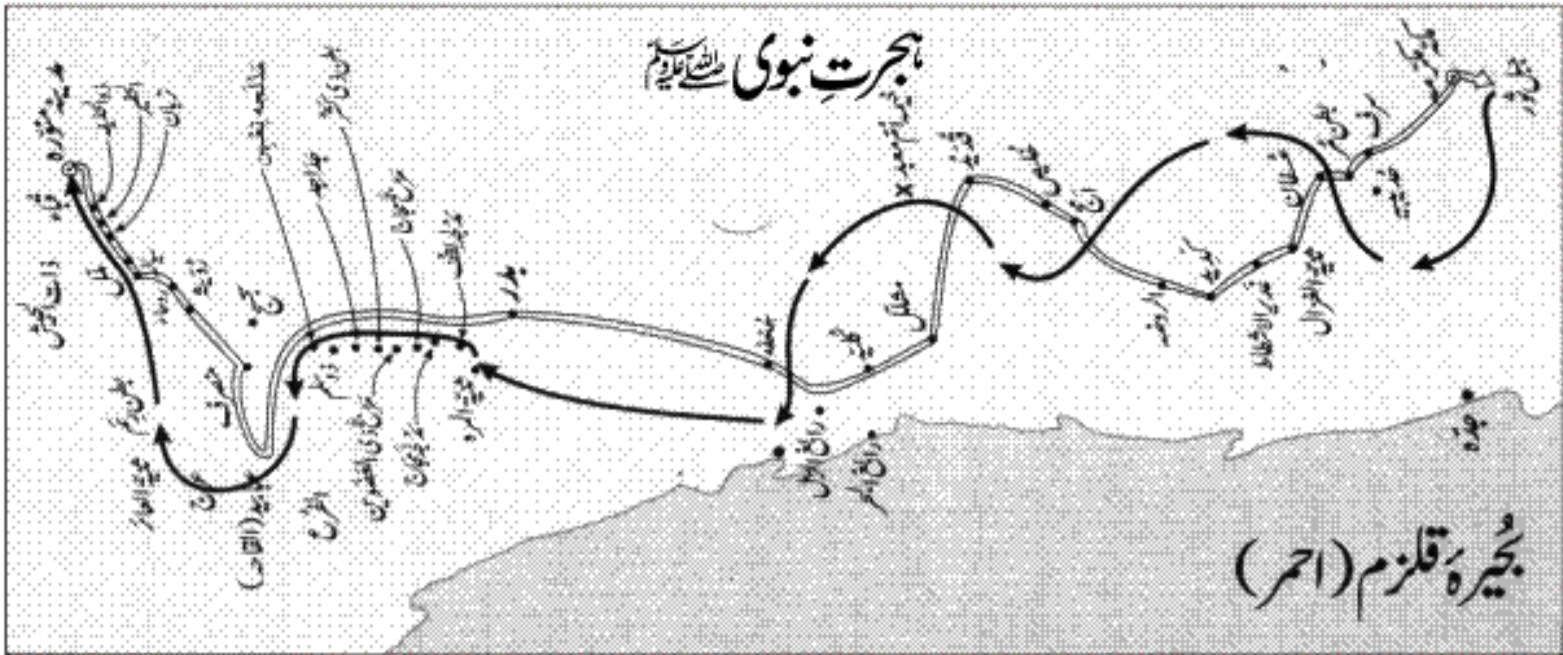
ہزاروں پیش بہا گنج کی بنی مدغم
 ہمیں سکھاتے ہیں طرز و طریق رامش درم
 بنا دیے ہیں جزیرے مثال باغ ارم
 مثال سقف بغیر از عمد، رہا ہے تخم
 لسان و لون میں نوعیں جدا ہیں علم
 یہ موسموں کا تغیر یہ انقلاب ام
 فضا میں جسم کو اپنے با ترد و غم
 کہ موج موج کا اندر ہے اپنے حد کے قدم
 اسی کی ذرہ نوازی سے نخل ہے مہم
 اسی کے اسم معظم کے واسطے ہے قسم
 اسی سے کہتے ہیں وارجم کہ سب سے ہے ارحم
 اس کے اول ادراک پر ہے لا اھلم
 کہ ملک و حمد اسی کو ہے اور کبر و قدم
 کبیر و قادر و بر و رؤف و جی و حکم
 غفور و باقی و ستار اور حکیم حکم
 مثال و کفو سے ہے پاک تر بحد اتم
 وہ ہے مصور اشیاء و خالق عالم
 حواس سمع و بصر، عقل و درک، لمس اور شم
 مشیر امر میں اس کے وزیر نہ ندم
 ہے بام معرفت لا یزال کا سلم
 عیم ہیں تیرے احسان کثیر تیری نعم
 ہے سب کا تیرے ہی دو حرف میں وجود و عدم
 سب سے پارہ رس

نہیں وجود عوالم سے تیری قدرت بیش
 ہو تیری غفو ورحیمی کا جس جگہ اظہار
 مقربین ہیں بین رجا و خوف ترے
 فرشتگان مکرم کہ انبیائے کرام
 تیری جناب میں سب کی التماس دعا
 نہ مال میرا مال طلب ، نہ حشمت و جاہ
 یہ التجا ہے ، یہی آرزو ، یہی خواہش
 رہوں سدا متمسک نبی کی سنت سے
 رگوں میں جوش ، ابو میں محبت اسلام
 ترے حبیب نے جو امیوں کو دی تعلیم
 رسول سید ابرار بندہ رحمن
 سراج و شاہد وداعی میسر و منذر
 ہماری جان پہ ہم سے سوا رؤف و رحیم
 عوام کا اب وجد سے ہے مایہ نازش
 درود اس پر اور اصحاب و آل پر اس کے
 توقیر کی متوحش جگہ میں ہو مونس
 الہی رحم مرے والدین پر فرما

نہ انعدام خلاق سے تیری صنعت کم
 ہے مستحق کرامت گناہ اور ظلم
 کہ ہے حجاب عدالت میں رحمت اور کرم
 عبودیت پر تری شاد ہیں یہ فخر اتم
 تیری حضور میں سب کا سر ارادت خم
 کہ سب مشتمل اس فیض میں بنی آدم
 ہدام دل کی تمنا یہی بدیدہ نم
 قدم ہوں میرے صراط ہدیٰ پر مستحکم
 بدن میں جان رہے جب تک اور دم میں دم
 وہی ہو میرا عقیدہ نہ اس سے بیش و کم
 نبی جہاں کے لیے رحمت و مطاع ام
 ملاذ کعبہ و حامی قدس و شاہ حرم
 شفیع و حامد و احمد محمد و خاتم
 ہیں اس کی ذات پر نازاں ظلیل اور آدم
 کہ پر ہے ان کے فضائل سے مصحف محکم
 تو ہولناک قیامت میں بن مرا ہدم
 اسی سوال میں سارے سوال ہیں منضم

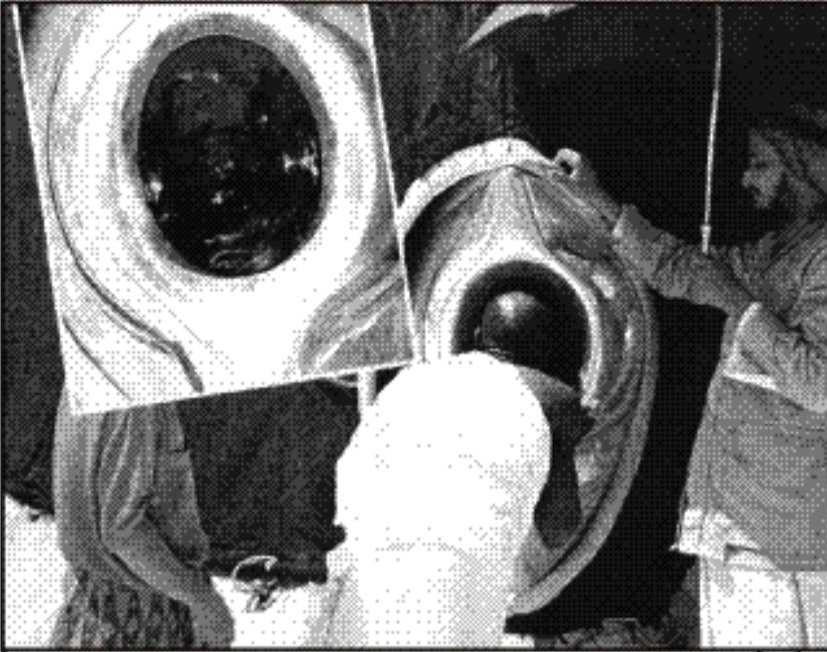
نفس ہے سینے میں سلمان کے رواں جب تک
 نبی کی نعت میں چلتی رہے زبان و قلم





فہرست مضامین رحمۃ اللعالمین جلد دوم

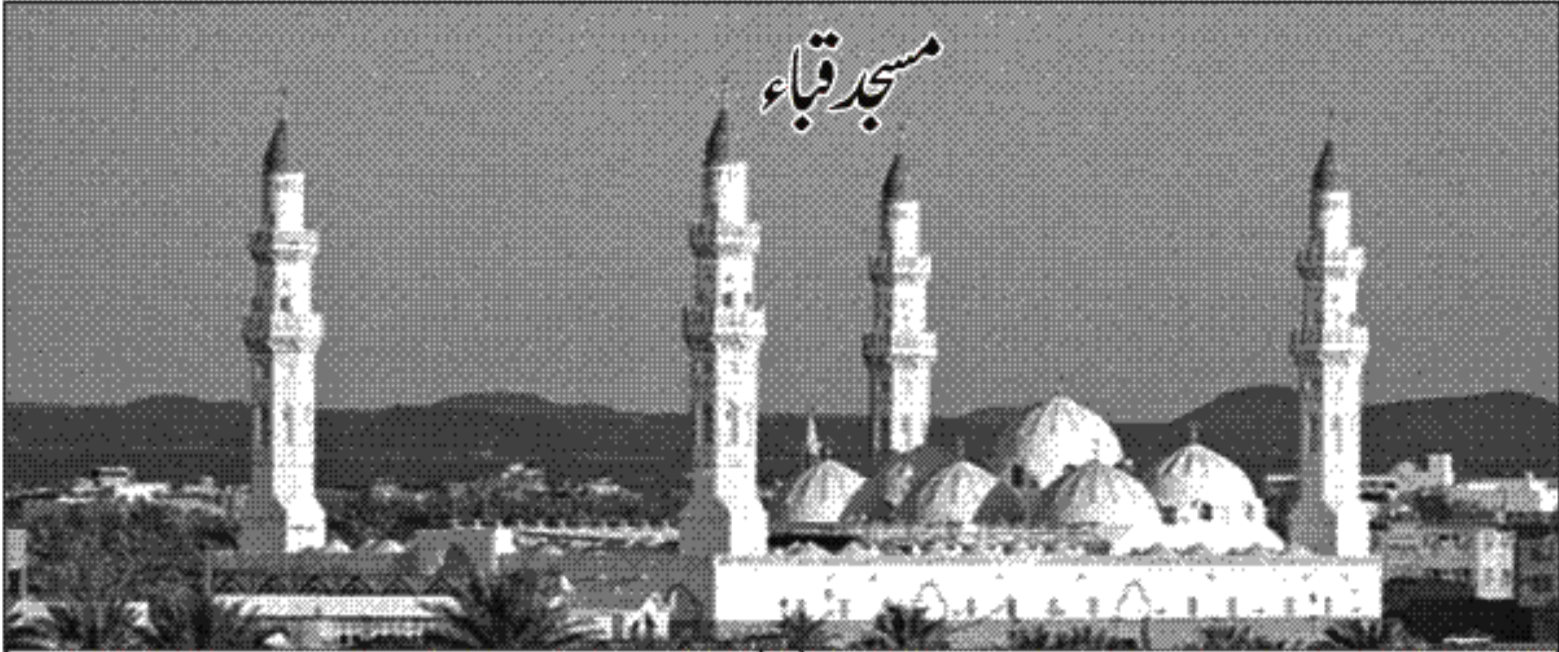
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
301	حصہ سوم: از داؤد علیہ السلام تا ابراہیم علیہ السلام	287	تمہید از مصنف
303	فصل دوم: اشہر المشاہیر کے حالات	* باب 1 *	
303	حضرت آدم علیہ السلام	289	النسب
303	حضرت نوح علیہ السلام	289	فصل اول - شجرہ طیبہ
304	فرزندان نوح علیہ السلام کی شاخیں	289	حصہ اول: از عبد اللہ تا عدنان کا بیان
305	سام کا حال اور سامی زبانوں پر بحث	289	ایسا شجرہ نسب تمام دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے
306	حضرت ابراہیم علیہ السلام	289	حصہ دوم: فوق عدنان روایت کرنے کا جواز
307	ام المسلمین ہاجرہ علیہم السلام (حرہ یا امة کی بحث)	289	حصہ سوم: آدم علیہ السلام سے تارہ تک کی اعمار اور بابل کے
311	حضرت اسمعیل علیہ السلام (ذبح اللہ کون تھا؟)	290	بیان پر بحث
314	بابل میں اسحق و اسمعیل علیہم السلام کے فضائل	290	شجرہ از عبد اللہ تک عدنان 21 پشت
315	اقوام اسماعیلی	294	شجرہ از اود تا قیدار از 22 تا 60 پشت
317	عدنان	296	شجرہ از اسماعیل علیہ السلام تا آدم علیہ السلام از 61 تا 80 پشت
317	معد	297	یسوع مسیح کا شجرہ
318	نزار (اسکی اولاد کا شجرہ، امام احمد علیہ السلام کا نسب)	298	حصہ اول: لوقا ومتی کا مقابلہ از یوسف تازرو بابل
318	مضر	299	حصہ دوم: لوقا ومتی و بابل کا مقابلہ از سلاقی ایل تا داؤد
318	الیاس	301	نتیجہ



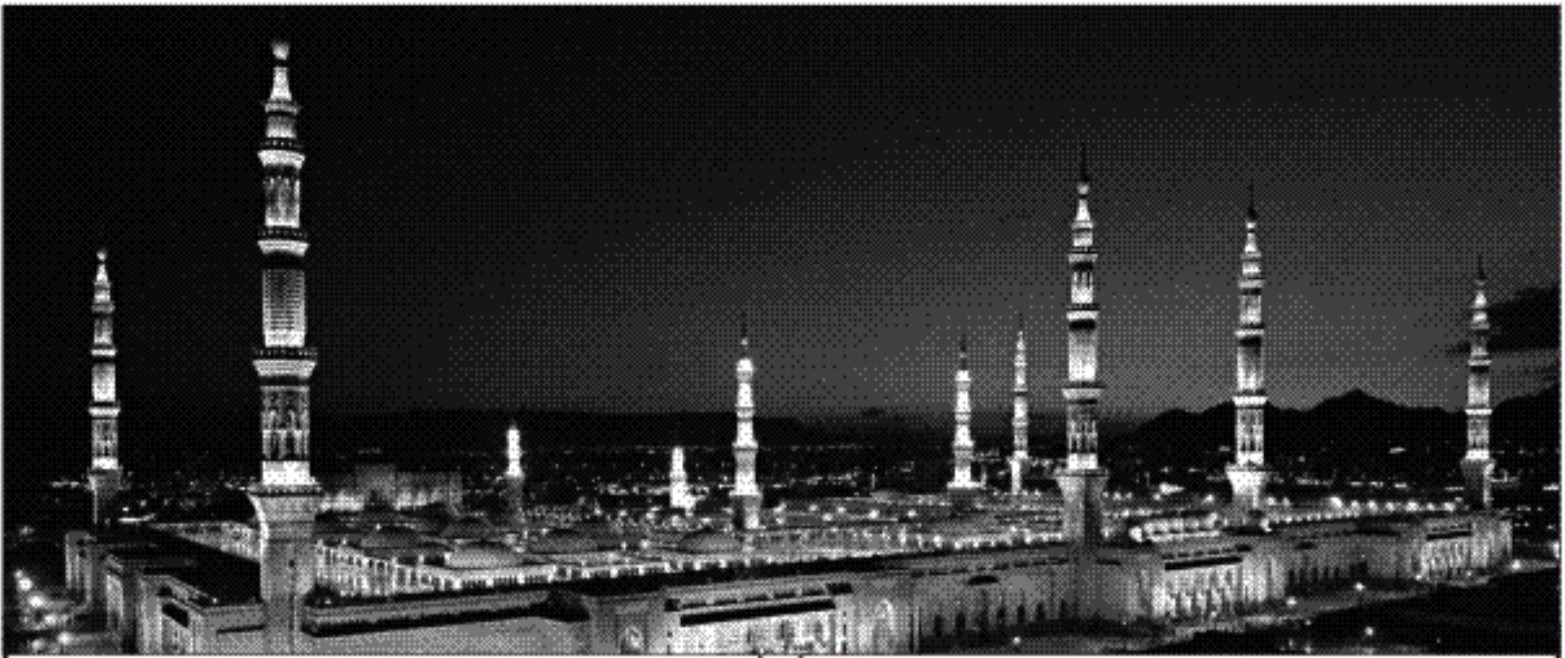
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
330	عبدالطلب	319	مدرکہ
331	نقشہ اولاد عبدالطلب	319	خزیمہ
332	حارث عم النبی ﷺ اور ان کی اولاد	319	کنانہ (حدیث صحیح مسلم)
333	ابوسفیان مغیرہ ابن عم النبی ﷺ	320	نضر
333	ابوسفیان کے اشعار بروفات رسول ﷺ	320	مالک
334	ابوطالب عم النبی ﷺ اور ان کے فرزند ان و دختران	321	فہر (لفظ قریش کی وجہ تسمیہ)
335	عتیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شجرہ	321	غالب
335	جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شجرہ	321	لوی
336	سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور علوی فرزند	322	کعب (ابوسعیدہ رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب)
	وفات علی رضی اللہ عنہ پر بکر بن حماد کے اشعار فاطمہ	322	مرہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا نسب)
337	(والدہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ)	323	کلاب (سعد رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، سیدہ آمنہ کا نسب)
338	اولاد علی کا نقشہ مع اسماء زوجات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	323	قحطی (بیت اللہ پر قبضہ اقوام۔ قصی کے اصول حکومت)
339	عباس علمدار اور ان کی اولاد کا شجرہ	324	شجرہ اولاد قحطی
340	عمر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا شجرہ	324	عبدمناف (اشعار مدحیہ عبدمناف و شجرہ اولاد عبدمناف)
340	ابوالقاسم محمد بن علی و اولاد محمد بن الحنفیہ کا شجرہ	326	زکوٰۃ
341	ابوبکر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ	327	غنیمت فے کی بحث آیات تقسیم
341	ام ہانی دختر ابی طالب	328	نقشہ (احکام تقسیم صدقات غنیمت، فے مع آیات قرآن مجید)
342	جمانہ دختر ابی طالب	329	ہاشم
342	حمزہ رضی اللہ عنہ عم النبی ﷺ	330	نقشہ اولاد ہاشم



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
353	ابناء النبی ﷺ		دختر حمزہ رضی اللہ عنہا کی حضانت پر زید رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اور
353	قاسم بن محمد النبی ﷺ	343	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دعاوی
353	عبداللہ (طیب و طاہر)	344	ابولہب بن عبدالمطلب اور اس کی اولاد
353	ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ	344	عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد
356	جدول کسوف شمس	347	زبیر عم النبی ﷺ اور ان کی اولاد
	بنات النبی ﷺ: زینب رضی اللہ عنہا، بنت رسول ﷺ اور	347	عمات النبی ﷺ
357	ان کی اولاد	347	بیضاء عمۃ النبی ﷺ
358	سیدہ زینب رضی اللہ عنہا	347	امیرہ عمۃ النبی ﷺ
361	رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ (عبداللہ سبط رسول ﷺ)	348	عاتکہ عمۃ النبی ﷺ (اس کا خواب)
362	ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ	348	صفیہ عمۃ النبی ﷺ (قوت ایمانیہ صفیہ رضی اللہ عنہا)
363	سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ	348	برۃ عمۃ النبی ﷺ
363	ولادت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تاریخوں میں اختلاف (حاشیہ)	348	اروی عمۃ النبی ﷺ (اروی کے اشعار)
366	مرویات سیدہ رضی اللہ عنہا	349	سردار عبداللہ والد النبی ﷺ (ان کے ذبح کا قصہ)
367	ابنائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	349	ابوطالب کے اشعار
367	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	350	سیدہ آمنہ اور ان کا شجرہ نسب
370	اولاد حضرت حسن رضی اللہ عنہ	351	سیدہ آمنہ کے اشعار دعائیہ بشان نبی ﷺ
371	حضرت زید بن حسن رضی اللہ عنہ	352	سیدہ آمنہ کے اشعار وفات شوہر پر
371	حضرت حسن ثنی بن حسن رضی اللہ عنہ		فصل
371	(سید الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا نسب)	353	آل النبی ﷺ



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
377	حضرت حسن عسکری <small>علیہ السلام</small>	372	حضرت امام حسین <small>علیہ السلام</small>
	باب 2	373	حضرت امام حسین <small>علیہ السلام</small> اور ان کے اشعار
378	امہات المؤمنین (از و اج النبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>)	373	اہلبیت امام حسین <small>علیہ السلام</small> کے اشعار بر شہادت امام حسین <small>علیہ السلام</small>
378	ایشیاء کے مشہور مذاہب	374	اولاد حضرت امام حسین <small>علیہ السلام</small>
379	منہاج نبوت اور تعدد زوجات	374	حضرت زین العابدین <small>علیہ السلام</small> اور ان کی اولاد
380	حضرت ابراہیم <small>علیہ السلام</small> کی بیویاں (3)	374	عبداللہ الباہرین زین العابدین <small>علیہ السلام</small>
380	حضرت یعقوب <small>علیہ السلام</small> کی بیویاں (4)	375	زید شہید بن زین العابدین <small>علیہ السلام</small>
380	حضرت موسیٰ <small>علیہ السلام</small> کی بیویاں (4)	375	عمر الاشرف بن زین العابدین <small>علیہ السلام</small>
380	حضرت موسیٰ <small>علیہ السلام</small> پر بے تعداد بیبیوں کا جواز	375	حسین الاصغر بن زین العابدین <small>علیہ السلام</small>
381	حضرت داؤد <small>علیہ السلام</small> کی بیویاں (9) اور دیگر ازواج و حرم	375	علی الاصغر <small>علیہ السلام</small>
381	حضرت سلیمان <small>علیہ السلام</small> کی بیویاں (1000)	375	حضرت امام باقر <small>علیہ السلام</small> (صحیح مسلم میں ان کی ایک عجیب حدیث)
383	فصل اوّل: نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> اور کثرت زوجات اور مصالح نکاح	375	حضرت جعفر صادق <small>علیہ السلام</small> اور ان کے پانچ
383	نکاح ام المؤمنین صفیہ <small>رضی اللہ عنہا</small>	376	فرزند جن سے نسل جاری ہے
384	نکاح ام المؤمنین جویریہ <small>رضی اللہ عنہا</small> اور من عام	376	حضرت موسیٰ کاظم <small>علیہ السلام</small> اور ان کے دس فرزند
384	ام المؤمنین میمونہ <small>رضی اللہ عنہا</small> کے نکاح کے فوائد	376	جن سے نسل جاری ہے
384	ام المؤمنین زینب <small>رضی اللہ عنہا</small> کے نکاح کے دینی فوائد	376	حضرت علی الرضا <small>علیہ السلام</small>
385	فصل دوم: ازواج النبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کے فضائل	377	حضرت محمد الجواد <small>علیہ السلام</small> ، ان کے فرزندوں کی نسل
392	فصل سوم: ازواج کے ساتھ نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کا حسن سلوک	377	حضرت علی النقی <small>علیہ السلام</small>
	فصل چہارم: ازواج النبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کا نسب میں نبی <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>	377	حضرت ابو عبد اللہ جعفر کذاب



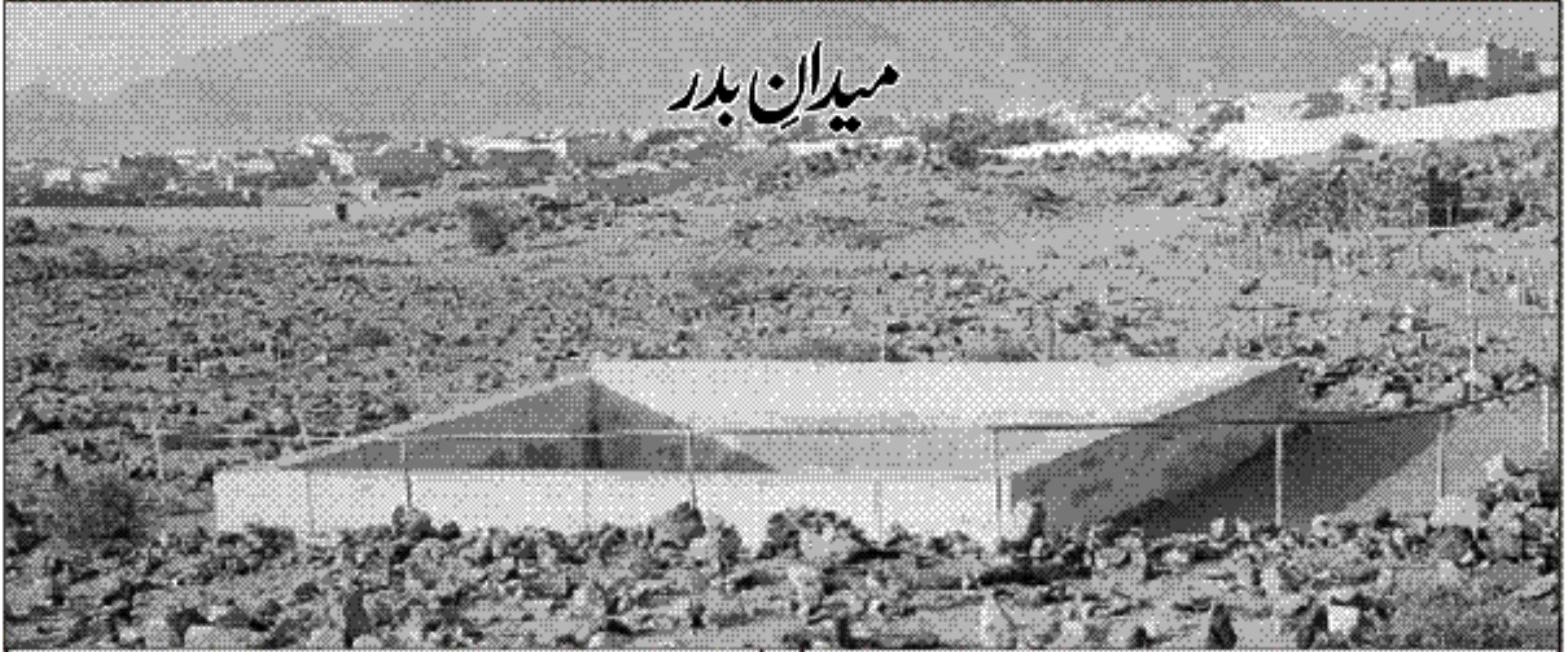
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
409	ذاتی رنج پر اسلامی خدمات کو ترجیح	394	سے اتصال مع نقشہ
410	ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	395	فصل پنجم: امہات المؤمنین کے جداگانہ حالات
411	احادیث سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	395	ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
412	اقارب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	397	فرزندان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا
	خواجہ فرید شکر گنج رضی اللہ عنہ، مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ،	398	اقارب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا
	حضرت شاہ ولی اللہ رضی اللہ عنہ، شاہ ابوالخیر رضی اللہ عنہ،	398	ام المؤمنین سیدہ سوہدہ رضی اللہ عنہا و اقارب سیدہ رضی اللہ عنہا
412	حضرت شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ کا نسب	398	ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
412	ام المساکین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	398	(حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مختصر حال)
412	ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	400	اشیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ کا نسب (حاشیہ)
413	اقارب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	400	محبت کا امتحان
414	مرویات سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	401	فضائل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
415	ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	404	مسئلہ فضیلت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
415	حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ذکر (نسب عالی)	404	احادیث مرویہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
415	ہر شخص آزاد پیدا ہوتا ہے	405	جہاد فی سبیل اللہ
416	رسم تہنیت کے کڑوے پھل (خرابیاں)	405	اشعار حسان رضی اللہ عنہا بمدح صدیقہ رضی اللہ عنہا
417	خاوند بیوی کا رشتہ	406	امومت امت
418	جواز تہنیت اور تاویل	406	ایک لغزش
418	عیسائی اس قصہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پر کیوں اعتراض کرتے ہیں؟	408	اقارب سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا



مسجد قبائلی

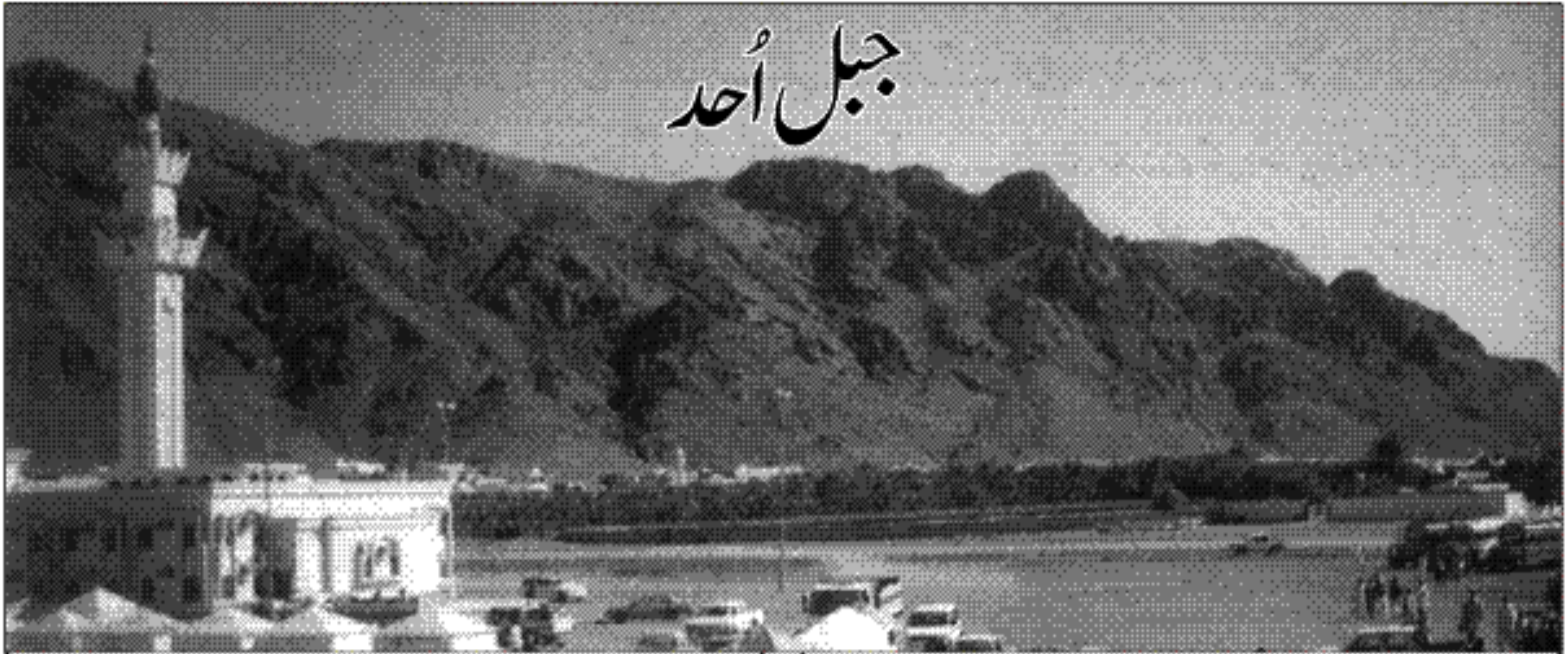
صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
455	غزوات و سرایا کی تقسیم بلحاظ مقاصد	419	اقارب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا
457	فریق ثانی (قبائل)	422	خواہران ام المؤمنین رضی اللہ عنہا
458	قبائل کے باہمی تعلقات قرابت	422	ام المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا
459	قبائل کی شرکت جنگ کی تاریخ نقصانات جنگ ہردو فریق	423	مرویات سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا
461	اسیران غزوات کا انجام	423	اقارب سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا
462	یورپ کی جنگ عظیم اور ہلاکت نفوس	423	ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
462	مذہبی لڑائیاں اور ائتلاف نفوس	424	خطبہ نکاح
	فہرست ان صحابہ پاک کی جو نبی ﷺ کے عہد مبارک	424	مرویات سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
464	میں شہید ہوئے	425	اقارب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
	✽ باب 4 ✽	425	ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا
481	اساطیر کے معنی	426	ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا
	پادریوں کے اعتراض قرآن اور مبلغ قرآن پر اور	427	مرویات سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا
481	اس مضمون کا سیرت سے تعلق	428	نقشہ متعلق احوال ازواج النبی ﷺ
481	حضرت آدم علیہ السلام، ان کا نسیان		✽ باب 3 ✽
482	قائِن و ہابیل فرزند ان آدم علیہ السلام	429	غزوات و سرایا
483	حضرت نوح علیہ السلام	431	نقشہ جس میں 82 غزوات و سرایا کا ذکر ہے
484	حضرت ابراہیم علیہ السلام	450	جدول واقعات عظیمہ متعلق سیرت النبی ﷺ
486	حضرت لوط علیہ السلام	453	غزوات و سرایا کی صراحت کہ وہ سب لڑائیاں ہی نہیں

میدان بدر

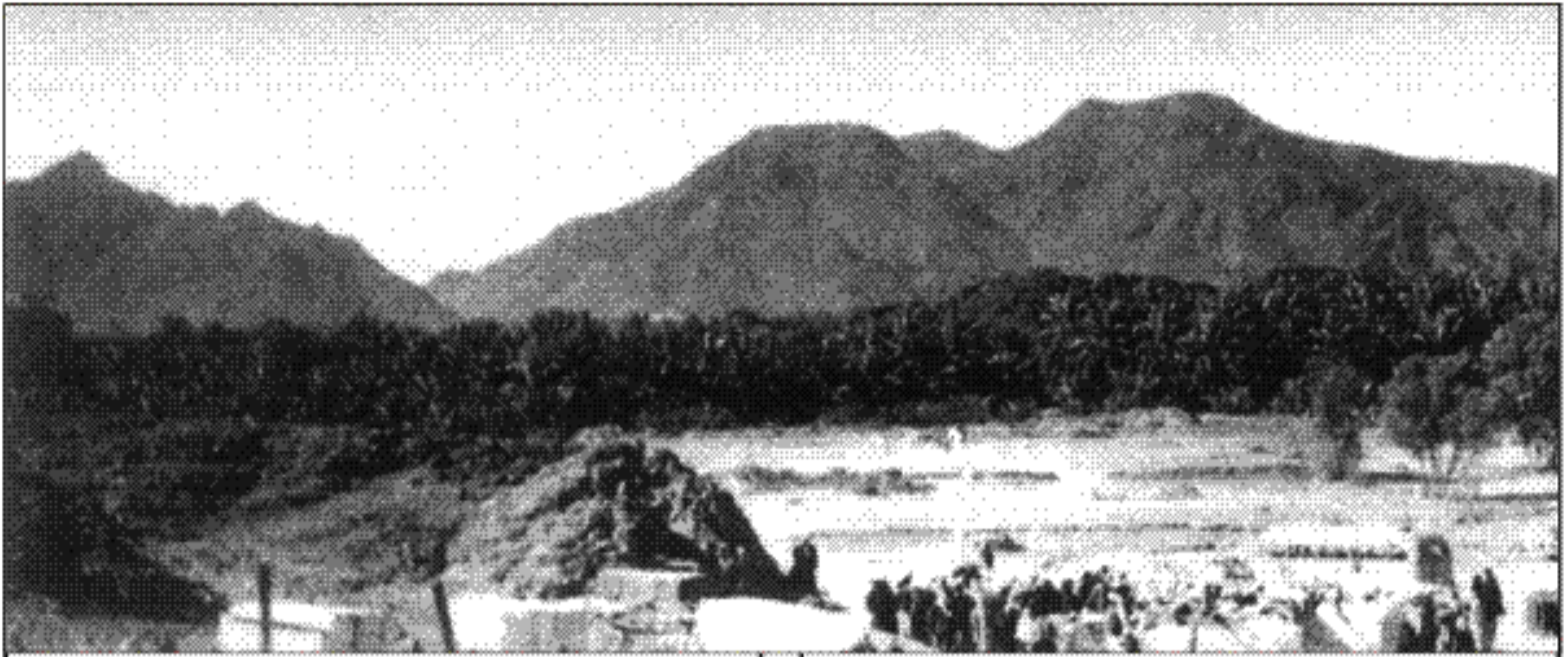


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
501	✎ اوریس علیہ السلام	486	✎ حضرت اسحاق علیہ السلام
501	✎ صدق اوریس علیہ السلام وصدق محمد صلی اللہ علیہ وسلم	487	✎ حضرت یعقوب علیہ السلام
501	✎ رفعت مکان اوریس علیہ السلام ورفعت ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم	488	✎ حضرت یوسف علیہ السلام
501	✎ الیاس علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام واحد شخص کے نام ہیں	490	✎ حضرت موسیٰ علیہ السلام
502	✎ بعل بت اور لات و مناتہ و عزنی	494	✎ حضرت داؤد علیہ السلام
502	✎ نوح علیہ السلام	494	✎ حضرت سلیمان علیہ السلام
502	✎ انبیاء اولوالعزم کے اسماء اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تقدم	495	✎ حضرت ایوب علیہ السلام
503	✎ نبوت نوح علیہ السلام اور نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت	496	✎ حضرت زکریا علیہ السلام
503	✎ نوح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عدم اطراء و غرباء	497	✎ حضرت یحییٰ علیہ السلام
503	✎ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کی سلامتی و برکات	497	✎ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام
503	✎ امت محمدیہ اور صلوة و تطہیر و اتمام نعمت	✎ باب 4 ✎	
504	✎ حضرت ہود علیہ السلام	498	✎ افضلیت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم (تخمیر و فضیلت)
504	✎ ہود علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت	499	✎ آدم علیہ السلام
504	✎ مؤمنین عہد ہود و عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	499	✎ تعلم آدم علیہ السلام و تعلیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم
504	✎ حضرت ہود علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب	499	✎ نسیان آدم علیہ السلام، عدم نسیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
505	✎ صالح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مواعظ کے مضامین	500	✎ کلمات بر آدم علیہ السلام و کلمات بر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
505	✎ خلیل الرحمن ابراہیم علیہ السلام	500	✎ شجر آدم علیہ السلام و شجر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
506	✎ اطفائے نار برابر ابراہیم علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم	500	✎ سجدہ بر آدم علیہ السلام و صلوات بر محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جبل احد



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
510	حضرت یعقوب علیہ السلام	506	تعمیر کعبہ و انقلاب جہت کعبہ
	حضرت یعقوب علیہ السلام اور محمد ﷺ کے مواعظ تو حیدریاس از	506	بت شکنی و بطلان صنم پرستی
510	رحمت کے خلاف یعقوب علیہ السلام اور محمد ﷺ کی تعلیم	506	اذان برائے حج و فرضیت حج
	استغفار یعقوب علیہ السلام برائے فرزند ان و استغفار		ابراہیم علیہ السلام کا بغض اللہ کی صفت میں اور محمد ﷺ
511	محمد ﷺ برائے عاصیان	506	کا الحب فی اللہ کی صفت میں اسوہ حسنہ ہونا
511	درود شریف کی فضیلت	507	ابراہیم علیہ السلام کا اوادہ و حلیم اور نبی ﷺ کا مالک خلق عظیم ہونا
511	حضرت یوسف علیہ السلام	507	ابراہیم علیہ السلام کی دلیل بر قدرت الہی محمد ﷺ کی براہیاء موتی
512	خواب یوسف علیہ السلام و خواب نبی ﷺ	508	حضرت لوط علیہ السلام
512	امراة العزیز اور امراة زید بن اللہ	508	قوم کی جانب سے اخراج لوط علیہ السلام و اخراج محمد ﷺ کی و ہمکیاں
	یوسف علیہ السلام کے قتل و اخراج اور نبی ﷺ کے قید، قتل	508	قوم لوط علیہ السلام کا عمل بر خباثت، نبی ﷺ کا تحریم خباثت
512	اور اخراج کے مشورے	508	لوط علیہ السلام اور محمد ﷺ کی امداد کے لئے فرشتوں کا نزول
	قط میں حضرت یوسف علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی	509	حضرت اسماعیل علیہ السلام
512	امداد برائے غرباء	509	صدق وعدة اسماعیل علیہ السلام و تصدیق وعدہ نبوی
513	حضرت شعیب علیہ السلام	509	اسماعیل علیہ السلام اور محمد ﷺ کی اصلاح اہل بیت
513	شعیب علیہ السلام اور محمد ﷺ کے احکام کیل و وزن پر	509	طہارت بیت اللہ اور بیت اللہ کا قبلہ ہونا
513	اخراج امت شعیب علیہ السلام و اخراج مہاجرین بنی النضیر	509	حضرت اسحاق علیہ السلام
513	انکار از فہم تعلیم شعیب علیہ السلام و محمد ﷺ	509	حضرت اسحاق علیہ السلام کا فرزند بشارت ہونا اور
514	سودور با صلوة ایمان بعہد شعیب علیہ السلام و محمد ﷺ	509	محمد ﷺ کا بھی فرزند بشارت ہونا

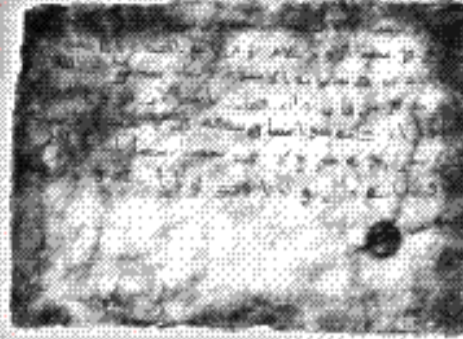
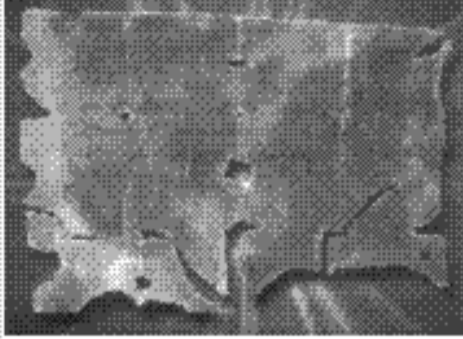


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
532	حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام	527	عبدیت ایوب علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
532	جدہ مسیح علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا و استعاذہ	527	ایوب علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راجع الی اللہ ہونا
532	مریم علیہا السلام و مسیح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماویٰ کا ذکر	528	حضرت زکریا علیہ السلام
533	مسیح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور اتیاء کتاب	528	رحمت بر زکریا علیہ السلام اور رحمت بر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
533	مسیح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور برکت	528	دعا زکریا علیہ السلام و التاج محمد صلی اللہ علیہ وسلم
533	مسیح علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم عبادت تا حیات	528	حضرت سخی علیہ السلام، سخی علیہ السلام کا دعائے زکریا ہونا اور
533	عیسیٰ علیہ السلام اور تائید روح القدس اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تائید جنود الہی	529	محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائے ابراہیم ہونا
534	عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا مقصد بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا	529	حضرت یحییٰ علیہ السلام مصدق بکلمۃ اللہ تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
535	اسم پاک احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر احادیث نبوی	529	مصدق لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ
536	اسم پاک احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اشعار عرب	530	یحییٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سید ہونا
536	قبل از بعثت	530	یحییٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حضور ہونا
	اسم پاک احمد پر حضرت حسان بن علیؓ و کعب بن علیؓ کے اشعار		یحییٰ علیہ السلام کو نبی فرمایا گیا اور
537	نحیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	531	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو 33 بار نبی کہا گیا
	صحابہ جنی اللہؓ اور علی مرتضیٰ وسیدہ فاطمہ کے اشعار اسم	531	یحییٰ علیہ السلام کا اخذ کتاب
538	پاک احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد از وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	531	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم الکتاب
	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کسی شخص کا اسم احمد صلی اللہ علیہ وسلم	531	یحییٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خوئی
539	سے موسوم نہ کرنا	531	یحییٰ علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم و زکوٰۃ و تزکی
	بعد از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا کثیرا کثیرا نام سے موسوم	531	یحییٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صفت تقویٰ
539	ہونا اور 53 مشہور اسماء کی فہرست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاہد ہیں	532	احسان للوالدین



صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
555	رحمۃ للعالمین ﷺ جنگ میں بھی رحیمانہ اصول قائم فرماتا ہے	542	نبی ﷺ شاہد ہیں
556	رحمۃ للعالمین ﷺ کا حکم والدین کی اطاعت پر	543	نبی ﷺ بمشروند میر ہیں
556	رحمۃ للعالمین ﷺ نے معافی کی فلاسفی ظاہر فرمائی	544	نبی ﷺ داعیاً الی اللہ باذنہ ہیں
556	رحمۃ للعالمین ﷺ نے زنا کی برائی پر کیسی دلیل پیش کی	546	نبی کریم ﷺ سراجاً منیراً ہیں
557	رحمۃ للعالمین ﷺ کا حکم حرمت شراب و قمار پر	* باب 6 *	
557	رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت کا عالم کے لئے عام ہونا	548	رحمۃ للعالمین ﷺ
557	رحمۃ للعالمین ﷺ کی رحمت اور رافت کا خاص کیلئے خاص ہونا	548	قرآن مجید میں للعالمین کا لفظ کس کس کے لئے ہے؟
558	حب النبی ﷺ	549	نبی کریم ﷺ کی تعلیم کا قومی امتیازات سے بالاتر ہونا
558	لفظ عشق کا استعمال قرآن و حدیث میں نہیں ہوا	550	نبی کریم ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونا
558	عشق کے لغوی معنی، محبت اور عشق میں فرق	550	نبی ﷺ کی رحمت مختلف اقوام پر و نبی کریم ﷺ کی رحمت مختلف طبقات پر
559	محبت کی صفت	551	نبی کریم ﷺ کی رحمت یہود پر
561	جو دو سخائے نبوی ﷺ	552	نبی کریم ﷺ کی رحمت عیسائیوں پر
562	عدل و انصاف	553	رحمۃ للعالمین ﷺ اخوت کی تعلیم دیتا ہے
563	نجدت و شجاعت	553	رحمۃ للعالمین ﷺ خالص انصاف کا حکم دیتا ہے
564	تواضع	553	رحمۃ للعالمین ﷺ شہادت کی توثیق فرماتا ہے
565	حیاء	554	رحمۃ للعالمین ﷺ نبوی کا درجہ اور حقوق بتاتا ہے
		554	رحمۃ للعالمین ﷺ انسان کی جان کی قدر و قیمت کا اندازہ ظاہر کرتا ہے

نبی کریم ﷺ کے خطوط کے عکس

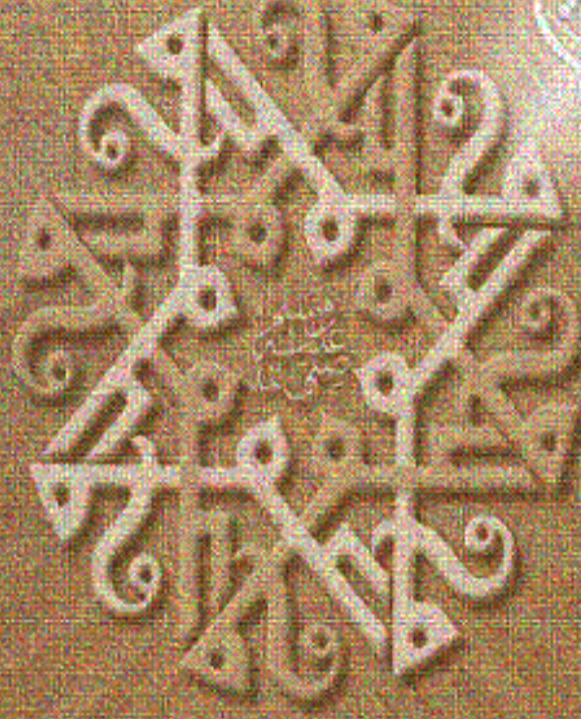


صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
572	▣ جذباتِ محبت	565	▣ شفقت و رافت
575	▣ کن بزرگوں کی محبت عین محبت نبوی ﷺ ہے	566	▣ عفو و کرم
576	▣ دعائے محبت	567	▣ زہد فی الدنیا
	▣ باب ششم	569	▣ طریقہ نبوی کی جامع حدیث
577	▣ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ	569	▣ عام اخلاق
	▣ دنیا کے مشہور سنین کی تاریخیں اور ہر ایک تاریخ کا سنہ	571	▣ محبت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بابت عروہ بن مسعود کا بیان
577	▣ ہجری سے تطابق	571	▣ محبت نبوی ﷺ پر زید کا حلفیہ بیان
578	▣ جدول آغاز مشہور سنین نبوت ﷺ	571	▣ عبید اللہ بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ اور محبت نبوی ﷺ
593	▣ قصیدہ در حمد باری تعالیٰ	572	▣ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کی محبت
		572	▣ انس و عثمان وغنی و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور محبت نبوی ﷺ



رحمۃ اللہ علیہم

قاضی محمد سلیمان سلمان
منصور پوری حیدرآباد



دعائے اربعہ



MARKAZ
Al-Hrmain-ul-Islami

GULBAHARI COLONY, SATIANA ROAD, FAISALABAD-PAKISTAN.
CONTACT: 0304 3010777